شازیہ مصطفیٰ
پہلی قسط
سلسلے وار ناول
کبھی عشق ہو تو پتہ چلے

"آج اگر میں زندہ ہوں تو اس کے باپ کی وجہ سے ورنہ میں تو کب کا چلا گیا ہوتا"۔ روحیل سکندر فکرمند سے اسے آئی سی یو کے باہر گلاس وال سے دیکھ رہے تھے جو بے سدھ پڑا تھا' دونوں ہاتھوں میں سوئیاں لگی ہوئی تھیں' دل کی دھڑکن بھی کم اور زیادہ ہو رہی تھی' اونچا لمبا چوڑا وجیہہ و شکیل چہرے پر اس قدر اس کے ٹھہراؤ لگ رہا تھا' اریشما کئی لمحے مبہوت زدہ سی دیکھتی رہ گئی تھی۔

"ڈیڈی! آپ فکر نہیں کریں اسے ہوش آ جائے گا"۔ اس نے روحیل سکندر کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھا۔ تین گھنٹوں سے وہ اور اریشما ہوسپٹل میں تھے' ان کی گاڑی کے آگے وہ آیا تھا' بچاتے بچاتے بھی سامنے سے آتی بس اسے ہٹ کرتی ہوئی گزر گئی تھی' روحیل سکندر کی آنکھوں کے سامنے بار بار وہ منظر آئے جا رہا تھا۔

"پتہ نہیں کیوں یہ بیچ سڑک پر چل رہا تھا"۔ انہیں یہ بات پریشان کر رہی تھی۔ آج سے دو سال پہلے انہیں وہ ہوسپٹل میں ہی تو ملا تھا' انہوں نے کتنی تسلیاں دی تھیں' اپنے پاس آنے کو بھی کہا تھا مگر جانے کیا ہوا وہ پلٹ کے رابطہ تک نہیں کر سکا تھا۔

"یہ تو سوچنے کی بات ہے"۔ اریشما بھی گہری سوچ میں تھی۔ اسی وقت ڈاکٹرز اسے دیکھ کر باہر نکلے تھے' دونوں ہی بے تابی سے ان تک پہنچے۔

"ڈاکٹر! کیسی کنڈیشن ہے اس کی؟" انہوں نے پوچھا۔

"ہارٹ بیٹ نارمل نہیں ہو رہی ہے' دماغ پر گہری چوٹ ہے"۔

"پلیز...... آپ سے جو ہو سکتا ہے اس کی زندگی بچانے کیلئے کیجئے' مجھے اس کی زندگی چاہیے"۔ وہ اتنے مغموم اور افسردہ تھے' اریشما نے ان کے ہاتھ تھام لیے' وہ اپنے ڈیڈی کو اتنا پریشان بھی نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"ہم کوشش میں لگے ہوئے ہیں آپ لوگ دعا کیجئے"۔ وہ انہیں تسلی دے کے آگے بڑھ گئے۔

"ڈیڈی! آپ اتنا تو دل پر نہیں لیں' ٹھیک ہو جائے گا"۔ وہ ان کے ہاتھوں کو دبا کے بولی۔ وہ سر ہلا کر رہ گئے۔

اریشما کا سیل بیپ دینے لگا' ممی کا فون تھا اس نے فوراً ریسیو کیا۔

"جی ممی! ہم بس آ رہے ہیں"۔ اس نے کہا اور انہیں جلدی سے سارا کچھ بتا کے سیل بند کیا' اس کی نگاہ پھر سامنے لیٹے شخص پر پڑی جس نے ابھی تک بھی آنکھ نہیں کھولی تھی' روحیل سکندر مستقل وہیں تھے' اریشما بھی گھر نہیں جانا چاہ رہی تھی جب تک اسے ہوش نہیں آ جاتا۔ لمحے گزر رہے تھے دوپہر سے شام ہوئی' رات ہوئی' اریشما نے پھر ٹائم دیکھا تو نو بج گئے تھے' روحیل سکندر مستقل وہیں تھے۔

"ارے روحیل بھائی! کیسے ہوا یہ سب' آپ کی گاڑی سے ہوا ہے؟" اریشما کی ناگوار نگاہیں اسی وقت اٹھی تھیں' پتہ نہیں کیوں [illegible] یہ چچا جو قطعی پسند نہیں تھے' اس پر ان کا بیٹا تیمور زہر لگتا تھا۔

"نہیں [illegible] گاڑی سے نہیں ہوا ہے"۔ اریشما نے جھٹ صفائی پیش کی' اسے ان کی ایسی باتیں ناگوار لگتی تھیں۔

"پھر [illegible] بھی؟" کامران سکندر تو جیسے دونوں باپ بیٹی کو کسی طرح بھی الجھانا چاہتے تھے' وہ انہیں خوب [illegible] سے چپ رہتی تھی' انہیں اپنے بھائی سے محبت بہت تھی۔

"ار [illegible] لگی ہے' میں تو یہاں لے کے آیا ہوں' یہ وہی لڑکا ہے جس کے باپ نے مجھے اپنا [illegible] اور قرض دار ہوں' شکر ہے اس کا بیٹا آج مجھے مل گیا"۔ کامران سکندر کی آ [illegible] چپ سے ہو گئے مگر اریشما کی استفہامیہ اور جانچتی نگاہوں

نے ان کا جائزہ لیا تھا' وہ ستون سے ٹیک لگائے آئی سی یو کے باہر کھڑے تھے۔

"کیا کہتے ہیں ڈاکٹرز' بچے گا یا نہیں؟"

"کیسی بات کر رہے ہیں آپ چاچو! کیوں نہیں بچے گا' انشاء اللہ دیکھئے گا اسے ہوش آ جائے گا"۔ اریشما نے جھٹ کہا' اسے کامران سکندر کے ایسے ہی جملے بہت برے لگتے تھے۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو"۔ انداز ان کا پُرسوچ تھا۔

وہ بھی کافی دیر تک ان کے ساتھ ہی رہے۔ اریشما چاہ رہی تھی کسی طرح بھی یہ اٹھ کر یہاں سے چلے جائیں ورنہ ڈیڈی کو اسی طرح الجھاتے رہیں گے۔ وہ خود ہی اٹھ کر آئی سی یو اس کی خیر خیریت پوچھنے اندر بڑھ گئی' بلیک ٹراؤزر پر لمبی سی شرٹ' اس پر میچنگ ہی دوپٹہ' شولڈر لیئر کٹنگ بال' سرخ و سپید رنگت' آنکھوں میں اس بلا کی روشنی' سامنے والا چونکتا ضرور تھا' نرم و نازک سے ہاتھ پاؤں بالکل موم لگتے تھے' وہ چلی جا رہی تھی' لوگوں کی نگاہیں اس پر تھیں۔

☆

"ذرا تمیز چھو کر نہیں گزری ہے تمہارے لاڈلے کو"۔ محمد احمد دھڑ سے چیئر پر بیٹھے۔ وہ اطمینان سے سب چیزوں سے لاپرواہ' اپنے اکھڑ اور روکھے انداز کے ساتھ بیٹھا ہوا ٹی وی دیکھ رہا تھا' آواز بھی اس نے اونچی رکھی ہوئی تھی۔

"جب پتہ ہے تمیز نہیں چھو کر گزری تو کیوں روز کا یہی سبق دہراتے ہیں"۔ نہایت بدتمیزی سے وہ ان سے مخاطب ہوا تھا۔ حمیرا تو دکھ و تاسف سے اپنے اس بدمزاج بیٹے کو دیکھتی رہ جاتی تھیں جو ان کی بھی کب سنتا تھا' سب کو وہ ہانکتا بھی ایک ہی لاٹھی سے تھا۔

"پتہ نہیں کن لفنگے لوگوں میں بیٹھتا ہے"۔

"بالکل آپ کے نقش قدم پر چل رہا ہوں' یہی سب آپ نے بھی تو کیا' اگر میں کر رہا ہوں تو اس میں برا کیا ہے"۔ غصے میں بولتے وقت وہ رشتوں کا بھی پاس نہیں رکھتا تھا۔

"تمہارے منہ میں لگنا نہیں چاہتا"۔ محمد احمد اکثر اس کی باتوں کے جواب میں لاجواب ہی ہو جاتے تھے' روز کا یہی ڈرامہ ہوتا تھا' حمیرا اپنا سر تھام کے رہ جاتی تھیں۔

"پھر بھی عادت نہیں جاتی"۔

"شہران! یہ مت بھولو میں تمہارا باپ ہوں"۔ وہ اتنی بے عزتی اپنے اس بیٹے سے اٹھاتے تھے' ان کا شدت غم سے سر پھٹنے لگتا۔

"یہی تو کہہ رہا ہوں' آپ باپ ہیں' دو بیویوں کے شوہر ہیں' چھ بچوں کے باپ ہیں' چار میری ماں کے' دو تمہاری دوسری بیوی کے"۔

"بس کرو شہران! کتنا بدتمیز اور بددماغ ہو گیا ہے تو"۔ حمیرا سے برداشت نہیں ہوا وہ تن کے اس کے سامنے کھڑی ہو گئیں۔ وہ بھی ریموٹ دور پھینک کے کھڑا ہو گیا' اس کے مزاج میں تیکھا پن بھی باپ کے سرد رویوں کی وجہ سے آیا تھا' جس نے ہمیشہ ان بچوں کو اور اس کی ماں کو اگنور کیا' ظلم کیے اور پھر ایک دن نکاح کر کے اپنے سے دو گنی چھوٹی لڑکی کو گھر لے آئے' جب وہ کتنا رویا تھا' لوگوں کی کتنی باتیں برداشت کی تھیں' یہی تنگ مزاجی اور ہٹ دھرمی اور بدتمیزی کی وجہ تھی جبکہ ذیشان بڑا تھا اس میں نرم مزاجی تھی' وہ اسے سمجھاتا بھی رہتا تھا مگر

شہران پر تو کسی کی بات کا ذرا اثر نہیں ہوتا تھا' اپنے سارے ددھیالی رشتوں سے وہ خائف تھا' اکثر گھر میں ہنگامہ اسی کی وجہ سے رہتا تھا۔

"سب تم نے اسے میرے خلاف بھڑکایا ہے جو آج اس کی اتنی زبان ہوگئی ہے"۔ محمد احمد کو اپنی بے عزتی وہ بھی اولاد کے ہاتھوں برداشت نہیں ہوتی تو وہ حمیرا پر برس پڑتے تھے' وہ آج بھی ان سے ڈرتی تھیں۔

"ارے یہ کیا مجھے بھڑکائیں گی' میں نے کیا آپ کی حرکتیں نہیں دیکھی ہیں"۔ ذیشان اندر ہی موجود تھا' سب وہ سن رہا تھا' اسے بھی شہران کی بدتمیزی بہت ناگوار گزرتی تھی' اگر وہ اسے چپ کرانے آتا بھی تو شہران چپ تو ہو جاتا مگر چیزوں کو اتنا اٹھا اٹھا کر پھینکتا کہ سب ڈر اور سہم جاتے' وہ اس سے ہی تو کچھ دب بھی جاتا تھا۔

"اپنے لاڈلے کی بکواس بند کرواتی ہو یا نہیں"۔ محمد احمد کی آخری دھمکی یہی ہوتی تھی کیونکہ پھر وہ حمیرا کو مارنا پیٹنا شروع کر دیتے تھے۔

"بس کرو ابو! بہت ستم میری ماں پر ڈھالیے ہیں' دوسری پر بس نہیں چلا تو پھر میری ماں کا پیچھا لے لیا تم نے"۔

"شہران! کیا بدتمیزی ہے' کب سے میں سن رہا ہوں"۔ ذیشان ضبط کے سارے مراحل سے گزر چکا تھا' وہ تیزی سے اپنے روم سے باہر آیا' وہ تن فن کرتا ہوا کھڑا تھا۔

"کیوں روز روز ہنگامہ کرتے ہو؟ کچھ حاصل ہوتا ہے' بولو...... لوگوں کے کانوں میں ہمارے گھر سے آوازیں جاتی ہیں"۔ وہ بڑی بے زار اور جھنجھلائی ہوئی کیفیت میں تھا۔ شہران کو بریک لگ گیا تھا' اپنے بڑے بھائی کا ہی لحاظ بھی کرتا تھا۔ چھوٹا تھا جب باپ نے دوسری شادی کی تو امی کو بہن بھائی کو اس بھائی نے ہی تو سنبھالا تھا۔ شہران عادت کے مطابق تپائی پر رکھی چیزوں کو ٹھوکر سے مار کے لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا باہر نکل گیا۔ ذیشان نے دکھ و تاسف سے اپنا سر تھام لیا' بہن' بھائی اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے' محمد احمد نے بھی اپنے کمرے کی راہ لی۔

"بات کیا ہوئی تھی جو یہ اتنا بھڑک گیا؟" ذیشان نے ان سے پوچھا۔ وہ اپنا سر تھامے ہوئے تخت پر بیٹھی تھیں۔

"بات تو کچھ خاص نہیں تھی' ابھی باہر سے آ کر بیٹھا تھا' میں نے سوچا کھانے کا پوچھ لوں تمہارے ابو نے یہ کہہ دیا جانے کن لفنگوں میں بیٹھتا ہے' یہ سن کے بھڑک اٹھا"۔ وہ ملول سے لہجے میں بتانے لگی تھیں۔

"ہوں"۔ ذیشان جانتا تھا غلط بات شہران کو برداشت نہیں ہے اس لئے وہ بدتمیزی کرتا تھا۔

☆

"آپی! ہے تو ہینڈسم مگر سوچ لیں مشکل ہے' ان کے ابا کی اس محلے میں ریپوٹیشن کچھ اچھی نہیں ہے"۔ دونوں بیڈ پر لیٹی ہوئی تھیں اور بات ذیشان کی ہو رہی تھی۔

"میں انہیں رسپانس بھی نہیں دیتی ہوں"۔

"پھر وہ آپ سے محبت ایویں ہی کرنے لگے"۔ لیلٰی ماہ نے اپنی سادہ سی بہن حرما کو مسکراتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔

"مجھے کیا پتہ تھا وہ اتنے سیریس ہو جائیں گے' ایک دو بار لیکچر مس ہو گیا تو وہ میں نے انہیں دیا تھا' کچھ اسائنمنٹ چاہیے تھے وہ دیئے' اس کے بعد سے وہ بہانے بہانے سے باتیں کرنے لگے"۔

"اس طرح تم بھی سیریس ہو گئی ہے ناں؟" لیلٰی ماہ اسے معنی خیزی سے کہتے ہوئے چھیڑنے لگی۔ حرما نے

جھینپ کے اسے گھورا' ذیشان کے نام پر اس کا دل دھڑکنے لگتا تھا' انجانے میں اس کے سپنے دیکھنے لگی تھی۔

"سیریس تو نہیں ہوں"۔

"ارے آپی! اس میں چھپانے کی کیا بات ہے' بندہ مجھے بھی ٹھیک لگا ہے لمبا چوڑا گریس فل سا' تم اس کے ساتھ تو اور بھی پیاری لگتی ہو"۔

"آہستہ بولو آواز اگر چلی گئی باہر خیر نہیں ہے تمہاری اور میری"۔ حرما نے اسے دبے دبے لہجے میں سرزنش کی۔ رات کے مہیب سناٹے میں تو دیواروں کے بھی کان ہو جاتے تھے جبکہ وہ دونوں بات ہی ایسی کر رہی تھیں کسی کے بھی کان میں پڑ سکتی تھی۔

"بندہ ویسے ڈیشنگ ہے' میری تو دعا ہے کہ آپ کی شادی اسی سے ہو"۔ لیلٰی ماہ نے اپنی بہن کو دل کی گہرائیوں سے دعا دی۔

"ناممکن بات کیوں کرتی ہو' پتہ ہے ناں ذیشان احمد کے والد کی محلے میں کیا ریپوٹیشن ہے؟ دو دو شادیاں کر رکھی ہیں' کوئی بھی تو انہیں اچھا نہیں سمجھتا ہے"۔ اسے یہ بھی تو ساری خبر تھی' پھر دل اس کا اتنا اداس ہوتا کہ وہ خاموش ہو جاتی تھی۔

"ہاں یہ تو ہے' ابو اور بھائی تو کبھی بھی نہیں مانیں گے"۔ لیلٰی ماہ بھی متفکر سی ہو گئی۔

"یہی سوچ کے تو میں پھر ذیشان کو اگنور کرتی ہوں"۔ حرما کے لہجے میں افسردگی در آئی۔

"سب ہی جانتے ہیں وہ اچھے کیریکٹر کے نہیں ہیں"۔

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو سو جاؤ' صبح یونیورسٹی جانا ہو گا' تم سے ہی نہیں اٹھا جاتا ہے"۔ وہ کروٹ بدل کے لیٹ گئی۔

"آپی! تمہیں دکھ نہیں ہو گا اگر تمہاری شادی ذیشان احمد سے نہیں ہوئی تو؟" لیلٰی ماہ کی سوئی وہیں اٹک گئی۔

"تم شادی پر کہاں پہنچ گئی ہو' میں نے ابھی ایسا کچھ سوچنا نہیں شروع کیا ہے"۔ حرما نے پھر کہا۔

"پھر بھی آپ کی محبت کو انجام تو دینا ہی ہے ناں"۔

"لیلٰی ماہ! چپ کر جاؤ' کیوں دیواروں کو سناتی ہو' پتہ ہے بھائی کو کچھ بھی سن گن مل گئی تو وہ یہی کہیں گی اسی لئے یونیورسٹی میں ایڈمیشن لیا ہے تم دونوں نے"۔ حرما بہت ڈری سہمی ہوئی رہتی تھی۔

"ہاں یہ بھی بات ہے"۔ وہ بھی پھر چپ ہو گئی۔

حرما کا ذہن منتشر ہو گیا جبکہ لیلٰی ماہ تو اگر کسی بات کے پیچھے پڑتی تو اسے انجام تک ہی لے جاتی تھی' کچھ حرما کے مقابلے میں نڈر اور پراعتماد بھی تھی جبکہ حرما ڈری سہمی اور کم گو واقع ہوئی تھی۔ تین بہن بھائی تھے۔ ارباز کی شادی اس وقت ہوئی جب وہ اسکول میں پڑھتی تھیں آج بڑا بھتیجا 7th میں تھا اور بھتیجی 5th میں تھی۔ ابو کو ارباز کی شادی کا بہت شوق تھا اس لئے پہلے ہی کر دی تھی۔

"ویسے آپی! آپ کی جوڑی ذیشان احمد کے ساتھ زبردست ہے"۔

"تمہارا اب دماغ خراب ہو گیا ہے"۔ حرما نے اپنے دھڑکتے دل کو قابو میں کیا اور کروٹ لی اور سونے کی کوشش کرنے لگی۔

لیلٰی ماہ کا ذہن حرما اور ذیشان کے گرد گشت کرنے لگا' اسے پتہ تھا اس کے ابو عزت و شرافت خاندان میں ضرور چاہتے تھے اور اس طرح تو یہ رشتہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

''کاش آپی! آپ کو ذیشان احمد نہیں ملتا' بہت مشکل ہے آپ کا ملن ہونا''۔ وہ بہت گہری سوچ میں تھی۔

اپنی بہن کے ارمانوں کی بھی فکر تھی' جو لمحوں میں بکھر بھی سکتے تھے۔ ذیشان کو اس نے بھی دیکھا تھا بہت سو: طبیعت کا تھا' بہت کم کسی لڑکی کے قریب نظر آتا تھا' اس نے حریا کو اس کو بھی بہت کم ہی کبھی دیکھا تھا' وہی حر سے کہتی تھی ذیشان احمد تمہیں پسند کرتا ہے۔ جبکہ حر نفی ہی کرتی تھی۔ وہ ذیشان احمد کے جذبوں کو کوئی نام نہیں دینا چاہتی تھی۔

⟡..........☆..........⟡
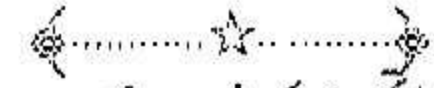
جانے کون سے پہر اس نے آنکھ کھولی تھی خود کو مشینوں کے درمیان اور ایسے ماحول میں جکڑا دیکھا تو وہ جیسے حقیقت کی دنیا میں چلا آیا۔ ایک ایک منظر ذہن کی اسکرین پر نمودار ہوتے گئے' دائیں بائیں دیکھا پر دڑا تھا' ہارٹ بیٹ اسکرین پر چلتی لائنوں کو بغور دیکھا' اپنے دائیں ہاتھ میں لگی ڈرپ دیکھی تو وہ اور بیدا ہو گیا۔

''یعنی میں آج پھر بچ گیا''۔ نقاہت سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اسی وقت ہی وارڈ بوائے کی نگاہ پڑی اور وہ ڈاکٹر کو بلا کے لے آیا' تھوڑی ہی دیر میں اس کا چیک اپ ہونے لگا۔

''تھینکس گاڈ نوجوان! تم نے آنکھ تو کھولی''۔ روحیل سکندر نے تشکر بھرا سانس بھرا۔ اسی وقت اس کی نگاہ اپنے پائنتی پر کھڑے روحیل سکندر پر پڑی جن کے چہرے پر اطمینان اور خوشی نظر آ رہی تھی۔

''اب خطرے کی کوئی بات نہیں ہے''۔ ڈاکٹر محسن نے اس کا چیک اپ کرنے کے بعد انہیں تسلی دی تھی۔

''میں ادھر کیسے؟'' اس کی آواز بمشکل نکلی۔

''بیٹا! آپ کچھ بھی ذہن پر زور نہیں دیں' ادھر کیسے سب پتہ چل جائے گا''۔ روحیل سکندر نے مسکرا کر اس کے ماتھے پر ہاتھ پھیرا۔

''او گاڈ! آپ کو ہوش تو آیا''۔ اریشما کو جیسے ہی ڈاکٹر محسن نے اطلاع دی' وہ بھی خوشی خوشی اندر چلی آئی تھی۔

حمدان کی نگاہ اسی وقت اس پری پیکر پر اٹھی جو پنک دوپٹہ سر پر جمائے اس کے سامنے آ گئی۔ اس کے حیرانی سے چتون سکڑے' یہ سب اتنے اس کیلئے فکرمند تھے جبکہ وہ تو خود کو بے کار سمجھ چکا تھا' وہ اتنی اہمیت رکھتا ہے اس کی بصارت یقین نہیں کر رہی تھی۔

''ویسے آپ مرنا کیوں چاہتے تھے؟'' اریشما نے مسکرا کے حیران و پریشان حمدان کو بغور دیکھا۔ ڈیسنٹ سراپا' گھنے بال' آنکھوں میں بلا کی ذہانت' وہ لمحہ بھر کو مبہوت سی رہ گئی۔

''خیر یہ بات تو چھوڑیئے' لیکن آپ نے میرے ڈیڈی کو بہت فکر میں مبتلا کر دیا تھا''۔ وہ اپنی روانی میں اپنے موتیوں سے چمکتے دانتوں کے ساتھ بولے جا رہی تھی اور وہ سکتے میں ہی تھا۔

''ڈیڈی! اب تو گھر چلے جائیے' میں ہوں ان کے پاس''۔

''بیٹا! آپ چلی جاؤ' صبح پھر آپ کو آفس بھی دیکھنا ہوگا''۔

''جی وہ بھی میں ہی دیکھوں گی مگر آپ اگر اسی طرح جاگتے رہے تو آپ کا بلڈ پریشر بڑھ سکتا ہے''۔ وہ بضد تھی کسی طرح بھی ڈیڈی گھر چلے جائیں' ممی کے بھی بار بار فون آ رہے تھے۔ حمدان لب بھینچے ان باپ بیٹی کی بحث سن رہا تھا۔ دونوں ہی جانے کو تیار نہیں تھے۔

''پلیز...... مجھے جانے دیں یہاں سے''۔ حمدان نے ایکدم ہی اپنی ڈرپ والا ہاتھ زور سے جھٹکے سے کھینچا' خون کا فوارہ نکل پڑا' اریشما متوحش زدہ سی رہ گئی' روحیل سکندر کھڑے ہو گئے۔

''یہ کیا کر لیا آپ نے؟ ڈاکٹر......'' وہ تو ڈاکٹر کو بلانے لگی' کچھ ہی دیر میں ان دونوں کو بھی باہر نکال دیا کیونکہ آئی سی یو میں اتنی دیر تو کسی بھی شخص کو رہنے کی اجازت نہیں تھی' وہ تو حمدان کو ہوش آیا تو جانے دیا تھا۔

''کیا شخص ہے ڈیڈی! یہ کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑا ہے''۔ اریشما کے جسم میں پھریری سی دوڑ گئی تھی۔

''یقیناً اس کے ساتھ کوئی مسئلہ ہے پھر ہینڈل بھی ہمیں ہی کرنا ہے' اس کے باپ کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے جو میں ساری زندگی نہیں اتار سکتا''۔ روحیل سکندر کو حمدان ہر طرح سے عزیز تھا۔

دونوں ہی ویٹنگ روم میں صبح تک بیٹھے رہے پھر کسی طرح زبردستی کر کے اریشما نے انہیں بھیج دیا۔

آئی سی یو سے اسے صبح نو بجے کے بعد وی آئی پی روم میں شفٹ کیا گیا تھا' وہ اس کی دیکھ بھال کے لئے موجود تھی مگر وہ چہرے پر ناگواری غصہ اور تلخی لئے منہ پھیرے ہوئے تھا۔

''آپ نام بتانا پسند کریں گے؟'' اریشما کو دنیا سے ناراض اس شخص سے کچھ دلچسپی سی ہونے لگی تھی۔

''نام پوچھ کے کیا کریں گی جبکہ اس دنیا نے نام ہی مٹانے کی کوشش کی ہے''۔ لہجے میں تلخی اور کڑواہٹ اور طنز گھلا تھا۔

''ضروری نہیں دنیا میں وہی لوگ ہیں جو آپ کا نام مٹانا چاہتے ہیں' کیا پتہ کچھ کیلئے آپ بہت خاص ہوں''۔ وہ آہستگی سے گویا ہوئی۔ حمدان نے نگاہ اس صبیح چہرے والی ملکوتی حسن رکھنے والی اریشما کو دیکھا' اس کے لب دھیمی مسکان لئے ہوئے تھے۔

''میرا نام حمدان احمد ہے''۔ جانے کیوں اسے وہ بتا گیا۔

''ہوں نام تو آپ کا بہت پیارا ہے''۔ وہ ستائشی انداز میں بولی۔

''آپ لوگ پلیز مجھے جانے دیں...... مجھے نہیں جینا''۔ وہ پھر کوئی حرکت کرنے والا تھا' اریشما دوڑ کے اس کے قریب آئی اور اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ دیا' حمدان نے ناگواری سے اسے گھورا۔

''گھورنا مجھے بھی آتا ہے اور ایسا آتا ہے کہ لوگ ڈر جاتے ہیں' بولئے ڈراؤں آپ کو''۔ وہ مسکرا کے شرارتی باتیں کر کے اس کا دھیان بٹانا چاہ رہی تھی۔

''جب اس دنیا میں میرے لئے کچھ ہے ہی نہیں تو کیوں میں زندہ رہوں''۔

''کیوں آپ کی زندگی پر صرف آپ کا حق ہے' آپ کے گھر والوں کا نہیں ہے' ان کے بارے میں نہیں سوچا' خودکشی کرنے چل دیئے' ارے مرنا اتنا آسان ہوتا تو آج دنیا لوگوں سے خالی ہوتی''۔ اریشما تیز لہجے میں اسے سمجھانے لگی۔

''ہر مسئلے کا حل موجود ہے' اب مجھے نہیں پتہ آپ کے ساتھ کیا مسئلہ ہے جو آپ خودکشی کرنے چلے تھے''۔

''غریبی' مفلسی مسئلہ ہے' کچھ نہیں کر سکتا میں اپنی ماں' بہن' بھائی کے لئے' دو سال پہلے میرا باپ اپنا گردہ دے کر اس دنیا سے چلا گیا' اس نے وہ گردہ بیچا تھا میں نے وہ رقم نہیں لی' ڈاکٹر کے منہ پر ماری' کیوں کیا انہوں نے ایسا''۔

''واٹ...... رقم تم نے نہیں لی تھی؟'' اریشما تو سناٹے میں رہ گئی جبکہ اسے تو چاچو نے بتایا تھا رقم اس لڑکے نے لی ہے یعنی چاچو نے جھوٹ کہا تھا۔

''کیا کرتا اس رقم کا جب میرا باپ ہی نہیں رہا تو وہ رقم کس کام کی''۔ حمدان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

www.paksociety.com

اریشما کو لمبا چوڑا احمدان روتا ذرا بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا' وہ خاموش ہو گئی' اگر کامران چاچو سے رقم کا پوچھے گی تو ایک فساد ہو گا' ڈیڈی کبھی یقین نہیں کریں گے جبکہ وہ اپنے چاچو کی فطرت جانتی تھی' پریشان سی اسے روتا ہوا دیکھتی رہی چپ کرانے کی بھی اس میں ہمت نہیں تھی۔

ڈیڈی سنیں گے تو کتنا دکھی ہوں گے' اسے حمدان پر بہت ترس آ رہا تھا' وہ سمجھ گئی تھی بے روزگار تھا اس لئے تنگ آ کر زندگی ختم کرنے چلا تھا۔

⟡............☆............⟡
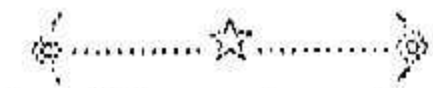
''تم اپنی پڑھائی دوبارہ شروع کر دو''۔ ذیشان نے اسے ناشتہ کرتے دیکھا جو سالن سے پراٹھے کے لقمے لگا لگا کے کھا رہا تھا۔

''روز کہتے ہیں آپ اور میرا روز کا جواب یہی ہے۔ پڑھ لکھ کے عزت پھر بھی نہیں ملے گی اپنے باپ کی وجہ سے''۔ ہمیشہ کی طرح پھر سلگتا ہوا طنز کا تیر محمد احمد پر پھینکا' وہ لال لال آنکھوں سے اسے گھورنے لگے۔ ذیشان ڈر گیا' صبح صبح پھر ہنگامہ پھر کوئی بھی ناشتہ نہیں کرے گا' شہران اٹھا چیخ شروع کر دے گا۔

''اپنے باپ کو ہاتھ پکڑ کے گھر سے دفع کر دو''۔

''میں تو یہ بھی کر دوں اگر مجھے تمہاری پہلی بیوی کا خیال نہیں ہوتا' بے چاری کو تم سے محبت بھی بہت ہے' اب پتہ نہیں تم پہلی سے زیادہ کرتے ہو یا دوسری سے''۔ زہریلا طنز تھا۔

''نا ہنجار' بدزبان بکے جائے گا''۔ حمیرا بیگم نے اس کے منہ پر زوردار طمانچہ جڑ دیا' ذیشان فوراً انہیں پکڑنے کو بڑھا۔

''منہ پر چڑھایا ہے تم نے اسے' کیسے ہیرو بن کے نکلتا ہے گھر سے''۔

''تمہاری طرح ہی نکلتا ہوں''۔ طمانچہ پڑنے کا بھی اس پر ذرا اثر نہیں ہوا تھا' ترکی بہ ترکی بولے جا رہا تھا۔

''اچھی طرح میرے خلاف کر دیا ہے ان اولادوں کو''۔ محمد احمد کا غصہ حمیرا پر اترنے لگا۔ ذیشان یونیورسٹی جانے کے لئے تیار ہو رہا تھا یہ باتیں اسے اور دکھ دیتی تھیں نہ شہران اس کی سنتا تھا اور نہ ہی ابو۔

''ارے بیٹ تو او اپنی بیوی کو' یہی تو فالتو ہے پیٹو اسے''۔ شہران غصہ میں سارے ادب ولحاظ بھول جاتا تھا' اب زوردار تھپڑ ذیشان کا اس کے رخسار پر پڑا تھا۔

''کیا بکواس کرتے رہتے ہو' ساری تمیز بھول گئے''۔ وہ تن فن کر کے اس پر برس رہا تھا۔ شہران متحیر زدہ رہ گیا' ذیشان نے اس پر ہاتھ اٹھا لیا تھا ورنہ ہمیشہ وہ اسے سمجھاتا تھا' اسے اپنے بھائی کا مارنا برا نہیں لگا تھا۔

''بھائی آپ......'' اس کی آواز دب گئی غم و دکھ سے۔

''کتنی شرم کی بات ہے...... تم ابو سے کس لہجے میں بات کرتے ہو' جو بھی ہے یہ ہمارے باپ ہیں''۔ ذیشان کا سر بھی دکھنے لگا تھا۔ محمد احمد سر جھکا کے کھانے میں مصروف ہو گئے' حمیرا دکھ و تاسف سے اپنا دل پکڑ کے رہ گئی تھیں' وہ ان کی اولاد تھا' جانتی تھیں وہ کیوں ہر وقت غصے میں رہتا ہے۔

''غصے سے اور ہر وقت کی طنزیہ باتوں سے کچھ حاصل بھی نہیں ہوتا ہے شہران!''

''چل بیٹھ ناشتہ کر''۔ حمیرا نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

''امی! آپ اسے چھوڑیئے...... یہ آج میرے ساتھ یونیورسٹی جائے گا''۔ ذیشان نے شہران کو دیکھا جو لب بھینچے ہوئے تھا۔

شہران کو لے کے وہ یونیورسٹی چلا گیا تھا' پورے راستے وہ خاموش رہا۔

''ہاں اب بولو کیا بات تھی جو تمہیں کل سے غصہ آ رہا ہے''۔ دونوں کینٹین میں بیٹھے تھے۔ بلیک پینٹ پر لائٹ پنک شرٹ میں وہ مو بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ سب سے ناراض ہی رہتا تھا۔

''کچھ نہیں ہے بات''۔ چہرے پر اس قدر درشتگی تھی کہ ذیشان اسے بغور دیکھنے لگا۔

''پڑھائی شروع کر دو اپنی''۔

''کیا حاصل ہو گا پڑھائی سے' عزت تو نہیں ملے گی''۔ لہجے میں تمسخر اور طنز تھا۔

''تمہارا مستقبل بن جائے گا''۔ اس نے چائے کا کپ شہران کے آگے رکھا' صبح کا ٹائم تھا اس لئے بھی کینٹین میں ذرا ہلچل ہوتی تھی۔

''ذیشان! حرما اسد تمہیں پوچھ رہی تھی''۔ ذیشان کے کلاس فیلو کاشف نے اطلاع دی' وہ شہران کے سامنے کچھ پزل سا ہو گیا' شہران نے بھی چونک کے کاشف کی بات سنی تھی۔

''اوہو شہران! کیسے ہو؟'' کاشف نے اس سے ہاتھ ملایا۔

''یار! میں اسے زبردستی یہاں لایا ہوں''۔ ذیشان نے چائے کے گھونٹ بھرے۔

''شہران! اپنی پڑھائی شروع کر دو''۔

''پھر وہی بات' مجھے کرنی ہی نہیں ہے''۔ وہ فوراً کھڑا ہو گیا۔ ذیشان نے آوازیں بھی دی تھیں مگر وہ لمبی روش پر چلتا جا رہا تھا' بائیک اسٹارٹ کر چکا تھا ابھی وہ پارکنگ ایریے سے نکلا ہی تھا کہ دو تین لڑکیوں کا غول ہنستا ہوا نکلا۔

''ارے لیل ماہ! دیکھ تو''۔ حریم نے کہا۔

''چپ کر یہی تو ہے''۔ وہ دبی دبی آواز میں بولی۔ شہران نے ان کی گفتگو پر غور نہیں کیا' ریس دیتا ہوا وہ تیزی سے چلا گیا۔

''لمبا چوڑا ڈیشنگ ہے''۔

''ہوں مگر ریپوٹیشن کچھ اچھی نہیں ہے''۔ لیل ماہ نے حریم کو بتایا۔

''اس میں اس لڑکے کا تو قصور نہیں ہے''۔ لائبہ کو جھٹ ہر ایک سے ہمدردی ہو جاتی تھی۔

''مگر اب ہم بھی کیا کریں لوگ تو باتیں بناتے ہی ہیں''۔ وہ تینوں یونیورسٹی کے احاطے میں داخل ہو چکی تھیں۔ لیل ماہ کے دل کی دھڑکنوں کو وہ بڑھا کے چلا گیا تھا' دونوں بہنیں ایک ہی سفر پر گامزن تھیں' پتہ تھا ان دونوں کو منزل نہیں ملے گی۔

کیسی رُت بدلی تھی' وہ بے سمت ہی چل رہی تھیں' پتہ تھا پورے محلے میں ان کے باپ کی اچھی ریپوٹیشن نہیں تھی [illegible]ران کی ماں کتنی معصوم سی عورت تھی۔ لیل ماہ کا ذہن بھٹک رہا تھا کل رات وہ حرما کو کتنا سمجھا رہی تھی اور خود بھی اسی [illegible] پر تھی۔ یونیورسٹی میں اس کا دل ہی نہیں لگ رہا تھا ماسٹرز کر رہی تھی اور حرما بھی انگلش میں ایم اے کر رہی تھی جبکہ [illegible]یشان بھی یہی کر رہا تھا' اس کا شوق تو کچھ اور تھا پھر گھر کے حالات بھی ایسے نہیں تھے کہ وہ کوئی دوسری لائن جوائن [illegible]۔ لیل ماہ کو کم گو سا ذیشان بھی بہت اچھا لگتا تھا جو ہر ایک سے اتنی ملنساری سے ملتا تھا کہ دونوں ہی اس کی شخصیت [illegible] اسیر ہو گئی تھیں۔

جبکہ لیل ماہ کی سوچوں میں شہران تھا' انتہائی بددماغ اور اکھڑ مزاج۔ غلطی اپنی تو کبھی مانتا ہی نہیں تھا۔ لیل ماہ کو

اس دن کا منظر یاد آیا جب وہ بیچ گلی میں سارا کچرا ڈال کے چلا گیا تھا۔

''آپ کو پتہ ہے ہمارے گھر کے سامنے ڈالا ہے آپ نے کچرا''۔

''جی نہیں میں نے نہیں ڈالا''۔ ڈھٹائی سے جھوٹ بول رہا تھا۔ لیل ماہ کی حیرانگی سے آنکھیں پھیل گئیں۔

''آپ ہوش میں تو ہیں؟ ابھی میرے سامنے آپ نے یہ کچرے کا شاپر ڈالا ہے''۔ وہ تو آگ بگولہ ہوگئی۔

''ڈالوں گا روز ڈالوں گا' کیا کرلو گی تم' ہیں بولو''۔ وہ اپنی اسکائی بلیو شرٹ کی آستین چڑھا کے آگے بڑھا۔

لیل ماہ بدک کے پیچھے ہوگئی۔ گلی میں اور لوگوں کا بھی گزر رہتا ہوا تو وہ اندر جانے لگی' وہ تو سامنے لائبہ کے گھر سے رہی تھی' شہران کو خود کچرے کا شاپر ڈالتے دیکھا تو ٹوکے بنا نہ رہ سکی تھی۔

''بہت بدتمیز ہیں آپ''۔ لیل ماہ کو اس بددماغ پر غصہ آیا۔

''اندر چلی جاؤ ورنہ تمہارے ابا نے دیکھ لیا تو خوامخواہ مجھ پر الزام ڈالیں گے' ان کی بیٹی پر ڈورے ڈال رہا ہوں''۔

''اُف''۔ لیل ماہ تو دکھ و تاسف سے زچ ہوگئی۔

''ذرا عقل تمیز نہیں ہے''۔

''اگر سیدھی طرح رہنا ہے تو اندر چلی جاؤ ورنہ بعد کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہے''۔ شہران نے سرخ و سپید لیل ماہ کے رخساروں کو بغور دیکھا' نرم و نازک سی خوبصورت آواز کی تھی مگر نظر بھر کے اسے نہیں دیکھتا تھا۔

لیل ماہ سوچوں سے باہر آگئی' کلاسز آف ہوگئی تھیں' وہ حرما کا انتظار کرنے لگی' اتنے میں وہ بھی کاسنی کپڑوں میں تیز تیز چلتی ہوئی آگئی۔

''آپی! کیا ہوا؟'' لیل ماہ حیرانگی سے استفسار کرنے لگی۔

''کچھ نہیں' چلو جلدی ورنہ پھر پوائنٹ مس ہوجائے گا''۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کے آگے آگے چلنے لگی۔

لیل ماہ سمجھ گئی ضرور کچھ بات ہوئی ہے جب ہی حرما کے چہرے پر تفکر زدہ لکیریں تھیں ضرور ذیشان کی کوئی بات ہوگئی' اتنا تو پتہ تھا حرما ہر بات اسے ضرور بتاتی ہے۔

پورے راستے دونوں میں کچھ بات نہیں ہوئی تھی مگر پوائنٹ میں ذیشان کو دیکھ کر حرما نے نگاہ پھیرلی۔ لیل ماہ نے یہ بھی نوٹ کیا۔ اسے بے چینی تھی' آخر ایسی بات کیا ہوئی ہے کہ حرما اتنی تپی ہوئی لگ رہی ہے' اس میں ویسے بھی تجسس کا مادہ بہت تھا۔

☆
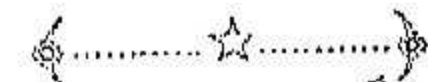
روحیل سکندر نے بڑی مشکلوں سے اس سے گھر کا ایڈریس لیا اور ڈرائیور کو روانہ کردیا تھا۔

حمدان آنکھوں پر بازو رکھے لیٹا تھا۔ اریشما اور روحیل سکندر دونوں ہی اس کے پاس موجود تھے۔ اسکا اچھی طرح سے چیک اپ وغیرہ کروایا تھا، خطرے کی کوئی بات نہیں تھی، سر پر چوٹ لگی تھی ایسی فکر کی کوئی بات نہیں تھی۔

''میرا بچہ حمدان! کہا تھا تو کیا کرلیا تو نے؟'' امی تو روتی دھوتی اندر آئی تھیں۔

حمدان نے بازو ہٹا کر انہیں دیکھا، جو زار زار رو رہی تھیں اسے سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔

اریشما ہی انہیں سنبھالنے آگے بڑھی تھی حمدان بھی پریشان ہوگیا تھا، وہ اپنی ماں کے آنسو ایسے ہی دیکھتا آرہا تھا کب سے وہ چھوٹی موٹی نوکری کی تلاش میں تھا مگر کہیں بھی اس کا معاملہ سیٹ نہیں ہو رہا تھا، ابو کے اس دنیا سے جانے کے بعد تو گھر تک بھی بک گیا تھا ابو نے ایک فلیٹ لے لیا تھا جس میں وہ رہتے تھے، کب تک گھر میں

فاقے کرتے، وہ تنگ آکر اپنی زندگی سے باہر چل پڑا تھا مگر اس کا ارادہ خودکشی کا تو نہیں تھا، وہ تو سوچوں میں غرق بے سمت چلتا جا رہا تھا جانے کیسے وہ کار کی زد میں آتے آتے بچا، سر اس کا کسی چیز سے ٹکرایا تھا پھر اس کے بعد کچھ خبر نہیں تھی۔

''پلیز آنٹی! آپ اتنا پریشان نہیں ہوں اب یہ بہتر ہیں''۔ اریشما نے انہیں چیئر پر بٹھا کر پانی کا گلاس انکے ہاتھ میں دیا، وہ آنچل سے اپنے آنسو صاف کرنے لگیں۔

حمدان اس لمحہ خود کو اور بے بس محسوس کر رہا تھا پھر گھر کے مسائل میں اضافہ ہوگا وہ اتنے مہنگے ترین ہاسپٹل کے وی آئی پی روم میں پڑا تھا، ایسا تو اس نے خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا۔

''بہن! آپ اطمینان رکھیے حمدان بالکل ٹھیک ہے''۔ روحیل سکندر نے بھی انہیں تسلی دی۔

''سر میں اب گھر جاؤنگا''۔ حمدان بیڈ سے اترنے لگا۔

''ارے کیا کرتے ہیں، آپ کے ڈرپ لگی ہوئی ہے''۔ اریشما کو ضدی سا حمدان بہت متاثر کر رہا تھا، اسکی ذہانت سے بھرپور آنکھوں میں بہت کچھ تھا۔ بلیو شرٹ پر خون کے دھبے لگے تھے، بلیک پینٹ بھی خاصی میلی ہو رہی تھی، ہلکی بڑھی ہوئی شیو میں وہ بہت معتبر اور ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔

''اتنا مہنگا ہاسپٹل اور اس کے اخراجات میں افورڈ نہیں کرسکتا''۔ وہ غصہ میں آگیا۔

''آپ کو افورڈ کرنے کو کہہ کون رہا ہے، چپ کر کے لیٹئے''۔ اس نے حمدان کو ڈپٹ کے لیٹنے کو کہا۔

امی بھی حمدان کی حالت دیکھ رہی تھیں اور وہ اس کی سوچوں کو بھی سمجھتی تھیں کہ وہ کتنا خوددار ہے۔

''بیٹا! تمہاری حالت ایسی ہے کہ ابھی ہاسپٹل میں رہنا پڑے گا''۔

''امی! آپ سب کچھ جانتے بوجھتے کہہ رہی ہیں، کہاں سے پورا ہوگا''۔ وہ چیخنے لگا۔

''بیٹا! اتنی ضد نہیں کرو، ہم تم پر احسان تو نہیں کر رہے ہیں بلکہ آپ کے والد نے مجھ پر احسان کیا کہ آج میں یہاں زندہ کھڑا ہوں''۔ روحیل سکندر شرمندہ بھی تھے وہ کتنے پریشان تھے کہ حمدان ان سے دوبارہ ملا ہی نہیں۔

''سر! احسان کیسا؟ میرے باپ کی زندگی ہی اتنی تھی ہاں بس انہوں نے جلد بازی میں بہت بڑا فیصلہ کیا''۔ اس کے لہجے میں حسرت ومحرومی، دکھ و تاسف اور طنز سب نمایاں تھا۔

''بیٹا! مجھے نہیں پتہ تھا کہ مجھے گردہ کس آدمی نے دیا ہے، بس ڈاکٹر نے تمہارا بتایا کہ یہ ان کا بیٹا ہے''۔ وہ افسردگی سے گویا ہوئے۔

اریشما، حمدان کے تاثرات دیکھ رہی تھی جو بالکل سپاٹ انداز میں سامنے دیوار کو گھور رہا تھا، صاف لگ رہا تھا اسے بہت برا لگا ہے۔

''پلیز! مجھے جانے دیں میرے پاس کچھ نہیں ہے اگر میری جان آپ کے لئے کام آئے تو لے لیں کیونکہ آپ کا میں بھی احسان مند ہوگیا ہوں، اتنے بڑے ہاسپٹل میں ہم غریب کہاں آسکتے ہیں''۔ لہجے میں تلخی کڑواہٹ گھلی تھی۔

''اب آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں''۔ روحیل سکندر جزبز سے ہوگئے۔

''حمدان! کیسی باتیں کر رہے ہو، ایک تو انہوں نے تمہارا خیال کیا''۔ امی کو اس کی باتیں ناگوار گزر رہی تھیں۔

''کیوں کیا، مر جانے دیا ہوتا، جیسے میرے باپ کا گردہ لیا تھا اسی وقت وہ بھی مر گئے، مجھے بھی مرنے

دیتے''۔

اریشما نے ترحم آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا۔ حالات کی تلخی کی وجہ سے وہ خاصا بدلحاظ بھی ہو گیا تھا۔

''مرنے کا آپ کو بہت شوق ہے''۔ اریشما اس کے سامنے آ کر گویا ہوئی۔

''جب انسان بے کار ہو جاتا ہے کسی کام کا نہیں رہ جاتا ہے تو مر جانا ہی بہتر ہے''۔ حمدان نے اس پر گہری ڈالی جو پنک کپڑوں میں ملبوس بہت منفرد لگ رہی تھی مگر جھٹ نگاہ چرائی۔

''کیوں آپ کے ہاتھ پاؤں نہیں ہیں، آپ معذور ہیں جو کسی کام کے نہیں ہیں''۔ وہ اس سے دو بدو سینے بازو لپیٹے بول رہی تھی۔

روحیل سکندر اور تبسم حیرانگی سے اسے دیکھنے لگے جو حمدان کے سامنے کتنی پر اعتماد بن کے بول رہی تھی۔

''پھر بھی انہیں کی طرح ہوں''۔ وہ پچھلا جواب ہو گیا۔

''معذور بھی اپنی زندگی ختم نہیں کرتے ہیں وہ بھی اس دنیا میں جی رہے ہیں، آپ تو مکمل توانا، چاق و چوبند ہیں، آپ کو کیا ضرورت پڑی ہے مرنے کی''۔ اریشما تیکھے اور طنزیہ لہجے میں بول رہی تھی۔

''پلیز میں بے کار کی باتوں میں الجھنا نہیں چاہتا، مہربانی کر کے مجھے یہاں سے جانے دیں، آپ کا جتنا خرچہ ہے وہ میں اتارنے کی کوشش کرونگا''۔ وہ بے زاری اور اکتاہٹ سے پھر اٹھنے لگا۔

''کوشش کروں گا...... مسٹر! آپ کا کیا اعتبار زندگی ختم کر لی تو ہمارا خرچہ جتنا ہوا ہے وہ پھر کون ادا کرے گا؟'' اس کے لب مسکراہٹ روکے ہوئے تھے کیونکہ وہ حمدان کو اپنی باتوں میں الجھانا ہی چاہ رہی تھی۔

''بھئی آپ فکر نہیں کریں ہم دے دیں گے آپ لوگوں کا جتنا خرچہ ہوا ہے''۔ تبسم نرم سی آواز میں گویا ہوئیں۔

''اریشما! کیسی چھوٹی باتیں کر رہی ہو تم''۔ روحیل سکندر کو اس کی ایسی گفتگو ذرا پسند نہیں آئی۔

''ارے ڈیڈی! آپ نے یہ کیسی بات کی، ہم راکل سے اب تک دو لاکھ روپے اٹھ چکا ہے وہ تو ہم لیں گے ہی''۔

''دو لاکھ''۔ حمدان کی حیرت سے آنکھیں پھٹ گئیں۔ تبسم الگ سینے پر ہاتھ رکھ کر رہ گئیں، اتنا پیسہ وہ کہاں سے ادا کریں گے۔

''میں نہیں مانتا''۔ وہ تو تلملا گیا۔

''ارے کیسے نہیں مانتے؟ آپ دو دن آئی سی یو میں رہے، پھر اس روم کا کرایہ اوپر سے میڈیسن، دو لاکھ اٹھ چکے ہیں''۔ اریشما کو اس کی حواس باختگی پر لطف آنے لگا جو پریشان بھی ہو گیا تھا۔

''اریشما! کیا ہو گیا ہے بیٹا تمہیں، کیوں ایسی گری ہوئی باتیں کر رہی ہو''۔ روحیل سکندر کو شرمندگی ہونے لگی اور ان کی بصارت اور سماعت یقین نہیں کر رہی تھی، ان کی اتنی نرم دل بیٹی ایسی چیپ گفتگو۔

''ڈیڈی پلیز، میں ٹھیک بول رہی ہوں''۔ اس نے انہیں ہاتھ اٹھا کر گویا سمجھایا۔

''آپ کے سامنے میں ایک پرپوزل رکھ رہی ہوں اگر اس ہاسپٹل کا خرچہ اتارنا چاہیں تو''۔ وہ لبوں کو گولائی میں کر کے بولی''۔

''کیسا پرپوزل؟'' حمدان کو اس لمحے اس لڑکی پر اتنا غصہ آ رہا تھا جس نے اسے ٹریپ کر لیا تھا ورنہ اس کے ڈیڈی تو ایسے نہیں لگتے تھے پھر یہ ان کی بیٹی، اس کے چہرے پر بھی تو اتنی ملاحت اور آنکھوں میں نرمی، پھر یہ اتنی روکھی کیسے بن گئی۔

''آپ کو ہماری فرم میں کام کرنا پڑے گا''۔

''واٹ''۔ وہ تو بیڈ سے اچھل گیا۔

''ظاہر ہے مجھے آپ پر ذرا اعتبار نہیں، آپ کہیں مر مرا گئے تو ہمارا خرچہ تو نہیں ملے گا، ہمارے سامنے رہ کر آپ کو کام کرنا پڑے گا اور جو بھی آپ کی تنخواہ ہو گی اس سے ہمارے پیسے ادا ہوں گے، مہینے کے مہینے پیسے کٹیں گے''۔

اریشما اتنے مگن انداز میں بول رہی تھی وہ اسے دیکھتا رہ گیا۔

روحیل سکندر جیسے اب مطمئن ہو گئے وہ اسے کس طرح ہینڈل کر رہی ہے، انہیں گویا خوشی کا احساس بھی ہوا تبسم تو ہکا بکا سی رہ گئی تھیں۔

''کیا کام کرنا ہو گا؟'' وہ کچھ نرم پڑا۔

''آپ کی ایجوکیشن کتنی ہے؟'' وہ پروفیشنل انداز میں پوچھنے لگی۔

''میں نے......... دو سال پہلے ہی پڑھائی چھوڑ دی تھی''۔ سپاٹ سے لہجے میں گویا ہوا۔

''اوہ...... خیر کوئی بات نہیں آپ نے ہماری فرم جوائن کرنی ہے پھر بھی بتایئے تو کتنی ایجوکیشن ہے؟'' وہ سمجھ گئی تھی وہ اڑیل گھوڑا ہے۔

''آنٹی! آپ بتایئے کچھ''۔

''امی کو کچھ نہیں پتہ میں نے کتنا پڑھا ہے''۔ حمدان نے درمیان ہی میں ٹوک دیا جبکہ امی جانتی ہیں اس کی ایجوکیشن کتنی ہے۔

''چلئے یونہی سہی''۔

''چوکیدار رکھنا ہے اپنی فرم میں''۔ اس نے خود ہی تمسخر اڑایا۔

''چوکیدار آل ریڈی ہماری فرم میں موجود ہیں، بس ایک ایسا شخص چاہئے جو کچھ ہیلپ کر سکے کام میں''۔

''مجھے کچھ نہیں آتا ہے''۔ وہ پھر رکھائی اور سرد مہری دکھانے لگا۔

''وہاں جب آئیں گے تو سب سکھا دیا جائے گا''۔ اریشما نے مسکراہٹ روکی۔

''تھینکس گاڈ! مل گیا روم آپ کا''۔ عدین ہانپتا کانپتا اندر آیا تھا۔ سب کی نگاہ اٹھی۔ گرے پینٹ پر آف وائٹ شرٹ میں ملبوس وہ خاصا زندہ دل لگا۔

''واؤ بھائی! آپ تو اتنے مہنگے ہاسپٹل میں ہیں''۔ وہ روم کا جائزہ لینے لگا۔

''تمہیں کس نے بتایا' کیوں آئے تم یہاں؟'' حمدان کو اس کی گھوم گھوم کر جائزہ لینے والی حرکت سخت ناگوار گزری تھی۔ اریشما کو عدین خاصا دلچسپ لگا تھا اس کی نگاہ اریشما پر ٹھہری۔

''آپ نے یقیناً بھائی کو بچایا ہو گا''۔

''نہیں تو''۔ وہ مسکرائی۔

اسی وقت حمدان اٹھنے لگا، ڈرپ نکل گئی، روحیل سکندر ڈاکٹر کو بلا کے لائے، عدین کو اریشما نے باہر بھیجا کیونکہ ...نے دیکھ کر وہ زیادہ مشتعل ہو رہا تھا، زبردستی حمدان کی امی کو بھی گھر بھیجا تھا۔

...مدان اس لمحے بہت بے بس تھا اگر اس نے روحیل سکندر کا احسان نہیں اتارا تو یہ تو بزدلی ہو گی اسے اریشما کا ...ل قبول کرنا ہی پڑے گا کیونکہ کوئی راہ بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔

...ل روحیل سکندر کی طرف سے بدگمان تھا، جن کی وجہ سے اس کے ابو اس دنیا میں نہیں تھے جب کہ اسے پتہ ...ٹ کے مریض تھے بائی پاس ہونا تھا اس کے لئے گھر بیچ کر بھی رقم پوری نہیں ہو رہی تھی اور ایک دن چپکے سے

خود کو ہی داؤ پر لگا کے چلے گئے، حمدان نے وہ روپے تک نہیں لئے تھے۔

روحیل سکندر کو اور پشیمانی ہونے لگی تھی، وہ کسی طرح بھی حمدان کی مدد کرنا چاہتے تھے جو مصائب کا شکار ہو کر اپنی زندگی تباہ کرنے پر تلا تھا، وہ تو اریشما نے اسے اپنی باتوں میں لگا کے کام کرنے پر آمادہ کر لیا تھا، کسی طرح تو وہ اس گھرانے کے کام آسکیں گے ورنہ ساری زندگی دل پر ہی بوجھ رہے گا۔ کتنے سال انہوں نے اذیت میں گزارے تھے۔

☆
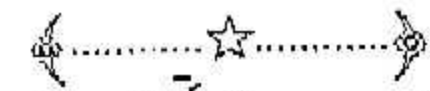
''آپی! بات کیا ہے؟'' لیل ماہ تو اس وقت سے بے چین تھی کہ پوری بات تو پتہ چلے کہ ہوئی کیا ہے۔

''چپ کر کے مجھے روٹیاں پکانے دو۔'' حرما نے اسے ڈانٹ دیا۔

لیل ماہ کچن میں موجود برتن دھو رہی تھی۔ رات کا کھانا وغیرہ وہ دونوں مل کر بناتی تھیں، دن میں بھابی کرتی تھیں تو رات کو وہ آرام سے پورا وقت اپنے روم میں گزارتی تھیں۔

''مجھے لگ رہا ہے آج ضرور ذیشان احمد نے تمہیں کچھ کہا ہے۔''

''لیل ماہ! چپ کرو گی یا چمٹا لگاؤں تمہیں۔'' حرما کو ہر وقت اس کے بولنے پر چڑ ہوتی تھی پھر یہ بھی ڈر ہوتا تھا کہ کوئی سن نہ لے۔

''مجھے بتایئے آج ہوا کیا ہے کیونکہ ذیشان احمد کا بھائی بھی آج یونیورسٹی آیا تھا۔'' برتن دھو کر وہ ریک میں لگا رہی تھی۔

''کیا باتیں ہو رہی ہیں۔'' اسی وقت اچانک بھابی کی انٹری ہوئی تو دونوں ہی اچھل گئیں، انکی نگاہوں میں تنقید ہوتی تھی۔ لیل ماہ انہیں جانچنے لگی من تو نہیں لیا۔

''جی کچھ نہیں، میں کہہ رہی تھی آپی سے، جلدی روٹیاں بنایئے بہت بھوک لگ رہی ہے۔'' اس نے تاثر ایسے ہی دیا جیسے سچ میں اسے بھوک لگ رہی ہو۔ بھابی چائے کا پانی تپین میں رکھ رہی تھیں۔ ارباز بھائی آفس سے آنے کے بعد پہلے چائے ہی پیتے تھے، پھر کہیں کھانا کھاتے تھے۔

''تمہیں کیسے اتنی جلدی بھوک لگ گئی جبکہ تمہیں اپنی اسمارٹ نیس کی پڑی رہتی ہے۔'' بھابی کی استفہامیہ اور تنقیدی نگاہوں میں فہمائش بھی تھی۔

''وہ آج میں نے دوپہر میں بھی کچھ نہیں کھایا تھا۔'' لیل ماہ تو بوکھلا گئی، جھوٹ بھی تو اس سے روانی میں نہیں بولا جاتا تھا دوپہر تین چار بجے تو یونیورسٹی سے آتی تھیں۔

''لیل ماہ! تم چلو اندر میں بھی آتی ہوں۔'' حرما نے ہی اسے یہاں سے نکالا تا کہ حفصہ بھابی کے سوالوں سے بچ سکے۔ وہ فوراً ہی نکل گئی۔ بھابی ہر وقت دونوں کو ہی جانچتی رہتی تھیں۔ حرما پھر بھی ڈری سہمی رہتی تھی جبکہ لیل ماہ کچھ پراعتماد تھی۔

''امی! لائبہ سے مجھے کچھ نوٹس لینے ہیں۔''

''یہ رات کو جانے کی کوئی تک نہیں ہے۔'' امی نے تو صاف ہی انکار کر دیا پھر ابو بھی بہت رعب والے تھے، رات میں لڑکیوں کا کہیں بھی آنا جانا پسند نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ کسی رشتے دار کے گھر تو ایک رات رکنے تک کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔

''تھوڑی دیر کی تو بات ہے۔'' وہ منمناتے ہوئے ضد کرنے لگی۔

''لیل ماہ پاگل تو نہیں ہو گئی ہے؟ اپنے باپ کو دیکھا ہے کتنے خلاف ہیں رات میں گھر سے نکلنے پر۔'' وہ صاف انکار کر چکی تھیں۔

''سامنے ہی تو گھر ہے۔'' وہ ہاتھ نچا کے بولی۔

''زیادہ بحث مت کیا کرو، یونیورسٹی میں ہی دینا لینا کیا کرو یا پھر دن میں جایا کرو، ان کے گھر بھی رات میں باپ بھائی ہوتے ہیں۔'' امی نے قطعیت بھرے لہجے میں اسے سرزنش کی۔ اس کا منہ بن گیا' کھانا کھانے دعا بلانے آئی تو منع کر دیا' حرما نے خوب ڈانٹ پلائی۔

''میں ہی نظر آتی ہوں ڈانٹنے کو۔'' وہ بچوں کی طرح روٹھ کے اپنے بستر پر گر گئی۔

''اتنی بڑی ہو کر ضد کرتی ہوئی ذرا اچھی نہیں لگتی ہو۔'' امی ان کے کمرے میں چلی آئی تھیں۔

''آپ کو تو ڈانٹنے کا موقع چاہیے۔'' وہ پھر خفگی دکھانے لگی۔

''جتنا میں کہتی ہوں یہ نخرے مت کیا کرو پرائے گھر میں نہیں چلتے ہیں۔''

''ہاں پرائے گھر میں نہیں چلتے ہیں جانے کی اجازت کب ہے پرائے گھر میں جو نخرے چلیں گے۔'' وہ تنک کے بولی تھی۔ حرما کو ہنسی آ گئی مگر امی کی وجہ سے چھپا لی ورنہ ڈانٹ اسے بھی پڑ سکتی تھی۔

''کل تمہاری پھپھو کے گھر بھی جانا ہے' اگر سیدھی سیدھی رہو گی تو تمہارے ابو جانے دیں گے ورنہ گھر میں ہی رہو گی۔'' انہوں نے یاد دلایا۔

''مریم پھپھو کے گھر......'' لیل ماہ خوش ہو گئی۔

''کہہ رہی تھی حرما اور لیل ماہ کو لے آیئے' بہت دنوں سے آئی نہیں ہیں۔''

''امی! ایک بات پوچھوں؟'' وہ پھر ان کے پاس چلی آئی کیونکہ سوالات جو اس کے دماغ میں کلبلاتے رہتے تھے۔

''وسیم انکل سے کیا سامنے والے انکل کی جان پہچان ہے۔'' حرما نے چونک کے اسے آنکھیں دکھائیں جبکہ امی کی خشمگیں نگاہیں اس پر اٹھیں' وہ خفیف سی ہو گئی۔

تمہیں سامنے والے انکل کی یاد کیوں آ گئی' ابھی تمہارے ابو کے کانوں میں پڑ گئی ناں یہ بات باہر نکلنا بند کر دیں گے اور وہ تمہاری بھاوج' وہ تو ویسے ہی تیار رہتی ہے کچھ سننے کو ملے۔'' انہوں نے اچھی خاصی اس کی طبیعت صاف کر دی' وہ سر کھجا کے رہ گئی۔

''میں تو اس لئے پوچھ رہی تھی کہ میں نے انکل کو سامنے والے انکل کے گھر جاتے دیکھا تھا۔'' وہ پھر بھی باز نہیں آئی بولے گئی۔

''ضرور یہ سنے گی اپنے ابو سے اور مجھے بھی سنوائے گی۔'' وہ اپنا سر پیٹ کے وہاں سے نکل گئی تھیں۔

''لیل ماہ کی بچی کیوں اپنی شامت بلاتی ہے۔'' حرما نے ان کے جانے کے بعد اس کا بازو پکڑا اور بیڈ پر کھینچ کے بٹھایا۔

''ارے..... پوچھ ہی تو رہی تھی' کون سا تمہارا رشتہ پکا کر رہی تھی ذیشان احمد سے۔'' وہ اس لئے بھی تو شرارت سے باز نہیں آئی۔

''تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔'' حرما کا دل دھڑک اٹھا۔

''کاش آپی! محمد احمد انکل دو شادیاں نہ کرتے' کم از کم کچھ تو عزت ہوتی پھر تو چانس تھا ہمارا۔''

"ہمارا.....؟" حرمانے حیرت سے اسے دیکھا۔

"میرا مطلب ہے ہمارے گھر والے اس گھر میں رشتہ کر دیتے تمہارا"۔ وہ گڑبڑا گئی۔

لیل ماہ نگاہ چراتی ہوئی کمرے سے نکلی' بھوک جو ستانے لگی تھی مگر دل میں بے چینی ہو گئی تھی' کسی طرح یہ اس کا دل کرتا کہ سامنے والے انکل کے گھر چلی جائے مگر ابو کی قہر برساتی نگاہوں سے ڈر لگتا تھا۔ لائبہ پر اسے رشک آتا جو کتنے مزے سے ان کے گھر جاتی تھی کیونکہ ذیشان احمد کی بہن شیبا سے اس کی دوستی تھی۔ اور وہ بڑا شہران اس کی تو جھلک تک دیکھنے کو نہیں ملتی تھی' آج یونیورسٹی میں جب سے دیکھا تھا بے قراری بڑھ گئی تھی' پتہ نہیں کیسے وہ اسے اپنے دل میں بسا چکی تھی جبکہ آتے جاتے ہی نگاہ پڑتی تھی یا پھر کبھی پڑوس میں کسی کی شادی یا تقریب وغیرہ ہوتی وہاں بھی نظر آ جاتا' بچپن سے دیکھ رہی تھی اور اپنے دل میں جذبوں کو سینچ رہی تھی جبکہ جانتی تھی اس لاحاصل کا کچھ حاصل نہیں ہے۔

⁂
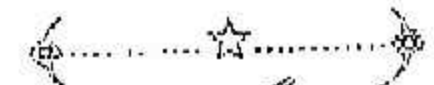
دو تین دن میں وہ ڈسچارج ہو کر گھر چلا گیا تھا مگر روحیل سکندر کی فرم میں جاب کا وعدہ بھی اسے پورا کرنا تھا۔ گھر کی حالت بہت ابتر تھی۔ مصباح ٹیوشن پڑھا کے اور امی اچار بنا کے گھر کا گزارہ کر رہی تھیں۔ آج سے دس سال پہلے کتنے خوشحال تھے' کوئی مالی پریشانی نہیں تھی' ابو کا گاڑیوں کا شوروم تھا' اس میں اچھا بھلا گزارہ ہو رہا تھا مگر جانے کیا ہوا انہیں خسارہ ہوتا چلا گیا اور شوروم بھی ختم ہو گیا تو وہ بیمار پڑ گئے۔ وہ سب کتنے اچھے کالج اور اسکول میں پڑھ رہے تھے' سب کچھ حمدان کا رہ گیا' کیا کیا نہیں سوچا تھا آرکیٹیکچر بن کے وہ خوب کمائے گا مگر تعلیم پوری ہوتے ہی سب کچھ تباہ ہو گیا' اپنے باپ تک کو نہیں بچا سکا جنہوں نے اسے اس قابل کر دیا تھا ان کیلئے کچھ نہیں کر سکا۔

کارڈ کو اس نے دو تین بار بغور دیکھا اور تکیہ پر اچھال دیا۔ جاب تو اسے کرنی ہی تھی' بات عزت کی تھی' رقم اتارنی تھی اسے اریشما کی ایک ایک بات یاد آنے لگی۔

"حمدان احمد! تمہیں ایک لڑکی ٹریپ کر گئی ہے تم اگر انکار کرتے ہو یا نہیں جاتے ہو یہ تمہاری مردانگی کے خلاف ہوگا' وہ تمہیں بزدل بھی سمجھ سکتی ہے' کچھ بھی ہے اس کی رقم تو اتارنی ہے"۔ وہ اپنے دُکھتے سر کو تھام کے لیٹا تھا۔

"بھائی! میں نے آپ کیلئے میٹھا دلیہ بنایا ہے' آپ کو پسند ہے ناں"۔ مصباح باؤل میں دلیہ لئے اندر چہکتی ہوئی آئی۔ حمدان نے چونک کے اپنی بہن کے کھلتے چہرے کو دیکھا جو اس کے گھر آ جانے سے کتنا خوش تھی' عدین بھی اس سے لپٹ گیا تھا' امی نے فوراً ہی اس کا صدقہ دیا تھا۔

"کیوں بنایا تم نے دلیہ' پتہ ہے چینی کتنی مہنگی ہوتی ہے اور تم فضول چیزیں بنا کے ضائع کرو گی"۔ حمدان نے فوراً ہی اسے ڈانٹ دیا' مصباح کا چہرہ اتر گیا۔

وہ سب سمجھتا تھا گھر کا خرچہ وغیرہ جو بھی چل رہا ہے امی اور مصباح کی وجہ سے' عدین بھی ایک جگہ ٹیوشن کر رہا تھا' یہ بھی امی نے اسے کل ہی بتایا تھا۔ وہی ناکارہ اور بیکار تھا جو ابھی تک بھی کچھ نہیں کر پایا تھا' ہمیشہ سے اچھا کھایا پہنا تھا' چھوٹی موٹی جاب اس کی نظر میں نہیں آ رہی تھی اور اس کے بہن بھائی اور ماں محنت میں کچھ عار محسوس نہیں کرتے تھے۔

"آپ کو خوراک کی ضرورت ہے' کتنے کمزور ہو گئے ہیں"۔ وہ خفگی سے بولی۔

"مگر بیٹا! اس طرح سے تو یہ فضول خرچی ہے"۔

"آپ سے بڑھ کر نہیں ہے"۔ وہ دلیہ اسے کھلانے کیلئے اس کے آگے باؤل رکھنے لگی۔ حمدان نے اپنی پیاری اور معصوم سی بہن کو دیکھا کتنا اس سے محبت کرتی تھی' اس نے بے ساختہ اس کا ماتھا چوم لیا۔

"اپنے ناکارہ بھائی کی اتنی عادتیں خراب نہیں کرو"۔

"آپ ایسی باتیں کرتے ہیں تو مجھے بہت غصہ آتا ہے' کوئی نہیں ہے میرا بھائی ناکارہ' امی بتا رہی تھیں آپ کو جاب کی آفر کی ہے انہوں نے"۔ وہ اسے زبردستی کھانے کا اشارہ کرنے لگی' وہ بہن کی محبت میں زبردستی کھانے لگا۔

"ہاں کہا تو ہے پتہ نہیں کیا کام ہے' بڑے لوگوں کے کاموں کا بھی تو پتہ نہیں ہے' غریبوں کو پیسنے کے چکر میں رہتے ہیں"۔ اسے اریشما کی ساری باتیں پھر سے چبھنے لگی تھیں۔

"کیا پتہ وہ لوگ بہت اچھے ہوں"۔ ساتھ ساتھ اس کا کمرہ بھی ٹھیک کرنے لگی۔ چھوٹا سا روم تھا' ایک سنگل بیڈ چیئر اور ٹیبل' لکڑی کی الماری تھی' چیزیں ساری گھر میں ابھی بھی اچھی تھیں مگر حالات خراب ہونے کی وجہ سے سب کچھ برا لگتا تھا۔

"ہوں شاید"۔ جلدی جلدی دلیہ ختم کیا۔

عدین بھی اس کے پاس آ گیا' وہ مزاج میں بہت شوخ تھا' ہر فکر اور پریشانی کو حمدان کی طرح خود پہ سوار نہیں کرتا تھا' حمدان کو بھی یہی سمجھاتا تھا۔

"واہ......آپ کے تو وہاں کیا ٹھاٹ تھے کیا روم تھا"۔ عدین اپنی عادت کے مطابق اسے چھیڑنے سے باز نہیں آ رہا تھا۔ حمدان لیٹا ہوا تھا' تاثر ایسے دیا وہ اس کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دے رہا ہو۔

"تمہاری پڑھائی کیسی جا رہی ہے؟" اس نے موضوع بدلا۔

"ٹھیک جا رہی ہے' آپ بتائیے روحیل سکندر صاحب کی بیٹی آپ پہ بہت مہربان ہو رہی تھی"۔ لہجہ معنی خیز اور شرارتی تھا۔

"شروع ہو جاؤ فضول ہانکنا"۔ حمدان نے ماتھے پہ بازو رکھا۔

"کیا فضول ہانکنا بھائی! ہمارے دن بدل سکتے ہیں آپ ان کی صاحبزادی کے ساتھ کچھ ایسا چکر چلا دیجئے کہ وہ آپ کی اسیر ہو جائے اور پھر آپ اس گھر کے داماد بن جائیں' کیسے دن پھریں گے ہم سب کے"۔ وہ شوخی سے اپنا پلان بتانے لگا۔

حمدان نے چتون تیکھے کئے اور اسے گھورنے لگا' وہ سمجھ رہا تھا صرف وہ شرارت اور مذاق میں بول رہا ہے۔

"ارے ایسے گھوریئے نہیں' ٹھیک کہہ رہا ہوں' آپ نے فلموں میں نہیں دیکھا' کہانیوں میں نہیں پڑھا' ایسا ہی تو ہوتا ہے"۔ وہ خود ہی تمسخر اڑا کے ہنسنے لگا۔

"بہت آسان ہے نا جو تم حقیقت میں رہ کر فلموں والا کردار ادا کرنے کی بات کر رہے ہو"۔

"ارے بھائی! الٹی مجھے سیدھی لگ رہی ہے"۔ وہ ایسے بولا جیسے اریشما کو وہ صدیوں سے جانتا ہو۔

"چند منٹوں میں تمہیں کیسے اندازہ ہو گیا وہ سیدھی لگ رہی ہے"۔ اس نے عدین پہ استفہامیہ نگاہ ڈالی۔

"وہ ایسے کہ وہ آپ کا بہت خیال رکھ رہی تھی"۔

"فضول کی بکواس مت کیا کرو"۔ حمدان جھینپ گیا۔

''اور تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے لڑکی سیدھی نہیں ہے' خاصی تیز اور چالاک ہے' جو بھی ہاسپٹل میں اس نے خرچہ کیا ہے وہ سب کہہ رہی ہے واپس کرو''۔ اسے یہی بات تو بہت ناگواری گزری تھی' اریشما کو جتنا اچھا سمجھ رہے اتنی ہی چالاک تھی۔

''سارے امیر لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں''۔

''خیر وہ مجھے ایسی نہیں لگتی' ہوسکتا ہے انہوں نے جان کے ایسا کہا ہوتا کہ آپ کو جاب بھی مل جائے''۔

''میں اور اس کے پاس جاب کروں کبھی نہیں' جیسے ہی اس کی رقم اتاروں گا جاب چھوڑ دوں گا''۔ حمدان کسی کے آگے جھکنے والا تھا' خاص کر ایسے لوگ جو صرف موقع پرست اپنا مفاد دیکھنے والے ہوں' ہر شخص ہی اسے مطلب پرست' خود غرض دکھائی دیتا تھا' حالات نے اس کا دل و دماغ بہت منتشر کر دیا تھا' وہ اچھی بات سوچنا بھی عبث سمجھ رہا تھا۔

عدین نے گہری اور پُرسوچ نگاہوں سے حمدان کے مضطرب اور تپتے ہوئے چہرے کو دیکھا' وہ اپنے بھائی کی سوچوں کو سمجھتا تھا' وہ کیا چاہتا ہے اس کی یہی کوشش تھی پورے گھر کی ذمہ داری خود اٹھائے' گھر میں کھاتا تک نہیں اس لئے کہ وہ تو کماتا ہی نہیں ہے۔

☆
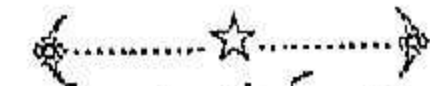
''رات دن تم لوگوں نے وہاں لگا دیئے' میرا کسی کو خیال ہی نہیں تھا''۔ فوزیہ سکندر ان دونوں پر ہی غصہ کرنے لگی تھیں۔

''ممی! آپ کو سب بات بتائی تو تھی' وہ لڑکا کون تھا اگر میں اور ڈیڈی اس کا وہاں رہ کر خیال نہیں کرتے تو وہ تو علاج پورا کرائے بغیر وہاں سے بھاگ جاتا' کتنی تلاش ڈیڈی نے کی ہے' وہ اچانک سے ملا تو ایسے تو نہیں جانے دیتے ناں ہم''۔ اریشما انہیں سمجھا رہی تھی۔ روحیل سکندر خود انہیں منا منا کے تھک گئے تو اریشما کو ہی انہیں سنبھالنا پڑا تھا۔

''میں یہاں گھر میں بیٹھی فکرمند روتی رہتی تھی' تم دونوں دو گھڑی کے لئے بھی میرے پاس نہیں رُکتے تھے''۔

''فوزیہ! بس بھی کرو یہ رونا دھونا' ختم کرو' شکر ادا نہیں کرتی ہو ہماری فکر اور پریشانی تو دور ہوئی''۔ روحیل سکندر اکتا گئے۔ فوزیہ سکندر نے اپنے آنسو پونچھے اور انہیں خفگی سے دیکھا۔ اس وقت بھی وہ ان سے اتنے روکھے لہجے میں مخاطب ہوئے تھے۔

''مجھے کچھ بتایا بھی جاسکتا ہے' میں بھی جاسکتی تھی ہوسپٹل' تم باپ بیٹی بہت قابل ہو جو مجھے تم دونوں بے وقوف بنا کے چل دیتے ہو''۔ ان کے پھر پھٹنے لگ گئے۔

''اچھا ممی! یہ رونا دھونا' گلے شکوے ختم۔ بتایئے گرین ٹی بنا کے لاؤں''۔ اریشما ان کے شانے سے لگ گئی۔

''رہنے دو یہ لاڈ...... رات کے اس وقت کوئی گرین ٹی نہیں بنے گی پھر دیر تک جاگنا' صبح آفس بھاگنے کی پڑتی ہے تم دونوں کو''۔ وہ ناراضگی سے اسے ڈانٹنے لگیں۔

''میں نے اسے آفس میں نہیں لگایا ہے یہ خود آئی ہے آفس''۔ روحیل سکندر جھٹ بولے' وہ ایزی چیئر پر بیٹھے ہوئے تھے۔

''آپ کی بیٹی چالاک بہت ہے''۔

''یہ تو میں بھی کہوں گا''۔ روحیل سکندر نے مسکرا کے تائید کی۔ انہیں حمدان کو جاب کے لئے باتوں میں الجھا کے

...نا حیران رہ گئے تھے' یہ خوبی بھی اس میں موجود تھی سامنے والے بندے کو قائل کر لیتی تھی۔

''آپ کو اس کا کارنامہ سناتا ہوں''۔ وہ پھر قدرے توقف کے بعد گویا ہوئے۔ اریشما نے شان تفاخر سے اپنی ...ن اکڑائی تھی۔

''آئے گا وہ آفس یا نہیں......؟''

''ارے ممی! کیسے نہیں آئے گا' بزدل تھوڑی کہلائے گا' پھر یہ اس کی ناک کا مسئلہ ہے خوددار بھی بہت ہے دوڑا ...ئے گا''۔ اریشما بہت خوش تھی کسی ڈوبتے ہوئے شخص کو سہارا دے کر بچایا تھا اس طرح کہ اسے محسوس بھی نہیں ہو ...وہ اس سے ہمدردی کر کے جاب دے رہی ہے۔

''واقعی بہت چالاک ہے''۔ فوزیہ سکندر حیران رہ گئی تھیں۔

''ڈیڈی! آپ تیمور کو سمجھا دیجئے گا میرے معاملے میں وہ کچھ نہیں بولے گا''۔ اریشما کو تیمور کی بھی فکر تھی جو آفس ...ر اپنی باتوں سے ٹانگ اڑاتا رہتا تھا جبکہ کامران چاچو کا الگ بزنس تھا وہاں نہیں بیٹھتا تھا یہاں ان کے آفس میں ...ہوتا تھا۔

''سمجھا دوں گا مگر تم بھی اس سے کوئی جھگڑا نہیں کرو گی''۔

''میں نہیں کرتی ہوں' ہمیشہ وہ نکالتا ہے جھگڑا' میری مرضی میں کسی کو بھی اپنے آفس میں رکھوں' اگر اس نے اعتراض اٹھایا میں پھر سنا دوں گی''۔ وہ ویسے بھی غصے کی کچھ تیز تھی' کسی کی مرضی خود پر برداشت نہیں کرتی تھی۔

''آپ تیمور کو اتنا فری کیوں کرتے ہیں''۔ فوزیہ سکندر کو بھی تیمور پسند نہیں تھا' ہر جگہ اپنی ملکیت جتاتا تھا۔

''میرا بھتیجا ہے تم دونوں اس کے پیچھے کیوں پڑ جاتی ہو''۔ روحیل سکندر کو اپنے بھائی اور بھتیجے کی شان میں کچھ بھی کہنا بہت ناگوار گزرتا تھا۔ اریشما لب بھینچ کے رہ گئی' اسے اپنے ڈیڈی کی یہی بات دکھ بھی دیتی تھی وہ افسردگی سے ان کے روم سے نکل گئی۔ دونوں نے بیٹی کے چہرے کو جانچ لیا تھا وہ ناراض ہی ہو کر گئی ہے۔

اپنے روم میں آ کر دھڑ سے بیڈ پر بیٹھی۔ وسیع و عریض بیڈ' دروازے کھڑکیوں پر جدید پردے' وال ٹو وال کارپٹ' صوفہ کم بیک سائیڈ پر تھا' ایک بک شیلف جس میں مختلف قسم کی کتابیں موجود تھیں۔ جتنی اس کی طبیعت میں نفاست تھی اس کے رکھ رکھاؤ میں بھی تھی اور دیگر لڑکیوں کی طرح اس میں اترانا اور پوز کرنا نہیں تھا' سادہ مزاج رکھتی تھی' غلط بات پر ہمیشہ فوراً غصہ آتا تھا اسی وجہ سے اس کی اور تیمور کی کبھی بنی ہی نہیں تھی۔ ساتھ والے بنگلے میں وہ رہتے تھے' ہر وقت کا گھر میں بھی آنا جانا لگا رہتا تھا یہی اسے اور غصہ دلاتا تھا' تیمور کی نیچر اچھی نہیں تھی' یہ وہ اچھی طرح جانتی تھی مگر روحیل سکندر تو جیسے اس کے خلاف کوئی بات سننا ہی نہیں چاہتے تھے۔ اریشما کو یہ بات اور پریشان کرتی کہیں کوئی اور قدم ڈیڈی نہیں اٹھالیں اور اس کے پاس کوئی راستہ نہیں...

چچی کئی بار باتوں باتوں میں تیمور کے لئے اس کی بات کر چکی تھیں مگر وہ تو ممی ہر بار ٹال دیتی تھیں' اسے یہ سب بھی بہت ... لگتا تھا۔ اپنے مزاج کے خلاف اور ناپسندیدہ شخص کے ساتھ وہ ساری زندگی تو کیا ایک لمحہ بھی نہیں چل سکتی تھی ... سے خود ہی کوئی اقدام کرنا تھا ورنہ ڈیڈی تو بھائی اور بھتیجے کی محبت میں اسے قربان بھی کر دیں گے جتنی وہ ... کرتے تھے اتنی ہی انہیں اپنے بھتیجے سے بھی محبت تھی۔ وہ سیدھی لیٹ گئی۔ ذہن بہت پریشان ہوتا تھا' دل ... رہتا تھا۔

''ہوں مجھے ہی کچھ کرنا ہوگا ورنہ ڈیڈی تو کچھ بھی کر دیں گے''۔ کروٹ لی' یکدم ذہن حمدان کی طرف چلا گیا۔

''بندہ خاصا ڈیشنگ اور ڈیسنٹ بھی ہے' خوددار بہت ہے' بدگمان بھی بہت ہے' کچھ غصے کا تیز بھی ہے' کیسے آئے گا''۔ وہ جانے خود سے کیا کیا بول رہی تھی۔

''حمدان احمد! تم ہر لحاظ سے ٹھیک ہو' میری ڈھال بن سکتے ہو اگر کو آپریٹ کرو گے' میں نے ایسے ہی تو تمہیں جاب کے لیے نہیں کہہ دیا ہے''۔ وہ ایکدم کچھ ہلکی پھلکی سی ہوگئی۔

اسے شادی کا ذرا شوق نہیں تھا مگر ڈیڈی اور ممی کو جانتی تھی وہ اس کی شادی ضرور کریں گے اور وہ جانتی تھی ڈیڈی کا انتخاب تیمور ہوگا اور وہ یہ نہیں چاہتی تھی تیمور کو قبول کرے' وہ لالچی فطرت کا لگتا تھا' چاچو کی باتوں سے بھی اس نے بہت اندازے لگائے تھے۔

''تیمور! تمہیں تو میں کسی بھی قیمت پر قبول نہیں کروں گی' مجھے پتہ ہے تمہاری خبیث سوچ کیا ہے''۔ اس نے دانت پیس لیے۔

''میں بھی دیکھنا حمدان احمد کو تمہارے مقابل لا کے زیر کروں گی' میں بھی دوسری طرح کی جنگ لڑوں گی' تمہارے ہی وار تم پر ڈالوں گی''۔ وہ جانے کیا کیا سوچ کے خوش ہونے لگی' دل ایکدم ہلکا پھلکا سا ہوگیا تھا' بہت دل کا اطمینان ہوگیا تھا۔

☆

''کبھی آرام سے بیٹھ کے بھی تو ہم بات کر سکتے ہیں''۔ ذیشان نے اس کا بازو پکڑا اور اپنے سامنے والے صوفے پر بٹھا دیا۔ وہ ہمیشہ لمبی باتوں سے بچتا تھا اور اکتاہٹ اور بے زاری چہرے پر ایسے طاری کر لیتا تھا کہ سامنے والے کو اندازہ ہو جاتا تھا وہ کیسا محسوس کر رہا ہے۔

''کیا بات کرنی ہے وہ بھی اتنی رات کو''۔ سدا کا آدم بے زار تو وہ تھا ہی' بلیک پینٹ پر لائٹ بلیو کلر کی ٹی شرٹ میں ملبوس ہمیشہ ہلکی بڑھی شیو میں ہی رہتا تھا۔

''کیوں بھائی! آپس میں بیٹھ کر بات نہیں کر سکتے ہیں''۔ ذیشان نے مسکرا کے اس کے بگڑتے بسورتے چہرے کو اگنور کیا۔

''پتہ ہے آپ کیا بات کریں گے..... تم اپنی پڑھائی شروع کر دو اور میں پڑھنا چاہتا ہی نہیں' کیا حاصل ہو پڑھ کے''۔ وہ ایسے بولا جیسے کوئی بہت بڑی بات ہو جسے ذیشان کرنے کو کہتا ہے۔

''کیوں جاب وغیرہ نہیں کرنی ہے''۔ اس نے شہران کو بغور دیکھا۔

''ہاں کرنے کا سوچا تو ہے' اسکول وین چلاؤں گا''۔

''واٹ شہران! تم ہوش میں تو ہو' اسکول وین چلاؤ گے..... یہ جاب ہوئی''۔ ذیشان تو دکھ و غم سے سن کے اچھل ہی پڑا۔

''ظاہر ہے مجھ جاہل کو کوئی افسری پر تو لگانے سے رہا پھر ہمارے باپ کی عزت کتنی ہے اس محلے میں' لوگ ہمیں دیکھ کر اپنے گھر کے دروازے بند کر لیتے ہیں''۔ شہران کو یہ احساس اور غصہ دلاتا تھا۔

کل ہی شام کو وہ گلی سے گزر کے گھر آ رہا تھا اسد مرزا نے دھڑ سے اپنے گھر کا مین گیٹ بند کیا تھا' وہ غالباً مغرب کی نماز پڑھ کے گھر میں اسی وقت گھسے تھے۔

''اب یہ تو تم غلط کہہ رہے ہو''۔ ذیشان نے نفی کی۔

''بھائی! میں سچ کہہ رہا ہوں۔ وہ اسد مرزا جو گلی کے کارنر پر ان کی بلڈنگ ہے وہ مجھے دیکھ کر فوراً جا کے گیٹ بند کر لیتے ہیں جیسے میں ان کے گھر میں ہی تو گھسنا چاہتا ہوں''۔ شہران نے ہاتھ اٹھا کر بتایا۔ ذیشان نے پہلو بدلا' حرما ان کے ذہن میں چھم سے آ گئی' ان کی ہی تو وہ بیٹی تھی' اکثر کئی بار انہوں نے ذیشان کو دیکھ کر بھی دروازہ بند کیا تھا جبکہ انہیں بھی نگاہ اٹھا کر دیکھتا تک نہیں تھا۔

''اچھے آدمی ہیں مجھ سے اکثر سلام دعا کرتے ہیں''۔ ذیشان نے جھوٹ ہی بولا تاکہ شہران کے ذہن میں فضول خیالات نہیں آئیں۔

''میں مان ہی نہیں سکتا''۔ اس نے اپنی ہتھیلی پر مکا مارا۔

''اور ایک بات اور بتاؤں' ان کی چھوٹی بیٹی کی زبان بہت چلتی ہے' مجھ سے فضول میں ایک دن اڑ گئی' اب تو میں روز کچرا اس کے گھر کے گیٹ کے آگے ڈال کے آتا ہوں''۔ اس نے ایسے بتایا جیسے بہت اچھا کام کیا ہو۔

''ہاں بیٹا! بس یہی کسر رہ گئی تھی' روز گلی میں ہنگامہ ہوتا ہے وہ اسد مرزا سب سے پوچھتے ہیں ان کے گیٹ کے آگے کچرا کون ڈالتا ہے''۔ حمیرا دونوں کیلئے دودھ کے مگ لے کے آئیں تو انہوں نے شہران کی بات سن لی۔

''آپ میرا نام لیتی ناں پھر دیکھتا''۔ شہران ویسے ہی کسی سے نہیں ڈرتا تھا۔ ہر وہ کام کرتا جس میں نقصان ہوتا اسے تو اکثر یہ بھی پرواہ نہیں ہوتی تھی کہ اس کی جان چلی گئی تو کیا ہوگا۔

''ذیشان! یہ لڑکا ضرور اس محلے سے ہمیں نکلوائے گا''۔ حمیرا تو ڈرتی ہی رہتی تھیں۔

''مجھے آپ کا یہ واویلا ذرا اچھا نہیں لگتا ہے' کوئی نکال کے تو دیکھے ہمیں اس محلے سے' اسی کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا''۔ لڑنے مرنے کو آستین چڑھا کے فوراً تیار ہو جاتا تھا۔

''بہت تجھ پر خون سوار رہتا ہے شہران! سدھر جا کیوں مجھے اس عمر میں دکھ دیتا ہے' تیرے باپ کی ستائی ہوئی ہوں جو تو مجھے ستاتا رہتا ہے''۔ حمیرا کی تو رات دن کی فکر اور ٹینشن یہی تھی' شہران ہر ایک سے الجھنے کے بہانے ڈھونڈتا تھا۔

''ارے..... جب میں نے ان کے گھر کے آگے کچرا پھینکا ہی نہیں تو کیوں ان کی بیٹی بکواس کرنے آ گئی کہ کچرا اس نے پھینکا ہے جبکہ امی! میں نے کچرا ان کے گھر کے گیٹ سے بہت آگے ڈالا تھا''۔ وہ انہیں بتانے لگا۔

''ذیشان! یہ نہیں سدھرے گا' یہ محلے میں بھی ہماری ناک کٹوائے گا' باپ کے کون کم تھے جو یہ کرنے چلا ہے''۔ وہ گھٹنوں پر زور دیتی ہوئی کھڑی ہوگئیں۔

''میرے باپ نے دو شادیاں کی ہیں' میں ایسا تو نہیں چار شادیاں کروں گا''۔

''بکواس کرتے رہنا''۔ حمیرا تو تنگ آ گئی تھیں۔

ذیشان نے تاسف سے اپنا ماتھا سہلایا' وہ شہران کو جانتا تھا وہ صرف غصہ کی وجہ سے یہ سب کرتا تھا جس سے سب اس سے تنگ ہوں۔

(جاری ہے)

شازیہ مصطفیٰ
قسط نمبر 2
سلسلے وار ناول
کبھی عشق ہو تو پتہ چلے

"شہران! تمہارے منہ میں جو آتا ہے بولتے جاتے ہو' کتنی شرم کی بات ہے جو تم ایسی باتیں کر کے امی کو ہی دکھ دے رہے ہو اس سے تمہیں کیا حاصل ہوگا' بولو" ذیشان نے اسے کالر سے پکڑ کے درشت لہجے میں سرزنش کی۔

"اس طرح کرنے سے کسی کا بھی کچھ نہیں جا رہا ہے' صرف تمہارا نقصان ہو رہا ہے' سب اپنی جگہ ٹھیک ہیں نقصان میں تم جا رہے ہو۔"

"جب اس زندگی نے کوئی فائدہ ہی نہیں دیا تو نقصان کی بھی پروا نہیں۔" شہران کا لب ولہجہ انتہائی تلخ ہوا ہوا تھا ذیشان ملول سا ہونے لگا' جتنا وہ اسے سنبھالنا چاہتا تھا وہ اتنا ہی گرتا جا رہا تھا۔

"زندگی ابھی تمہاری شروع ہی کب ہوئی ہے جو تم فائدہ کی بات کر رہے ہو۔" تیز لہجے میں اس سے پوچھنے لگا۔

"یہ زندگی نہیں ہے تو کیا ہے' ہمیں دیکھ کر لوگ منہ پھیر لیتے ہیں' خاندان میں کوئی منہ نہیں لگاتا' یہ سب کس وجہ سے ہے آپ جانتے ہیں۔" وہ پسینے پسینے ہونے لگا تھا۔

"ضروری ہے تم بھی ویسے ہی جاؤ' سدھار پیدا نہیں کر سکتے ہم زندگی میں۔"

"یہ زندگی کے لوگ سدھار پیدا کرنے دیں گے؟ ارے بھائی! آپ بھی کتابی باتیں کرتے ہیں' یہ دنیا کے لوگ کبھی بھی کسی کو سدھارنے نہیں دیتے بلکہ تباہ ہی کریں گے۔" اتنا کٹیلا اور تلخ ہو رہا تھا۔ ذیشان نے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا جو کسی طرح بھی اس کے قابو آتا ہی نہیں تھا۔

"اچھا سب باتوں کو چھوڑو مجھے بڑا سمجھتے ہو ناں؟"

"کیوں... آپ کو نہیں سمجھوں گا تو پھر کس کو سمجھوں گا۔" طنز ہی کرنے لگا۔

"پھر میں جو کہتا ہوں اپنی پڑھائی شروع کر دو۔"

"پھر وہی بات..... میرا دل ہی نہیں ہے تو کیا کروں گا پڑھ کے۔" وہ اکتا کے کھڑا ہو گیا۔

"عجیب سرپھرا لڑکا ہے' میری بات ہی نہیں سمجھ رہا ہے' پڑھو گے تو اچھی جاب مل جائے گی۔"

"جاب ایسے بھی مل رہی ہے' وین چلاؤں گا یا پھر ہو سکتا ہے چنگ چی چلا لوں گا۔" ہر وہ کام کرنا چاہ رہا تھا جو اس کی شخصیت سے بالکل میچ نہیں کر رہا تھا۔ ذیشان نے افسردگی سے اسے جاتے ہوئے دیکھا' اتنا ناراض اور بیزار تھا' اپنی پرواہ تک نہیں تھی۔

☆

ماتھے کا زخم اب قدرے بہتر تھا۔ ایک ہفتے سے زیادہ ہو گیا تھا ہوٹل سے آئے ہوئے' اس نے سوچا کہ روحیل سکندر کے آفس آج ہی جائے۔

بلیو ڈریس پینٹ پر ڈارک بلیو شرٹ میں نفاست سے سنورے بال' وجیہہ چہرے پر اس بلا کی سنجیدگی ہوتی تھی سامنے والا شخص مودب ہو کر ہی ملتا تھا۔ لمبا چوڑا' کسرتی بازو' گھنی مونچھوں تلے اس کے عنابی لب جو ہمیشہ بھینچے رکھتا کیونکہ کم گو جو تھا۔

"بیٹا! بسم اللہ پڑھ کے آفس میں جانا۔" امی کو تو بہت خوشی ہوئی تھی ان کے بیٹے نے کسی طرح تو کہیں جانے کی حامی بھری ورنہ تو وہ اپنی ڈگری اٹھائے کہاں کہاں نہیں مارا مارا پھرا۔

"بھائی جان! آج آپ بہت ہی پیارے لگ رہے ہیں۔" مصباح نے حمدان کو ستائشی لہجے میں کہا۔ اس نے جھینپ کے مصباح کے سر پہ چپت لگائی۔ اسے اپنی بہن کی پڑھائی بھی ادھوری رہ جانے پہ افسوس ہوتا تھا' انٹر کے بعد حالات نے اجازت ہی نہیں دی کہ وہ مزید آگے پڑھتی۔ عدین تو پھر بھی پڑھ رہا تھا کیونکہ امی اس کی پڑھائی

ادھوری نہیں چھڑوانا چاہتی تھیں اس لئے کہ اس کا مستقبل تو آگے جا کر بہتر ہوگا جبکہ مصباح لڑکی تھی اس کی ایک دن شادی ہو جانی تھی' گھر بار اور بچوں میں ہی اسے پڑنا تھا۔ حمدان نے اس پر بھی ان سے بحث کی تھی مصباح کو بھی آگے پڑھنا چاہیے۔

وہ امی کی دعائیں لیتا ہوا گھر سے نکلا تھا' آج بہت دن بعد وہ اتنے نک سک سے تیار ہوا تھا ورنہ تو اس نے اپنا حلیہ بھی الجھا سا رکھا ہوا تھا۔

اونچی سی بلڈنگ پر اس نے بھرپور نگاہ ڈالی۔ لفٹ سے وہ سیکنڈ فلور پہ آیا' جدید طرز پر بنی اس بلڈنگ کی تیز [illegible] رہی تھی۔ کوریڈور سے گزر کے وہ ہال کمرے میں آیا' [illegible] سامنے ہی تھا' کاؤنٹر پہ جا کر اس نے لڑکی کو مخاطب کیا۔

"میں حمدان احمد ہوں' مجھے روحیل سکندر نے بلایا تھا۔" اس نے شیشے کے پار اس لمبی تیکھی لڑکی کو اپنا مدعا بیان کیا۔

اس نے سر ہلایا' حمدان کھڑا ہوا آفس کا جائزہ لینے لگا۔ سب اپنے اپنے کیبن میں کاموں میں مگن تھے۔

"آپ اندر جا سکتے ہیں۔" حمدان نے چونک کے سر ہلایا اور لڑکی کی رہنمائی میں اندر آیا۔ شیشے کا روم تھا وہ چلتا ہوا جا رہا تھا۔

"پلیز" لڑکی نے روم کا ڈور کھول کے اسے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ حمدان تھوڑا نروس بھی ہونے لگا۔ آفس خاصا فرنشڈ تھا' اندر قدم رکھا' اسے سامنے دیکھ کر کوفت میں مبتلا ہو گیا۔ لیمن کلر کے پرنٹڈ لمبی سی شرٹ اس پہ پلین تراؤزر' بڑا سا ہم رنگ دوپٹہ شانوں پہ پڑا تھا' میک اپ کے نام پہ صرف لائٹ کلر کی پنک لپ اسٹک اسے اور زیادہ پروقار اور دلکش بنا رہی تھی۔

حمدان نے اسے سلام کیا' اریشماء نے خاصے دلکش انداز میں مسکرا کے جواب دیا' ساتھ ہی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ حمدان نے اسے دیکھنے سے اجتناب برتا' اسے کوئی تجربہ نہیں تھا آفس میں کسی باس نما لڑکی سے بات کرنے کا' اسے بے زاری بھی ہوئی' ادھر ادھر دیکھنے لگا' روم بھی فرنشڈ تھا' صوفہ سیٹ تک پڑا تھا' بڑی سی ٹیبل اس کے پیچھے جدید اسٹائلش ریوالونگ چیئر سے اٹھ کر وہ اس کے استقبال کیلئے آگے آئی تھی۔

"ہاں تو مسٹر حمدان! ہم اب کام کی بات کریں؟ اگر آپ نے پورے روم کا جائزہ لے لیا ہو تو۔" مسکرا کے وہ بولی تھی۔ حمدان خجل سا ہو گیا' پہلو بدل کے اپنا زاویہ درست کیا اور نہ چاہتے ہوئے بھی اسے اس کی جانب متوجہ ہونا پڑا۔

"ایجوکیشن آپ نے بتائی نہیں ہے جبکہ آپ کی پوزیشن دیکھ کر تو اندازہ ہو رہا ہے کچھ تو ایجوکیشن ہو گی ہی۔" اریشماء نے اس کا جائزہ لینے کے بعد گویا خوشدلانہ طنز کیا۔ حمدان پہلو بدل کے رہ گیا' اس کی غیر متوقع بات سن کے یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا ایسے انداز سے بھی وہ لگا سکتی ہے۔

"اگر اس دن جیسے حلیے میں آپ کے آفس آتا تو شاید مجھے کوئی اندر آنے تک نہیں دیتا۔" وہ پزل سا ہو گیا۔

"ہوں یہ بھی ٹھیک کہا۔" وہ ادھر ادھر روم میں چکر لگا کے اس سے بات کر رہی تھی۔

"آپ کا اسٹار کیا ہے۔" وہ بے تکا سوال کرنے لگی۔

"دیکھئے آپ مجھ سے اس طرح کے فضول سوال نہیں کریں تو بہتر ہے ورنہ....." آگے بولتے بولتے وہ رک گیا۔

"ورنہ کیا؟ آپ مجھے اغوا کروا لیں گے۔" وہ بے ساختہ بولی اور ہنسنے لگی۔

حمدان اندر ہی اندر غصہ میں کھول رہا تھا' دل کر رہا تھا یہاں سے اٹھ کر ایسے بھاگے کہ مڑ کے نہیں دیکھے مگر مجبوری تھی ایسا نہیں کر سکتا تھا۔

"میں ایسی فضول باتوں سے پرہیز کرتا ہوں' مناسب یہ ہوگا کہ کام کی بات کی جائے تو بہتر ہے۔" سخت سے

لہجے میں گویا ہوا۔ اریشماء کے لب مسکرانے لگے' ایسے ہی شخص کی تو تلاش ہے جو کم بات کرے اور اپنی بات پر اڑا رہے' چہرے پر اس کے اتنا تناؤ تھا کہ اسے بھی ذرا لگ رہا تھا مگر خود کو پر اعتماد بھی بنایا ہوا تھا۔

"کمپیوٹر چلانا آتا ہے؟"

"جی تھوڑا بہت چلا لیتا ہوں"۔ اس نے خود ہی جان بوجھ کے ایسے کہا جبکہ کمپیوٹر پر تو اس کا کام ہی سارا ہوتا تھا' سارے ڈیزائن وہ اسی پر بناتا تھا۔

"مسٹر حمدان احمد! آپ کو یہ کرنا ہوگا جتنی بھی ای میلز اور لیٹرز آئیں گے سب کو آپ سیو کرکے مجھے بتائیں گے پھر میں انہیں خود دیکھوں گی"۔ وہ اسے سمجھانے لگی۔

"انگلش تو پڑھ لیتے ہیں ناں؟"

"جی پڑھ لیتا ہوں"۔ مارے باندھے گویا ہوا۔

"اف کتنا مشکل بندہ ہے یہ کتنی دقتوں سے بول رہا ہے"۔ اریشماء سوچ کے رہ گئی۔

"ٹھیک ہے پھر باہر جو لڑکی پہلے آپ کو ملی تھی وہ آپ کی ہیلپ کرے گی باقی ہیلپ سمجھانے کی میں کردوں گی"۔ فوراً ہی پھر گویا ہوئی۔ حمدان اٹھنے لگا اسی وقت کوئی بلیک تھری پیس سوٹ میں تیزی سے اندر آیا تھا۔

"اف یہ کہاں سے آ گیا؟" اریشماء نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"آپ کی تعریف..." مقابل نے حمدان کا اوپر سے نیچے تک بھرپور تنقیدی جائزہ لیا' حمدان جیسے اس سے ذرا بھی مرعوب نہیں ہوا تھا۔

"یہ میرا کلاس فیلو ہے"۔ اریشماء نے اچانک نیا دھماکا کیا۔ حمدان کی حیرت سے آنکھیں پھٹ گئیں جبکہ تیمور کا منہ اتر گیا۔

"آؤ حمدان! تمہیں ملواؤں۔ یہ تیمور کامران ہیں میرے چاچو کے بیٹے' یاد ہے ناں میں تمہیں اکثر ان کے بارے میں بتایا کرتی تھی"۔ اریشماء نے حمدان کا بازو پکڑا اور تیمور کو جلانے کیلئے مسکراتے بتانے لگی۔ حمدان کے تو خاک بھی پلے نہیں پڑ رہا تھا' اس نے اپنا بازو اریشماء کی گرفت سے نکالا۔

"یہ اچانک تمہارا کلاس فیلو کہاں سے آ گیا......؟"

"بس آ گیا' اب یہ ہمارے آفس میں کام کرے گا"۔ وہ اور اسے مزید تپانے لگی۔ حمدان سپاٹ سے چہرے کے ساتھ کھڑا تھا اریشماء کو وہ زہر لگ رہا تھا وہ کہیں کچھ بول نہ دے۔

"حمدان! آپ باہر بیٹھیے میں آتی ہوں"۔ وہ سمجھ گئی تھی اسے بہت ناگوار گزر رہا ہے' وہ تیزی سے نکل گیا۔

"میں اور اس کا کلاس فیلو... یہ لڑکی پاگل تو نہیں ہے"۔ حمدان باہر آ کر سوچنے لگا۔

"کہیں یہ مجھے کسی اور جھنجھٹ میں تو پھنسانا نہیں چاہتی ضرور کوئی بات ہے اور یہ لڑکا... کچھ تو گڑبڑ ہے"۔ وہ کاؤنٹر پر آ کر رکا' لمحوں میں فیصلہ پر پہنچ گیا اسے کیا کرنا ہے۔

"سنیے مس! آپ اپنی باس سے کہہ دیجیے گا مجھے یہ جاب نہیں کرنی ہے"۔ وہ یہ کہہ کر تیزی سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا نکل گیا۔ ابھی وہ لفٹ سے نیچے آیا ہی تھا کہ وہ ہانپتی کانپتی اس تک پہنچ گئی۔

"مسٹر حمدان! یہ فاؤل ہے آپ ایسے کیسے جا سکتے ہیں"۔ اس کی سانس پھول رہی تھی' شولڈر کٹ بال اس کے بائیں طرف بکھر گئے تھے لمبا سا دوپٹہ شانے پہ پڑا تھا۔

"ابھی اوپر آپ کیا فرما رہی تھیں...؟" وہ تن فن کرنے لگا۔

"ایک جھوٹ ہی تو بولا ہے اور کچھ نہیں"۔

"دیکھیے محترمہ! اگر آپ کے دماغ میں کچھ ہے تو آپ کسی دوسرے بندے کا انتخاب کریں' آپ کی باتوں میں' میں ہرگز نہیں آ سکتا"۔ وہ تو مشتعل ہو رہا تھا۔

"ہماری رقم دیے بغیر تو آپ جا ہی نہیں سکتے"۔ فوراً اریشماء اپنے موقف پر آ گئی۔ حمدان کے اٹھتے قدم رک گئے یہ تو وہ بھول ہی گیا تھا۔

"اگر آپ یہ جاب چھوڑ کے گئے تو یہ آپ کی بزدلی ہوگی مسٹر......" وہ پھر اسے گھیرنے لگی۔

"خودکشی حل ہے تو دیکھیے سامنے جو روڈ جا رہا ہے یہاں بہت ایکسیڈنٹ ہوتے ہیں' جا کر کھڑے ہو جایئے مگر ہماری رقم دے کے"۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا آپ حد سے زیادہ گری ہوئی چھوٹی سوچ رکھنے والی لڑکی ہیں"۔ حمدان نے دانت پیسے۔

"اب تو پتہ چل گیا تو بولیے...... کیا کرنا ہے"۔ وہ اطمینان سے گویا ہوئی۔

"پتہ نہیں کون سی گھڑی تھی جو میں آپ کے فادر کی گاڑی کے آگے آ گیا"۔ وہ دوڑتی بھاگتی گاڑیوں کو دیکھنے لگا۔ اریشماء نے سکون کا سانس لیا کیونکہ وہ کچھ ٹھنڈا پڑتا ہوا لگ رہا تھا۔

"یاد رکھیے گا اگر مجھے فضول خرافات میں پھنسانے کا سوچا بھی تو' میں وہ شخص ہوں جو مقابل کی ہستی مٹا سکتا ہوں"۔ اتنا شدت پسند تھا' مٹھیاں بھینچ کے اندر کے انتشار کو روک رہا تھا۔ اریشماء نے متوحش زدہ ہو کر دیکھا' اسے ایسے ہی کھرے اور سچے شخص کی تلاش تھی جو اسے بچا سکے مگر کیسے؟ یہ بندہ تو ابھی مشتعل تھا' ایسے تو بالکل بھی اس کے قابو میں نہیں آ سکتا۔

"اوکے میں سمجھتی ہوں' چلیے اندر"۔ وہ آہستگی سے بولی۔ حمدان اور وہ لفٹ میں ساتھ تھے۔ اس نے اریشماء کو بغور دیکھا اسی وقت لفٹ رکی اور وہ باہر تھا۔

تیمور جا چکا تھا۔ اس نے ہی پھر حمدان کو روم دکھایا جو اس کے ساتھ ہی تھا۔ روحیل سکندر کے روم میں وہ تھی جبکہ اپنے روم میں حمدان کو رکھا تھا۔

پورا وقت کام سمجھایا' حمدان پہلی بار میں ہی سمجھ گیا تھا۔ ایسے کام میں مصروف ہو گیا جیسے شروع سے یہاں آتا ہو' اریشماء بھی مطمئن ہو گئی تھی۔ لنچ ٹائم میں روحیل سکندر آفس آئے تھے۔ حمدان سے وہ بہت خوش ہو کر ملے تھے۔ وہ ان کے محسن کا بیٹا تھا اس کیلئے تو وہ کچھ بھی کرنے کو تیار تھے۔ تنخواہ وغیرہ اریشماء نے اسے ابھی نہیں بتائی تھی نہ ہی حمدان نے شاید پوچھنا ضروری سمجھا تھا۔ وہ مسلسل پورا وقت اسے چیک بھی کرتی رہی تھی جو ان کی طرف تو مارے شرم کے دیکھنا نہیں چاہتا تھا' اریشماء نے یہ اندازہ کیا تھا۔

※......※

"پھپھو! آپ کو لائبہ آنٹی نے بلایا ہے"۔ زین نے اسے آ کر اطلاع دی۔ وہ ڈائجسٹ پڑھنے میں اس قدر منہمک تھی کہ ایکدم اچھل ہی گئی۔

"اچھا"۔ ڈائجسٹ بند کیا اور روم سے باہر آ گئی۔ امی سے پوچھ کے ہی جا سکتی تھی ورنہ تو اجازت تک نہیں تھی اسے بھی محلے میں آنے جانے کی۔

"امی! آپا بلا رہی ہے چلی جاؤں؟" اس نے ڈرتے ڈرتے منمناتے پوچھا۔

"اس وقت اسے کیوں بلانے کی پڑی رہتی ہے' خود ہی کیوں نہیں آ جاتی ہے"۔ انہیں ہمیشہ کی طرح پھر اعتراض

ہوا وہ الماری سے پرانے کپڑوں کی کانٹ چھانٹ کر کے نکال رہی تھیں۔

"ابھی تو صرف پانچ بجے ہیں آ جاؤں گی"۔ اس نے کلاک پر نگاہ ڈالی۔ ویسے بھی آج سنڈے تھا یونیورسٹی کی چھٹی تھی وہ بھی اپنی چھوٹا کیلونیا میں لگ جاتی تھی۔ حرما اپنا سوٹ سلائی کر رہی تھی اسے ویسے بھی گھرداری کا شوق بھی بہت تھا۔

"ابو مجھے پتہ ہے مغرب کی نماز پڑھ کے گھر آئیں گے جب تک میں آ جاؤں گی"۔ وہ ان کی رضامندی سے بغیر جلدی سے سر پر دوپٹہ جما کے صحن عبور کر کے مین گیٹ کھول کے باہر آئی' دیکھا تو وہ جھاڑو ہاتھ میں لئے پھر گلی کا کچرا جمع کر رہا تھا۔

"اوں ہوں"۔ دھول اور مٹی اڑتی دیکھی تو ناگواری سے دوپٹہ ناک پر رکھ دیا۔

"جانے اس انسان کو گلی سے اتنا عشق کیوں ہے' ہر وقت کچرا جمع کرتا رہتا ہے' مزاج شہزادوں جیسے اور کام چماروں جیسے"۔ لیلیٰ ماہ نے نخوت سے سوچا۔

دونوں کی نگاہوں کا تصادم ہوا نیوی بلیو پرنٹڈ کپڑوں میں ملبوس اس کے سامنے تھی اور وہ بلیک پینٹ پر ڈھیلی سی پنک شرٹ میں ملبوس ہلکی سی بڑھی شیو کے ساتھ اسے گھور رہا تھا۔

"اس کے علاوہ آپ کو اور کوئی کام نہیں ہے' کسی کمپنی میں جا کر لگ جائیں"۔ وہ کلس کر بولی۔

"میں نے آپ سے کچھ کہا' فضول میرے منہ لگنے لگیں"۔ وہ تن کے اس سے مخاطب تھا۔

"کچرا ادھر سے ہٹاؤ ورنہ پھر ہمارے ابا کو دیکھا ہے ناں تم نے"۔

"کیا کر لیں گے تمہارے ابا؟" وہ بھی دوبدو ہو گیا۔

آج اسے بھی اسد مرزا سے الجھنے کا موقع ملنا چاہیے' وہ تلاش میں تھا کسی طرح بھی وہ ان سے اڑ جائے۔

"دیکھو مسٹر! ہمارے ابا کی اس محلے میں بہت عزت ہے"۔ لیلیٰ ماہ نے گویا اس پر طنز کر کے جتایا۔ شہران کی تیوریوں پر اسی وقت بل پڑ گئے' ایسے ہی نہیں تو اس کے اندر آگ لگاتے تھے۔

"جانتا ہوں کتنی عزت ہے"۔ دانت پیسے۔

لیلیٰ ماہ نے گلی کے لوگوں کی آمدورفت کو دیکھا پھر اسے ڈر بھی ہوا اگر گھر میں سے بھائی وغیرہ کو آواز چلی گئی تو الگ تماشا ہو گا' وہ تیزی سے جانے لگی۔

"ہٹو آگے سے مجھے جانا ہے"۔ وہ اس کے سائیڈ سے نکل گئی جبکہ شہران کا اس وقت دل کر رہا تھا لیلیٰ ماہ کی طبیعت صاف کر دے مگر وہ برداشت کر گیا' سامنے لائبہ کے گھر کی بیل بجا رہی تھی' وہ بغور اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"ہائے پتہ تو گھور بھی رہا ہے' ظالم تو کام چماروں والا کیوں کرتا ہے"۔ وہ سوچتی ہوئی تیزی سے اندر غائب ہو گئی۔

"اتنا ہانپ کانپ کیوں رہی ہو"۔ لائبہ بھی گھبرا گئی۔

"بیچ گلی میں جھاڑو دے کر گلی کا کچرا جمع کر کے کھڑا تھا وہ"۔ اس نے بتایا۔

"کون؟" وہ شاید سمجھی نہیں۔

"تمہارے ساتھ والوں کا بیٹا"۔ دھم سے وہ چیئر پر بیٹھی۔

"اچھا شہران بھائی ہوں گے"۔ لائبہ سمجھ گئی تھی۔

گھر میں کافی خاموشی تھی' لیلیٰ ماہ کو تشویش بھی ہوئی وہ طائرانہ نگاہوں سے جائزہ لینے لگی۔

"آنٹی نہیں ہیں کیا؟ اور باقی لوگ ....."

بھائی نے ساتھ والی لینے گئی ہیں' حنا کچن میں ہے"۔ لائبہ اسے اپنے روم میں لے آئی تھی۔

بھائی تھے۔ گھر خوب خاصا خوبصورت اونچا سا بنوا لیا تھا۔ لائبہ کے ابو ٹیکس میں تھے مگر جائز اور بھائی سے وہ گھر کو چلا رہے تھے۔

کیوں بلایا تھا؟" لیلیٰ ماہ کو یاد آیا۔

ایک بچی کو ٹیوشن پڑھوانا ہے"۔

کیوں تم نے پڑھانا چھوڑ دیا ہے؟" اس نے حیرانگی کا اظہار کیا۔

"نہیں وہ اصل میں میرے پاس بچے زیادہ ہو گئے ہیں میں چاہ رہی تھی اس بچی کو تم پڑھا لو"۔

بچی کو؟" وہ کچھ سمجھی نہیں۔

"شہران بھائی کی سب سے چھوٹی بہن بسمہ کو"۔

"کیا شہران کی بہن بسمہ کو؟ دماغ خراب تو نہیں ہو گیا ہے' ابو کو جانتی ہو ان کے گھر دیکھنے تک کے خلاف ہیں اور اس بچی کو میں ٹیوشن پڑھاؤں' معاف کرو مجھے تو نہ ہی مجھے ٹیوشن وغیرہ کا شوق ہے"۔ لیلیٰ ماہ نے فوراً ہی صاف انکار کیا۔ اپنے گھر کے ماحول کو بھی جانتی تھی اپنے ابو کے مزاج کو بھی' جو یہ تو بالکل بھی پسند نہیں کریں گے۔

"انکل سے پوچھ کے ہی دیکھ لو"۔

"لائبہ! کیوں تم مجھے مروانے کے کام کرتی ہو' ہم بہنوں کو یونیورسٹی میں پڑھنے کی اجازت مشکل سے ملی ہے' اس پر میں نے ٹیوشن کا کہہ دیا تو ابو اچھی طرح طبیعت صاف کر دیں گے"۔ لیلیٰ ماہ ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہتی تھی جس کی وجہ سے اسے سننے کو ملے۔

"فیس ٹھیک ٹھاک ملے گی"۔ لائبہ نے لالچ دیا۔

"معاف رکھو مجھے"۔ وہ کپڑے جھاڑ کے کھڑی ہو گئی۔

"ارے بیٹھو تو کہاں چل پڑیں"۔

"میں بھی بہت ضروری کام ہو گا اس لئے بلایا ہے' جو بھی کام ہوا کرے تم خود ہمارے گھر آ جایا کرو' امی اجازت نہیں دیتی ہیں' ابو پسند نہیں کرتے ہیں پڑوس میں جانا"۔ سر پر اچھی طرح دوپٹہ جمایا' روم سے نکل کے صحن میں آ گئی۔ لائبہ نے بہت روکنا چاہا مگر وہ رکی نہیں۔

وہ سامنے پھر کھڑا تھا۔ کچرے کا ڈھیر اس نے گلی کے بیچ میں لگایا ہوا تھا۔ لیلیٰ ماہ نے پاؤں مار کے پورا کچرا پھیلا دیا شہران کی تیوریوں پر غصے سے بل پڑ گئے۔ دونوں ہی ایک دوسرے کو تاک تاک کر جواب دیتے تھے۔

"آئندہ تم نے ہمارے گھر کے سامنے کچرا جمع کیا تو یاد رکھنا تمہارے گھر کے اندر پھینک کے آؤں گی"۔ آنچل کو ہاتھوں سے جھاڑتے اسے گویا وارننگ دینے لگی۔

شہران حیرانگی سے اس کی دیدہ دلیری پر دنگ رہ گیا جبکہ وہ تو خود غصے میں الٹے کام کرتا تھا' ایک لڑکی اسے وارننگ دے کر چلی گئی تھی۔

☆

دن سے وہ آفس جا رہا تھا' اریشما اس کے ساتھ ٹھیک ٹھاک چل رہی تھی ورنہ اس نے سوچ لیا تھا اگر اس نے ابھی ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی تو طبیعت صاف کر دے گا' وہ بالکل نہیں چاہے وہ یہاں تھی مگر اس کے آگے خود کو گرائے گا نہیں۔

''ڈرائیونگ آتی ہے آپ کو؟'' لمبی سی شرٹ پر ٹراؤزر اور وائٹ پرنٹڈ دوپٹہ بلیو کلر پر جچ رہا تھا' شرٹ کے گلے پر وائٹ کڑھائی کی ہوئی تھی بالوں کی اونچی سی پونی ٹیل بنائے لائٹ سی پنک لپ اسٹک لگائے اس کا سراپا دلکش لگ رہا تھا' اس نے اچٹتی نگاہ ڈال کے دوبارہ مانیٹر پر نگاہ جما دی۔

''حمران! میں آپ سے کچھ پوچھ رہی ہوں''۔ اریشماء کو اس کی سرد مہری پر غصہ آ گیا۔

''جی آتی ہے ڈرائیونگ مگر میں آپ کے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گا''۔ اس نے مدھم لہجے میں جتایا۔

بلیک ڈریس پینٹ پر کریم کلر کی کاٹن کی کلف لگی ہاف سلیوز شرٹ میں ملبوس نفاست سے سنورے بالوں میں وجیہہ لگ رہا تھا۔

''میں تو آپ کو گاڑی دینا چاہ رہی ہوں' آنے جانے میں مسئلہ نہیں ہوگا''۔ کرسٹل کی ٹیبل پہ ہاتھ ٹکائے اس کی پشت کو گھورنے لگی جو مصروف انداز میں تھا۔

''مجھ پر یہ مہربانی کیوں؟'' استفہامیہ اور طنزیہ انداز تھا۔

''یہ مہربانی نہیں ہے' گاڑی تھی ایک فاضل تو آپ کو دینے کا سوچا''۔ اریشماء کو اس کے اکھڑ پن پر افسوس ہو رہا تھا جو ذرا بھی متوجہ ہو کر نہیں دیکھ رہا تھا۔

''میڈم! کسی اور کو دے دیں میں اپنی عادت خراب نہیں کرنا چاہتا گاڑی استعمال کر کے''۔ لہجے میں اس قدر اس کے ٹھہراؤ اور رکھائی ہوتی تھی وہ دنگ رہ جاتی۔

''او کے''۔ وہ روم سے باہر نکل گئی۔

مگر ذہن پریشان تھا' حمران کو کیسے اپنے میں انوالو کرے' وہ تو نگاہ تک اٹھاتا جیسے عبث سمجھ رہا تھا' تیمور سے الگ پریشان تھی' وہ بلاوجہ اس کے معاملے میں مداخلت کرتا رہتا تھا۔

''حمران احمد! ایسے تو تمہیں میں نہیں چھوڑوں گی''۔ چیئر پر بیٹھی ہوئی سوچوں میں غلطاں تھی۔

انٹرکام پر اسے کال کر کے اندر بلایا۔

وہ ناک کر کے اندر آ گیا' چہرے پر اس کے سختی تھی' اریشماء نے بغور جائزہ بھی لیا۔

''ڈیڈی اور مجھے آج کسی اپارٹمنٹ پروجیکٹ کیلئے PC جانا ہے' آپ کو بھی آج سات بجے چلنا ہوگا''۔ وہ دراز کھول کے فائل نکالنے لگی اور اس کے سامنے ڈالی۔

''اسے آپ دیکھ لیں اور کمپیوٹر میں سیو کر دیں''۔

''میرا کام آفس تک ہے' آؤٹ ڈور تک نہیں کہ میں آپ کے ساتھ جاؤں نہ ہی میری ایسی نالج ہے''۔ حمران کی پوری کوشش تھی خود کو وہ ذرا بھی قابل ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''او کے مجھے پتہ ہے مگر یہ آپ کی ڈیوٹی ہے' آنا جانا پڑے گا''۔ وہ اس کی جانب دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔

حمران نے پھر ذرا بحث نہیں کی فائل اٹھائی اور روم سے تیزی سے نکلا۔ اریشماء کے لب پہلی فتح پر مسکرا دیئے۔

''یعنی حمران احمد کو توجہ ذرا پسند نہیں' ٹھیک ہے تمہارے ہی انداز میں تم سے بات کروں گی''۔ وہ خود سے ہم کلام ہوئی' وہ سمجھ گئی حمران کو اہمیت دیا جانا ذرا پسند نہیں ہے' اپنی طرح کا تنا مزاج دوسروں سے بھی چاہتا ہے اکھڑ اور روکھا۔

روحیل سکندر سے پوچھ کے اس نے شام کی میٹنگ کے لئے سارے پوائنٹ لکھ کے تیار کر لیے۔ روحیل سکندر نے حمران کو بھی ساتھ بٹھایا تاکہ وہ بھی میٹنگ کی نوعیت جان سکے' کسی اپارٹمنٹ کا نقشہ تیار ہوا تھا' تیمور کی رائے تھی کہ اپارٹمنٹ میں مارکیٹ بنائی جائے جبکہ اریشماء چاہ رہی تھی اپارٹمنٹ کے سب سے نیچے مارکیٹ ہونی چاہیے۔

''تایا ابو! اگر مارکیٹ اوپر بنے گی تو اپارٹمنٹ کے لوگوں کو بھی فائدہ ہوگا''۔ تیمور نے آخری کوشش کی۔

''ڈیڈی! مارکیٹ گراؤنڈ فلور پر بنے''۔ اریشماء بھی ڈٹی ہوئی تھی۔ حمران ان دونوں کی ضد اور بحث کو بغور سن رہا تھا جبکہ اسے اریشماء کی بات زیادہ معقول لگی تھی۔

''سر! اگر مارکیٹ نیچے بنے گی تو زیادہ ایڈوانٹیج ہے اس لئے کہ پارکنگ کی جگہ آپ دیکھئے محدود ہے اور مارکیٹ کی وجہ سے رش بڑھے گا تو لوگوں کو پرابلم ہوگی' اگر نیچے کے حصے میں مارکیٹ بنائی جائے اور اس کا راستہ الگ سے رکھا جائے تو زیادہ بہتر رہے گا''۔ پروجیکٹر سے اسکرین پر اپارٹمنٹ کا نقشہ بنا ہوا تھا۔ اریشماء اسٹک سے جگہیں نمایاں کر رہی تھی۔ حمران نے اس کے نازک سے ہاتھ سے اسٹک لی لمحہ بھر میں دونوں کی انگلیوں نے ایک دوسرے کو چھوا تھا۔ اریشماء تو مسکرا اٹھی ہوئی اس کی گفتگو سن رہی تھی۔

''نو نو تایا ابو! یہ ٹھیک نہیں ہے''۔ تیمور نے پھر تحکمانہ اعتراض اٹھایا۔ حمران نے مڑ کے اس کے چہرے کو تنقیدی دیکھا جو ناگواری سے پر تھا۔ اسٹک اس نے دوبارہ اریشماء کو تھما دی تھی۔

''حمران کی بات بالکل معقول ہے''۔ روحیل سکندر نے تائیدی اور ستائش بھرے انداز میں سر ہلایا۔ تیمور ہتھیلی پر مکہ مارتے مارتے رہ گیا' لب بھینچ کے وہ دھڑ سے چیئر گھسیٹ کے بیٹھ گیا۔

اریشماء کو حمران نے حیرت و انبساط میں جتلا کر دیا تھا' کیسے خود کو نابلد ظاہر کرتا ہے جبکہ اس نے جس طرح رہنمائی کی تھی وہ ڈیڈی تک کو قائل کر گیا' اس کے لب مسکرا اٹھے تیمور کی شکست پر۔ تیمور کا اس لمحے چہرہ دھواں دھواں اور احساس شکست سے اتر گیا تھا۔ اریشماء نے بڑی جانچتی اور تشویش بھری نگاہیں اوپر اٹھائیں تو تیمور جز بز سا ہو گیا۔

''واؤ ڈیڈی! یہ حمران نے بالکل ٹھیک کہا ہے' تیمور! تم نے بھی یہ نہیں سوچا''۔ پروجیکٹر اس نے آف کیا' اس کے لب مسکرا رہے تھے۔

حمران خود کو بد دل ہی ظاہر کرنے لگا' وہ ویسے بھی خود کو ان سب کے درمیان فٹ نہیں سمجھتا تھا' وہ فائل اٹھا کے کھڑا ہوا۔

''حمران! شام سات بجے ریڈی رہنا ہے آپ کو''۔ اریشماء اس کی پرشکن پیشانی کو بغور دیکھنے لگی۔

''او کے''۔

''تایا ابو! میں بھی چلوں''۔

''نہیں آج تمہاری وہاں ضرورت نہیں ہے' حمران ساتھ ہوں گے انہیں بھی آفس کے کاموں میں عادت ہونی چاہیے''۔ حمران کے جاتے ہی اس نے تیمور کو مزید تپایا۔ روحیل سکندر کا سیل اسی وقت بیپ دینے لگا' شکر تھا وہ کچھ کہہ نہیں سکے ورنہ تیمور ضد کرنے لگتا۔

☆
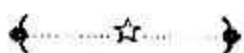
وہ جیسے ہی گھر میں گھسا محمد احمد کی استفہامیہ اور تنقیدی نگاہوں نے اس کا تفصیلی جائزہ لیا' وہ پہلے کچن میں گیا اماں شہارات کے کھانے وغیرہ میں مصروف تھی۔

''کچھ چاہیے شہران بھائی ...!'' آٹا گوندھنا اس نے شروع نہیں کیا تھا' پہلے شہران سے پوچھنے لگی۔

''دوپہر میں کیا سالن بنا تھا؟'' وہ پتیلی کے ڈھکن ہٹا کے دیکھنے لگا۔

"دال بنائی تھی اب آلو گوشت پکانے رکھا ہے"۔

"مجھے دوپہر کی دال دو اور روٹی ہے تو دے دو"۔ وہ خاصا بھوکا لگ رہا تھا۔ پورا دن جاب کے چکر میں ہی لگا رہا تھا مگر کہیں سے بھی معقول جواب نہیں مل رہا تھا۔ آگے بڑھنے کی ضد باندھ رکھی تھی، ہر وہ کام کرتا جو اس کی شخصیت پر جچتا نہیں۔

"ارے بسمہ! کہاں ہے تمہاری ماں؟ آ گیا اس کا لاڈلا؟ پتہ نہیں کہاں کام کرتا ہے"۔ محمد احمد کو بھی چین نہیں ہوتا تھا اسے ضرور غصہ دلاتے۔

"کام کیسے کوئی دے گا، آپ کی شہرت ہی اتنی ہے سن کے ہی منع کر دیتے ہیں"۔ شہران بھی کب چپ رہتا، ترخ کے جواب دیا۔

"دو شادیاں کرنا گناہ ہے جو مجھے یہی طعنہ دیتا ہے"۔ وہ سلگ گئے۔

"اس لئے دیتا ہوں کہ آپ نے جوان لڑکی کو بھگا کے شادی کی جبکہ بچے آپ کے پہلے سے موجود تھے، بیوی بھی موجود تھی، کیا پڑی تھی کرنے کی؟ آج ہمیں منہ دکھانے کا نہیں چھوڑا"۔ شہران بھی ان کے سامنے ہی بیٹھا تھا۔ حمیرا بیگم مغرب کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ فوراً ان باپ بیٹے کی آواز سن کے کمرے سے نکل کے آ گئی تھیں۔

"تو گھر میں آتا ہے اور ہنگامہ ہوتا ہے، کبھی تو شہران سیدھی بات کیا کر بیٹا!" وہ اسے ہی الٹا [illegible] کرتی تھیں۔

"آپ بولیں تو گھر میں ہی نہیں آیا کروں"۔ ہمیشہ جواب الٹا ہی دیتا۔

"تو وہ بک بک مت کیا کر"۔ انہوں نے اسے جھڑک دیا۔

"میں نے انہیں کچھ نہیں کہا تھا آتے ہی یہ شروع ہو گئے تھے"۔ وہ منہ بناتا ہوا اپنے روم کی سمت بڑھ گیا۔

"آپ بھی کچھ خیال کیا کریں، جوان اولاد ہے اس کا لحاظ رکھا کریں۔ باپ اولاد سے سیدھی بات کرے گا"۔ انہوں نے محمد احمد کو سمجھایا۔

[illegible] باپ بیٹے کو [illegible] ہر وقت [illegible] کا موقع ڈھونڈتا رہتا ہے فضول کی بکواس [illegible] روز [illegible] بہن بھائیوں میں سے تھے۔ شروع سے حمیرا بیگم کو مار پیٹ کے دبا کے رکھا، بچوں نے بچپن سے یہ سب دیکھا تھا۔ شہران میں غصہ زیادہ آ گیا جبکہ ذیشان اتنے ہی ٹھنڈے مزاج کا اور ہر بات کو سوچ سمجھ کے [illegible]۔ وہ [illegible] بھی نا [illegible] رہتی تھیں۔ شیبا شہران سے بہت ڈرتی تھی مگر بسمہ اتنا ہی اس سے فری اور بے تکلف تھی۔ بات بات پر [illegible] شہران اس کی بات کا بھی برا نہیں مانتا تھا شاید اس لئے کہ وہ سب سے چھوٹی تھی اور شہران نے سب سے زیادہ اسے کھلایا تھا۔ شہران کے دوست تک اسے کہتے تھے ایسے لگتا ہے یہ تمہاری بہن نہیں بیٹی ہے۔

"کھانا کھا لیں شہران بھائی"۔ شیبا نے ڈرتے ڈرتے کمرے میں آ کے کہا، جو جوتوں سمیت بیڈ پر دراز تھا۔ سارا دن کی تھکن تھی، پورا دن کچھ کھایا بھی نہیں تھا، آتے ہی ابا کی محمد احمد سے مڈبھیڑ ہو گئی۔

"رکھ دو"۔ بس اتنا بولا۔ شیبا ٹرے رکھ کے روم سے نکل گئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھا، بھوک تو بہت لگی تھی اس لئے کھانے لگا ورنہ اکثر وہ کھانا تک گول کر دیتا تھا۔

"چائے بھی بنا دوں؟" حمیرا بیگم تو ماں تھیں بیٹے کی ناراضگی کی فکر بھی رہتی تھی وہ اس کے روم میں چلی آئیں۔

"نہیں چائے نہیں پینی"۔ وہ [illegible] کھا رہا تھا۔

"ہر وقت تیوری پر بل مت رکھا کرو، کبھی مزاج کو دھیما بھی رکھا جاتا ہے"۔ انہوں نے اسے سمجھایا۔ شہران

[illegible] سے فارغ ہو کر کھڑا ہونے لگا، تاثر ہمیشہ یہی دیتا تھا کہ اس پر ان باتوں کا جیسے کوئی اثر نہیں ہونے والا ہے۔

"جہاں میں نے کچھ بات کی تجھے بھاگنے کی پڑ جاتی ہے، بیٹھ کے کبھی میری بھی سن لیا کر"۔

"کیا سنوں..... روز آپ وہی اپنے شوہر کی طرفداریاں کرتی ہیں، مجھے ہی برا کہتی ہیں"۔

"شہران! وہ تیرے باپ ہیں، کیوں تو اپنی زبان خراب کرنے لگا"۔ وہ دکھ تاسف سے سر پکڑ کے رہ گئیں۔

"انہوں نے کبھی بیٹا سمجھا ...؟ شروع سے جھڑکیاں ہی دیکھی ہیں امی! آپ کو یہ سب کیوں نظر نہیں آتا، آپ کے ساتھ کتنے ظلم کیے اور وہ آج بھی ہمارے سامنے معتبر بن کے بیٹھے ہوئے ہیں"۔

"گھر سے باہر نکال دوں انہیں"۔ وہ اپنے [illegible] بیٹے کی باتوں سے بہت فکرمند اور رنجور ہونے لگی تھیں۔

"مجھے ہی اس گھر سے نکلنا پڑے گا، میرا ہی رونا ہے ناں اس گھر میں، میری ہی وجہ سے گھر کا سکون برباد ہوتا ہے"۔ وہ دانت پیس رہا تھا۔ کریم کلر ڈریس پینٹ پر نیوی بلیو شرٹ میں اور زیادہ سنجیدہ تھکا تھکا لگ رہا تھا۔

"جب بھی بولے گا الٹا ہی بولے گا، بیٹھ ادھر سکون سے"۔ انہوں نے بازو پکڑ کے اور بیڈ پر بٹھا دیا۔

"جاب کے لئے گیا تھا، کیا بنا؟"

"جو جاب میں مانگتا ہوں وہ لوگ نہیں دے رہے ہیں"۔ نگاہیں اس نے فرش پر ٹکائی ہوئی تھی۔

"کیسی جاب ہے جو تو مانگ رہا ہے، تعلیم پوری کر لے تو کم از کم مستقبل سنور جائے گا"۔ انہیں یہی فکر تھی۔

"تعلیم سے مستقبل سنور جائے گا، ہونہہ"۔ اس نے تمسخرانہ انداز میں ہنکارا بھرا۔

"کیسی جاب ہے جو وہ نہیں دے رہے ہیں؟"

"میں چینل میں جانا چاہتا ہوں"۔ انداز میں اطمینان تھا۔

"شہران! [illegible] یہ چینل [illegible] جاب ہوتی"۔ انہیں افسوس ہونے لگا۔

"میں تو [illegible] گیا تھا [illegible] بات بھی کی ہے، وہ لوگ تنخواہ کم دے رہے ہیں [illegible] چینل [illegible] فائدہ ہے"۔

"اف توبہ شہران! کیوں تو جان کے ایسے کام کرنا چاہتا ہے، کیا ضرورت پڑی ہے"۔ انہیں تو غصہ آنے لگا۔

"محنت سے اور چینل کی جاب کوئی گناہ تو نہیں ہے"۔ وہ کچھ بھی بات کو سیریس نہیں لینا چاہتا تھا۔

"گناہ تو نہیں ہے یہ بات ٹھیک ہے مگر بیٹے یہ تو کیوں کر رہا ہے؟"

"میرا شوق ہے"۔ اسے تو ہر بات کی ضد ہو جاتی تھی۔

"کیسا شوق ہے، دنیا کیا سوچے گی؟"

"دنیا نے اس وقت بھی کیا سوچا ہو گا جب ابو نے دوسری شادی کی تھی"۔ طنز کے تیر مارنے میں تو وہ ماہر تھا۔

"میں جو بھی کروں گا اپنی مرضی سے کروں گا، اس دنیا کی مجھے بالکل پرواہ نہیں ہے"۔ مشتعل ہونے لگا۔

حمیرا بیگم اپنے اس سرپھرے بیٹے کو دیکھتی رہ گئیں۔ ہر الٹی بات وہ کرتا تھا، وہ کام کرنا چاہتا جو اس کے باپ کو بھی پسند نہیں ہوتا۔

"تمہارے ابو سنیں گے تو وہ بھی غصہ کریں گے"۔

"جب انہوں نے شادی کی تھی ہم نے بھی غصہ کیا تھا انہیں اثر ہوا نہیں ناں [illegible] مجھے بھی نہیں ہو گا اور اگر مزید آپ نے کچھ بولا تو یاد رکھئے گا اس گھر سے ہی نکل جاؤں گا، ڈھونڈتی رہئے گا"۔ وہ اپنی دکھیاری ماں

تب کا بھی خیال نہیں کرتا۔ صرف غصہ و ضد کی وجہ سے اسے وہ توجہ اور پیار نہیں ملا تو اس کی شخصیت میں اکھڑپن
آ گیا تھا۔ ددھیال والوں سے تو ملنا تک نہیں چاہتا تھا اگر کبھی کوئی گھر میں آ بھی جاتا تو وہ بغیر سلام دعا کے گھر
سے نکل جاتا تھا۔

"مجھے ذیشان ہی سمجھائے گا میرے تو بس کا نہیں ہے۔" وہ انتہا کر بے زاری سے کھڑی ہو گئیں۔

"بھائی جان کو میں نے پہلے ہی بتا دیا ہے میں چند دن چلا جاؤں گا وہ بھی مجھے نہیں روک سکتے۔" اس نے پھر اپنی
ضد پر اڑ کے کہا۔ میر احمد ان سے بحث کر کے مزید اس کی ضد کو پکا نہیں کرنا چاہتی تھیں۔
بیڈ پر زور سے تکیہ پھینکا اور لیٹ گیا۔ وہ خود بھی اپنی عادت اور غصے کی وجہ سے تنگ آ جاتا تھا۔ وہ غصہ اور ضد نہیں
کرنا چاہتا تھا مگر جب جب اسے ابو کی باتیں یاد آتیں اس کا رونا نکلتا جب انہوں نے آج سے پندرہ سال پہلے
شادی کی تھی کیسا ماحول ہو گیا تھا امی کی بی پی ہائی ہو گئی تھی پھر اپنڈکس کا آپریشن کتنا طوفان آیا تھا۔ ابو کو جب بھی امی کا
خیال نہیں آیا تھا اور امی آج بھی مشرقی بیویوں کی طرح شوہر کی خدمت میں لگی رہتی تھیں۔ دوسری بیوی انہیں چھوڑ
کے دس سال بعد اپنے دو بچوں کو لے کے چلی گئی تھی ابو نے اسے بھی خوب ... تھا مگر ابو میں ان پندرہ سال میں یہ
تبدیلی آئی تھی امی کو مارتے پیٹتے نہیں تھے۔

☆ ☆ ☆

بلیک ایمرالڈ اور ٹراؤزر پر شولڈر کٹ بالوں کی اونچی سی پونی ٹیل بنائے ڈرائیونگ سیٹ سے اتری تھی حمدان
فرنٹ سیٹ پر تھا گاڑیوں کی آگے پیچھے لمبی قطار تھی۔

"حمدان! آپ اندر چلئے میں گاڑی پارک کر کے آتی ہوں۔" وہ دوبارہ بیٹھی۔ حمدان کو عجیب لگا کہ وہ اتنے رش
کو کراس کر کے گاڑی پارک کرنے جائے گی وہ چلتا ہوا ڈرائیونگ کی طرف آیا۔

"آپ باہر نکلئے گاڑی پارک میں کروں گا۔" چہرے پر بلا کی سنجیدگی تھی۔ اریشاء نے اپنی مسکراہٹ کو روکا
زیادہ تردد بھی نہیں کیا دروازہ کھول کے باہر نکلی فائل حمدان نے اس کے ہاتھ میں پکڑائی اور وہ مخصوص کلون کی بھینی بھینی
مہک اس کے گرد بکھیرے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ چکا تھا وہ الٹے دیکھے گئی۔
وہ جب تک گاڑی پارک کر کے آیا اس کے انتظار میں کھڑی رہی۔ ڈیڈی کو کہیں اور بھی جانا تھا اس لئے پہلے
اریشاء کو بھیج دیا۔

"چلیں اندر۔" اریشاء نے مسکرا کے اجازت لی۔ حمدان نے کی رنگ اسے تھمائی اور اثبات میں سر ہلا کے اس کی
تقلید میں کاریڈور سے اندر آ گیا۔ بلیک ڈریس پینٹ پر ہاف وائٹ فل سلیو کی شرٹ میں ملبوس اتنا ڈیسنٹ لگ رہا
تھا کہ اریشاء کی نگاہ بار بار اس پر پھسل رہی تھی۔
ہال کمرے میں وہ دونوں داخل ہوئے لائٹوں کی روشنیوں میں پورا ہال جگمگا رہا تھا لوگ بھی وہاں جمع تھے سب
نے ہی ان دونوں کا پرتپاک خیر مقدم کیا تھا۔ حمدان کو گزرے ہوئے دن یاد آ گئے جب ایسی ہی میٹنگ میں وہ ابو کے
ساتھ داخل ہوتا تھا۔
کچھ دیر میں روحیل سکندر بھی آ گئے تھے اور پھر میٹنگ کا آغاز ہو چکا تھا۔ حمدان نے بھی اپنے پوائنٹ دے کر ان
سب کو حیران ہی کر دیا تھا۔ اریشاء تو ہکی بکی ہو گئی تھی کوئی تو آیا ان کے بزنس کو سنبھالنے والا ورنہ تیمور اور کامران
چاچو ڈبونے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔
ڈنر دس بجے شروع ہوا تھا۔ حمدان بار بار ریسٹ واچ دیکھے جا رہا تھا۔ سات بجے سے وہ یہاں موجود تھا وقت

...نے کا احساس تک نہیں ہوا تھا۔

"سر! میں اب چلوں اگر آپ کی اجازت ہو تو؟" اس نے روحیل سکندر کو مخاطب کیا جو لوگوں سے گفت و شنید
میں مصروف تھے۔

"میں بھی چل رہی ہوں آپ کہاں کونفس کیلئے پریشان ہوں گے۔" اریشاء کی پورا وقت نگاہ ہی اس کی
حرکات و سکنات پر تھی وہ فوراً ہی چلی آئی اپنا شولڈر بیگ سنبھالا۔

"میں چلا جاؤں گا ایسا مسئلہ نہیں ہے۔" اسے ٹھیک نہیں لگ رہا تھا اپنی وجہ سے اسے تکلیف دینا۔

"آئیے یہ فارملیٹیز مت نبھائیے ڈیڈی! میں تو جا رہی ہوں پلیز آپ بھی جلدی آ جائیے گا ورنہ میں بہت
پریشان ہوں گی۔" وہ روحیل سکندر کے بازو پر ہاتھ رکھ کر اشارے سے ہدایت دیتی چلی گئی۔
حمدان جتنا اس لڑکی کے سائے تک سے بچنا چاہتا تھا وہ اتنا ہی اس کے قریب آ رہی تھی۔

"اوئی۔" اسی وقت باہر نکلتے ہوئے اس کا پاؤں سینڈل سے مڑا فوراً ریلنگ تھامی حمدان نے بھی سہارا دیا نگاہ
اس کے نازک سرخ و سپید دودھیا پاؤں پر ڈالی لمبی ہائی ہیل تھی۔

"پتہ نہیں ان لڑکیوں کو کیا شوق ہوتا ہے ہائی ہیل کا۔" وہ سوچ کے رہ گیا۔

"اف ممی! مجھ سے تو ہلا بھی نہیں جا رہا ہے۔" وہ سی سی کرنے لگی۔ پارکنگ ایریا میں رش کم تھا مگر گاڑی تک جانا
مشکل ہی تھا۔

"سیدھا کریں پاؤں۔"

"کیسے کروں — نہیں ہو رہا ہے۔" جھنجھلایا اکتایا ہوا لہجہ تھا۔

"گاڑی کی چابی دیجیے میں گاڑی تو لے کے آؤں آپ سے تو ڈرائیو بھی نہیں ہو گی۔" وہ ناگواری سے دیکھتے
... کی رنگ اریشاء نے اسے تھمائی اور خود ریلنگ تھام کے کھڑی ہو گئی۔

"عجیب شخص ہے پاؤں کو پکڑ کے دیکھ تو لیتا۔" اریشاء کو حمدان کے روکھے اور سرد مہر انداز پہ کچھ غصہ آیا۔
فرنٹ سیٹ پر وہ خود کو گھسیٹتی ہوئی بیٹھی۔ حمدان نے سہارا دینے کی ہمدردی تک نہیں کی۔ چہرے پر اتنی اکتاہٹ
تھی وہ تو دنگ رہ جاتی۔ رات کے گیارہ بجے اس نے کسی ڈائریا ہوچل کی طرف رخ تک نہیں کیا بلکہ اس کے بنگلے
کے آہنی گیٹ سے گاڑی اندر لا کے روکی۔ پورے راستے وہ گائیڈ کرتی رہی تھی مگر حمدان ایسے بیٹھا گاڑی ڈرائیو کر رہا
تھا جیسے سن ہی نہیں رہا تھا حیران رہ گئی جب مطلوبہ جگہ پر اس نے گاڑی روکی۔

"یہ لیجیے آپ کی منزل۔" وہ گاڑی سے اترنے لگا۔

"کیا مطلب ... آپ اندر نہیں چلیں گے؟" وہ بھی مشکلوں سے اتری چہرے پر تکلیف کے آثار تھے۔ پاؤں
سینڈل سے آزاد کیے اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"بہت دیر ہو گئی ہے میں صرف آپ کی تکلیف کی وجہ سے گاڑی ڈرائیو کر کے آپ کے گھر تک لے آیا ورنہ میرا
ارادہ نہیں تھا۔" گویا اس نے احسان ہی کیا۔
اریشاء نے اس اسنوب مین پر حسرت بھری نگاہ ڈالی وہ مزید آگے نکل گیا تھا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا جانے لگا۔

"ارے حمدان! میری بات تو سنیے۔" اس نے پھر پکار لیا۔ حمدان اس کے جدید طرز پر بنے بنگلے کو دیکھ کر ذرا بھی
متاثر نہیں ہوا تھا۔ ہرا بھرا لان بیش بہا پودے اور درخت سب ہی کچھ قدرتی سے لگ رہے تھے۔
حمدان نے ناگواری سے قدم روک کے دانت پیسے جتنا اس لڑکی سے بچ رہا ہے یہ کیوں اس کے اعصاب پر سوار

ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ چڑا سی ہو گئی ان میں برقی قمقموں کی روشنی میں حمدان کا چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا۔

"آپ ہر بات کو الٹا کیوں سوچتے ہیں؟"

"جب میرا چہرہ ہے تو پلیز آئندہ مجھ سے بلاوجہ مخاطب ہونے کی ضرورت نہیں ہے"۔ وہ پھر اتنی تیزی سے گیا اریشما کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا۔ ذرا بھی اس بات کا پاس نہیں رکھتا تھا کہ وہ اس کی باس ہے اور وہ اسسٹنٹ ہے وہ تو ویسے بھی اس کے پاس زبردستی ہی کام کر رہا تھا' اگر اسے اپنی باتوں میں الجھاتی نہیں تو وہ تو کبھی قابو نہیں آتا اریشما کو یقین تھا وہ خود ہی اس کی جانب مائل ہو جائے گا۔

☆......☆......☆

کلاس لے کے نکلی تو ذیشان پر ہی اس کی نگاہیں تھیں جو بہت پریشان لگ رہا تھا' کلاس میں بھی وہ غائب دماغی سے بیٹھا ہوا تھا۔ حرما نے کئی بار تشویش بھری جانچتی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا تھا۔ ابھی بھی وہ خاموش بنچ پر بیٹھا تھا۔

حرما کی سمجھ میں نہیں آیا اسے مخاطب کیسے کرے ہمیشہ کام کے حوالے سے ہی دونوں کے درمیان بات چیت ہوتی تھی مگر ذیشان کے معنی خیز جملے بھی کبھی ان کام کی باتوں میں ہوتے تھے وہ نروس بھی ہو جاتی تھی۔

"آپ اتنے چپ کیوں ہیں؟" ہمت کر کے مخاطب کر ہی لیا۔ ذیشان نے چونک کر پلٹ کر منہ پھیر دوں میں اس سادہ سراپے کو دیکھا' اس لڑکی کو دیکھ کر آخر اس کی تھکن پتہ نہیں کیوں اتر جاتی تھی۔

"شکر ہے آپ نے نوٹ تو کیا ورنہ میں تو سمجھا یہ بھی مجھے ہی بتانا پڑے گا"۔ اس نے مسکراتے لہجے میں خوشدلانہ طنز کیا۔ وہ جھینپ کے لب بھینچنے لگی اس کی چمکتی آنکھوں میں وہ زیادہ دیر تک دیکھ ہی نہیں سکتی تھی۔

"آپ پورے لیکچر کے دوران بالکل خاموش رہے تو مجھے حیرانگی ہوئی"۔

"ولو آج تو ہماری قسمت جاگ گئی کہ آپ نے لیکچر چھوڑ کے صرف ہمارا جائزہ ہی لیا ورنہ ہم تو آپ کو دیکھتے تھے کہ آپ بھی ہم پر نگاہ ڈالیں"۔ ذیشان اس لمحے بالکل بھی ایسا نہیں لگ رہا تھا کہ وہ پریشان ہو بلکہ لہجے میں شوخیاں اور معنی خیزیاں موجود تھیں۔

"میں آپ سے یہ پوچھنے آئی تھی کوئی پریشانی ہے کیا؟ اتنے چپ کیوں ہیں"۔ وہ جھینپ گئی لیکن فوراً ہی خود کو نارمل بھی کیا۔

"پریشان ہوں"۔ وہ لمبی سانس بھرتے مسکرانے لگا۔

"میں ویسے ہی پوچھ رہی تھی آپ کی ذاتیات کے حوالے سے میں کچھ پوچھنا نہیں چاہ رہی' آپ غلط نہیں سمجھئے گا"۔

"حرما! آپ خود اتنی نروس ہو رہی ہیں' مجھے تو آپ خود پریشان لگ رہی ہیں"۔

"میں... نہیں تو"۔ پلکوں کی جھالر عارض پر گھبراہٹ میں لرزنے لگی۔

"تم فکر نہیں کرو' تعلیم مکمل ہوتے ہی آپ کو بھی اپنی پریشانیوں میں شامل کرا دوں گا' اگر آپ نے موقع دیا تو"۔ ذیشان کی آواز میں حسرت بھی تھی۔ حرما نے کچھ گھبرا کے جانے کیلئے پشت پھیری' وہ سمجھ گیا کہ اس کی باتوں سے بوکھلا گئی ہے' وہ بھی اس کے مقابل کھڑا ہوا۔ دو بج رہے تھے' کچھ ہی دیر میں حرما کو نکلنا تھا' لیل ماہ اس کا انتظار کر رہی ہوگی۔

"حرما میری پریشانی سنے بغیر آپ چلی جائیں گی؟" وہ قدرے توقف کے بعد پھر مخاطب ہوا۔

"آپ کی مرضی ہے بتانے والی ہے تو بتا دیں ورنہ چھوڑ دیں"۔ وہ ذیشان کی قربت سے پگھلنے سی لگی' اس کے وجود کا احساس' سانسوں کی آوازیں بھی محسوس ہونے لگیں۔

"حرما! آپ میرے چھوٹے بھائی کو تو جانتی ہیں ناں؟"

"جی"۔ اتنا ہی بولی۔

"وہ اپنی ایجوکیشن ادھوری چھوڑ کے بیٹھا ہے' میں کہتا ہوں پڑھ لے مگر وہ ضد باندھ کے بیٹھا ہے پڑھنا ہی نہیں ہے"۔ ذیشان نے سنجیدہ لہجے میں اسے ساری بات بتا دی۔

"گھر میں پھر کوئی مسئلہ اٹھا اس کی وجہ سے"۔ حرما نے لب کھولے۔

"ہمارے پورے گھر کیلئے وہ مسئلہ ہے"۔ اس کی نگاہ لیل ماہ پر ٹک گئی جو حواس باختہ اور پریشان بھی تھی۔

"آپی! میں تو پوری یونیورسٹی گھوم کے آ گئی آپ کا کچھ اتا پتا نہیں تھا"۔ وہ پھولی پھولی سانسوں کے ساتھ بنچ پر بیٹھی۔ ذیشان کے لب بے ساختہ مسکرا دیئے' حرما بھی خجل سی ہو گئی۔

"آپ سمجھیں کہ آپ کی آپی کو ذیشان احمد لے اڑا"۔

"جی نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے"۔ وہ شرمندہ سی ہونے لگی۔ حرما کے رخسار گرمئی شوق سے تمتما اٹھے' اپنا بیگ شولڈر پر درست کیا۔

"چلو"۔

"ارے سانس تو لینے دو مجھے"۔ لیل ماہ سمجھ گئی وہ کیوں گھبرانے لگی۔ ذیشان احمد کی دلچسپ اور پرشوخ نظریں حرما پر جو ٹھہری ہوئی تھیں۔ لیل ماہ کو بھی مزا آتا تھا ان دونوں کو آمنے سامنے دیکھ کر۔

"چلتی ہو یا میں جاؤں"۔ حرما کا لہجہ تیز ہو گیا۔

"اچھا اچھا"۔ وہ بھی کھڑی ہو گئی۔ ذیشان مسکرائے جا رہا تھا۔ حرما نے ایک چور نگاہ اس پر ڈالی' وہ اسے ہی بغور دیکھ رہا تھا۔

"میں بھی چلتا ہوں' حرما! میں کل آپ کو تفصیل بتاؤں گا"۔ وہ گرے پینٹ پر بلیو شرٹ میں کتنا ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔ لیل ماہ کی نگاہیں ستائشی اس پر اٹھی ہوئی تھیں۔

"آپی! کیا بتانے کو کہہ رہے تھے ذیشان احمد؟" لیل ماہ نے اس کے جانے کے بعد سرگوشی میں اس سے پوچھا۔

"تم تو بات کے پیچھے پڑ جاتی ہو' جلدی چلو یہ لائبہ کدھر گئی"۔ حرما نے اب لائبہ کی بابت دریافت کیا۔ وہ منہ بسور کے رہ گئی مگر ضد کی تو وہ پوری تھی' حرما کو ایسے تو بالکل بھی نہیں چھوڑے گی آخر بات کیا ہے جو ذیشان احمد نے تفصیل سے بتانے کو کہا۔

پوائنٹ میں تینوں سوار ہو چکی تھیں' گھر سے چند اسٹاپ پہلے پوائنٹ اتار دیتا تھا' ادھر سے پھر انہیں بس یا پھر رکشہ سے جانا پڑتا تھا' مگر آج رکشہ بھی نہیں تھا۔

"لائبہ! وہ دیکھ ذیشان احمد کا بھائی چنگ چی چلا رہا ہے"۔ لیل ماہ کی تو حیرت سے آنکھیں پھٹ گئیں۔ حرما نے بھی چونک کر وہ نگاہ اٹھائی' وہ سواریوں کو بٹھا رہا تھا۔ سمجھ گئی ذیشان کیوں پریشان تھا۔

"لائبہ! مجھے یقین کیوں نہیں آ رہا ہے یہ چنگ چی چلا رہا ہے' کیا ہو گیا ہے اس انسان کو سارے اتو کے کام ... ' تا ہے"۔

"لیل ماہ! آہستہ بولو ہم سڑک پر کھڑے ہیں"۔ حرما نے دبی دبی آواز میں اسے سرزنش کی۔ وہ جز بز سی ہو کر

جب ہوگئی چنگ چی چلا تا وہ ان کے پاس ہی آیا۔ لیل ماہ کی ہرنی جیسی آنکھوں نے بلیک پینٹ پر بلیک ٹی شرٹ میں ملبوس شہران کی لمبی چوڑی شخصیت کو حیرانگی سے دیکھا۔

"آپ نے کہاں جانا ہے؟" وہ مخاطب تھا۔ حرما نے اپنی چادر کو سر پر ٹھیک کیا' لالہ اب ان دونوں کو بے وقوفوں کی طرح دیکھنے لگی اگر وہ بیٹھنے کو تیار ہوں گی تو وہ بھی بیٹھ جائے گی۔

"نہیں جانا ہمیں"۔ لیل ماہ نے اس دن کا گویا بدلہ لیا۔ شہران کو یہ تنک چڑھی لڑکی جانے کیوں چونکاتی تھی' وہ متوجہ ہونا نہیں چاہتا تھا مگر وہ ضرور الجھتی تھی۔ وہ پھر زکا نہیں اپنی چنگ چی کو آگے بڑھا لے گیا' لیل ماہ بڑبڑا کے رہ گئی۔

☆

اس کے پاؤں میں موچ آئی تھی ڈاکٹر نے چین کلر وغیرہ بھی دیا تھا مگر اس کا پاؤں زمین پر رکھا ہی نہیں جا رہا تھا' بیڈ پر ہی لیٹی تھی' دو دن ہو گئے تھے آفس بھی نہیں جا رہی تھی۔ کامران چاچو اور چاچی نے سنا تو وہ فوراً ہی اپنی محبت دکھانے کے لئے اس کے پاس چلے آئے۔ وہ انتہائی کوفت اور بیزاری محسوس کر رہی تھی۔

"بھابی! اریشماء کی نظر وغیرہ بھی اتاری؟ ہماری اریشماء ویسے ہی بہت حسین پری جیسی ہے"۔ چاچی کی کھمن بازی' مبالغہ آرائی پر اس نے آنکھیں ہی بند کر لی تھیں۔ فوزیہ سکندر سمجھ رہی تھیں اریشماء کو بہت ناگوار گزر رہا ہے۔

"میں نے سب سے پہلے نظر اتاری' صدقہ بھی دے دیا تھا"۔ وہ چاہ رہی تھیں کسی طرح اریشماء کے روم سے نکل کے وہ باہر آ جائیں مگر وہ بیڈ پر دھرنا دے کے بیٹھی تھیں۔

"ہماری اتنی سی بچی ہے پورے آفس کا کام سنبھالا ہوا ہے"۔

"چاچی! کچھ دیر کیلئے میں سو جاؤں"۔ اریشماء کافی دیر سے ان کی چکنی چپڑی باتوں کو برداشت کر رہی تھی۔

"ہاں کیوں نہیں' لو مجھے خیال ہی نہیں رہا میں کیسے یہاں بیٹھ گئی' سوچا بھی نہیں تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے"۔ وہ خود ہی شرمندہ ہوتی ہوئی اٹھی تھیں۔

اریشماء نے سکون کا سانس لیا' فوزیہ سکندر انہیں ہال کمرے میں لے گئی تھیں۔ اریشماء نے کلاک پر نگاہ ڈالی تین بج رہے تھے اور اسے خبر تھی حمدان اپنا کام نہایت دلجمعی سے کر رہا ہو گا مگر اسے جو کانٹریکٹ ملا تھا اس کی ساری تفصیل چاہیے تھی۔ ڈیڈی اسے آفس جانے نہیں دے رہے تھے چلا بھی تو نہیں جا رہا تھا' ڈیڈی کو وہ جانتی تھی تیموری مداخلت پر کچھ نہیں بول رہے ہوں گے۔ نیلی فون سیٹ اٹھایا حمدان کے روم کا نمبر ملایا۔

"السلام علیکم! میں اریشماء بات کر رہی ہوں"۔ قدرے توقف کے بعد حمدان کی سنجیدہ آواز سماعتوں سے ٹکرائی۔

"یس میڈم فرمائیے"۔

"کام کیسا ہو رہا ہے؟" اس نے جھٹ پوچھا۔

"ٹھیک ہو رہا ہے مگر میں نے اس دن کی میٹنگ والے دن کی فائل کو کمپیوٹر میں سیو نہیں کیا تھا' سر کہہ رہے تھے آپ کو چیک کروانی ہے"۔ وہ آرام سے بڑے پر اعتماد انداز میں ساری تفصیل سے اسے آگاہ کر رہا تھا۔ اریشماء اس کی بے مروتی پر دنگ تھی' بھولے سے بھی اس نے پاؤں کے درد کا نہیں پوچھا تھا' اتنا روکھا پھیکا کیوں تھا' کسی بات کو بھی اہمیت دینا شاید اس کے نزدیک عبث تھا۔

"آپ فائل لے کے گھر آ جائیے"۔

"سوری میم! میں ابھی تو بزی ہوں' میں فائل سر کو دے دوں گا آپ آج رات تک اسے دیکھ لیجئے گا کل پھر سر نے آ کر میں گے آفس"۔ وہ خود ہی سب سیٹ کر کے اسے بتانے لگا۔ اریشماء لب بھینچ کے رہ گئی' اس سے بحث کرنے کے اپنے نتیجے ہی لگتا تھا مگر فائل کی سب سے زیادہ فکر تھی۔

"مگر مجھے فائل ابھی دیکھنی ہے' آپ اسی وقت آ کے فائل لے کے' میں مجبور ہوں آفس نہیں آ سکتی آپ تو یہاں لے کے آ سکتے ہیں"۔ طنز میں ڈوبا لہجہ تھا۔ حمدان نے کچھ نہیں کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھا۔ اریشماء نے ناگواری سے ریسیور کو کان سے ہٹا کے گھورا جیسے وہ حمدان ہی ہو۔

"انداز اس انسان کے ایسے ہیں جیسے کسی ملک کا شہزادہ ہو"۔ وہ جز بز سی کر رہی تھی۔

"شہزادوں کی طرح لگتا تو ہے' کبھی غور سے دیکھو"۔ دل کے اندر سے آواز آئی۔

بیڈ پر لیٹ گئی تھی۔ چاچی کی وجہ سے کمرے سے نکلنا نہیں چاہتی تھی ورنہ پھر ان کی لامتناہی باتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔

"حمدان احمد! مجھے بھی تم سے جانے کیوں دلچسپی سی ہو گئی ہے' تمہیں میں متاثر کر کے رہوں گی"۔ وہ مصمم ارادہ باندھ چکی تھی۔

"میں بھی دیکھتی ہوں کب تک نہیں آتے ہو' تمہیں ضد ہے تو مجھے بھی ہو گئی ہے' آنا تو پڑے گا تمہیں فائل لے کے"۔ سیل اٹھا کر ڈیڈی سے بات کرنے لگی' ان سے حمدان کو ہی فائل لے کے بھیجنے کا کہہ دیا۔

"ہوں اب مزا آئے گا مسٹر حمدان"۔ مسکرا کے آنکھیں بند کیں۔ حمدان کا انتظار کرنے لگی' اتنا پتہ تھا وہ آئے گا ضرور کیونکہ ڈیڈی کا حکم وہ تو کر ہی نہیں سکتا تھا۔

ایک گھنٹے کے بعد ہی ملازمہ نے اطلاع دی حمدان کے آنے کی۔ اریشماء کی آنکھیں خوشی سے چمک گئی تھیں بیڈ سے پاؤں اتارا مگر تکلیف کا احساس ہوا تو واپس اوپر کر لیے۔

"تم ایسا کرو انہیں ادھر ہی لے آؤ"۔

"بی بی وہ تو رکنے کے موڈ میں ہی نہیں ہیں' وہ تو مجھے بیگم جی نے کہا کہ آپ کو بتا دوں"۔ وہ تیز تیز آواز میں اس کے کان کے پردے پھاڑ دیتی تھی۔

"اچھا چلو آتی ہوں"۔ وہ دقتوں سے کھڑی ہوئی۔ مرجنڈا جارجٹ کا پرعذ سوٹ اس پر پلین دوپٹہ شانوں پر سیٹ کے وہ پاؤں کو مشکل سے زمین پر رکھتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آ گئی' چاچی ابھی تک موجود تھیں۔

حمدان نے اچٹتی نگاہ ڈالی اور کھڑا ہو گیا۔ اریشماء نے بھی اپنا چہرہ سنجیدہ بنایا ہوا تھا۔

"یہ فائل ہے دیکھ لیں میں چلوں گا اب"۔ چہرے پر اتنی ناگواری اور درشتگی تھی۔

"بیٹھ جائیے آپ"۔ اس نے بھی حاکمانہ انداز میں کہا۔

فائل اٹھائی اور ورق گردانی کی' کرسٹل کی ٹیبل پر ڈال دی۔

"آپ اتنے غصہ میں کیوں رہتے ہیں؟" اریشماء نے گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ مسٹرڈ ...ے پینٹ ...ن کلر کی کف لنکس آستین کی شرٹ میں اپنی عمر سے زیادہ ڈیسنٹ لگتا۔

"آپ کو جو بھی کام کی بات کرنی ہے پلیز کیجئے' میں غیر ضروری گفتگو زیادہ پسند نہیں کرتا ہوں"۔ انداز سپاٹ اور ...تھا۔

"اتنی الرجی نہیں کیوں ہے اس میں"۔ وہ خفیف سی ہو کر پہلو بدل کر رہ گئی۔

"میں نے اتنی غلط بات تو نہیں پوچھ لی"۔

"اوکے میں چلتا ہوں آفس میں اور بھی کام پڑے ہیں جو کرنے ہیں"۔ اس پر جیسے اریشماء کی کسی بات کا اثر ہی نہیں ہو رہا تھا' جانے کیلئے تن کے کھڑا ہوا۔

"بیٹھ جائیے فائل ساتھ ہی لے کے جائیے گا"۔ اس نے بھی حاکمانہ انداز میں اشارہ کیا اور فائل اٹھا کر ورق گردانی کرنے لگی۔ حمدان چہرے پر سنجیدگی ناگواری سجائے رکھتا تھا' سامنے والا جھجک کے مودب بن کے رہ جاتا۔

ملازمہ نسرین لوازمات کے ساتھ کولڈ ڈرنک بھی لئے آئی۔ حمدان نے حیرانگی سے اتنا کچھ دیکھ کر کوفت کا مظاہرہ کیا۔ ناشتہ ہی ابھی تک ہضم نہیں ہوا تھا بسکٹ' نمکو' چپس وغیرہ دیکھ کر گھبراہٹ ہوئی۔

"میم! میں یہ سب کچھ بالکل نہیں کھاؤں گا کیونکہ ناشتہ میں ٹھیک ٹھاک کر کے گھر سے نکلتا ہوں"۔ نسرین کو وہ لوازمات کی پلیٹیں ٹیبل پر رکھتے دیکھ رہا تھا۔

"کوئی بات نہیں کچھ لیجئے گا"۔ خود کو فائل میں مصروف ظاہر کئے ہوئے تھی جبکہ وہ اس ٹائم ذرا بھی فائل پر توجہ نہیں دے رہی تھی۔ وہ چپ ہی رہا۔ تقریباً بیس منٹ بعد فائل حمدان کو دی۔

"باقی میں ایک دو دن میں آفس آ کر دیکھ لوں گی"۔ کولڈ ڈرنک سرو کرنے لگی جو حمدان نے باتردد لے لی۔

"مجھے آپ سے تیمور احمد کے متعلق کچھ کہنا ہے"۔ سپ لینے کے بعد اریشماء کے چہرے پر نگاہ جمائی۔ وہ چونک گئی' سمجھ تو گئی تھی ضرور تیمور اس کے پیچھے حمدان سے الٹی سیدھی کر رہا ہوگا۔

"آپ تیمور کو بتا دیجئے گا میں آپ کا کلاس فیلو نہیں ہوں' فضول کے مجھ سے سوالات کرتے ہیں"۔ وہ خاصا برہم ہو رہا تھا۔

"پلیز حمدان! صرف یہ جھوٹ نبھا لیں میں آپ سے التجا کرتی ہوں میں نے کسی مجبوری کی وجہ سے بولا ہے"۔ وہ ملتجی لہجے میں گویا ہوئی۔ حمدان نے بغور چونک کے اس کے لہجے پر غور کیا' وہ واقعی پریشان تھی۔

"دیکھئے میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کسی خرافات میں پھانسنے کی کوشش مت کیجئے گا"۔

"ایسا کچھ نہیں ہے صرف مجبوری ہے اور کچھ نہیں اس کے علاوہ آگے کچھ نہیں ہوگا آپ بے فکر رہیں"۔ اریشماء اس کے مشتعل ہونے پر بوکھلا گئی۔ حمدان کو کچھ اس پر ترس بھی آیا کیونکہ بہت سنجیدہ لگ رہی تھی مگر وہ اریشماء کی نگاہوں کو پہلے دن سے سمجھ رہا تھا' وہ کیسے اسے دیکھتی ہے۔

"اوکے میں اب چلوں گا"۔ یکدم ہی کھڑا ہو گیا۔ اریشماء اسے روک بھی نہیں پائی۔

☆

کپڑے بہت زیادہ جمع ہو گئے تھے نیل ماہ نے سوچا کہ مشین لگا لے اور سارے کپڑے دھو ڈالے۔ یونیورسٹی بھی دو دن سے وہ دونوں ہی نہیں جا رہی تھیں' حرما نے پورے گھر کی جھاڑ پونچھ کی اور وہ اوپر چھت پر کپڑے دھو رہی تھی' سیکنڈ فلور پر ہی مشین تھی وہیں وہ اور بھابی بھی کپڑے دھوتی تھیں۔

اس کا پورا دن ہی لگ گیا تھا 4 بج گئے تھے وہ مشین دھونے کے بعد کپڑے پھیلانے لگی پھر یونہی اس نے بالکونی میں جا کر دیکھا زیشان احمد کی چھت پر کوئی کتابیں پھیلائے بیٹھا تھا۔

"اوہ یہ شخص کر کیا رہا ہے؟" نیل ماہ کو حیرانگی بھی ہوئی۔

شہران ڈارک گرے ٹراؤزر پر ہاف سلیو کی شرٹ میں چیئر پر بیٹھا کسی کتاب میں منہمک تھا۔ وہ سائیڈ پر ہو کر دیکھنے لگی گھبراتے کافی دیر تک مبہوت زدہ سی دیکھتی رہی' شہران کو بھی شاید خود پر نظروں کی تپش محسوس ہوئی' نگاہیں ملی

[illegible] وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ اس کی چھٹی حس کتنی تیز تھی فوراً ہی چونک گیا تھا' وہ پھر ہٹ گئی کیونکہ شہران کے [illegible] دور سے بھی واضح ہو رہے تھے۔ اس نے جلدی جلدی پورا صحن دھویا' بالٹی ٹب واش روم میں رکھے اور [illegible] شانوں پر برابر کرتی ہوئی نیچے آ گئی۔

"پھپھو! دھل گئے سارے کپڑے"۔ دعا نے پوچھا۔

"ہوں"۔ وہ کچن میں آ گئی۔

"آپی! کیا بن رہی ہو رات میں؟" اپنے لئے چائے کا پانی چولہے پر رکھنے لگی۔

"لوکی گوشت"۔ حرما اپنے کام میں مصروف تھی۔

"یہ بھی کوئی انسانوں کے کھانے کیلئے ہے"۔

"نیل ماہ! زبان سنبھال کے بولا کرو' جو بھی پکے صبر شکر کر کے کھایا کرو"۔ امی نے اس کی بات سن لی تو خشمگیں لہجے میں سمجھانے لگیں۔

"آپ کو پتہ ہے ناں مجھے لوکی نہیں پسند"۔ وہ منہ بنانے لگی۔

"پھپھو! آپ لوکی ہٹا کے صرف گوشت کھائیے گا"۔ دعا نے معصومیت سے مشورہ دیا' حرما مسکرانے لگی۔

"تم چپ کرو دادی اماں مت بنا کرو"۔ دعا کے سر پر چپت لگائی' وہ ہنستی ہوئی بھاگ گئی۔

"حرما کے رشتہ کے لئے آ رہے ہیں آج شام میں کچھ لوگ' تمہارے ابو کے دوست کے جاننے والے ہیں"۔ تبھی امی نے یہ دھماکا بھی کیا۔

"کک ... کیا ... آپی کو دیکھنے"۔ نیل ماہ کے ہاتھ سے چائے انڈیلتے ہوئے چھلک ہی گئی۔

حرما کی آنکھوں میں دیکھا وہ چپ چاپ روٹیاں بنانے میں لگ گئی۔

"امی! اتنی جلدی کیا ہے"۔ اسے اعتراض ہوا۔

"چپ کرو' تمہارے ابو نے سن لیا تو اور شامت آئے گی میری' میں نے ہی بیٹیوں کو سر پر چڑھا رکھا ہے' جلدی سے کام ختم کر کے تیار ہو جانا"۔ وہ اسے سرزنش کرتی ہوئیں حرما کو ہدایت دیتی ہوئی چلی گئیں۔

"آپی! زیشان احمد کا کیا ہوگا؟" وہ سرگوشی میں فکرمندی اس کے کان میں گویا ہوئی۔

"چپ کر جاؤ کیوں ہر وقت نام لیتی ہو"۔ وہ تو پہلے ہی پریشان تھی۔ کسی سے کیا کہتی ابو کے فیصلے کے آگے تو کسی میں بھی چوں چراں کرنے کی ہمت تک نہیں تھی۔

"مگر آپی! یہ تو فکر کی بات ہے ناں' تمہاری پڑھائی بھی ادھوری اور زیشان احمد کی بھی ادھوری ہے"۔

"نیل ماہ! کیوں تم بکواس کرتی رہتی ہو"۔ روٹیاں پکانے کے بعد رومال میں لپیٹ کے ہاٹ پاٹ میں رکھیں اور [illegible] ہاتھ دھونے لگی۔

[illegible] وہ خفیف سی ہوئی۔ حرما کا چہرہ اس وقت سلگتا ہوا ہو رہا تھا' اس کے دل کی حالت بھی الگ تھی' ابھی کون سے [illegible] تھے گھر والوں کو اس کی شادی کی فکر سوار ہو گئی۔ ابو سے تو وہ کچھ بول بھی نہیں سکتی تھی' شروع سے [illegible] ابو کی سختی آئی تھی' امی کو ہمیشہ ان سے ڈرتے ہوئے دیکھا' ارباز بھائی بھی کچھ تیکھے مزاج کے تھے' وہ [illegible] وغیرہ [illegible] لیتے تھے اور مزید آ کر ان کی بیوی نے ان کا مزاج اور تیکھا بنا دیا تھا۔

(جاری ہے)

☆

شازیہ مصطفیٰ

قسط نمبر 3

سلسلے وار ناول

کبھی عشق ہو تو پتہ چلے

بے دلی سے الماری سے گرین کاٹن کا سوٹ نکالا۔ لیلیٰ ماہ چپ بیٹھی ہوئی تھی اندر ہی اندر اسے غصہ بھی آ رہا تھا حرا کی اسے بہت فکر تھی وہ یہی دعا کر رہی تھی کسی طرح بھی ذیشان احمد سے اس کی شادی ہو جائے۔ اپنے بارے میں تو وہ ابھی سوچتی نہیں تھی کیونکہ شہران کے مزاج کو وہ جان گئی تھی وہ اس ٹائپ کا بندہ نہیں ہے محبت پیار پسند ان سب سے کتنا تھا وہ نابلد ہی تھا آج بھی جب چھت پر دیکھا تو وہ عام لڑکوں کی طرح ادھر ادھر چھتوں پر نظر بھی تاکا جھانکی نہیں کر رہا تھا یہ اس نے کئی بار چھپ کے نوٹ کیا تھا مگر پھر اپنے دماغ کا قلق تھا اس دن وہ چنگ جی چلا رہا تھا تھی تو اگلی ہوئی تھی لیے چوڑے شہران پر ایک ڈرائیوری کچھ جچ نہیں رہی تھی کبھی گلی میں جہاز وپلڑ کے کچرا صاف کر کے جمع کرتے نظر آتا۔

''حرا! تیار ہو جاؤ وہ لوگ آنے والے ہیں۔'' مقصد بھابی نے روم میں آ کر اسے ہوشیار کیا۔ لیلیٰ ماہ نے چونک کے انہیں دیکھا پنک کاٹن کے پرنٹڈ کپڑوں میں خود بھی وہ لائٹ سے میک اپ میں تھیں۔ اسے اسی بات پر چڑ ہوتی تھی جہاں کوئی دیکھنے آتا خود سب سے پہلے بج سنور کے بیٹھ جاتی تھیں۔

''جی اچھا۔'' حرا نے سر ہلایا۔

''لیلیٰ ماہ! تم چائے وغیرہ بنا لینا۔'' انہوں نے ساتھ ہی اسے بھی مخاطب کیا۔

''اچھا۔'' یہ رائٹنگ ٹیبل کی کتابوں کو ٹھیک کر کے دور رکھنے لگی تھی۔ بھابی بغور دونوں کا جانچتی پرکھتی نگاہوں سے جائزہ لے رہی تھیں۔

''بھابی! کون لوگ ہیں وہ؟''

''اب وہ آئیں گے تو پتہ چلے گا مگر اتنا پتہ ہے لڑکا اکلوتا ہے گورنمنٹ جاب ہے۔'' انہوں نے بتایا۔

''حرا! جلدی کرو مجھے لگتا ہے وہ لوگ آ گئے ہیں۔'' بھابی کو مہمانوں کی آواز آئی تو چلی گئیں۔

''انہیں دیکھا کیسے سب سے پہلے تیار ہوتی ہیں تاکہ لوگ ان کی تعریف کریں۔'' لیلیٰ ماہ نے تپے ہوئے لہجے میں دانت پیسے۔

''لیلیٰ ماہ! کبھی تو چپ رہا کرو۔'' حرا کا دل ویسے ہی اداس ہو رہا تھا گھبراہٹ الگ ہو رہی تھی پتہ نہیں کیسے لوگ ہوں گے۔ آج وہ پہلی بار کسی کے سامنے نہیں جا ... لوگ اسے دیکھنے آتے رہتے تھے مگر ابھی تک کہیں بھی بات نہیں بنی تھی۔

''اللہ کرے یہاں سے بھی انکار ہو۔'' لیلیٰ ماہ نے دل میں کہا۔

اگر زور سے بولتی تو حرا سے ڈانٹ پڑتی وہ تو ذیشان احمد کو حرا کے ساتھ دیکھتی تھی کتنی پیاری ان دونوں کی جوڑی لگتی ہے۔ حرا تیار ہو رہی تھی اور وہ سوچ رہی تھی۔

☆ ..... ☆ ..... ☆

''اتنی لمبی سی گاڑی آئی ہے اسد انکل کے گھر۔'' بسمہ ہاتھوں سے اشارہ کرنے لگی۔ ذیشان وہیں بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ وہ لائبہ کے پاس ٹیوشن پڑھنے جاتی تھی واپسی میں اس نے دیکھا تو۔

''تمہیں بڑی سب کی خبریں رہتی ہیں۔'' ذیشان مسکرایا۔

''بھائی جان! میں نے گاڑی ان کے گھر کے سامنے کھڑی دیکھی تھی۔'' اتنا کہہ اس نے صوفے پر ڈالا اور اس کے پاس ہی آ کر بیٹھ گئی۔

''میں سوچ رہی ہوں آیا کون ہے۔''

''تم اپنے دماغ پر اتنا زور مت دیا کرو کوئی بھی آیا ہو۔'' اس نے بسمہ کی پونی کھینچ کے سرزنش کی۔

''پھر بھی ہے کون؟'' وہ اندر کی سمت بڑھ گئی۔

''امی! بھوئی کہاں ہیں؟''

''ہوگا چھت پر آج دوپہر سے وہیں ہے دروازہ تک بند کر کے بیٹھا ہوا ہے۔'' حمیرا بیگم کو شہران کے عقل کھرے ہونے پر بہت ہی غصہ آتا تھا۔

''اوپر ہے دوپہر سے کیا مطلب کیا کر رہا ہے؟'' ذیشان نے سنا تو حیران رہ گیا۔

''پتہ نہیں کھانے کے لئے میں نے آوازیں دی تھیں کہنے لگا بھوک نہیں ہے آج تو انسانوں کی طرح بات کر رہا تھا۔'' وہ اپنے گھٹنے پکڑ کے تخت پر بیٹھ گئیں۔ ذیشان زینہ عبور کر گیا تھا۔ دروازہ کھٹکھٹاتا رہا تھا مگر ایسا لگ رہا تھا اوپر چھت پر کوئی نہیں ہے ذیشان نے آوازیں دینا شروع کیں مگر شہران کی کوئی آواز نہیں تھی۔

''یار شہران! دروازہ تو کھولو۔'' ذیشان کو فکر ہوئی۔ کچھ ہی لمحوں میں کھٹ سے دروازہ کھلا گرے ٹراؤزر پر وائٹ ہاف سلیو کی شرٹ میں الجھا بکھرا سا نظر آیا۔

''اوپر دروازہ بند کر کے کیا کر رہے ہو؟'' ذیشان نے چھت کا جائزہ لینا شروع کیا۔ ایک چنگ بچھا تھا چیئر تھی اور کچھ کا نہ کباڑ سیور کا بلب روشن تھا۔

''ایسے ہی کھلی ہوا میں لیٹا تھا۔'' اطمینان بھرا اس کا انداز تھا ذرا بھی گڑبڑاہٹ اور بوکھلاہٹ اس کے چہرے سے عیاں نہیں تھی۔

''کھانا بھی نہیں کھایا دوپہر میں۔'' شہران کا تشویش بھری نگاہوں سے جائزہ لیا۔

''برگر چپس وغیرہ تھے وہ کھا لئے بھوک نہیں لگی پھر۔'' ہاتھ اوپر کر کے انگڑائی لی۔

''نیچے چلو بسمہ پوچھ رہی تھی۔''

''میں خود آ گئی ہوں اوپر ہی۔'' دونوں اس کی آواز پر چونک گئے۔ شہران سینے پر بازو لپیٹے ہوئے تھا اسے دیکھا تو وہ چائے اور بسکٹ لے آئی تھی۔

''یہ میرے لئے لائی ہو۔''

''جی نہیں اپنے لئے لائی ہوں۔'' ٹرے پیچھے کر کے بے مروتی سے پلنگ پر بیٹھ گئی وہ جز بز سا ہو گیا ذیشان کو ہنسی آ گئی۔

''یعنی مجھے نہیں دو گی۔'' شہران کا رخ اس کی طرف ہو گیا۔

''بالکل نہیں مجھے یہ بتائیے آج آپ پورا دن اوپر رہے میں اسکول سے آئی جب سے آپ اوپر ہی ہیں کیا کر رہے تھے سمجھ گئی۔'' وہ چٹکی بجا کے یکدم ہی جوش میں آ گئی۔

''کیا سمجھ گئی؟'' شہران کچھ سمجھا نہیں۔

''اسد انکل کے گھر اتنی بڑی گاڑی آئی ہے وہی دیکھ رہے ہوں گے۔''

''میں ایسے کام نہیں کرتا کہ ان کے گھر پر نگاہ رکھوں۔'' وہ بھڑک اٹھا۔ ذیشان کے لب مسکرا رہے تھے۔ اپنی پٹاخہ سی بہن کی باتیں سننے میں ان دونوں کو ہی مزا آتا تھا۔

''مت رکھے میں تو رکھوں گی۔'' وہ دیوار پر جا کر جھانکنے کی کوشش کرنے لگی۔

''بسمہ! نیچے چلو۔'' شہران نے اسے بتایا۔

آج اس نے خود لیلیٰ ماہ کو کئی بار خود دیکھتے ہوئے پکڑا تھا۔ شہران کو بھی اس لڑکی سے چڑ ہونے لگی تھی دل کرتا تھا جان بوجھ کے الجھے پھر اسد مرزا پہ بھی اسے غصہ آتا تھا جو اسے دیکھ کر فوراً اپنے گھر کا گیٹ بند کر دیتے تھے دماغ اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

کا الٹا الٹا سوچنے لگا تھا۔

☆......☆

جب سے اس نے جاب جوائن کی تھی اسے کسی سے بات کرنے تک کا ٹائم نہیں تھا۔ وہ تھک بھی اتنا جاتا تھا کہ آتے ہی کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد سو جاتا تھا' دونوں بہن بھائی اس سے بات کرنے کو ترس گئے تھے۔ آج وہ کچھ جلدی آ گیا تھا۔ اریشماء کے پاؤں کی موچ ابھی تک ٹھیک نہیں ہوئی تھی۔ اس پر ذمہ داری آ گئی تھی' لگتا تھا زیادہ ہی زوردار موچ آ گئی ہے جب ہی اس سے ٹھیک سے کھڑا ابھی نہیں ہوا جا رہا تھا۔

اور لڑکیوں سے اتنی الگ کیوں تھی غرور نام کو نہیں تھا ہر ایک سے اتنی عاجزی و انکساری سے ملتی حمدان حیران رہ جاتا' وہ اپنے لئے بھی اس کی آنکھوں میں بہت کچھ دیکھ رہا تھا مگر وہ اس کے کسی بھی جذبے کی تسکین کا باعث نہیں بننا چاہتا تھا' اوپر سے تیمور کی فضول کی بکواس سے سلگا دیتی تھی' وہاں کا بھتیجا تھا ورنہ طبیعت صاف کرنی اسے بھی آتی تھی۔

"سوچ لیا کون تھی"۔ عدین کافی دیر سے اسے آنکھیں بند کیے بیٹھے دیکھ رہا تھا اسے چھیڑے بنا نہیں رہ سکا۔ حمدان نے آنکھیں کھولیں اس کا شرارتی سا بھائی گرے پینٹ پر نیوی بلیو شرٹ میں ہنستا مسکراتا ہوا سامنے کھڑا تھا۔

"بھائی جان! کیا سچ میں اریشماء سکندر بہت خوبصورت ہیں"۔

"عدین! ہر وقت کی فضول باتیں اچھی نہیں ہوتی ہیں"۔ وہ جھینپ گیا' سیدھا ہو کر بیٹھا۔ تین کمروں کا فلیٹ تھا جسے تبسم نے بڑے قرینے اور سلیقے سے رکھا ہوا تھا۔ ایک روم حمدان کا تھا اور ایک روم میں مصباح اور وہ سوتی تھیں' عدین کبھی ڈرائنگ روم میں تو کبھی حمدان کے روم میں اور کبھی امی کے روم میں سوتا تھا' جب پڑھائی کرنی ہوتی ڈرائنگ روم میں پڑھتا اور سوتا۔

"کون فضول باتیں کر رہا ہے...... ایک بات پوچھی ہے کیونکہ اس دن میں نے ہوٹل میں دیکھا تھا' خاصی حسین و جمیل ہیں"۔ وہ پُرمعنی خیزی سے آنکھیں گھمانے لگا۔

"میرے پاس اتنا ٹائم نہیں ہوتا ہے کہ فضول چیزوں کو دیکھوں"۔ وہ ڈرائنگ روم میں سیٹی پر لیٹ گیا۔ چھوٹے سے ڈرائنگ روم میں ایک صوفہ سیٹ پڑا تھا' چھوٹا سا ٹی وی بلیک ٹرالی پر رکھا تھا' زیادہ قیمتی سامان نہیں تھا' سب شمشاد احمد کی بیماری پر بک گیا تھا۔

"اریشماء سکندر فضول چیز تو نہیں ہیں"۔

"تمہیں ٹیوشن پڑھانے کب جانا ہے؟" حمدان اس کی باتوں سے بیزار ہو گیا' عدین کو گھورنے لگا۔

"نو بجے جاتا ہوں' ابھی تو میں دوست کے پاس گیا ہوا تھا"۔ تفصیل بتانے لگا۔

"پلیز اتنے سنجیدہ مت رہا کریں' آپ کی خوبصورتی اور بڑھ جاتی ہے' سنجیدگی میں پھر مجھے بھی ڈر لگتا ہے"۔

"عدین...... عدین"۔ حمدان نے بیزاری سے آنکھیں بند کیں۔

"امی کدھر ہیں مصباح!"

"بھائی جان! امی بازار گئی تھیں مصالحے ختم ہو گئے تھے' وہ لینے گئی تھیں ابھی تک نہیں آئی ہیں"۔ مصباح نے بھی فکرمندی سے گھڑی میں ٹائم دیکھا۔ وہ پانچ بجے سے بازار گئی ہوئی تھیں۔

"تم لوگوں سے کتنی بار کہا ہے امی کو اکیلی مت جانے دیا کرو' عدین یا تم ساتھ جایا کرو"۔ وہ فکرمند لہجے میں گویا ہوا' فوراً ہی کھڑا بھی ہو گیا' سات سے اوپر ہو گئے تھے وہ ابھی تک نہیں آئی تھیں۔

"عدین اپنے دوست کی طرف گیا ہوا تھا"۔ وہ منمنائی۔

"ہاں بھائی جان! میں تو یونیورسٹی سے آ کے دوست کی طرف چلا گیا تھا' جب تک امی نے ایسا کچھ مجھ سے

جانے کو نہیں کہا"۔ وہ بھی مؤدب بن گیا۔ حمدان دروازہ دھکیل کے نیچے چلا گیا۔

"اب میری خیر نہیں ہے"۔ عدین ڈر گیا۔ مصباح کچن میں چلی گئی۔ رات کا کھانا وغیرہ تو بنا ہی لیا تھا' کچن صاف کر رہی تھی۔

کچھ ہی دیر میں حمدان چند شاپرز اٹھائے اوپر آیا' پیچھے پیچھے تبسم اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے چڑھتی آ رہی تھیں۔ عدین نے حمدان کے ہاتھ سے لپک کے شاپرز لئے۔

"آئندہ آپ بالکل اکیلی نہیں جائیں گی اور ہاں یہ اچار وغیرہ بنانا بند کر دیں' کوئی ضرورت نہیں ہے آپ کو یہ سب کرنے کی"۔ وہ خاصا برہم ہو رہا تھا۔ تبسم خاموش تھیں کیونکہ پورے راستے غصہ جو ہوتا رہا تھا۔

"اتنے سالوں سے میں یہ بنا کے بیچ رہی ہوں اب کیسے بند کر دوں"۔

"میں کہہ رہا ہوں اب آپ اچار نہیں بنائیں گی...... سنا آپ نے"۔ اس کا لہجہ قطعیت بھرا تھا۔

"اور مصباح! تم بھی ٹیوشن پڑھانا ختم کرو"۔

یہ آج حمدان کو کیا ہو گیا تھا' تینوں ہی ہکا بکا سے تھے' آج سے پہلے اس نے کبھی کہا جو نہیں تھا۔

"بھائی جان! میں ٹیوشن کے بغیر نہیں رہ سکتی' مجھے پڑھانا اچھا لگتا ہے"۔ مصباح نے تو باقاعدہ دہائی دی۔

"تمہارا بھائی اب برسر روزگار ہے کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں یہ سب کرنے کی"۔ حمدان نے سوچ لیا تھا اب مستقل ہی وہ وہاں جاب کرتا رہے گا' گھر کی ذمہ داری کب تک امی اٹھائیں گی۔ اپنی انا کو مار کے اسے یہ سب کرنا تو تھا ہی۔

"جاب تو آپ کہہ رہے تھے جیسے ہی روحیل سکندر کا قرضہ اترے گا چھوڑ دیں گے پھر اس کے بعد......" عدین نے نکتہ اعتراض اٹھایا۔

"میں جو کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو یہ میرا مسئلہ ہے جاب چھوڑوں یا نہیں"۔ وہ اندر اپنے روم میں چلا گیا۔

"ارے بیٹا! میں تو یہ کام اب کیسے چھوڑوں' تمہارے ابو کے سامنے سے کر رہی ہوں"۔ تبسم اس کے روم میں چلی آئیں۔

"امی! پہلے کی بات اور تھی' مجھے اچھا نہیں لگتا ہے آپ اتنی محنت کریں اور میں آپ کا جوان ہٹا کٹا بیٹا ناکارہ بنا پھرتا رہوں"۔ وہ دلگرفتہ اور رنجور ہونے لگا۔

"حمدان! ایسے تو نہ کہو' میرے بچے بہت محنتی ہیں"۔ وہ تو تڑپ ہی گئیں۔

"آپ فکر نہیں کریں میں دوسری جاب بھی تلاش کر رہا ہوں"۔ اس نے انہیں تسلی دی۔

"ٹھیک ہے جب تمہاری مستقل کہیں جاب لگ جائے گی میں یہ سب چھوڑ دوں گی"۔ وہ اسے بھی اپنا فیصلہ سنانے لگیں۔

"اور میرے لئے کیا حکم ہے؟" عدین ہاتھ باندھ کے اس کے سامنے چلا آیا۔

"تمہارے لئے یہ حکم ہے کہ تم فضول کم بکا کرو' اپنی پڑھائی پر توجہ دو"۔

"میں ٹیوشن بالکل نہیں چھوڑوں گا' سن لیں آپ' کیونکہ یہ پڑوس کے بچے ہیں اور انکل کو مجھ سے ہی پڑھوانا ہے اپنے بچوں کو"۔ وہ بھی اپنی مجبوری بیان کرنے لگا۔

"تمہیں میں منع نہیں کر رہا ہوں کیونکہ ابھی سے تم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے لگے ہو' میری طرح نااہل نہیں ہو"۔ حمدان اکثر شرمندہ ہو جاتا تھا۔ کتنے سالوں سے وہ خالی پھر رہا تھا کوئی بھی معقول جاب اسے نہیں مل رہی تھی' اس کی قابلیت ہی اتنی تھی لوگ اسے اپنے پاس جاب پر رکھنے سے گھبراتے تھے' پتہ نہیں کیسے اریشماء نے اسے اپنے پاس ر

لیا تھا جبکہ اس نے اپنا رویہ اریشماء کے ساتھ اکھڑ رکھا۔ باس، وہی مزاج باس والے اس کے تھے۔

"بھائی جان پلیز! ایسی باتیں کر کے آپ ہم سب کو دکھ دیتے ہیں' ہمیں آپ پر فخر ہے کہ ہمارا بھائی ہم سب کی فکر کرنے والا ہے' دیکھئے آپ نے جاب بھی جوائن کر لی ہے' انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو اس جاب سے ترقی ملے گی"۔ عدین نے اسے اپنے گلے سے لگا کے دعا دی۔ حمدان نے اس کی پشت تھپکی' امی کی آنکھوں میں بھی نمی در آئی' دس سال سے وہ اپنے بچوں کو سنبھال رہی تھیں' آج بچے اس قابل ہو گئے تھے کہ انہیں سنبھال رہے تھے۔

"اچھا چلو جاؤ تم مجھے آرام کرنا ہے"۔ حمدان نے ماحول کی کبیدگی اور افسردگی کو دور کیا۔

"ایک بات پوچھوں آپ سے ناراض تو نہیں ہوں گے"۔ عدین نے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ لئے اس کے کان میں سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔ حمدان نے بغور چونکتے ہوئے دوبارہ ولیپیٹ کے قریب آیا۔

"اریشماء سکندر سے میرا چانس بن سکتا ہے؟"

"کیسا چانس......؟" حمدان سمجھا نہیں۔

"میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میری سیٹنگ کروادیں کسی طرح ان کے ساتھ"۔

"عدین! تم کب سدھرو گے"۔ امی کی ہنسی چھوٹ گئی۔ عدین بھاگ لیا تھا' وہ بھی مسکرا کے رہ گیا۔ اریشماء کے بار بار ذکر پر حمدان کا ذہن اس کی طرف ہو گیا۔

"حمدان احمد! تم نے بے مروتی کی حد کر دی' اس کی طبیعت تک نہیں پوچھی"۔ ضمیر نے اسے ملامت کی مگر اس نے طبیعت بھی صرف اسی وجہ سے نہیں پوچھی کہ اریشماء کو کسی طرح کی بھی وہ خوش فہمی میں مبتلا کر کے اپنے لئے مسئلہ کھڑا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

☆

حرما کو وہ لوگ دیکھ کر چلے گئے تھے مگر ابھی کوئی جواب وغیرہ نہیں دے کے گئے تھے۔ حرما اس رات کھانا کھائے بغیر جلد ہی لیٹ گئی' لیلیٰ ماہ سمجھ گئی وہ اداس ہو گئی ہے۔

ابو ارباز بھائی سے باتیں کر رہے تھے۔ لڑکے کی ماں اور ایک بہن اور بھابی دیکھنے آئی تھیں' بھابی بھی وہیں بیٹھی ہوئی باتوں میں مصروف تھیں۔

"آپی! تم اداس ہو ناں؟" لیلیٰ ماہ اس کی بے چینی کو سمجھ رہی تھی جو کبھی سیدھی ہو کر لیٹتی تو کبھی کروٹ لے لیتی۔

"کس بات پر؟" وہ انجان بنی۔

"آپ انجان مت بنا کریں' مجھے سب خبر ہے آپ اس رشتے کے آنے سے ذرا خوش نہیں ہیں"۔

"لیلیٰ ماہ! تم ہر وقت کیوں فضول باتوں پر بحث کرتی رہتی ہو' چپ کر کے سو جاؤ' اور ہاں صبح میں یونیورسٹی نہیں جاؤں گی"۔ حرما کی آنکھوں کے گوشے بھیگ رہے تھے جو اس نے اپنے آنچل سے خشک کیے۔

"کیوں آپ یونیورسٹی کیوں نہیں جائیں گی؟" لیلیٰ ماہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"دل نہیں کر رہا"۔

"مجھے پتہ ہے ذیشان احمد کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ آپی! کیوں اپنے دل میں چھپے راز کو ابھی تک مجھ سے چھپا رہی ہو' مجھے پتہ ہے تمہیں ذیشان احمد سے محبت ہے"۔

"لیلیٰ ماہ! کیا اتنی رات کو اتنے زور زور سے بول رہی ہو"۔ اس نے ایک تھپڑ اس کی پشت پر مار دیا۔

"ابو کو جانتی ہو کسی قیمت پر وہ ذیشان احمد کو قبول نہیں کریں گے"۔ وہ اپنے ابو کے مزاج کو جانتی تھی پہلے ہی وہ

ذیشان کے والد کی حرکتوں سے خائف تھے' ان کی دو شادیوں وہ ذرا بھی ان سے ملنا تک پسند نہیں کرتے تھے اور وہ ان کے گھر اپنی بیٹی کا رشتہ کر دیں ایسا تو کبھی خوابوں میں بھی نہیں ہو سکتا۔

"کیا برائی ہے ان میں' اچھے بھلے پڑھے لکھے ڈیسنٹ سے ہیں ذیشان احمد اور پھر ضروری ہے جیسا باپ اولادیں بھی ایسی ہوں"۔ لیلیٰ ماہ کے دل و دماغ پر تو پہلے ہی شہران سوار تھا' وہ بھی چپکے چپکے اسے چاہ رہی تھی جبکہ اسے پتہ بھی تھا وہ کیسی طبیعت کا ہے۔

جانے کیوں وہ اتنی پڑھی لکھی سمجھدار ہونے کے باوجود شہران جیسے بد مزاج اور بد دماغ انسان کو اہمیت دے رہی تھی۔ کیا قسمت پائی تھی دونوں بہنیں ہی اس گھرانے کے بیٹوں کو چاہ رہی تھیں جبکہ پتہ تھا ملن ناممکن ہے۔

"ہمارے ابو کی تو جیسی سوچیں ہیں تم جانتی ہو ناں ان کے گھر کی طرف دیکھنا تک پسند نہیں کرتے' میں جب سب جانتی ہوں تو کیوں اس شخص کی سنگت کے خواب دیکھوں"۔ حرما نے اپنے دل کے جذبات اور ارمانوں کو پہلے ہی تھپک تھپک کے سلایا ہوا تھا' وہ ذیشان احمد کے جذبوں کی اسی لئے پذیرائی نہیں کرتی تھی کہ وہ اس کی جانب مائل ہو مگر ذیشان کے معنی خیز جملے اسے پزل کر دیتے تھے اور وہ اس سے نگاہ تک ملاتے ہوئے ڈرتی تھی' اس کے اندر کا چور کہیں اس پر عیاں نہیں ہو جائے۔

"ابو کو اتنا بھی کسی سے بیر نہیں رکھنا چاہیے اتنے اچھے تو ہیں ذیشان احمد"۔ لیلیٰ ماہ کو اس میں کبھی کوئی برائی نظر ہی نہیں آئی تھی بلکہ اس کا سنجیدہ اور مودب انداز اسے اور بھی معتبر بناتا تھا' جب بھی اسے ملا عزت و احترام سے ہی بات کرتا تھا۔

"اب یہ قصہ ختم کرو' ابو اور ارباز بھائی جو چاہیں گے وہی ہو گا' اگر ان رشتے والوں نے کوئی جواب دیا تو ہی بات آگے چلے گی"۔ حرما پھر لیٹ گئی۔

"اللہ کرے وہ کوئی جواب ہی نہیں دیں"۔ لیلیٰ ماہ نے دعا کی۔

"اچھا اب تم اپنا ذہن اتنا مت اِدھر اُدھر گھماؤ' جب مجھے فکر نہیں ہے تو تم بھی نہیں کرو"۔ اس نے اطمینان بھرے لہجے میں تسلی دی۔

"پتہ نہیں آپی! تم اتنی صابر و شاکر کیوں بنتی ہو' تمہارے ساتھ ناانصافی ہو تم جب بھی نہیں بولو گی' زندگی تمہاری ہے اپنی مرضی سے زندگی کا فیصلہ کرو' جو تمہیں پسند ہے تم بھی اپنی رائے کا اظہار کرو"۔

"مجھے لگ رہا ہے لیلیٰ ماہ! تمہاری اسی باتوں کی وجہ سے تمہارا یونیورسٹی جانا بھی بند ہو گا' امی کو پہلے ہی تمہاری طرف سے ڈر رہا ہے"۔ حرما کو اس کی فکر ہونے لگی۔

"کیا ڈر رہتا ہے' میں کسی لڑکے وغیرہ کے چکر میں نہیں پڑ جاؤں"۔ وہ غصہ میں بھری ہوئی تھی۔

"اب ایسی بھی بات نہیں ہے"۔ حرما بدمزا سی ہو گئی۔

"آپی! زندگی اگر اپنے من پسند ساتھی کے ساتھ گزارو تو زیادہ اچھی اور خوبصورت گزرتی ہے"۔ وہ اپنا فلسفہ جھاڑنے لگی۔

"مجھے بھی سب خبر ہے' ہم ماڈرن گھرانے سے تعلق نہیں رکھتے ہیں' جو اپنے فیصلے خود کرتے پھریں"۔

"کیوں مڈل طبقے کو آزادی نہیں ہے؟"

"اتنی رات کو کیوں فضول بحث لے کے بیٹھ گئی ہو' میرا سر پہلے ہی درد کر رہا ہے اور تم مزید دماغ خراب کرو"۔ وہ بیزار ہو گئی۔

"آپ نے اس رشتے سے انکار کرنا ہے"۔

''کبھی نہیں..... بالکل بھی نہیں میں ایسا کچھ نہیں کروں گی' جو میری قسمت میں لکھا ہے وہ مجھے ملے گا''۔ حرما ڈری سہمی پہلے ہی رہتی تھی پھر ابو کے غصے سے تو وہ بچپن سے ڈرتی تھی۔

''قسمت تمہارے ہاتھ میں ہے''۔ وہ تڑ کی بہ تڑ کی گویا تھی۔

''جب کچھ حاصل ہی نہیں تو فائدہ میں اس طرح کروں تو پھر امی کو ابو نہیں بولیں گے کہ یونیورسٹی میں تم نے اسی لئے ایڈمیشن دلوایا تھا کہ یہاں اپنے رشتے خود پسند کرتی پھریں' امی پہلے ہی اتنی پریشان رہتی ہیں' میں ان کی پریشانیاں بڑھا دوں..... بلاوجہ عزت رہے گی میری یا تمہاری''۔ حرما کو اس کی سوچوں اور ضد سے کبھی کبھی بہت غصہ آ رہا تھا۔

''مگر میں ناپسندیدہ شخص کے ساتھ تمہیں زندگی گزارنے نہیں دوں گی''۔ اسے بھی ضد ہو گئی۔

''تمہارا دماغ چل گیا ہے' ضرور جوتے پڑواؤ گی مجھے بھی اور خود کو بھی' چپ کر کے سو جاؤ تم بھی''۔ اسے سرزنش کی' اٹھ کر لائٹ آف کی اور لیٹ گئی۔

لیلیٰ ماہ کی بے چینی کسی طور کم نہیں ہو رہی تھی' دل بغاوت کی صلاح دے رہا تھا' کچھ تو وہ کرے گی اپنی بہن کو یوں چپ چاپ کسی ناپسندیدہ کے ساتھ رخصت نہیں ہونے دے گی۔ ذیشان احمد سے وہ خود بات کرے گی' ایسے کب تک چلے گا' اس کا باپ ٹھیک نہیں ہے' بیٹے تو ٹھیک ہیں ناں' پھر کوئی تو انہیں سدھارنے کیلئے قدم اٹھائے۔ ''پہلا قدم آپی تم اٹھاؤ گی' دوسرا میں اٹھاؤں گی''۔

☆

''لگتا ہے زیادہ میریلیس لگ گئی ہے پاؤں میں جو آج بھی نہیں آئی''۔ حمران نے دس بجتے دیکھے ورنہ وہ نو بجے تک آفس میں آ ہی جاتی تھی' چار دن بہت ہوتے ہیں وہ نہیں آ رہی تھی۔

وہ جان بوجھ کر اس پر ذرا بھی توجہ نہیں دینا چاہتا تھا کیونکہ اس طرح کا تو تھا ہی نہیں' ابھی آفس کی پوری ذمہ داری اس پر تھی۔ اریشماء کی حوصلہ افزائی کر کے وہ تیمور سے الجھنا نہیں چاہتا تھا۔ انٹر کام بجا تو چونک گیا' روحیل سکندر اسے بلا رہے تھے' وہ ان کے روم میں چلا آیا۔

''آؤ حمران!'' روحیل سکندر اس سے جب بھی بات کرتے تھے خوشدلی سے کرتے تھے' اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''حمران! آپ اسے دوبارہ دیکھئے..... اپارٹمنٹ کی ڈیزائننگ میں کچھ گڑبڑ ہو رہی ہے' وہی پارکنگ کا مسئلہ ہے اس میں بھی''۔ انہوں نے مانیٹر پر اس کی نگاہ مبذول کروائی۔

''سر! اس دن میٹنگ میں' میں نے پوائنٹ دیا تھا کہ پارکنگ بالکل بیک پر بنائی جائے کیونکہ پیچھے کی طرف بنانے سے پرابلم نہیں ہوگی''۔ وہ بغور سوچ انداز میں نقشے پر نگاہ جمائے ہوئے تھا۔

''میں نے مس اریشماء کو بتایا تھا''۔

''اوہو..... اریشماء کہہ تو رہی تھی۔ یار! وہ آفس نہیں آ رہی ہے تو بہت پرابلم ہو رہی ہے''۔ روحیل سکندر گھبرائے گھبرائے ہوئے تھے۔ اریشماء نے آدھے سے زیادہ آفس کی ذمہ داری اٹھائی ہوئی تھی انہیں اس کی موجودگی سے اطمینان رہتا تھا۔

''مجھے اریشماء کی بھی فکر ہے اس کے پاؤں کا درد کم نہیں ہو رہا ہے''۔ روحیل سکندر کو اس کی فکر ہوئی۔

''آپ نے ڈاکٹر کو دکھایا' کوئی چیک اپ کروایا..... کوئی ٹیسٹ ایکسرے وغیرہ''۔ حمران کو بھی اس کی فکر ہوئی' اتنی سی موچ اس کے لئے مسئلہ بن گئی تھی۔

''سب کچھ کروایا ہے' وہ آرام کرتی نہیں ہے' دوائیوں میں بھی لاپرواہی برت رہی ہے ٹھیک کیسے ہوگی''۔

''مس اریشماء چھوٹی سی بچی تو نہیں ہیں جو ایسے کر رہی ہیں''۔ اسے حیرانگی ہوئی۔

''بس بیٹا! شروع سے اپنے لئے لاپرواہ ہی رہتی ہے اور اپنے ماں باپ کیلئے اتنی پریشان ہو جاتی ہے کہ ہمیں بیڈ سے پاؤں نہیں اتارنے دیتی ہے''۔

''انہیں خود کا بھی خیال رکھنا چاہئے' اب دیکھئے پورا آفس ان کی غیر موجودگی کی وجہ سے ڈسٹرب ہے کیونکہ ساری خبریں انہیں ہی تو رہتی تھیں''۔

''ہوں..... یہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں''۔ روحیل سکندر چیئر سے ٹیک لگائے حمران کو دیکھنے لگے۔ گرے پینٹ پر نیوی بلیو شرٹ میں چارمنگ اور ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔

''آپ انہیں ذرا سختی سے بولئے کہ اپنا خیال رکھیں''۔

''ارے بیٹا! سختی سے بول کے تو میں کچھ کروا ہی نہیں سکتا' شاید میں نے اپنی بیٹی کو بہت ناز نخروں سے رکھا ہے اس لئے بھی میں اس کے ساتھ سختی نہیں کر سکتا''۔ اریشماء ان کی اکلوتی کائنات تھی اس سے وہ بہت محبت کرتے تھے' ایک ہی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اولاد دی تھی۔

حمران نے نگاہ اٹھا کر انہیں بغور دیکھا' وہ اپنی بیٹی کے معاملے میں خاصے حساس بھی تھے مگر اس طرح اریشماء کو اس کے حال پر چھوڑ دینا بھی ٹھیک نہیں ہے' کب تک ایسے ہی پورا آفس سنبھالنا پڑ رہا تھا' اوپر سے تیمور کی فضول بکواس بھی۔

''میں ڈیزائن چینج کرنے کی کوشش کرتا ہوں' آپ فکر نہیں کریں''۔

''بیٹا! آپ چینج کر لو گے؟'' وہ حیران ہوئے۔

''سر! کوشش کروں گا مگر مس اریشماء کو دکھانا ضروری ہوگا''۔ کمپیوٹر اس نے آف کر دیا تھا۔

''آپ ایسا کرو اس پر کام کر لو تو پھر گھر چلے جانا' تم خود سے ڈسکس کر لینا''۔ وہ ہلکے پھلکے سے ہو گئے۔ وہ سر ہلا کے ان کے روم سے چلا گیا' ڈسکس کرنے کے لئے تو جانا ہی پڑے گا کب تک وہ خود سر کھپاتا رہے گا' اس نے ڈیزائن چینج نہیں کیا پہلے اریشماء سے ڈسکس کرنا ضروری سمجھا۔

تیمور آ گیا تو حمران کو سخت کوفت ہونے لگی' ہر وقت اس کی تنقیدی نگاہیں اس پر رہتی تھیں' ہر بات میں مداخلت وہ اپنی ضروری سمجھتا تھا۔ کمپیوٹر پر حمران کی نگاہیں تھیں۔ تیمور روم میں کھڑ پڑ مسلسل کر رہا تھا' وہ دانت پیس رہا تھا مگر اریشماء کی غیر موجودگی میں تیمور کے منہ لگنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

☆

پورا وقت یونیورسٹی میں بے زاری رہی' لائبہ بھی اس کے موڈ سے پریشان ہو گئی تھی۔ حرما نے پہلے ہی کہہ دیا تھا وہ نہیں جائے گی۔ لیلیٰ ماہ کا دل آج بہت اداس تھا' حرما کو کیا دیکھ کر گئے وہ سب سے زیادہ بے چین ہو گئی تھی۔

''تم اتنا کیوں پریشان ہو؟'' لائبہ اسے زبردستی کینٹین لے آئی تاکہ کچھ کھا پی کے اس کا موڈ ہی ٹھیک ہو جائے۔

''پریشانی کی بات نہیں ہے آپی رخصت ہو جائیں گی اور میں اکیلی کیا کروں گی''۔ اس نے بات کو کچھ گھمایا۔ وہ لائبہ کو اصل بات بتانا بھی نہیں چاہتی تھی' وہ کیوں اتنی مضطرب اور بے چین ہے۔

''یعنی تمہاری بھی شادی ساتھ ہی ہو جائے تو زیادہ اچھا ہے ورنہ تم اداس کوئل بنی رہو گی''۔ اس نے شوخی سے چھیڑا۔

''لائبہ! اب تم میرا مذاق اڑا رہی ہو''۔ لیلیٰ ماہ برا مان گئی۔

''ارے..... میں مذاق کر کے تمہارا دل بہلا رہی ہوں''۔

''فضول بکواس مت کیا کرو''۔ لیل ماہ نے جوس کا سپ لیا۔

اس نے تین کلاسیں تو لی ہی نہیں تھیں۔ دل جو اداس تھا۔ پورا ٹائم ہو گیا تھا۔ ذیشان بھی نظر نہیں آیا تھا۔ گھر سے تو وہ بہت کچھ سوچ کے آئی تھی کہ ذیشان کو یہ بولے گی وہ بولے گی مگر اب وہ کمزور سی پڑ گئی تھی۔

''چلو آج دل نہیں کر رہا ہے کوئی بھی کلاس لینے کو''۔ جوس کا آخری سپ لیا اور کھڑی ہو گئی۔

''لیکچر کے لئے پریشان ہونی رہتا کوئی نہیں دے گا''۔ لائبہ نے پیچھے سے ہانک لگائی۔ وہ آگے آگے جا رہی تھی۔ لائبہ اس کے پل میں بدلتے موڈ سے اکثر بہت پریشان ہو جاتی تھی۔

''لائبہ میرا موڈ ہی نہیں ہو رہا ہے کلاس لینے کا''۔ وہ روش پر چلتی جا رہی تھی۔

''تمہیں حرما باجی ہی ٹھیک کرتی ہیں۔ ان کے پیچھے تو ہاتھوں سے نکلی جاتی ہو''۔

''چلنا ہے تو چلو...... تمہیں کلاس لینی ہے تو چلی جاؤ''۔ وہ پیچھے مڑی تھی جیسے ہی آگے بڑھی ذیشان سے اس کی ٹکر ہو گئی۔

''خیریت تو ہے۔ بھئی آج لیل ماہ اسد کافی غصہ میں دکھائی دے رہی ہیں''۔ ذیشان استفہامیہ اور تشویش بھری نگاہوں سے اس کا تفصیلی جائزہ لینے لگا۔ لیل ماہ خجل سی ہو گئی اگر ذیشان باز نہیں تھا مل لیتا ضرور کر سکتی تھی۔

''جی نہیں تو''۔ اپنا بلیک پرعذا آنچل شانوں پر سمیٹا۔ لائبہ لگتا تھا کلاس لینے ہی چلی گئی۔

''پھر اتنا غصہ کیوں آ رہا ہے؟'' ذیشان اس کے سُتے ہوئے چہرے پر نگاہ مرکوز کئے ہوئے تھا۔

''وہ میں آج اکیلی آئی ہوں آپی یونیورسٹی نہیں آئی ہیں''۔

''مجھے بھی یہی پوچھنا تھا...... وہ محترمہ آج یونیورسٹی کیوں نہیں آئی ہیں؟'' ذیشان کی خود ہی مشکل آسان ہو گئی۔ وہ خود کب سے لیل ماہ کی تلاش میں تھا۔ وہ تو ضرور آئی ہوگی تا کہ حرما کا پوچھے۔

''آپی کو کل کچھ لوگ رشتے والے دیکھنے آئے تھے' کھانا وغیرہ انہوں نے ہی بنایا تھا' رات دیر ہو گئی تو تھکن کی وجہ سے نہیں آئیں''۔ نہ چاہتے ہوئے ہمت کر کے اس نے کہہ دیا۔ ذیشان کا چہرہ کچھ اتر سا گیا' اس نے پہلو بدلا' دل کی حالت عجیب ہوئی۔ لیل ماہ نے بغور اس کے تاثرات نوٹ کیے۔

''اچھا مبارک ہو''۔ لہجے کو مضبوط بنایا۔

''خیر مبارک''۔ اس نے سر ہلایا۔

''یونیورسٹی پھر وہ نہیں آئیں گی؟'' ذیشان کے لہجے اور انداز میں اتنی حسرت اور بے چارگی تھی کہ اسے ترس آنے لگا' دل نے کہا سچ بتا دے...... ابھی رشتہ کون سا طے ہوا ہے۔

''یہ تو ان کے سسرال والوں سے پوچھنا پڑے گا' اگر شادی جلدی کرنے کو کہا تو ہو سکتا ہے آپی یونیورسٹی چھوڑ دیں''۔ لیل ماہ اس کے ضبط کی آخری حدیں دیکھنا چاہتی تھی' کب تک وہ یوں اپنے جذبات دل ہی میں لئے پھرتا ہے۔

''ہوں''۔ ذیشان نے اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کیا۔

''آپ کی آپی اتنی بڑی تو نہیں ہیں کہ آپ ان کی شادی یوں اچانک سے اتنی جلدی کر رہے ہیں''۔

''ہمارے ابو کی یہی کوشش ہے جلدی ہو جائے' پھر وہ اتنی چھوٹی بھی نہیں ہیں کہ شادی نہ ہو سکے''۔ اس نے ذیشان کی نفی کی' وہ سر ہلا کر رہ گیا۔

''ایک سوال آپ سے پوچھوں؟''

''جی پوچھئے''۔ خود کو نارمل ظاہر کرنے کی وہ کوشش کر رہا تھا۔

''آپ اپنی ایجوکیشن پوری ہونے کے بعد کیا کریں گے؟'' وہ ذیشان کی حالت سے محظوظ ہونے لگی۔

''جاب وغیرہ تو دیکھنی ہی ہے''۔ وہ مسکرایا۔

''پھر اس کے بعد شادی ضرور کر لیجئے گا''۔

''جی......'' وہ حیرانگی سے اس کی بات پر ہونقوں کی طرح دیکھنے لگا۔

''حیرانگی کی کیا بات ہے' میں نے پہلی بات کی ہے شادی تو کریں گے ہی نا مگر اپنی پسند سے کیجئے گا ورنہ آپ کا گزارا کسی ایسی ویسی سے ہو بھی نہیں سکتا''۔ لیل ماہ ذومعنی لہجے میں اس پر طنز کرتے کچھ جتانا چاہ رہی تھی۔

''یہ تو خیر میں نے سوچا ہی نہیں''۔

''آپ نے سوچا نہیں کسی دوسرے نے سوچ لیا اور وہ آپ کی سوچ سے پہلے ہی آپ کی سوچ کو لے بھی گیا''۔ اتنی گہرائی سے اس پر طنز کیا۔ وہ لیل ماہ کی گول مول باتوں کو جیسے سمجھ گیا تھا مگر اپنے تاثرات چھپانے میں کمال حاصل تھا۔

''اچھا میں چلتی ہوں''۔ وہ آگے بڑھی۔

''سنئے مس لیل ماہ!'' ذیشان نے پکارا۔

''جی کہیے''۔ وہ رکی۔

''میں آپ کی باتوں کو سمجھ گیا ہوں جو آپ نے کہی ہیں مگر میں اگر کچھ نہیں بول سکا تو اس لئے کہ حیثیت جانتا ہوں اور لوگوں کی نظر میں ہماری کتنی عزت ہے یہ بھی''۔ اس نے طنز کیا' اس کا اشارہ لیل ماہ کے والد کی طرف تھا جو ان کے گھرانے کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے۔

''ہوں''۔ اس نے ہوں کو لمبا کھینچا۔

''اگر میں قدم بڑھاؤں تو آپ میرا ساتھ دیں گی؟''

''کیا مطلب......؟'' اب حیران ہونے کی باری لیل ماہ کی تھی۔

''لیل ماہ! آپ خود اچھی طرح جانتی ہیں ابھی آپ کیا کہہ رہی تھیں''۔ وہ پزل ہو گیا۔

''کیا کہہ رہی تھی میں سمجھی نہیں''۔ وہ جان کے بھی انجان بننے کی ایکٹنگ کرنے لگی۔

''ابھی آپ نے کہا کہ شادی اپنی پسند سے کیجئے گا ورنہ آپ کا گزارا کسی ایسی ویسی سے ہو ہی نہیں سکتا' پھر آپ بتایئے اپنا پرپوزل اگر بھیجوں تو آپ کے گھر والے قبول کر لیں گے؟'' ذیشان نے اپنے دل کی بات عیاں کر ہی دی' وہ حیرت و انبساط میں مبتلا بے یقینی کی کیفیت میں آ گئی' اتنی جلدی یہ شخص کمزور پڑ گیا' ضبط کے پہرے توڑ دیئے۔

''بولئے...... بھیج دوں؟'' اس کی خاموشی کو پھر توڑا۔

''مجھے پتہ نہیں''۔ وہ خود گڑبڑا گئی' نگاہ چرا کے ادھر ادھر دیکھنے لگی' اسے کیا خبر تھی اسی سے سوال کر کے اسے ہی گھیرے گا۔

''اب تو آپی کا رشتہ آ بھی گیا''۔

''طے تو نہیں ہوا ہے نا' آپ مجھے بس یہ بتا دیں مجھے ریجیکٹ تو نہیں کیا جائے گا''۔ وہ پریشان بھی ہو گیا تھا۔

''بھیج کے دیکھ لیں''۔

''لیل ماہ! آپ نگاہ چرا کے بات کر رہی ہیں''۔ اس نے طنز کیا۔

''ایسی تو کوئی بات نہیں ہے''۔ اس نے لب بھینچ لئے۔

''آپ بھی بخوبی جانتی ہیں اور میں بھی جانتا ہوں۔ میرا پرپوزل آپ کے والد صاحب کبھی قبول نہیں کریں گے' الٹا آپ کے لئے مسئلہ ہوگا' میں اپنی حیثیت جانتا ہوں صرف اسی لئے ابھی تک کوئی قدم نہیں اٹھا سکا''۔ لہجے میں حسرت'

دکھتا تھا۔ حرما کو دو سالوں سے چاہتا آ رہا تھا اس کی معصومیت' شرم و حیا' وہ سادگی کا پیکر' کم گو ذیشان احمد کا دل لے گئی تھی۔

''سوچ لوں گا قسمت میں ملنا تھا ہی نہیں' میری دعا ہے کہ حرما جہاں بھی رہے خوش رہے''۔ کس دل سے اس نے دعا دی تھی یہ وہی جانتا تھا۔

''ذیشان صاحب! کوشش کر لینے میں حرج تو نہیں''۔ اس نے لب کھولے کیونکہ وہ جانے کیسے قدم موڑ چکا تھا' بلیک پینٹ پر بلیو شرٹ میں سوبر سا ذیشان سب سے الگ ہی لگتا تھا۔

''جی کوشش.....'' وہ زیر لب گویا ہوا۔

''ہو سکتا ہے جو آپ سوچ رہے ہوں ایسا کچھ نہ ہو' آپ کا پرپوزل قبول کر لیا جائے''۔ اس نے امید دلائی۔

ذیشان نے اسے جواب نہیں دیا' وہ سست قدموں سے چلتا جا رہا تھا۔ لیلی ماہ کو اس پر ترس آنے لگا' اس کی معصوم بہن کیسے رہ سکے گی' یہ دونوں ہی ایک دوسرے کے لئے بالکل پرفیکٹ تھے' کم گو' دھیمی طبیعت کے بردبار۔ وہ لب کچلتی ہوئی بے بس سی لائبریری کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئی۔

کتنی مجبور تھی اپنے ابو کے سامنے ایک لفظ بھی احتجاج میں بولنے کی اجازت نہیں تھی' پھر ذیشان احمد کے والد کو ابو کتنا برا سمجھتے ہیں۔ محلے میں تو کبھی ان دونوں بہنوں کو جانے ہی نہیں دیا تھا' اگر اجازت تھی تو صرف لائبہ کے گھر جانے کی وہ بھی رات میں تو بالکل نہیں۔

جبکہ حرما تو کہیں بھی نہیں نکلتی تھی' رشتے داروں تک کے گھر وہ نہیں جاتی تھی' کبھی کبھی وہ سوچتی کہ ابو اتنے سخت مزاج کے کیوں ہیں' کتنا دل کرتا تھا وہ بھی ان کے پاس بیٹھ کے باتیں کریں مگر ابو نے کبھی گھر میں ایسا ماحول رکھا ہی نہیں تھا' پھر رباز بھائی وہ بھی ہر وقت غصے میں ہی رہتے تھے' کبھی ان بہنوں کو وہ سمجھتے ہی نہیں تھے۔

کیسا ماحول تھا ان کے گھر کا سب ایک دوسرے سے چھپاتے تھے۔ رہی سہی کسر بھابی نے آ کر پوری کر دی تھی' وہ تو بات بے کوئی موقع کی تلاش میں رہتی تھیں۔

''اور اگر ذیشان احمد نے اپنا پرپوزل بھیج دیا تو..... نہیں نہیں یہ تو بہت برا ہوگا''۔ وہ گھبرا گئی' کھڑی ہو گئی' ذیشان کو ڈھونڈنے کیلئے چل پڑی۔ اس نے ذیشان کو جوش دلا کے اپنے لئے مسئلہ کھڑا کیا ہے' ایک طوفان آ جائے گا۔

''کہاں گئے ذیشان احمد؟'' وہ پاگلوں کی طرح پارکنگ ایریا میں دوڑی' کہیں بھی نظر نہیں آ رہا تھا' اس کے دوستوں سے پوچھتی وہ بھی نظر نہیں آ رہے تھے۔ تذبذب کا شکار وہ پریشان سی کھڑی ہوئی' لائبہ بھی جانے کہاں تھی جو نظر نہیں آ رہی تھی۔ دو بج گئے تھے اسے یونیورسٹی میں خالی پھرتے ہوئے۔

☆
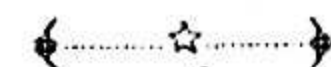
کب سے وہ بیٹا ہوا تھا' ذہن الجھ گیا تھا' جانتا تھا اگر اپنا پرپوزل بھیجا تو یقیناً رد ہی کیا جائے گا' مگر دل بہت پریشان ہو گیا تھا' جب سے یونیورسٹی سے آیا تھا کمرے میں ہی تھا۔ آج تو شہران بھی گھر میں تھا اس سے بھی کوئی بات چیت نہیں کی تھی' حمیرا بیگم کو تشویش ہوئی' اس کے کمرے میں چلی آئیں۔

''طبیعت تو ٹھیک ہے؟ کمرے میں ہی لیٹے ہوئے ہو''۔ انہوں نے ذیشان کی پیشانی پر فکرمندی سے اپنا ہاتھ رکھ کر اس کا بخار چیک کیا۔

''جی ٹھیک ہے''۔ وہ اٹھ کر بیٹھا مگر چہرے پر افسردگی اور سنجیدگی کوئی اور کہانی عیاں کر رہی تھی۔

''تم ایسے کبھی اتنے خاموش نہیں ہوتے ہو' آج نہ شہران کی کچھ خیر خبر لی تم نے''۔ انہیں تشویش تھی۔ اندر آتے شہران کے قدم باہر ہی چوکھٹ پر رک گئے' اپنے نام پر چونک گیا تھا۔

''ذیشان بیٹے! اگر کچھ بات ہے تو بولو بیٹے..... یونیورسٹی میں تو کسی سے کچھ نہیں ہو گیا''۔ وہ ماں تھیں اولاد کی خاموشی پر بھی وہ پریشان ہو جاتی تھیں' پھر ذیشان جس مزاج کا تھا اس سے وہ بخوبی واقف تھیں' کسی سے بحث اور ضد بالکل نہیں کرتا تھا' سلجھی ہوئی طبیعت کا تھا۔

''امی! جانے کیوں آج بہت یہ احساس ہونے لگا ہے کہ لوگ ہمیں اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے' کیوں ہمارا قصور کیا اتنا بڑا ہے؟ آخر آدمی دو دو شادیاں کرتے ہیں اگر ابو نے کر لی تو کیا ہوا؟ لوگ ہمیں اسی بات کی وجہ سے گری ہوئی نگاہوں سے دیکھتے ہیں' ہماری کوئی پہچان نہیں ہے' ہم کچھ نہیں ہیں؟'' وہ اتنا مغموم' رنجور اور افسردہ' کبھی ایسی باتیں تو نہیں کرتا تھا۔ شہران نے پہلو بدلا' وہ اندر جانے ہی والا تھا مگر پھر رک گیا۔

''لیکن تمہارے باپ نے ایک کم عمر لڑکی کو بھگا کے شادی کی تھی' پورے خاندان نے تھوتھو کی ہے' ظاہر ہے لوگ اسی نظروں سے پھر اولادوں کو بھی دیکھتے ہیں''۔ حمیرا بھی تاسف زدہ لہجے میں گویا ہوئیں۔

''کسی نے کہا آج کچھ......؟''

''کہا تو کسی نے کچھ نہیں مگر صرف ایک بات کی وجہ سے مجھے کم مائیگی محسوس ہوئی ہے''۔ اس کے ذہن میں لیلی ماہ کی باتیں آنے لگیں جبکہ اس نے تو پھر بھی امید کا دامن تھامنے کو ہی کہا تھا۔

''یونیورسٹی میں کسی نے کہہ دیا؟''

''کسی نے کچھ نہیں کہا' میری کلاس فیلو ہے اس کا پرپوزل آیا ہوا ہے جبکہ میں نے کبھی یہ سوچا ہی نہیں کہ میں اس سے رشتہ جوڑ دوں''۔ بلا تمہید ان سے بات کرنے لگا۔

''کون ہے' کیسی ہے وہ لڑکی؟'' حمیرا تو سن کے حیران ہی ہو گئیں۔

''اپنے پڑوس میں جو اسد مرزا رہتے ہیں ان کی بڑی صاحبزادی حرما''۔ ذیشان نے نگاہ جھکالی۔

''سمجھ گئی بیٹا! وہ ہمیں اچھا نہیں سمجھتے ہیں' سب جانتی ہوں''۔ وہ بھی لب کچلنے لگیں۔

''تمہیں پسند ہے؟''

''امی پسند کو تو چھوڑیئے' جب ہم ہیں ہی نہیں اس قابل تو پسند کرنے کا فائدہ' اس کی بہن لیلی ماہ نے مجھ سے کہا کہ آپ اپنا پرپوزل بھیج دیں''۔

''کیا؟'' حمیرا کا حیرت سے منہ کھل گیا۔

''مگر امی! میں ایسا بالکل نہیں کروں گا' اس گھر کی بے عزتی اس کے والد کریں''۔ ذیشان نے خود پر ضبط کے پہرے بٹھا لئے تھے' وہ چاہ کر بھی اپنا پرپوزل نہیں بھیجنا چاہتا تھا۔

''اتنے دنوں بعد مجھے بتا رہے ہو؟'' انہیں اس پر ترس آنے لگا۔

''جب سوچا ہی نہیں تو ذکر بھی نہیں کرنا چاہتا تھا مگر آج بس یہ احساس بہت ہوا کہ ہماری کوئی شناخت نہیں ہوگی' لوگ ہمیں نظروں سے گراتے رہیں گے''۔

حمیرا نے تڑپ کے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کے چوم لیا۔ وہ اپنے بچوں کی محرومی سمجھتی تھیں' باہر کھڑا شہران بھی واپس مڑ گیا تھا۔

''نہیں ایسا ہمیشہ نہیں ہوگا میرا یہ بیٹا اس پر تو مجھے فخر ہے..... تو اتنا سعادت مند اور ذمہ دار ہے''۔ انہیں ذیشان پر ہمیشہ پیار آتا تھا جو سب کی خیر خبر رکھتا تھا ورنہ شوہر نے تو ان کا خیال تک کرنا چھوڑ دیا تھا' ان کی آنکھوں سے آنسو نکل گئے تھے۔

(جاری ہے)

☆

شازیہ مصطفیٰ
قسط نمبر 4
سلسلے وار ناول
کبھی عشق ہو تو پتہ چلے
عید مبارک
عید مبارک

اس نے فائل دیکھ کر ساری ڈیزائننگ چینج کردی تھی' تیمور کو خاصا احتجاج ہوا مگر وہ اس کو کوئی اہمیت دینا ہی نہیں چاہتا تھا' فائل لے کے وہ آ گیا تھا کافی دیر سے ڈرائنگ روم میں بیٹھا تھا۔ کسی کی بھی آمد تک محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ چائے اور لوازمات اس کیلئے بھیجے جا چکے تھے مگر آج تو مسز سکندر بھی اس سے سلام دعا تک کرنے نہیں آئی تھیں' روحیل سکندر بھی نہیں تھے اور اریشماء نے کب سے کہلوایا ہوا تھا آ رہی ہے۔

"مس اریشماء گھر میں ہیں بھی یا نہیں؟ کیونکہ مجھے کافی دیر سے کوئی بھی نظر نہیں آ رہا ہے"۔ حمدان سے رہا نہیں گیا تو ملازمہ کو مخاطب کر لیا۔

"چھوٹی بی بی آ رہی ہیں' چینج کر رہی تھیں"۔ ملازمہ نے بھی اپنی گفتگو میں انگلش کا لفظ شامل کیا۔ وہ سر ہلا کر پہلو بدلنے لگا۔ براؤن ڈریس پینٹ پر ہاف وائٹ چیک کی شرٹ میں ڈیسنٹ سا لگ رہا تھا۔

"تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ لائٹ اورنج پرنٹڈ شرٹ اس پر پلین ٹراؤزر دوپٹہ میں ملبوس اپنے لیئر کٹنگ بالوں کو شانوں پر پھیلائے چلی آئی مگر چال میں اس کی لڑکھڑاہٹ ابھی بھی تھی۔ حمدان نے اشارے سے سلام کیا مگر اچٹتی نگاہ میں بھی اس کا تفصیلی جائزہ لے لیا تھا۔

"میں یہ فائل لایا تھا"۔

"مجھے ڈیڈی نے بتایا تھا"۔ فائل اس کے ہاتھ سے لی اور سامنے والے بڑے اسٹائلش سے صوفے پر بیٹھ گئی چند منٹوں تک وہ فائل میں مصروف رہی۔ حمدان نے کھنکار کے اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔

"ڈیزائننگ ٹھیک ہے"۔ اس نے فائل سے سر اٹھایا۔

"آپ ابھی کہیں جا رہی ہیں؟" اس نے نارمل لہجے میں مخاطب کیا۔

"نہیں تو"۔ اریشماء تو چونک کر رہ گئی آج پہلی بار اس نے خود سے کوئی بات کی تھی۔

"آپ کی ممی اور ڈیڈی بھی نظر نہیں آئے"۔

"اصل میں ممی اپنی کسی فرینڈ کے ساتھ گئی ہوئی ہیں اور ڈیڈی کچھ دیر پہلے آئے تھے مگر وہ چاچو کی طرف گئے ہیں"۔ اس نے تفصیل بتائی۔

"آپ نے تو کہیں نہیں جانا ہے تو پھر آپ کھڑی ہوں"۔ لہجے میں رعونت اور تحکم بھی تھا۔

"کہاں؟" وہ کچھ سمجھی نہیں۔

"آپ کے پاؤں کا میں چیک اپ کرواتا ہوں' ایسا کیا مسئلہ ہے جو ٹھیک ہو کے نہیں دے رہا ہے"۔ حمدان کے چہرے سے بے زاری بھی چھلک رہی تھی۔

"جی"۔ اس پر تو حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے' حمدان اور ایسی بات اور اس کا فکرمند اور تشویش زدہ لہجہ وہ بھی اپنے لئے' اریشماء کی بصارت و سماعت یقین نہیں کر پا رہے تھے۔

"اٹھیے مجھے آپ کے پاؤں کے ساتھ کچھ اور مسئلہ لگ رہا ہے' ایسے دوائیوں کی ضرورت نہیں ہے کھنچائی کی ضرورت ہے"۔ وہ کھڑا ہو گیا۔ اریشماء اس کی باتوں کو ناسمجھی سے سن رہی تھی۔

"کھنچائی....." حواس باختہ بھی ہوئی۔

"پلیز چلئے' ٹائم نہیں ہے میرے پاس' نو بجتے ہی میری امی پریشان ہو جاتی ہیں کہ میں آفس سے ابھی تک کیوں نہیں آیا"۔

"دیکھئے حمدان! میرے پاؤں کی معمولی سی تکلیف ہے چند دن میں ٹھیک ہو جائے گی"۔ وہ گھبرا بھی گئی۔

"یہ چند دن مجھے پتہ ہے کتنے لمبے ہوں گے' میں روز روز کی فضول کی باتوں سے پریشان ہوں جو آپ کے کزن تیمور کرتے ہیں"۔ اس کے لہجے میں ناگواری اور بے زاری بھی چھلک رہی تھی۔

"تیمور کی باتوں پر آپ دھیان ہی کیوں دیتے ہیں"۔

"کچھ بھی ہو محترمہ! آپ ابھی چلئے کیونکہ آپ کے ڈیڈی بھی بہت پریشان ہیں آپ کی وجہ سے' میں تاں بالکل نہیں سن سکتا' لائیے گاڑی کی چابی دیجئے"۔ وہ آج ذرا بھی تکلف نہیں برت رہا تھا' اریشماء کو وہ حیران کر رہا تھا۔ اس نے پھر زیادہ بحث نہیں کی کیونکہ حمدان کے مزاج سے واقف ہوگئی تھی' کیسا بے مروت ہے چھوڑ کے جانے میں لمحہ نہیں لگائے گا مگر ڈر بھی رہی تھی اس نے کھنچائی کیوں کہا ہے۔

"آپ جا کہاں رہے ہیں؟" گاڑی میں خاموشی تھی وہ ساتھ ہی فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی۔

"آپ خاموشی سے بیٹھی رہئے' کسی غلط جگہ نہیں لے کے جا رہا"۔ اریشماء جھینپ کر اس کے سنجیدہ سے چہرے کو استفہامیہ نگاہوں سے گھورنے لگی۔

"کتنا مشکل ہے یہ شخص' پتہ نہیں چلتا کیا سوچ رہا ہے' کیا کرنا چاہتا ہے"۔ اس کا ذہن الجھ گیا تھا۔

ایک چھوٹے سے کلینک کے سامنے گاڑی رکی تو وہ خیالوں کی دنیا سے واپس آئی۔

"اتریئے"۔ فرنٹ ڈور کھول کے اترنے کا اشارہ کیا۔ رات کی وجہ سے سڑک پر ٹریفک رواں دواں تھا بمشکل وہ ادھر ادھر دیکھتی ہوئی لڑکھڑاتی ہوئی اتری۔ حمدان نے ہاتھ پکڑ لیا' دوسرے ہاتھ سے ڈور بند کیا' فٹ پاتھ کراس کر کے سامنے کلینک تھا۔

"آئیے چلئے"۔ وہ اسے لے کے چلنے لگا۔ اریشماء تو ناسمجھی کی کیفیت میں اس کی تقلید میں چلنے لگی۔ خواتین اور مردوں کا الگ پورشن تھا۔ حمدان نے جانے اندر بیٹھے اس شخص سے کیا کہا وہ دیکھتی رہی۔

"آپ انہیں اندر لے جائیے"۔ اس شخص نے کہا۔ حمدان نے اریشماء کا ہاتھ پکڑا' کیبن کے باہر کھڑا ہو گیا' ایک خاتون باہر آئی۔

"آئیے آئیے"۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کے لے گئی تھی۔ خواتین اور بچوں کی لمبی قطار تھی' سب ہی لگتا تھا اپنی اپنی چوٹ لے کے بیٹھے تھے۔ اریشماء کی آنکھیں دہشت سے پھٹ گئیں کیونکہ وہ خاتون بیچ میں کسی عورت کی کہنی کی کھنچائی کر رہی تھی۔

"مجھے نہیں کروانا کچھ"۔ وہ بدک کر چیئر سے اٹھنے لگی۔

"ارے بیٹا! کچھ نہیں ہوگا' کوئی نس کا مسئلہ ہوگا وہ بس میں مساج کروں گی ٹھیک ہو جائے گا"۔ وہ خاتون اسے تسلی دینے لگی مگر اریشماء کا دم اندر ہی اندر خشک ہونے لگا' حمدان پر غصہ بھی آنے لگا وہ کہاں لے کے آ گیا تھا۔

☆

وہ سمجھا کہ وہی ایسا سوچتا ہے آج پتہ چلا اس کے بھائی کی بھی وہی سوچیں اندر کی محرومیاں اس کے دل میں بھی ہیں اور اس پر یہ بھی راز کھلا اس کا بھائی کسی لڑکی کو پسند کرتا ہے اور وہ لڑکی اپنے محلے کی اسد مرزا کی بیٹی ہے جنہیں پہلے ان سے بیر ہے اور ان سب کو کون اچھا سمجھتا ہے۔ مگر شہران کو یہ بات غصہ دلا رہی تھی' اس پر ضد بھی سوار ہو رہی تھی' ایسے کیسے وہ اپنی بیٹی کی کسی اور جگہ شادی کر سکتے ہیں۔

"میں بھی دیکھتا ہوں کیسے ہوتی ہے شادی"۔ وہ لیٹے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ اپنے جان سے پیارے بھائی کو یوں اداس تو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ کریکٹر خراب ان کے باپ کا تھا' اس کے بھائی کا تو نہیں ہے۔

"میرا بھائی بالکل صاف اور اجلا ہے' میں اس کے ساتھ ایسا نہیں ہونے دوں گا کہ ہر کوئی اسے ہمارے باپ کی طرح سمجھے"۔ اس کے دماغ میں تو لاوا پک رہا تھا' ویسے ہی اس پر تو ہر وقت بدلہ سوار رہتا تھا پھر وہ اسد مرزا کی نگاہوں کی تذلیل روز ہی آتے جاتے برداشت کرتا تھا' اس نے بھی اپنا روز کا معمول ہی بنایا ہوا تھا ان کے گھر کے سامنے کچرا جمع کر کے اسے پھر آگ لگاتا۔

"میں شہران احمد ہوں' شہر کو ہلا کر رکھ سکتا ہوں"۔ وہ دانت پیسنے لگا۔

آج تو اس نے اوپر جا کر پڑھائی بھی نہیں کی تھی چھپ چھپا کر وہ پڑھ رہا تھا مگر کسی کے سامنے ظاہر نہیں کر رہا تھا۔ ذہن اس کا بہت کچھ سوچنے لگا تھا' ابھی مغرب میں خاصا وقت تھا وہ پھر اوپر چھت پر آ گیا' پرندوں کا شور اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکے کانوں سے ٹکرا رہے تھے غیر ارادی طور پر اسد مرزا کی بلڈنگ پر نظر ڈالی' گیلری میں وہ کھڑی تھی گرین کپڑوں میں ملبوس ستون سے ٹیک لگائے' وہ بھی لگتا تھا کسی گہری سوچ میں غلطاں تھی۔ اس کے گھر کا ان کی بلڈنگ کا فاصلہ بھی بہت کم تھا شہران کی نگاہ بار بار اٹھ رہی تھی اسی وقت لیلیٰ ماہ کی نگاہیں اس کی نگاہوں سے ٹکرائیں۔

"کچھ تو کرنا ہی ہوگا بہت تمہارا باپ اس محلے میں شریف سمجھتا ہے"۔ دانت پیسے۔

اگر اس کے باپ نے دو شادیاں کی تھیں تو کیا گناہ کیا تھا۔ ہاں یہ غلط تھا کسی کم عمر لڑکی کو بھگا کے شادی کی تھی یہ بہت غلط تھا' پورا محلہ اسی وجہ سے گری ہوئی نگاہوں سے دیکھتا تھا یہی شہران کو غصہ دلاتا تھا۔

شہران کی نگاہیں وارفتگی سے اس کا طواف کر رہی تھیں۔ وہ کچھ جھجک کے پیچھے ہو گئی مگر شہران نے پھر بھی نگاہوں کا زاویہ نہیں بدلا۔

"دیکھنا تمہیں بھی اپنے جال میں پھانس لوں گا' جیسا باپ ویسا بیٹا میں بھی بن کے دکھاؤں گا' عزت سے رہنے نہیں دیتے ہیں تم جیسے شریف گھرانوں کا ڈھونگ رچانے والے"۔ اس کے دماغ کی شریانیں تن گئی تھیں' اندر سے بدلے کی آگ اور غصہ سب باہر آ رہا تھا۔

"بہت نمازی ہیں ناں تمہارے والد صاحب اب دیکھنا کیسے منہ چھپاتے پھریں گے"۔ شہران کے ہونٹوں پر طنزیہ تمسخرانہ مسکراہٹ رینگ گئی۔

وہ مسلسل لیلیٰ ماہ کو اپنی نگاہوں کے حصار میں لیے ہوئے تھا' جبکہ وہ سائیڈ پر ہو گئی تھی مگر اندر سے نظارہ واضح ہو رہا تھا اس کی سرخ و سپید رنگت شام میں چمک رہی تھی۔ ایک ایک نقش اتنا پرکشش تھا وہ آج بغور دیکھ رہا تھا۔

"تمہارا شکار تو میں کروں گا لیلیٰ ماہ اسد"۔

اچانک ہی وہ پھر غائب ہو گئی تھی شاید شہران کی نگاہوں کی تپش نے اسے جھلسا دیا تھا' وہ زیادہ دیر سامنا نہ کر سکی۔ شہران نے خود کو پھر چیئر پر گرا لیا۔ ذہن میں یہ سوار تھا اپنے بھائی کی خوشی کو کبھی یوں غارت نہیں ہونے دے گا' چاہے اس کیلئے آگ کا سامنا کرنا پڑے' سب کی پھنکاریں برداشت کرنا پڑیں۔

"شہران احمد کو کوئی بھی اس کے ارادوں سے نہیں ہٹا سکتا"۔ آنکھیں بند کر لی تھیں' ذہن پر اتنا بوجھ آ گیا تھا' دل تو پہلے بے کل اور پریشان رہتا تھا اب دوسری پریشانی سوار ہو گئی تھی۔

☆

"آج اسے کیا ہو گیا تھا جو اتنا گھور گھور کے دیکھ رہا تھا ورنہ تو وہ دیکھنا تک پسند نہیں کرتا ہے"۔ لیلیٰ ماہ کو اس وقت سے حیرانی تھی' شہران کی وارفتگی اتنی دیر تک اسے حیرت و انبساط میں مبتلا کر گئی تھی' دل الگ دھڑک اٹھا تھا ورنہ تو وہ ہمیشہ کبھی کبھی ہی اچٹتی نظروں سے دیکھتا ہوا گزر جاتا تھا مگر آج اس کے انداز ہی جدا تھے۔

دو دن سے گلی میں بھی نظر نہیں آ رہا تھا ورنہ جھاڑو اس کے ہاتھ میں ضرور ہوتی اور کچرا جمع کرنے میں لگا رہتا۔ اپنے اسائنمنٹ لے کے بیٹھ گئی تھی۔ حرما آج یونیورسٹی نہیں گئی تھی کچن میں ہی لگی ہوئی تھی' دونوں کو ابھی تک فرصت ہی نہیں ملی تھی۔

"اوپر اتنی دیر تک مت رہا کرو"۔ حرما نے اسے ٹوکنا ضروری سمجھا۔

"آپی! میں اوپر ادھر اُدھر تاکنے نہیں گئی تھی صفائی کرنے گئی تھی"۔ وہ برا مان گئی۔

"میں تو اس لئے بول رہی ہوں بھابی بار بار پوچھے جا رہی تھیں"۔ وہ بالوں میں برش چلانے لگی' کل سے بالوں کی بھی خبر نہیں لی تھی' دل ہی نہیں کر رہا تھا کہ کچھ کرے۔

"آپی! آج ذیشان احمد تمہیں پوچھ رہا تھا"۔ پیپرز پر نگاہیں جمی ہوئی تھیں۔ حرما کے برش چلاتے ہاتھ رک گئے' چونک کر اسے دیکھا جو بیڈ پر دونوں پاؤں اوپر کئے اپنے کام میں مصروف تھی۔

"تم نے کیا کہا؟"

"میں نے کہہ دیا آپ کا رشتہ پکا ہو رہا ہے"۔ لیلیٰ ماہ کو تو خود حرما کا رشتہ ہونے پر غصہ تھا جو ابو اور راز بھائی پیچھے ہی لگے ہوئے تھے۔

"اچھا کیا جو بتا دیا' میں ویسے بھی پڑھائی چھوڑ دوں گی"۔

"کیوں ہمت نہیں ہے ذیشان احمد کا سامنا کرنے کی"۔ طنز سے گویا ہوئی۔

"فضول بکواس نہیں کیا کرو"۔ جلدی جلدی بالوں کو سنوار کے چوٹی بنانے لگی۔

"آپی! کیوں خود پر جبر کرتی ہو اگر ذیشان احمد کو پسند کرتی ہو تو اعتراف تو کرو"۔ لیلیٰ ماہ نے آگے کی ساری بات تو اسے بتائی ہی نہیں کہ وہ کیا کچھ ذیشان کو کہہ چکی ہے۔

"جب کچھ حاصل نہیں تو اعتراف کر کے مجھے وہ مل نہیں جائے گا"۔ دل میں تو بے قراری اور اضطراب بڑھ گیا تھا' راتوں کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ ذیشان احمد کی سنجیدگی اور سادہ دلی حرما کو بھولتی ہی نہیں تھی' چپکے چپکے وہ اپنی محبت کو اندر ہی اندر سینچ رہی تھی مگر ذیشان پر کبھی واضح ہی نہیں کیا' وہ بھی اس کیلئے جذبات و احساسات رکھتی ہے۔

"اللہ تعالیٰ کیا سے کیا نہیں کر سکتا ہے' آپی! تم اتنی معصوم ہو اور ذیشان احمد تم دونوں ایک دوسرے کیلئے بالکل پرفیکٹ ہو میری تو ہر وقت یہی دعا ہے کہ انہونی ہو جائے تم ذیشان احمد کی بن جاؤ"۔

"لیلیٰ۔ دا کیوں تم اپنی شامت بلانا چاہتی ہو' فضول کیوں بولتی ہو"۔ حرما کو تو ہر وقت ڈر لگا رہتا تھا کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں' اگر سن لیا تو ابو تو پتہ نہیں کیا کر دیں۔

"اس میں شامت بلانے کی کیا بات ہے' ذیشان احمد کے والد کی جو بھی شہرت ہے ہونے دو مگر ذیشان احمد تو فرشتوں جیسا بندہ ہے۔ آپی! وہ آنکھ اٹھا کر تو بات کرتا نہیں ہے اتنا معصوم انسان ہے' مجھے اس کے ساتھ یہ ناانصافی لگ رہی ہے کہ تمہاری شادی کسی اور سے ہو جائے"۔

"تم کچھ اور بات نہیں کر سکتی ہو"۔ حرما کے دل میں تو بے کلی بڑھ گئی تھی' وہ کیسے ذیشان کو بھولے گی' اس کی نگاہوں کی معنی خیزی' وہ سنجیدہ سے بندے کا دبا دبا شوخ معنی خیز انداز جس میں اتنا پیار ہوتا وہ تو گڑبڑا جاتی۔

"کیا بات کروں آپی! آج جب میں نے انہیں تمہارے رشتے کے بارے میں بتایا ان کا چہرہ اتر گیا تھا' مجھے ان پر اتنا ترس آ رہا تھا دل کر رہا تھا تمہارا اور ان کا نکاح فوراً پڑھوا دوں"۔ اس نے پیپرز سارے اٹھا کر ڈرائنگ ٹیبل پر رکھے۔

"توبہ ہے لیلیٰ ماہ! تم ہر بات اتنی بے باکی سے کہہ دیتی ہو' مجھے سوچتے ہوئے پسینے آنے لگتے ہیں"۔ وہ سر ہلا

''آئی ایم فائن''۔ وہ سنبھل کے کھڑا ہوا' براؤن ڈریس پینٹ پر ہاف وائٹ شرٹ میں نفاست سے سنورے بال، بابوزادہ وجیہہ و شکیل لگ رہا تھا۔

''مریم...... ! تیمور صاحب کو آبجیکشن ہے''۔

''تیمور کی ایک کان سے سن کے دوسرے سے نکال دیا کریں''۔ وہ کمپیوٹر کے آگے سے ہٹنے لگی' حمدان کے پڑوس سے بھینی بھینی پرفیوم کی مہک اس کے ناک کے نتھنوں میں گھسی تو وہ چونک کر دیکھنے لگی۔

''آپ کا پاؤں اب کیسا ہے؟ سوری کل میں بغیر بتائے آپ کو یوں لے گیا مگر مجھے دیسی طریقہ سے آپ کا علاج کرانا زیادہ مناسب لگا ورنہ آپ تو ملنے کی بھی روادار نہیں تھیں''۔ اریشماء کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ رینگ گئی۔

''پاؤں تو ٹھیک ہو گیا ہے مگر آئندہ اس طرح بغیر بتائے کبھی حملہ نہیں کیجیے گا''۔

''سوری''۔ شرمندہ بھی ہوا۔

''مسکراتے ہوئے آپ زیادہ اچھے لگتے ہیں کبھی کبھی مسکرایا کریں آپ کا مزاج بدلے گا''۔ معنی خیزی سے اتنی گہری بات کی تھی' حمدان پہلو بدل کر رہ گیا' نگاہیں دونوں کی ملی تھیں۔ پنک کلر اریشماء پر اتنا اچھا لگ رہا تھا خود بھی پنک ہی لگ رہی تھی۔

''میں ایسی باتیں پسند نہیں کرتا ہوں''۔ کی بورڈ پر ہاتھ مارا اور چیئر کھسکا کے بیٹھ گیا۔

''مسٹر...... ! میں نے ایسی باتیں کی ہی کب ہیں''۔ وہ اکثر حمدان کو چڑا کے مزے لیتی تھی۔ وہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا' اریشماء کی موجودگی کو یکسر فراموش کر دیا۔

''آپ اتنا مجھ سے بچتے کیوں ہیں؟''

''میرے خیال میں آپ اپنے روم میں جائیے' مجھے کام کرنا ہے''۔ سپاٹ انداز میں جواب دیا۔ اریشماء جز بز سی ہوئی اور اس کے برابر سے نکل گئی' حمدان نے نگاہ ترچھی کر کے اسے جاتے دیکھا تھا مگر اسی وقت تیمور اس کے کیبن میں آ گیا' حمدان کی تیوریوں پر بل پڑ گئے۔

''سنو تم ڈیزائن چینج کرو میں نے تایا ابو سے بات کر لی ہے''۔ وہ اس کے ہاتھ سے کی بورڈ اپنے قریب کر کے بولا۔

''میں نے اریشماء سے بات کر لی ہے انہیں اعتراض نہیں ہے''۔ حمدان کو غصہ آ گیا۔

''تم آخر اتنا اکڑتے کیوں ہو؟ میں جو کہہ رہا ہوں وہ کرو اریشماء بے وقوف ہے''۔

''مگر میں نہیں ہوں' ڈیزائن او کے ہو چکا ہے''۔ حمدان کو بھی ضد ہو گئی تھی۔

''یہاں تم ملازم ہو مالک نہیں جو اپنی چلا رہے ہو' اوقات میں رہو''۔ تیمور کا رویہ تنک بد صورت تھا۔ حمدان کو یہ اپنی تضحیک سی لگی' وہ جھٹکے سے چیئر پیچھے کر کے کھڑا ہوا۔

''اگر تم اریشماء سے کمپلین کرو گے تو آئی ڈونٹ کیئر''۔

حمدان اتنی تیزی سے اپنے کیبن سے نکلا کہ تیمور بھی اس کی تقلید میں نکل آیا' وہ اریشماء کے سامنے تھا۔

''مجھے آپ کی یہ جاب نہیں کرنی' میں جا رہا ہوں ریزائن لیٹر کل مل جائے گا''۔ وہ آگے سے کچھ سنے بغیر جانے کیلئے مڑا۔

''ہاں ہاں جاؤ''۔ تیمور نے ہاتھ نچا کے اسے جانے کا اشارہ کیا۔

''حمدان! کیا ہوا ہے بات تو بتائیے''۔ وہ بھی گڑبڑا کے متوحش زدہ سی رہ گئی۔

''میں نے کہا ڈیزائن چینج کرو یہ منع کر رہا ہے''۔

کے لمبا سانس بھرنے لگی۔

''کاش آپی...... ! تمہاری شادی ذیشان احمد سے ہو جائے''۔ وہ دونوں ہاتھ آپس میں جوڑ کے آنکھیں بند کر کے دل سے دعا کرنے لگی۔ حرمانے دل میں آمین کہہ دیا مگر پھر خود لب بھینچ کے رہ گئی۔

''تمہارا تو دماغ خراب ہے''۔ وہ ٹیبل کی چیزیں سیٹ کرنے لگی۔

''ویسے آپی فرض کرو تمہاری شادی اگر ذیشان احمد سے ہو جائے تو تم کیسا فیل کرو گی جب وہ تمہارے قریب آئیں گے''۔

''نیل ماہ...... اللہ کے واسطے اپنی زبان کو روک لو کیوں گناہ والی باتیں کرتی ہو''۔ وہ تو حیرانگی اور شرم و جھجک سے ہاتھ جوڑ کے اسے باز رہنے کو بولنے لگی۔

''لو میں تو اچھی بات کر رہی ہوں گناہ کی کیا بات ہے' اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارا ساتھ ذیشان احمد سے لکھا ہے تو کوئی نہیں روک سکتا اور پھر کہتے ہیں دل سے کی جانے والی دعائیں بارگاہِ الٰہی میں ضرور قبول ہوتی ہیں''۔ نیل ماہ کی تو رات دن کی دعا یہی تھی اس کی بہن کی شادی ذیشان احمد سے ہو جائے۔

اور وہ شہران کو بھی تو چاہتی ہے اپنی محبت کو تو اس نے ابھی تک چھپا کر رکھا ہوا تھا مگر آج کی شہران کی حرکت نے دل میں روشنیاں بڑھا دی تھیں۔

''ٹھیک ہے تم دعا کرتی رہو''۔ وہ کمرے کی دیگر چیزیں سمیٹنے لگی۔

''ابو تو ذیشان احمد کے والد سے اتنا خائف ہیں مجھے اپنی بھی فکر ہے''۔

''اپنی بھی فکر......'' حرمانے چونک کر نہ سمجھی کی کیفیت میں دیکھا۔

''میرا مطلب ہے کہ ابو مجھے بھی کہیں ایسے ہی ٹھکانے نہ لگا دیں جیسے تمہیں لگانے کے چکر میں ہیں''۔ وہ تو گڑبڑا گئی روانی میں جانے وہ کیا کچھ بک گئی تھی۔

''میری دعا ہے تمہیں تو تمہاری پسند کا بندہ ملے کیونکہ تم کسی طرح بھی کسی دوسرے کے ساتھ کمپرومائز قطعی نہیں کرو گی اتنا جانتی ہوں''۔

''ٹھیک کہا مجھے میری پسند کا بندہ مل جائے تو بہتر ہے' کم از کم ہماری لڑائیاں ہم ہی برداشت کر سکتے ہیں''۔ نیل ماہ کے خیالوں میں جھگڑالو سا شہران آ گیا جو اکثر ہی اس سے الجھ جاتا تھا۔

☆

دوسرے دن وہ آفس میں تھی حمدان نے تشکر بھرا سانس لیا۔ پنک پرنٹڈ جارجٹ کی لانگ شرٹ اور پنک پلین جارجٹ کا ٹراؤزر اس پر لمبا سا دوپٹہ شولڈر کٹ بال پشت پر پھیلے تھے' لائٹ سی پنک لپ اسٹک میں وہ خاصی سوبر اور دلکش لگ رہی تھی۔ چال بھی اس کی ٹھیک تھی انداز میں ذرا سی بھی تکلیف کے آثار نہیں تھے' حمدان نے بغور اس کا تفصیلی جائزہ لیا تھا' سرخ و سپید ہاتھ پاؤں جو بالکل موم کی طرح لگتے تھے بار بار نگاہ الجھ رہی تھی۔ کمپیوٹر اسکرین پر نگاہ جمی تھی کی بورڈ پر اس کی مومی انگلیاں رقص کر رہی تھیں' کلائیوں پر بڑی بڑی کشادہ آستینیں جھول رہی تھیں' وہ ٹیبل پر ہاتھ ٹیک کر اس کے قریب ہی کھڑا تھا۔

''گڈ مسٹر حمدان احمد! آپ نے تو ساری پرابلم سولو کر دی''۔ لہجے میں خوشی جھلک رہی تھی۔

''جج...... جی......'' وہ اتنا اریشماء میں مگن تھا کہ اچھل ہی گیا۔

''آر یو او کے......؟'' اس نے حمدان پر اپنا چہرہ اٹھا کر تاکیدی پوچھا۔

''کیوں چینج کروں؟ میں نے فائنل کر دیا ہے''۔ اریشماء کو تیمور پر ویسے بھی بہت غصہ آتا تھا جو اپنا عمل دخل آفس میں رکھنے لگا تھا۔

''حمدان..... رُکیے تو''۔ وہ اس کے پیچھے دوڑی تھی۔ مگر حمدان اتنی تیزی سے نکلا تھا وہ ہاتھ ملتی رہ گئی۔ تیمور پر اسے اتنا غصہ آیا اس پر برس پڑی۔

''آخر تم اس کے پیچھے کیوں پڑے رہتے ہو وہ میرے انڈر میں کام کرتا ہے تم کون ہوتے ہو بولنے والے''۔

''سنو آرام سے بیٹھو وہ شخص مجھے شروع سے پراسرار لگ رہا ہے' خوب سمجھتا ہوں ایسے لوگوں کو جو اپنی سنجیدگی کا ڈھونگ رچا کے تم جیسی لڑکیوں کو ٹریپ کر لیتے ہیں''۔

''شٹ اپ''۔ وہ حلق کے بل چیخی۔

''وہ میرا کلاس فیلو ہے''۔

''میں نے سب پتہ لگا لیا ہے وہ تمہارا کلاس فیلو نہیں ہے' اچار بنانے والی کا بیٹا ہے' اس کی اوقات پر رکھ کر بات کیا کرو' سمجھیں''۔ اتنا نفرت اور حقارت بھرا لہجہ تھا اریشماء دانت پیس کر رہ گئی۔

''تم ہوتے کون ہو میرے معاملات میں بولنے والے''۔

''تمہارا کزن ہوں اور ہو سکتا ہے آئندہ کی لائف میں لائف پارٹنر بھی بن جاؤں''۔

''کیا بکواس ہے''۔ اس کا دل تو دھڑک اٹھا۔

''یہ بکواس نہیں ہے مجھے سب خبر ہے' حمدان کو میرے مقابل لانا چاہتی ہو' ایسا میں ہونے نہیں دوں گا''۔ وہ آنکھوں میں رعونت' رعب رکھ کر اسے وارن کر رہا تھا۔

''تیمور..... تم ہوش میں تو ہو کیا کہہ رہے ہو''۔ وہ تو متوحش زدہ سی اسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگی۔

''بالکل ہوش میں رہ کے کہہ رہا ہوں' میں سب سمجھ بھی رہا ہوں تمہارا جھکاؤ حمدان کی طرف ہے''۔ تیمور کو تو اس وقت اتنا طیش اور جلال آ رہا تھا بس نہیں چل رہا تھا حمدان کو مار دے یا اریشماء کو کہیں قید کر دے۔ اریشماء کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا اس وقت' وہ خود کو ذرا بھی اس کے سامنے کمزور ظاہر نہیں کرنا چاہ رہی تھی ورنہ وہ اس پر حاوی ہو سکتا تھا۔

''جسٹ شٹ اپ' میری مرضی میں کسی سے بھی دوستی رکھوں' کسی کو بھی اہمیت دوں' تمہیں بولنے کی ضرورت نہیں ہے''۔ وہ اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھ گئی۔ غصے میں ایک ایک چیز اٹھا کر دیوار پر مارتی جا رہی تھی' کرسٹل کی ٹیبل پر اتنی زور سے ٹیلی فون سیٹ پٹخا اس پر کریک پڑ گیا۔ تیمور تو ٹھٹکا ہی گیا' ڈر گیا اریشماء پر تو لگتا تھا جنون سوار ہو گیا تھا۔

''اریشماء..... کیا پاگل پن ہے''۔ وہ دبی دبی آواز میں چیخا۔

''چلے جاؤ یہاں سے ورنہ میں تمہارا ابھی سر پھاڑ دوں گی' تم نے مجھے سمجھا کیا ہے''۔ وہ آگے بڑھی۔ تیمور اس کو قابو کرنے آگے بڑھا تو اس کا ہاتھ ٹیبل پر جا پڑا' اریشماء کی کلائی سے خون کا فوارہ نکل پڑا۔

''اوہ مائی گاڈ''۔ تیمور تو سر پکڑ کے رہ گیا۔ اریشماء نے اسے دھکیلا اور اٹھا اٹھا کے ٹیبل کی چیزیں تیمور پر پھینکنے لگی' وہ بوکھلاہٹ کا شکار ہو گیا' ایسے میں اسے چھوڑ کے بھی نہیں جا سکتا اور اگر روحیل سکندر آ گئے تو وہ کیا جواب دے گا' اس کی تو ریپوٹیشن ان کے سامنے آکورڈ ہو جائے گی' وہ پھر بڑھا تھا اریشماء اتنی تیزی سے روم سے باہر نکلی تھی وہ پاگلوں کی طرح باہر نکلا حواس باختہ ہو رہا تھا' سب کی فہمائشی تنقیدی نگاہیں دونوں پر تھیں' تیمور کو ندامت محسوس ہو رہی تھی' سب کیا سوچ رہے ہوں گے۔

☆.....☆.....☆

تین دن ہو گئے تھے اسے دیکھے ہوئے' کلاسز لے رہا تھا مگر دل اضطراب کا شکار تھا' وہ اسے چھوڑ بھی نہیں سکتا تھا اور اسے اپنا بھی نہیں سکتا تھا۔ سماج کے لوگ' گھر کے لوگ کب رشتہ قبول کریں گے' اس کی نہ محبت ایسی افلاطونی تھی اور نہ ہی وہ اور لڑکوں کی طرح محبت و دیوانگی میں اتنا پاگل تھا کہ کسی کی عزت کا خیال نہیں کرتا۔ اسے دونوں گھرانوں کی عزت عزیز تھی۔ مگر اس دل کی بے چینی اسے کچھ کرنے نہیں دے رہی تھی' کیسے وہ کسی اور کے ساتھ زندگی گزار دے جسے اس نے ہمیشہ اپنے ساتھ تصور کیا تھا۔

کاش انہونی ہو جائے' کاش کچھ تو ایسا ہو جائے وہ اسے مل جائے مگر یہ کاش کب پورا ہوتا ہے' جب منزلیں ہی الگ ہوں تو کاش کا لفظ بھی نہیں ہونا چاہیے اور پھر کہتے ہیں زندگی میں کاش کو کبھی شامل نہیں کرنا چاہیے۔ کب سے وہ بینچ پر بیٹھا سوچوں میں غلطاں تھا۔ لیل ماہ کی نظروں نے اسے تلاش کر ہی لیا تھا۔ اپنے بلیو اور وائٹ کنٹراسٹ سوٹ کا آنچل قرینے سے سنبھالتی ہوئی اس تک آ گئی۔

''السلام وعلیکم!''

''وعلیکم السلام!'' ذیشان نے مسکرا کے جواب دیا۔

''میں بڑی دیر سے آپ کو سوچوں میں دیکھ رہی ہوں خیریت تو ہے''۔ اسے تشویش بھی ہوئی' سب سمجھ رہی تھی حرما کو وہ سوچ رہا ہے۔

''نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں''۔ وہ جھینپ گیا۔

''میں سب جانتی ہوں اور سمجھتی ہوں''۔ وہ پھر مسکرایا' اس کے چہرے پر اداسی بھی تھی مگر وہ خود کو سنبھالے ہوئے تھا۔

''تین دن گزر گئے آپ نے ابھی تک کچھ نہیں سوچا''۔ وہ اس کی سوچوں کو جاننا چاہتی تھی وہ اب تک کس نتیجے پر پہنچا۔

''کیا نہیں سوچا''۔ وہ انجان بننے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔

''آپ انجان بننے کی ایکٹنگ نہیں کریں آپی کا رشتہ طے ہونے والا ہے' وہ بے وقوفی میں رخصت ہو کر چلی دیں گی مجھے پتہ ہے وہ ساری زندگی صرف کمپرومائز کی زندگی گزاریں گی''۔

''لیل ماہ پلیز.....! آپ تو ایسی باتیں نہیں کریں سب جانتی اور سمجھتی ہیں' میں ایسا کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا جس کی وجہ سے بعد میں آپ لوگوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑے''۔ ذیشان نے نگاہ چرائی۔

''آپ مرد ہو کر اتنا ڈرتے ہیں حالات اور لوگوں سے' ارے ہمت تو کریں میں کہہ رہی ہوں''۔ اسے ذیشان کے اطمینان پر غصہ آیا۔

''آپ ابھی بہت چھوٹی ہیں زندگی کو نہیں سمجھتی ہیں یہ بہت مشکل ہو جائے گا بعد میں''۔

''میں اتنی بھی چھوٹی نہیں ہوں سب سمجھتی ہوں''۔ اس کے لہجے میں ترشی آ گئی۔

''سوری میں ایسا کچھ نہیں کروں گا' حرما کا رشتہ طے ہو رہا ہے تو ہوتا رہے مجھے کوئی پرواہ نہیں''۔ اس نے رکھائی اور سرد مہری دکھائی تاکہ وہ کسی طرح بدظن ہو جائے۔

''پرواہ تو آپ کو اتنی ہے چہرے پر آپ کے سب واضح ہے''۔ وہ ہر طرح سے اسے جوش دلانا چاہ رہی تھی۔

''لیل ماہ..... ! آپ کیسی بچوں جیسی باتیں کر رہی ہیں' اپنے والد صاحب کو جانتی ہیں وہ ہمیں اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے ہیں' پھر آپ دونوں بہنیں ان کی نظروں میں گر جائیں گی' میں ایسا کوئی کام نہیں کروں گا جو آپ دونوں کو ان کی نگاہوں سے گرا دے' آپ سمجھداری کا مظاہرہ کریں' آپ کے والدین جو بھی فیصلہ کریں اس پر سعادت مندی سے سر جھکا دیں کیونکہ اسی میں عزت اور عافیت ہے''۔ ذیشان معتبر انداز میں اسے واضح طور پر سمجھا رہا تھا۔ لیل ماہ سب

جیسے بغور اسے دیکھے گئی' کتنا الگ ہے ذرا بھی تو اور لڑکوں کی طرح اس میں اکڑ اور ضد نہیں ہے' کتنی سنجھی سوچ ہے' وہ جانتی اور سمجھتی تھی اگر ذیشان احمد کا رشتہ حرما کیلئے آ بھی گیا تو گھر میں ہنگامہ ہی ہوگا' وہ اپنے ابو کو اچھی طرح جانتی تھی۔ مگر اسے اپنی بہن پر بھی ترس آ رہا تھا' وہ زبان سے کچھ نہیں بول رہی تھی' گھر والوں کے فیصلے پر سر جھکا دیا تھا۔

''میں سب سمجھتی ہوں جانتی ہوں مگر ذیشان بھائی میری آپی بہت معصوم ہیں' میں نقصان کی بھی پرواہ نہیں کر رہی ہوں وہ آپ کے ساتھ ہی خوش رہ سکتی ہیں آپ انہیں کسی طرح بھی لے جائیں''۔ وہ اتنی شدت پسند ہو رہی تھی اپنی بہن کی محبت میں کچھ بھی اچھا برا نہیں سوچنا چاہ رہی تھی۔

''کیا مطلب کسی طرح بھی......؟'' وہ حیرانگی سے دیکھنے لگا۔

''آپ آپی سے شادی کرلیں''۔

''لیل ماہ......! یہ ناممکن ہے''۔ وہ تو ڈر ہی گیا۔

''ممکن بنایئے کسی طرح بھی''۔

''سوری لیل ماہ......! میں ایسا کچھ نہیں کرسکتا''۔ وہ پیچھے کھڑا سب سن رہا تھا' دونوں اپنی گفتگو میں اتنے محو تھے ستون سے ٹیک لگائے شہران کو نہیں دیکھ سکے تھے۔

''آپ کو کرنا ہوگا''۔ وہ بضد تھی۔

''کتنی ملتی ہیں تمہاری' تم میرے بھائی سے' وہ بھی ایسا ہی ضدی ہے''۔ ذیشان نے پھیکی ہنسی کے ساتھ افسردہ نگاہ جو اٹھائی تو چونک گیا۔ بلیک پینٹ پر ڈیپ میرون شرٹ میں ملبوس کب سے وہ اسے دیکھ رہا تھا۔

''تم یہاں......''

لیل ماہ نے بھی چہرہ گھما کے قدرے فاصلے پر کھڑے شہران کو دیکھا تو اچھل ہی گئی۔

''اس وقت سے جب یہ محترمہ آپ کو راضی کر رہی تھیں''۔ سینے پر بازو لپیٹے کھڑا تھا۔ دو قدم بڑھا کے ان تک آ گیا' لیل ماہ پر تو شرم سے پانی پڑ گیا۔

وہ سائیڈ سے نکل جانا چاہتی تھی مگر وہ راہ میں حائل تھا' دل کی دھڑکن تیز ہوگئی' گزشتہ دنوں کیسے اپنی چھت سے اسے گھورے جا رہا تھا' جانے کیوں اسے شہران کا انداز بھی جدا لگ رہا تھا۔

''ہیلو! کیسی ہیں آپ؟'' خلاف توقع اس کا اتنا نرم اور دھیما لہجہ۔ لیل ماہ پر تو شادی مرگ طاری ہوگیا۔

''جی ٹھیک ہوں''۔ نگاہ اٹھا کر اس کے چہرے کو دیکھا۔

''آج تو یہ انسانوں کی طرح بات کر رہا ہے' اسے ہوا کیا ہے''۔ لیل ماہ کی سماعت اور بصارت یقین نہیں کر رہی تھیں۔

''تم اس وقت کیسے آ گئے؟'' ذیشان نے بشاشت ظاہر کرتے شہران کی توجہ اپنی جانب مبذول کروائی جو لیل ماہ کو بغور دیکھ رہا تھا' اسے یہ حرکت بالکل اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

''میں اس وقت ایسے ہی آ گیا' ادھر ایک سواری کو چھوڑا تھا' واپس جا رہا تھا سوچا کہ آپ کو دیکھ لیتا ہوں''۔ بلیک پینٹ پر ڈیپ میرون شرٹ میں ملبوس ہلکی بڑھی شیو میں وہ اپنی بھوری بھوری آنکھوں سے دونوں کو دیکھنے لگا' پچھلے چند دنوں سے وہ چک چک چھوڑ کے ٹیکسی چلانے لگا تھا۔

''چل رہے ہیں' کلاسز آپ کی آف تو ہو ہی چکی ہوں گی''۔ لیل ماہ ان دونوں کی گفتگو کے دوران خود کو عجیب سا فیل کرنے لگی' اس نے جانے کے لئے قدم بڑھائے' آج لائبہ بھی نہیں آئی تھی بخار کی وجہ سے' اکیلی ہی پوائنٹ سے آئی تھی اب جانا بھی تھا۔

''لیل ماہ......! آیئے آپ کو بھی ڈراپ کر دیں گے ہم''۔ شہران نے پکار لیا۔ اس کے بڑھتے قدم حیرانگی سے وہاں کے رک گئے' اس اکھڑ بدتمیز شخص کی زبان سے اپنا نام سن کر تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا' آج تو اس کے سارے انداز ہی اتنے بدلے ہوئے تھے' نہیں وہ بدتمیزی اس کی کہاں چلی گئی تھی۔

''جی نہیں تھینکس میں چلی جاؤں گی''۔ سہولت سے رسان سے منع کیا۔

''ارے......راستہ تو وہی ہے ناں''۔ وہ مصر تھا کسی طرح بھی وہ ساتھ چلنے پر آمادہ ہو جائے۔ ذیشان نہیں چاہتا تھا کہ لیل ماہ ان دونوں کے ساتھ جائے اور پھر اس کے والد نے دیکھ لیا تو الگ ہنگامہ ہوگا۔

''شہران......! انہیں جانے دو یہ اکثر پوائنٹ سے آتی جاتی ہیں اور یہ مناسب نہیں ہے''۔ اس کے شانے پر تھپکی دے کر چلنے کا اشارہ کیا۔

''بھائی......! کیوں مناسب نہیں رہے گا' ہماری ہی گلی میں رہتی ہیں' کیا برائی ہے جو ہم انہیں گھر ڈراپ کر دیں جبکہ ہم بھی وہیں جا رہے ہیں''۔ اسے ذیشان کی بات سمجھ تو آ گئی تھی وہ کیوں منع کر رہا ہے مگر وہ بھی اتنا ضدی تھا ناممکن کو ممکن بنانے کے چکر میں رہتا تھا اور پھر جب سے اس کے دل و دماغ نے جو جال بنا تھا اسے اسی پر عمل کرنا تھا۔

''سوری......میں نہیں جا سکتی''۔ نروٹھے پن سے کہہ کر وہ آگے بڑھ گئی۔ شہران کو اس کا یہ انداز سلگا گیا مگر ابھی تحمل کا مظاہرہ کرنا تھا' حالت کو ایسا بنانا تھا تاکہ سب کچھ اس کی سوچی ہوئی اسکیم کے مطابق ہو۔

''چلو شہران......!'' ذیشان اس کے تاثرات کو جانچ رہا تھا' وہ کتنا غصے کا تیز ہے' ہر بات میں اپنی چلاتا تھا کسی کی بات تو سنتا ہی نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے چلنے لگا مگر شہران کا ذہن الجھ گیا' لیل ماہ کو وہ کسی طرح بھی ٹریپ کر کے اپنے چنگل میں پھنسانا چاہتا تھا صرف اپنے بھائی کی خوشی کیلئے۔

وہ گلی کے کونے پر اسے اتار کے چلا گیا تھا' ذیشان اس کے تناؤ کو سمجھ رہا تھا اسے یہ بھی فکر تھی شہران نے گفتگو تو نہیں سن لی' ویسے ہی وہ الٹے دماغ کا ہے حرما کی الگ اسے یہ دستاری تھی۔ لیل ماہ کی باتیں' وہ اپنی بہن کی خوشی کیلئے اس حد تک اسے انتہائی قدم اٹھانے کو کہہ رہی تھی۔ کتنی جو رحانہ اس کی سوچیں تھیں' ادھر شہران کا مزاج بھی کچھ ایسا ہی تھا۔

''اف میں کیا کروں؟'' وہ مضطرب سا بیڈ پر لیٹا تھا۔ دل کی بے چینی ایسی تھی وہ چاہ کر بھی حرما سے دستبردار نہیں ہو رہا تھا۔ مگر اسے حرما اور اپنی عزت کیلئے کوئی بھی ایسا قدم نہیں اٹھانا تھا کہ وہ گھر والوں کی نظروں سے گر جائے۔

اسے اتنا تو اندازہ تھا حرما کے گھر کا ماحول کچھ تنگ اور شکی قسم کا ہے' اسد مرزا کی تنقیدی اور فہمائشی نگاہوں کا سامنا تو وہ بھی مسجد میں آتے جاتے کرتا تھا مگر اس کی کبھی سلام دعا کرنے کی ہمت نہیں پڑی تھی۔

***

چار دن سے وہ آفس نہیں جا رہا تھا' سیل بھی آف رکھا ہوا تھا۔ اسے خبر تھی اریشماء اسے مسلسل کال کر رہی ہوگی اور وہ پریشان بھی ہوگی۔ امی مسلسل اسے پوچھے جا رہی تھیں کوئی جھگڑا تو نہیں ہوگیا مگر وہ انہیں ٹالے جا رہا تھا۔ تیمور کی حقارت اور نفرت بھرے جملے کیسے بھول سکتا ہے جو اسے ہمیشہ جوتے کی نوک پر رکھ کر بات کرتا تھا۔

اور ریشماء اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ اسے اپنی سر آنکھوں پر بٹھا لے' وہ اسے کئی بار چوری چھپے خود کو دیکھتے ہوئے پکڑ چکا تھا' وہ اس کی سوچیں' فیلنگز سب سمجھتا تھا' وہ کیا چاہتی ہے اور کن نظروں سے اسے دیکھتی ہے مگر وہ اس کے کسی بھی جذبے کی حوصلہ افزائی نہیں کرنا چاہتا تھا صرف اس لئے کہ وہ تیمور سے بچنے کیلئے اسے اپنا ہتھیار بنا رہی ہے اور اپنی ذات کا یوں استعمال کسی لڑکی کے ہاتھوں نہیں ہونے دے گا۔

وہ ناشتے سے فارغ ہو کر نہا دھو کے نفاست سے سنورے ڈرائنگ روم میں آ کر ٹی وی آن کر کے بیٹھ گیا تھا۔

امی نیچے فلیٹ میں کسی کی عیادت کو گئی تھیں' عدین یونیورسٹی گیا ہوا تھا' مصباح کچن میں تھی۔
کوئی بیل پر لگتا تھا ہاتھ رکھ کر بھول گیا تھا' وہ چونک گیا' ناگواری سے منہ بنایا۔

''بھائی جان! گیٹ پر کون ہے؟'' مصباح نے کچن سے ہانک لگائی۔ وہ ایزی سے پستہ قمیض شلوار میں ملبوس گیٹ کھولنے آیا۔ سامنے اسے دیکھ کر حیرانی ناگواری سے چتون تن گئے۔

''اسلام و علیکم!'' مسکراتے لہجے میں مخاطب کیا۔ بلیو کاٹن کے پلین لمبی قمیض شلوار میں ملبوس' وائٹ کلف لگے دوپٹے پر بلیو پرنٹ شرٹ کے گلے پر وائٹ کڑھائی اسے اور سوبر بنا رہی تھی' بالوں کو کیچر میں اونچا کر کے سمیٹا ہوا تھا' گلاسز اس کے ہاتھ میں تھے۔ حمدان نے اشارے سے سلام کا جواب دے کے اندر آنے کیلئے جگہ دی' وہ کچھ جھجکتی مسکراتی ہوئی اندر آئی' مین گیٹ کے ساتھ ہی ڈرائنگ روم تھا بڑے صوفے پر بیٹھ گئی۔

''بھائی جان..... ! کون آیا ہے؟'' مصباح کی پھر آواز آئی۔

اریشماء پزل سی ہو گئی' نگاہ اس پر ڈالی وہ اندر چلا گیا۔ کچھ لمحوں میں پھر واپس بھی آ گیا' سنگل صوفے پر بیٹھ گیا' اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا کہ وہ یوں اچانک سے آ بھی سکتی ہے۔

''آپ آفس کیوں نہیں آ رہے ہیں' سیل بھی آف رکھا ہوا ہے' طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' لہجے میں بشاشت اور مسکراہٹ لئے پوچھا۔ حمدان نے پہلو بدلا' وہ ایک تو اس طرح گھر آ گئی تھی' اگر وہ تلخی سے جواب دے گا تو یہ بھی مناسب نہیں ہے' ریزائن لیٹر تو اس نے کب کا تیار کر کے رکھا ہوا تھا' وہ اٹھ کر پھر اندر چلا گیا واپسی پر ہاتھ میں اس کے لفافہ تھا۔

''یہ میرا ریزائن لیٹر ہے میں جاب نہیں کر سکتا''۔ سپاٹ اور سرد مہر انداز میں لیٹر اس کی گود میں ڈالا۔

''واٹ..... آپ ریزائن کریں گے ایسے کیسے کر سکتے ہیں' بالکل بھی نہیں''۔ اس نے لیٹر پھاڑ کے سینٹرل ٹیبل پر ڈالا۔

''آپ کو اپنا غصہ اتارنے کیلئے جتنے دن کی بھی چھٹی چاہیے آپ کر لیں مگر آپ کو واپس جاب پر آنا ہے''۔ وہ تیز لہجے میں گویا ہوئی۔

''مجھے یہ جاب کرنی ہی نہیں ہے جہاں کسی کی عزت نہیں ہو''۔ نگاہ غصہ سے گھمائی تھی۔

''حمدان! آپ تیمور کی باتوں کو کیوں اتنا سیریس لیتے ہیں' پتہ ہے آپ کے جانے کے بعد میں نے تیمور کو بے نقط سنائی ہے''۔ وہ تو گھبرا گئی کیونکہ حمدان کو پہلے ہی بہت مشکل سے قابو کیا تھا اور اب تو تیمور نے کی بھی بہت بدتمیزی سی تھی۔

''میں چاہے اچار بنانے والی ماں کا بیٹا ہوں' وہ کون ہوتا ہے یہ بولنے والا''۔

''میں کہہ رہی ہوں آپ اس کی باتوں کو کیوں خود پر سوار کرتے ہیں''۔ اس دن سے وہ شرمندہ بھی تھی۔

''میں یوں ہر وقت سب کے سامنے اپنی تذلیل برداشت نہیں کر سکتا' آپ مجھے اس بار بلیک میل نہیں کریں گی''۔ شہادت کی انگلی اٹھا کر آنکھوں اور لہجے میں رعونت سموئے ہوئے تھا۔ اریشما لب بھینچ کر رہ گئی' حسرت بھری نگاہ اٹھائی مگر وہ حمدان کو یوں ایسے چھوڑ بھی نہیں سکتی تھی' اسے اس بار بھی کچھ ایسا کرنا تھا اسے آفس جوائن کرنا پڑ جائے' ذہن الجھ کر رہ گیا۔

''کتنے دن سے میں اس شخص کی فضول باتوں کو برداشت کر رہا تھا مگر اب نہیں''۔ وہ اتنا غصہ میں تھا کہ وہ پہلو بدل کر رہ گئی۔

''اس کا مطلب ہے آپ تیمور سے ڈر گئے''۔

''جی نہیں..... میں ڈرتا ورتا کسی سے نہیں ہوں''۔ یہ اس کی مردانگی پر کاری ضرب تھی۔

''پھر بھی میں تو یہی کہوں گی' اپلیز آپ نہیں آتے تو نہیں آئیے میں ڈیڈی سے کہہ دوں گی آپ تیمور سے ڈر کے جاب سے ریزائن کر گئے ہیں''۔

''شٹ اپ''۔ حمدان تو بھڑک اٹھا۔ وہ جزبزی ہو گئی' اسی وقت مصباح پنک کاٹن کے کپڑوں میں ملبوس ٹرے میں چند لوازمات اور چائے لئے آئی' مسکرا کے اریشماء سے سلام دعا کی' حمدان چپ ہو گیا تھا۔

''تھینکس..... میں ناشتہ وغیرہ کر کے چلی تھی''۔ اریشماء نے مصباح کو روکا جو اس کے آگے چپس نمکو وغیرہ رکھ رہی تھی۔ حمدان اس لمحے خاموش تھا' مصباح اٹھ کر پھر کچن میں چلی گئی۔

''اوکے میں چلتی ہوں' ڈیڈی کو ریزن میں یہی بتاؤں گی''۔ وہ فوراً ہی کھڑی ہو گئی۔

''ابھی میں نے بکواس کی سمجھ نہیں آئی''۔ لہجے میں اکھڑپن اور ناگواری میں الفاظ تک بدصورت نکلے۔

''سوری میں اس وجہ سے نہیں آ رہا جو آپ اخذ کر رہی ہیں''۔ اریشماء نے رک کر اس کی بات سنی' حمدان کو بھی اپنے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ پر شرمندگی ہوئی۔

''مگر میں آپ کو ایسا بالکل نہیں سمجھتی' یہ کیا ہم لوگوں کی وجہ سے جینا ہی چھوڑ دیں' بات تو جب ہے ہم زندگی میں شامل لوگوں کو چیلنج سمجھ کر انہیں فیس کریں''۔ وہ پھر گویا ہوئی۔

''وہ آپ کا کزن ہے میں یہ نہیں چاہتا میری وجہ سے آپ کو کسی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے''۔ اس نے اریشماء پر نگاہ ڈالی جو اس کے روبرو تھی۔

''آپ کی وجہ سے کیوں پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا ہاں آپ جاب سے ریزائن کر دیں گے اس صورت میں ضرور مجھے پریشانی کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے''۔ وہ افسردہ سی ہوئی۔

''میں نے آپ کو پہلے بھی کہا تھا آپ جو سوچ رہی ہیں وہ میں بالکل پسند نہیں کرتا''۔ وہ پھر اکڑ گیا۔

''آپ بے فکر رہیں میں ایسا بالکل نہیں سوچ رہی ہوں''۔ وہ بھی ترکی بہ ترکی گویا ہوئی۔

''آپ کل سے آفس آ جائیں میں نے آپ کا ریزائن لیٹر پھاڑ دیا ہے سمجھے آپ''۔ اس نے ٹیبل پر اشارہ کیا جہاں وہ پھاڑ کے پھینک چکی تھی۔

''جب میں تیمور کی پرواہ نہیں کرتی تو آپ کیوں کرتے ہیں آپ اپنے کام سے کام کریں جو بولتا ہے بولنے دیں میں ہوں نا اسے فیس کرنے کو''۔ اس نے اطمینان دلایا۔

حمدان سوچ میں پڑ گیا' تیمور کو ریزن بنا کے جاب سے ریزائن کرنا یہ بھی بزدلی ہوئی' وہ کیوں کسی سے ڈرنے لگا' آفس اریشماء کا ہے تیمور کا نہیں جو وہ اس سے ڈر گیا۔

''اتنا سوچنے کی ضرورت نہیں ہے''۔ وہ مبہم سا مسکرائی۔

''آپ بیٹھیے تو''۔ حمدان کو اپنے رویے کی تلخی کا بھی احساس ہوا تو وہ شرمندہ ہو کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کرنے لگا۔ اس نے زیادہ فارملیٹیز نہیں نبھائی' امی کو بلانے نیچے چلا گیا۔ اتنی دیر مصباح اس کے پاس بیٹھ گئی' دونوں کی باتیں ہونے لگیں' اسی وقت عدین کی انٹری ہوئی وہ تو چونک گیا۔

''آپ لوگ ادھر..... '' اپنا بیگ اس نے سنگل صوفے پر ڈالا' گلاسز شہادت کی انگلی سے درست کیا۔ اریشماء جھینپ کر رہ گئی کیونکہ عدین اس کے بالکل سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا' آج وہ وقت سے پہلے ہی یونیورسٹی سے آ گیا تھا۔

''یہ پری ادھر کیسے..... ضرور بھائی کی تلاش میں آئی ہوں گی''۔ وہ شوخی و شرارت سے اسے چھیڑنے لگا۔

''مصباح..... ! بھائی کہاں ہیں؟'' اس نے اطراف میں نگاہ دوڑائی' اس کی بات دیکھ کر اس کی بھوک بھی چمک اٹھی۔

حمدان امی کو لے کے آ گیا تھا' بے چاری ہانپتی کانپتی ادھر آئی تھیں۔
''تم اور اس وقت''۔ حمدان کو عدین کی آمد پر حیرانگی ہوئی۔
''مجھے تو اس پری کی خوشبو کھینچ کے لے آئی''۔
اریشماء دلچسپ نگاہوں سے عدین کو آج دوسری بار دیکھ رہی تھی' کتنا شوخ طبیعت کا تھا' اسے ہنسی بھی آ رہی تھی۔ امی نے اریشماء کو گلے لگا کر پیار کیا کیونکہ ایک طرح سے وہ اس کی احسان مند تھیں' حمدان کی جان بچائی اور پھر جاب بھی دی۔
''فضول کی بکواس بند کرو''۔ حمدان نے دبی دبی آواز میں سرزنش کی۔
''ارے بیٹا...... ! آپ نے کچھ لیا بھی یا نہیں''۔
''آنٹی...... ! میں نے سب کھایا ہے' اب میں چلوں گی''۔ وہ کھڑی ہو گئی۔
''ارے پری...... ! کچھ دیر رکو تو' کہاں چلیں''۔ عدین پر تو حمدان کی خشمگیں اور غراتی نگاہوں کا بھی ذرا اثر نہیں ہو رہا تھا۔
''نو بوائے...... ! پھر آؤں گی' اس وقت جلدی میں ہوں''۔ اریشماء اس کے اتنے شرارتی انداز پر مسکرا دی کیونکہ آج دوسری بار ملا تو کتنے فرینک انداز میں جیسے برسوں سے ملتی رہی ہو۔ امی نے' مصباح نے بہت روکا مگر آفس پہنچنا تھا' حمدان اسے نیچے تک چھوڑنے آیا تھا' پچھلا ڈور کھولا۔
''کل آ رہے ہیں ناں؟'' جاتے جاتے تائیدی پوچھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ اریشماء مسکرا دی' آج وہ اتنی جلدی مان گیا تھا' حمدان اس کے دل کے تاروں کو چھیڑتا جا رہا تھا' وہ نامحسوس طریقے سے اس کے قریب ہوتی جا رہی تھی' اس کا نروٹھا انداز ہی تو اریشماء کو متاثر کر گیا تھا مگر وہ اپنے انداز سے ذرا بھی یہ تاثر نہیں دینا چاہتی تھی کہ اسے پسند کرنے لگی ہے۔
''آپ کا پاؤں کیسا ہے' درد وغیرہ تو نہیں ہے؟''
''بالکل ٹھیک ہے' ویسے آپ کا بھی تھینکس ورنہ میں تو ٹھیک ہونے والی نہیں تھی''۔ وہ اسے سراہنے لگی۔ ڈور کھول کے وہ بیٹھ گئی تھی' ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی' حمدان پارکنگ ایریا میں کھڑا تھا' وہ جتنی تو حواسوں میں آ گیا۔ اریشماء کی اتنی متاثر کن شخصیت تھی وہ اکثر اس سے پزل ہو جاتا تھا' وہ کتنا اکھڑ پن سے جواب دیتا اور وہ اتنا ہی نرم لہجے میں اس سے بات کرتی تھی' دولت مند تھی مگر غرور کا شائبہ تک نہیں تھا۔

⁂

حرما کا رشتہ تقریباً طے ہی ہو گیا تھا' دونوں طرف سے ہی چھان پھٹک ہو گئی تھی' بس رسم باقی تھی' لیل ماہ کو تو ذرا بھی خوشی نہیں تھی۔
''امی...... ! یہ کیا آپی سے پوچھا بھی نہیں اور رشتہ اوکے کر دیا''۔ وہ منہ بناتی ناگواری سے بولی۔
''زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں ہے' ہم نے جو کچھ بھی کیا ہے سوچ سمجھ کے کیا ہے''۔ انہوں نے اسے ڈانٹ دیا۔
''پھر بھی امی اسلام میں یہ تو ہے ناں کہ لڑکی سے اس کی رضامندی بھی معلوم کی جائے''۔
''نہیں ہے حرما کو اعتراض' اگر کچھ ہوتا وہ بولتی اور پھر تم اپنے باپ کو جانتی ہو ناں وہ بحث پسند کرتے ہیں ناں؟ مرضی کسی کو چلانے دیتے ہیں''۔
''امی ! یہ کیا بات ہوئی بیٹی کو اتنا بھی حق نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے زندگی گزارے''۔ وہ تو زچ ہو گئی۔
''لیل ماہ ! فضول میں میرا دماغ خراب مت کیا کرو' تمہارے ابو تو اس کوشش میں ہیں ساتھ ہی تمہارا بھی کہیں

رشتہ ہو جائے تاکہ ہمیں بے فکری ہو''۔ وہ پالک کاٹنے میں مصروف تھیں اور لیل ماہ بھی ان کے ساتھ کٹوا رہی تھی۔
''کیا...... میرا بھی رشتہ''۔ وہ تو اچھل ہی گئی' چھری ہاتھ سے باؤل میں گری۔
''لڑکی جتنی جلدی اپنے گھر کی ہو جائے تو اچھا ہے' اس گلی کا ماحول دیکھا ہے''۔
''آپ لوگ کیوں ماحول کو لے کے بیٹھ گئے ہیں' ایسا کیا برا ہو رہا ہے''۔ اسے ان کی یہ بات اچھی نہیں لگی۔
''سامنے محمد احمد کے بیٹوں سے تمہارے ابو کو ڈر لگا رہتا ہے' ان کا چھوٹا بیٹا دیکھتی نہیں ہو روز ہمارے گیٹ کے سامنے کچرا جمع کر دیتا ہے' آتے جاتے گھورتا بھی رہتا ہے''۔
''امی...... ! یہ تو بلاوجہ کا بیر ہوا' اب وہ لوگ ایسے بھی نہیں ہیں''۔ لیل ماہ تو اس کوشش میں تھی کہ کسی طرح ذیشان احمد کا رشتہ حرما کے لئے آ جائے۔
''اب اتنے بھی برے لوگ نہیں ہیں''۔ اس نے نگاہ چرا کے چھری پھر ہاتھ میں پکڑی۔
امی کی استفہامیہ اور جانچتی نگاہوں نے اس کا جائزہ لیا' اتنا تو انہیں بھی پتہ تھا محمد احمد کا بڑا بیٹا ان کے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتا ہے مگر انہیں اپنی بیٹیوں پر بھی اعتماد تھا' وہ ایسی کوئی حرکت نہیں کریں گی۔
''شہرت پورے محلے میں ہے ان کی''۔
''دو شادیاں کرنا اتنی بری بات تو نہیں ہے اور پھر بلاوجہ کسی سے بیر باندھنا اچھی بات تو نہیں' جب وہ ہمارے گھر آتے جاتے نہیں ہیں کیوں آپ لوگ ان سے چڑتے ہیں''۔ وہ مسلسل ان کی حمایت کیے جا رہی تھی۔
''ہمارے ساتھ ان کا بڑا بیٹا ذیشان احمد پڑھتا ہے۔ امی...... ! مجال ہے جو کسی لڑکی کو نگاہ اٹھا کر دیکھے' ہر ایک سے عزت سے بات کرتا ہے''۔
''چپ کر جا لیل ماہ...... ! حفصہ نے سن لیا نہ اگر باتیں بنائے گی''۔
لیل ماہ کو غصہ ہی آ رہا تھا اس کی تو یہی دعا تھی حرما کا رشتہ کسی طرح بھی نہیں ہو۔
''آپ آپی سے پھر بھی پوچھئے''۔
''تمہارے باپ سے مجھے کچھ نہیں پوچھنا''۔ انہوں نے ہاتھ جھٹکے اور باؤل اٹھا کر کچن میں لے گئیں۔
لیل ماہ کا دل بہت اداس ہو گیا تھا' لاؤنج میں آئی تو زین اور دعا اپنے اسکول کا کام کر رہے تھے' وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔
''کچھ تو ایسا ہو جائے''۔ لب کچلنے لگی۔
چھت پر جانے کا سوچا' باہر تو نکلتی نہیں تھی چھت پر جا کر کچھ دل بہلا لیتی تھی' شام کے پانچ بج رہے تھے اس کا ذہن شہران کی طرف چلا گیا۔ اسی وقت نگاہ کھڑکی سے باہر ڈالی وہ اپنے کسرتی جسم پر وائٹ ہاف سلیو بنیان میں ستون سے ٹیک لگائے کچھ پڑھنے میں مصروف تھا' اسی لمحے شہران کی نگاہ بھی اٹھی' دونوں کی چھتوں میں زیادہ فاصلہ نہیں تھا' صاف نظر آتا تھا' ہونٹوں پر مسکراہٹ لئے لیل ماہ کو دیکھنے لگا۔
''یہ مجھے دیکھ کر مسکرا کیوں رہا ہے بدتمیز''۔ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔
''آج کل اس اکھڑ انسان کو ہو کیا رہا ہے؟ گھورنے بھی لگا ہے اور آج مسکرایا بھی ہے''۔ لیل ماہ کا دل انجانے میں دھڑکا' وہ جبکہ اسے اپنے دل میں جگہ دے چکی تھی مگر وہ خود حیران تھی کیوں وہ اس کی جانب مائل ہو رہی ہے جبکہ ان کے اور اپنے گھرانوں میں میل تو ناممکن ہی ہے۔ وہ سائیڈ پر ہو گئی' کل یونیورسٹی میں بھی ڈراپ کرنے کی آفر کر رہا تھا۔
(جاری ہے)

⁂

شازیہ مصطفیٰ
قسط نمبر 5
سلسلے وار ناول
کبھی عشق ہو تو پتہ چلے

''کاش تم ہی انسانوں کی طرح ہوتے تم سے ہی بات کر کے کچھ کیا جاتا''۔ ذہنی رو اس کی بھٹک رہی تھی۔

اسی وقت شہران کی چھوٹی بہن بسمہ چھت پر آ گئی وہ جلدی جلدی کتابوں کو چھپانے لگا' لیل ماہ کو کچھ سمجھ نہیں تھا یہ کیوں ایسا کر رہا ہے۔ بسمہ کی نگاہ بھی لیل ماہ کی سمت اٹھی گڑبڑا کے کھڑکی ہی بند کر دی۔

''اُف یہ لڑکی تو بات کو پھیلا دے گی''۔ لیل ماہ کو ڈر بھی لگا' جب بھی لائبہ کے گھر گئی وہ ایسے ایسے سوال کر[illegible] لیل ماہ جو اتنی حاضر جواب تھی اس کے سامنے دب جاتی تھی۔

''آپی! تمہیں اس رشتے سے انکار کرنا ہے تم خوش نہیں رہ سکو گی ذیشان احمد کے بغیر''۔ اس کی پھر سوئی وہیں اٹک گ[illegible]

''میرے انکار کرنے سے گھر میں ہنگامہ ہو سکتا ہے اور ذیشان سے میری شادی پھر بھی نہیں ہو سکتی ہے''۔ حر[illegible] اسے ڈانٹ دیا۔

''اپنے دماغ کو اتنا مت گھماؤ آرام سے بیٹھو جو ہو رہا ہے ہونے دو''۔ وہ جتنا اس ذکر سے بچنا چاہتی تھی لیل ماہ کرتی تھ[illegible]

''سنا امی کہہ رہی ہیں ابو میرا بندوبست کرنے کی کوشش میں ہیں''۔ وہ روہانسی ہونے لگی۔

''آپی! میرا اتنا بڑا دل نہیں ہے مجھ سے برداشت نہیں ہوگا کہ میں کسی اور سے شادی کروں''۔

''کسی اور سے......'' وہ چونک گئی۔

''میں ایسے شادی نہیں کروں گی جب تک اس بندے کو نہیں دیکھ لوں گی''۔

''سیدھی طرح مجھے بات بتاؤ کیا ہے؟'' حرما کا دل دھک دھک کرنے لگا' کہیں لیل ماہ بھی اَن دیکھے راست[illegible] پر نہیں چلنے لگی۔

''کسی کو پسند کرتی ہو؟''

''پسند کر کے کیا کروں گی جب ہمیں اپنی مرضی کا اختیار ہی نہیں ہے''۔ لہجے میں حسرت و محرومی پنہاں تھی۔

''لیل ماہ......! ایسی حرکت کرنا بھی نہیں' بہت درد ہوتا ہے''۔ وہ اپنی حالت سے واقف تھی' کتنی پریشان اور[illegible] کل تھی مگر اسے آواز نکالنے کی اجازت نہیں تھی۔

''کیوں آپی! تم نے محبت سوچ سمجھ کے کی تھی ذیشان احمد سے''۔ وہ بے ساختہ گویا ہوئی۔

''مجھے تو خود پتہ نہیں کب کیا ہوا؟ ہاں اتنا پتہ ہے مجھے اس انسان کی شرافت نے بہت متاثر کیا ہے جو نگاہیں [illegible] کر بات کرتا ہے''۔ لہجہ اس کا مدھم افسردہ تھا۔

''کوئی شرافت کی وجہ سے دل میں اُتر جاتا ہے اور کوئی کچھ بھی نہیں ہوتا پھر بھی دل میں اُتر جاتا ہے''۔ ذو[illegible] اس کا لہجہ تھا۔

''میرے جیسی غلطی کرنا بھی نہیں''۔ حرما کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''اور خبردار جو آج سے ذیشان احمد کا ذکر بھی کیا' جتنا تم کرو گی مجھے بہت دکھ ہوگا' لیل ماہ میں بکھر جاؤں گی' نہیں [illegible] سنبھل پاؤں گی پھر''۔ وہ رونے لگی۔

لیل ماہ نے اسے اپنے شانے سے لگا لیا' وہ تو اپنی بہن کے لئے کیا کچھ نہیں کرنا چاہتی مگر وہ رسوائی سے بھی ڈر[illegible] تھی' اس کے ماں باپ کا سر کہیں شرم سے نہ جھک جائے' بیٹیوں نے کیا گل کھلائے' چپ رہنے میں ہی عافیت تھی۔ [illegible] دل کے اندر سے یہ دعا ہوتی کوئی انہونی ہو جائے اور حرما' ذیشان احمد کی ہو جائے مگر ناممکن تھا ایسے کیسے ہو سکتا تھا۔

''تم بے فکر رہو آج سے میں کوئی بات نہیں کروں گی''۔ اس نے حرما کو یقین دلایا۔

☆

آج وہ آفس آ گیا تھا' اریشماء نے پرجوش انداز میں اس کو تھینکس کیا تھا۔ صبح سے آتے ہی وہ اپنے کام میں ہی مصروف تھا' لنچ میں بھی وہ باہر نہیں گیا تھا۔ اریشماء اس کی اتنی دلجمعی سے کام کرنے پر کئی بار سراہ بھی چکی تھی مگر وہ لگتا تھا تعریف سننا پسند ہی نہیں کرتا تھا' وہ چھ بجے اپنے روم سے باہر آیا تھا۔

''آپ نے آج تو لنچ بھی نہیں کیا''۔ اریشماء نے مسکرا کے پوچھا۔ روحیل سکندر بھی سامنے موجود تھے' حمدان مودب بنا ہوا ان کے سامنے تھا۔

''بیٹا! کام اپنی جگہ آپ لنچ تو وقت پر کیا کرو''۔

''سر! مجھے آج بھوک نہیں تھی''۔ اتنا ہی کہا۔

''ضرورت سے زیادہ آپ سنجیدہ ہیں''۔ روحیل سکندر نے اس ایک ماہ کے عرصے میں اس کی شخصیت کو جانچ لیا تھا وہ کتنا سوبر ہے اور فضول گفتگو سے اجتناب برتتا ہے۔

''حالات نے بنا دیا ہے''۔ تلخی در آئی لہجے میں۔

''ہوں''۔

حمدان بلیک ڈریس پینٹ پر ہاف وائٹ شرٹ میں ملبوس اتنا گریس فل لگ رہا تھا بار بار نگاہ بھٹک رہی تھی۔

''تمہارا بنایا ہوا ڈیزائن بہت پسند آیا ہے''۔ روحیل سکندر نے موضوع بدلا۔

''ڈیڈی! آپ تیمور سے کہہ دیں وہ بالکل مجھ سے نہیں الجھے' اس دن تو میں نے آفس کا حلیہ بگاڑا تھا' اس کا بھی ایسے ہی بگاڑ دوں گی''۔ اس نے جان بوجھ کے حمدان کو سنانے کو روحیل سکندر سے تیمور کی شکایت کی۔

'میں نے سمجھا دیا ہے' آپ بھی اتنا غصہ نہیں کیا کریں' اگر تمہیں کچھ نقصان ہو جاتا تو......'' وہ اس کے لئے بھی ہر وقت فکرمند رہتے تھے۔

''سر! میں اب چلوں گا باقی گرافنگ میں کل کروں گا''۔ اسے تیمور کا ذکر گراں گزرا۔

''ہوں......اوکے''۔

وہ جانے کے لئے مڑ چکا تھا۔ اریشماء جب اسے جاتے ہوئے دیکھتی دل کرتا کہ وہ اڑ کے اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگے' وہ جب تک سامنے ہوتا وہ خوش رہتی اور جب چلا جاتا سب ساتھ لے جاتا۔

جیسے ہی وہ نیچے آیا وہ بھی دوڑتی بھاگتی اس کے پیچھے تھی۔

''حمدان! ایک منٹ''۔ وہ چتون تیکھے کیے اس کی جانب متوجہ ہوا' بہانے تلاشتی تھی وہ اس سے بات کرنے کے۔

''آپ کو اعتراض نہیں ہو تو آپ میرے ساتھ شاپنگ پر چل سکتے ہیں''۔

''سوری میں آپ کو بتا چکا ہوں میں اس طرح کا بندہ نہیں ہوں اور نہ مجھے آپ سے دلچسپی ہے کہ آپ سے فری ہوتا پھروں''۔ انتہائی سرد مہری اور رکھائی سے ترخ کے جواب دیا' اریشماء کا چہرہ دھواں دھواں سا ہو گیا۔

''میں نے شاپنگ کا اس لئے کہا ہے میری فرینڈ کی ویڈنگ اینی ورسری ہے' مجھے جینٹس گفٹ کا پتہ نہیں ہے آپ کچھ ہیلپ کر دیتے''۔ منمنائی۔

''سوری میں کوئی مدد نہیں کر سکتا''۔ وہ اس پر اچٹتی نگاہ ڈال کے بلڈنگ سے باہر نکل گیا۔

''کس طرح یہ ٹھیک ہوگا''۔ وہ گہری سوچ میں پڑ گئی۔

وہ دوستی جیسی فضا بھی نہیں رکھنا چاہتا تھا تا کہ کچھ معاملہ آگے بڑھے' ادھر تیمور کے لئے چچی جان زور لگا رہی تھیں رشتہ وغیرہ پکا ہو جائے۔

وہ خود ہی اکیلی شاپنگ کرنے چلی گئی' آفس کے قریب ہی طارق روڈ تھا پوری مارکیٹ گھومتی رہی تھی' سمجھ ہی

نہیں آیا' وہ نکل کے آ رہی تھی حمدان مل گیا۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

''یہ ادھر''۔ حمدان کچھ گڑبڑایا۔

''آپ''۔ اریشماء آہستگی سے گویا ہوئی۔

''جی وہ مجھے کچھ شاپنگ کرنی تھی''۔ وہ پر اعتماد انداز میں مخاطب تھا' لہجے میں نہ انداز میں شرمندگی تھی۔

''میں بھی اتنی دیر تک ساری شاپس دیکھ کر واپس ہی جا رہی تھی' کچھ سمجھ ہی نہیں آیا کہ کیا لوں''۔ وہ قدم بڑھانے لگی' حمدان نے بھی تقلید کی' پارکنگ ایریا میں آئی تو جھٹکا کھا کے رہ گئی۔

''ارے...... میری گاڑی یہاں پارک تھی''۔ اریشماء حواس باختہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگی' حمدان بھی فکر مند ہو گیا۔

اس نے اِدھر اُدھر گزرتے ہوئے لوگوں سے پوچھا بھی' سر پکڑ کر رہ گئی۔

''یاد ہے نا آپ نے یہاں پارک کی تھی''۔ وہ بھی پریشان ہو گیا۔

''ارے میں خود یہاں پارک کر کے اندر گئی ہوں''۔ لیمن کلر کے ایمبرائیڈری کے اسٹائلش سوٹ میں ملبوس مغموم سی ہو گئی۔ حمدان نے بھی لوگوں سے پوچھا مگر لگتا تھا کوئی صفائی سے لے اڑا تھا۔ شام بھی گہری ہو گئی تھی بلکہ رات ہی ہونے والی تھی۔

''اب میں کیسے جاؤں گی؟'' رکشہ ٹیکسی میں وہ بھی تنہا جاتے ہوئے اسے کچھ ڈر سا محسوس ہو رہا تھا' اپنی گاڑی میں پھر بھی خود کو محفوظ سمجھتی تھی۔

''آیئے میں آپ کو گھر تک ڈراپ کر دوں' بٹ بائیک ہے آپ شاید کبھی بیٹھی بھی نہیں ہوں گی''۔ حمدان نے نارمل انداز میں اسے چلنے کے لئے کہا۔

''بائیک کی بات نہیں ہے آپ کو تکلیف ہوگی' ایک منٹ میں گھر فون کرتی ہوں ممی گاڑی بھیج دیں گی''۔ اپنے بیگ سے سیل نکالنے لگی۔

''رکیے...... اگر آپ فون کریں گی آپ کی ممی پریشان ہو جائیں گی آپ آیئے میں گھر ڈراپ کر دوں گا''۔ وہ آگے بڑھا۔

اریشماء کو اس کے ساتھ بائیک پر بیٹھنے سے گھبراہٹ ہونے لگی' آج تک وہ کبھی بیٹھی ہی نہیں تھی' وہ بائیک پارکنگ ایریا سے باہر لے آیا تھا' وہ تذبذب کا شکار تھی' اس برف جیسے احساسات رکھنے والے شخص کے اتنے قریب ہو کر بیٹھنا دل دھڑ دھڑ کرنے لگا' لمبا چوڑا تو انا حمدان اسے پہلے ہی اپنے سحر میں جکڑ چکا تھا۔

''آیئے پلیز''۔ اس نے شاپنگ کیے ہوئے شاپر ہینڈل میں اٹکا لئے تھے۔ ہیلمٹ پہن کے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرنے لگا۔

''حمدان! مجھے ذرا بھی پریکٹس نہیں ہے اس پر بیٹھنے کی' آپ کو پرابلم ہو گی''۔

''حالات اور وقت سب پریکٹس کروا دیتے ہیں''۔ ذو معنی الفاظ' اریشماء جھینپ گئی' ڈرتے جھجکتے قریب آئی۔

''جلدی کیجیے''۔ تاثرات میں ناگواری تھی۔

''کیسے بیٹھوں؟'' وہ منمنائی۔

''لڑکیوں کو دیکھا تو ہے نا بیٹھتے' سیٹ پر بیٹھ کے بیک سے سیٹ پکڑ لیجیے گا''۔ اس نے ہدایت دینے کے ساتھ سمجھایا۔

''اتنا آسان ہوتا تو بیٹھ نہیں جاتی' گاڑی پتہ نہیں کون کمبخت لے اڑا''۔ وہ سوچتی ہوئی اچک کر بیٹھ گئی۔

بیگ حمدان نے اس کے ہاتھ سے لے کر آگے ہینڈل میں اٹکا لیا۔ ملبوس سے پرفیوم کی بھینی بھینی مہک اریشماء پر سرور سا طاری کرنے لگی' وہ اپنی دانست میں بہت مضبوطی سے سیٹ کو پکڑ کے بیٹھی تھی جیسے ہی بائیک اسٹارٹ ہو کے آگے بڑھی اس نے چیخ مارتے حمدان کو دونوں ہاتھوں سے دبوچ کے پکڑ لیا' چہرہ اور ہونٹ اس کی پشت سے لگ

گئے۔ حمدان کو اس کی اتنی قربت پر بوکھلاہٹ طاری ہو گئی' ٹپٹایا بھی مگر خود پر کنٹرول کر کے وہ بائیک چلاتا رہا' اریشماء کا پاؤں بار بار پھسل رہا تھا۔

''حمدان! مجھے ڈر لگ رہا ہے''۔ کان میں سرگوشی میں ڈری ڈری آواز آئی' وہ لب بھینچ کے رہ گیا' اپنے سینے پر اس کی موی انگلیوں کی حرکت پزل کر رہی تھی' اس نے کبھی نہیں سوچا تھا وہ دونوں کبھی اس حد تک بھی قریب آ سکتے ہیں' راستے بھر دل کی دھڑکنوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ اریشماء کا نازک سا وجود اس جیسے لمبے چوڑے وجود کو ڈسٹرب کر رہا تھا' پشت پر اس کی گرم گرم سانسیں بھی محسوس ہو رہی تھیں' پشت سے بالکل چمٹ کے بیٹھی تھی' وجود بھی لرز رہا تھا وہ ڈر رہی تھی کانپ رہی تھی۔

''حمدان! میرا سانس رک جائے گا''۔ گھٹی گھٹی آواز نکلی۔ اسی وقت اُس نے اریشماء کے ہاتھوں کو اپنے بائیں ہاتھ سے تھام کے ڈر ختم کرنے کی کوشش کی کیونکہ اسے جلد از جلد اپنے گھر بھی تو پہنچنا تھا۔

اریشماء نے اس کا ہاتھ تھام لیا مگر حمدان کو بائیک چلانے میں دقت ہوئی تو اس کے ہاتھوں کو اپنے سینے پر رکھ دیا' وہ سڑکوں پر رواں دواں ٹریفک کو بھی نہیں دیکھ رہی تھی' اسی وقت قدرے فاصلے پر حمدان نے بائیک روکی۔

''لیجیے آ گیا آپ کا گھر''۔ اس نے آنکھیں کھول کے اطراف میں نگاہ دوڑائی' اسی کے ایریے میں بائیک روکی تھی۔ بڑی مشکل سے اپنے لرزتے وجود کو سنبھالتی حمدان کی پشت کا سہارا لے کر وہ اتری تھی۔

''اتنا ڈرتی ہیں آپ''۔ اس کی فق پڑتی صورت پر نگاہ ڈالی۔

''وہ پتہ نہیں بس ڈر لگ رہا تھا''۔ وہ خجل سی بھی ہوئی' نگاہ نہیں مل رہی تھی کہیں دل کا چور آنکھوں سے واضح نہیں ہو جائے۔

''سامنے ہی آپ کا بنگلہ ہے خود چلی جائیں گی نا؟'' وہ تائیدی پوچھنے لگا کیونکہ اریشماء کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔

''ہاں ہاں...... چلی جاؤں گی''۔ وجود میں ہلچل' دل کی دھک دھک' اسے چلنے میں مشکل ہو رہی تھی۔

حمدان نے پھر بائیک اسٹینڈ پر کھڑی کر کے اس کا بیگ اپنے ہاتھ میں پکڑا اور اریشماء کا ہاتھ تھام لیا' وہ سمجھ گیا تھا ضرور وہ گر سکتی ہے۔ ہاتھ تو اس کے ٹھنڈے یخ ہو رہے تھے' ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ بھی تھا۔

''اوکے میں چلتا ہوں''۔ بیل بجا کے وہ مڑ گیا تھا۔

اریشماء تھینکس تک نہیں کہہ سکی تھی' ابھی تک وہ اس کی قربت سے اتنی مدہوش تھی کہ جیسے سدھ بدھ کھو گئی ہو۔

''اللہ کرے حمدان! تمہیں مجھ سے محبت ہو جائے''۔ آنکھیں بند کر کے دل سے دعا کی۔

گھر آ کر وہ بے کل بے چین رہی' گاڑی کی اسے پرواہ بھی نہیں تھی مگر جو چند لمحے اس نے حمدان کے ساتھ گزارے تھے اسے بالکل ہی اطراف سے بیگانہ کر گئے تھے' پرفیوم کی بھینی بھینی مہک ابھی بھی اپنے آس پاس محسوس ہو رہی تھی' بار بار اپنے ہاتھوں کو دیکھتی جنہیں حمدان نے بار بار چھوا تھا' حمدان کی نگاہوں میں اتنا تقدس تھا وہ بھول کے بھی بری نگاہوں سے اسے نہیں دیکھتا تھا۔

کتنا فرق ہے تیمور اور حمدان میں' تیمور لالچی' حمدان خوددار' کسی پر بھی اپنی حاکمیت نہیں رکھتا تھا۔

☆

عدین کو کھانسی کا دورہ پڑ گیا تھا' اس نے شاپرز امی کے پاس رکھے' وہ مصباح اور امی کے لئے سوٹ لایا تھا پہلی تنخواہ ملی تھی۔ حمدان نے خشمگیں نگاہوں سے گھورا' بڑے صوفے پر وہ ٹانگیں لمبی کیے ٹی وی دیکھ رہا تھا۔

''اب تو بھئی کسی پر کیا اعتبار کریں پتہ نہیں کیسی ہو گی؟'' عدین کی پھر بے تکی بکواس شروع ہو گئی۔

''عدین! تمہارا دماغ تو درست ہے''۔ حمدان کو غصہ آ گیا۔

''جی بالکل ٹھیک ہے' آج آپ لیٹ ہو گئے کہیں اور بھی گئے تھے''۔ وہ پھر تشویش بھرے لہجے میں پوچھنے لگا۔

''شاپنگ کرنے گیا تھا''۔ وہ سنگل صوفے پر دھڑ سے بیٹھا۔

''کہیں ڈیٹ پر بھی تھے؟''

''عدین! پتہ ہے ناں میں فضول کی تمہاری بکواس ذرا پسند نہیں کرتا ہوں''۔ وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

کمرے میں آتے ہی اسے سب سے پہلے کپڑے چینج کرنے کی پڑتی تھی۔ ایزی سا قمیض شلوار نکالا' شرٹ اتار کے بیڈ پر ڈالی مگر نگاہ گلابی دھبوں پر پڑ گئی' چونک کر شرٹ کو اٹھا کر دیکھا۔

''اُف مائی گاڈ''۔ وہ سر پکڑ کے رہ گیا اور عدین کی معنی خیز کھانسی سب سمجھ آ گئی۔

اریشماء کے گلابی لپ اسٹک سے مزین ہونٹ شرٹ کی پشت پر بنے تھے' دو جگہ تو ہونٹ بالکل واضح تھے۔ اریشما اس کے اتنے قریب بھی تو تھی۔ حمدان کو شرمندگی اور ندامت ہونے لگی' امی نے' مصباح نے' راستے میں کتنے لوگوں نے دیکھا ہوگا۔

''شٹ''۔ اتنا سنبھل سنبھل کے چلنے والے شخص کے ساتھ یہ سب بھی ہونا تھا۔

وہ سارے راستے اریشماء کے وجود سے ہی ڈسٹرب تھا ابھی تک اپنے وجود پر اریشماء کے وجود کی کپکپاہٹ اور گرم سانس محسوس ہو رہی تھیں۔ اگر وہ کچھ کہانی بنا کے بتائے گا بھی تو یقین کب آئے گا۔

''امی کیا سوچ رہی ہوں گی؟'' وہ پشت پر دونوں ہاتھ رکھ کر پریشان کمرے میں چکر لگانے لگا۔

''امی کو تو بتانا ہی پڑے گا''۔ وہ کپڑے لے کے واش روم میں گھس گیا' فریش ہو کر فریش ہی موڈ کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آ گیا۔

''وہ امی! آج اریشماء کی گاڑی کوئی لے کے فرار ہو گیا' مجھے انہیں گھر تک چھوڑ کے آنا پڑا''۔ وہ انہیں صفائی میں ساری بات بتانے لگا۔

امی بھی مسکرا رہی تھیں اور عدین اس وقت اپنی ہنسی کو کنٹرول کیے ہوئے تھا۔ حمدان نے عدین پر نگاہ ڈالی۔

''آپ نے انہیں بائیک پر بٹھا کر گھر ڈراپ کیا' واؤ کیا سین ہوگا' میں کیوں دیکھنے سے محروم رہ گیا' ہائے''۔ عدین نے اٹھ کر سینے پر ہاتھ مار کے دہائی دی۔ امی ہنسنے لگیں' حمدان جھینپ گیا' عدین کو شوخی ہر وقت سوار رہتی تھی۔

''عدین''۔ حمدان نے درشت لہجے میں پکارا۔

''بھائی! کیا ہے ہر وقت کیا مجھے ٹوکتے رہتے ہیں' میں تو بولوں گا' اتنے بھی ہر وقت سنجیدہ نہیں رہا کریں''۔ وہ اس کی بات کو کبھی بھی سیریس نہیں لیتا تھا' اپنی ظرافت سے باز بھی نہیں آتا تھا۔

''مس اریشماء کیسی لگ رہی ہوں گی آپ کے ساتھ''۔ وہ تصور کرنے لگا۔

''مصباح! کھانا لگا دو مجھے نیند آ رہی ہے''۔ عدین کی باتوں سے بچ کے مصباح کو ہانک لگائی۔

عدین بولتا رہا مگر حمدان کے ڈانٹنے کا بھی اس پر ذرا اثر نہیں ہو رہا تھا' اپنی شوخ باتوں سے گھر میں رونق بکھیرتا رہتا تھا' اسے اریشماء پہلی نظر میں اچھی لگی تھی۔ اس میں ذرا بھی امیروں والا ناز نخرہ اور غرور نہیں تھا۔

''کیوں آپ نے انہیں گھر تک ہی ڈراپ کیا تھا ناں؟'' عدین نے پھر کمرے میں ہانک لگا کے چھیڑا۔ حمدان نے ہلکی سی مسکراہٹ سے زچ ہو کر آنکھیں بند کی تھیں کیونکہ عدین پر تو اثر ہونے والا تھا ہی نہیں۔

☆

کب سے وہ حمیرا بیگم کے پیچھے پڑا ہوا تھا اور وہ مسلسل انکار کیے جا رہی تھیں جو نا ممکن ہو کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔

''شہران! کیوں مجھے ذلیل کروانے کے درپے ہے' ذیشان کبھی بھی نہیں مانے گا کہ میں ان کے گھر جاؤں''۔ وہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھنے لگیں۔

''اس میں برائی کیا ہے' عزت کے ساتھ آپ رشتہ لے کے جا رہی ہیں ایسے کیسے ذلیل کریں گے''۔ وہ ان کا ہاتھ پکڑ کے دوبارہ صوفے پر بٹھا چکا تھا۔

''ہاں بہت بڑا ہے ناں یہ تمہارا لاڈلا' لے کے جاؤ رشتہ' ابھی کسی کام کے نہیں ہیں شادی کروالو''۔ محمد احمد کے کانوں میں بھی پڑ گئی تو وہ بھی طنزیہ انداز میں گویا ہوئے۔

''آپ تو شروع سے کسی کام کے نہیں تھے دو دو شادیاں کرلیں' اب بیٹے کرلیں گے تو کیا گناہ ہو جائے گا''۔ شہران نے بھی تاک کے جملہ ادا کیا۔ وہ لاجواب سے ہو کر اسے تیکھے چتون سے گھورنے لگے' ہمیشہ وہ انہیں ایسے ہی طنزیہ جملے مارتا تھا پھر بھی وہ اس سے الجھتے تھے۔

''شہران...... ! کبھی تو تمیز سے بات کیا کر' تیرے باپ ہیں''۔

''انہوں نے کبھی بیٹا سمجھا؟'' وہ اپنی محرومی پر گویا ہوا۔

''میرے خلاف بھر بھر کے تم نے اسے ایسا کر دیا ہے''۔

''ارے یہ کیوں ایسا کریں گی' میں کیا آپ کو دیکھتا نہیں ہوں' شروع سے میری ماں کو جوتے کی نوک پر رکھا اور اس کے سامنے سوتن لا کے رکھی وہ پھر بھی چپ رہیں''۔

''چپ کر جا شہران!'' حمیرا بیگم روز روز کی ان باتوں سے عاجز آ گئی تھیں' وہ سنتا بھی کبھی کسی کی نہیں تھا۔

''آپ بھی سن لیں اگر آپ رشتہ لے کے نہیں گئیں تو میں خود چلا جاؤں گا پھر بچا ہے کچھ ہو''۔ اس نے دھمکی دی۔

''شہران! اللہ کے واسطے بخش ان عزت دار لوگوں کو ہمارا ان کا کوئی جوڑ نہیں''۔ وہ اسکی ضدی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھیں وہ دھمکی تو کبھی نہیں دیتا تھا بلکہ ہر کام کر گزرتا تھا۔

''کیوں ہمارے گھر میں جو ہوتا ہے' خراب کریکٹرز ہیں' وہی عزت دار ہیں''۔ وہ تو بھڑک اٹھا۔

حمیرا یہ نہیں بول سکی تھیں تمہارے باپ کے کرتوتوں نے پہلے ہی عزت پر مٹی ڈالی ہوئی ہے وہ کب انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

''مجھے بھی ضد ہے اسد مرزا کی دونوں بیٹیاں اس گھر میں رخصت ہو کر آئیں گی ورنہ میں اس گھر کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا''۔

محمد احمد ہکا بکا سا اسے دیکھ رہے تھے' شہران نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لی تھیں' وہ تھا بھی الٹے دماغ کا ہر کام ضد میں الٹا ہی کرتا تھا۔

''کیا بکواس کیے جا رہا ہے''۔ حمیرا نے اس کی چوڑی پشت پر ہتھڑ مارا' انہیں تو ہول اٹھنے لگے' اس وقت ذیشان بھی گھر پر نہیں تھا ورنہ وہی اسے سناتا۔

''بکواس نہیں ہے ٹھیک کہہ رہا ہوں' اسد مرزا کی دونوں بیٹیاں آپ کی بہو بنیں گی' دیکھتا ہوں کیسے وہ رشتہ نہیں ہونے دیتے''۔

''ہاں گھر سے اغوا کروا لینا۔ تو' تو یہ بھی کر سکتا ہے''۔ محمد احمد کو بھی اس کی باتوں سے ڈر و خوف محسوس ہوا۔

''تمہاری طرح بھگا کے نہیں کروں گا' پہلے رشتہ بھیجوں گا اگر انکار ہوا تو پھر ایسا کروں گا''۔ شہران غصے میں سوچتا سمجھتا نہیں تھا' کیا کیا بول رہا ہے۔

حمیرا بیگم تو سہم گئیں انہیں ذیشان کا انتظار تھا وہ گھر آئے تو اس کی شکایت کریں اندر کمرے میں شیبا سب سن رہی تھی اسے اپنے اس اکھڑ بھائی کے مزاج پر کبھی کبھی بہت غصہ آتا تھا مگر وہ خیال بھی تو دونوں بہنوں کا بہت کرتا تھا۔

"چلا جا میری نظروں کے سامنے سے شہران! مجھے تجھ سے خوف آرہا ہے"۔ وہ اسے دھکیل کے اندر چلی گئی تھیں۔

شہران بھی پیر پٹختا ہوا باہر نکل گیا' ٹیکسی باہر کھڑی تھی وہ اپنے کام پر روانہ ہو گیا۔ پورا دن اس کا دماغ گرم ہی رہا' واپسی پر ایک جگہ دیکھا وہ گرین کپڑوں میں ملبوس گھر کی طرف ہی جا رہی تھی' شہران گاڑی سے اترا اور اس کے راستے میں آ گیا' لیل ماہ تو بوکھلا گئی۔ بلیو جینز پر فان کلر کی ٹی شرٹ میں آنکھوں میں رعب' غصہ' چہرے پر تناؤ لئے راستہ روکے کھڑا تھا۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ"۔ غصے میں آ گئی۔

"اگر تمہارے باپ نے تمہاری بہن کا رشتہ کہیں اور طے کیا تو یاد رکھنا' میں ہونے نہیں دوں گا"۔ وہ اسے وارن کرنے لگا۔ لیل ماہ متوحش زدہ سی اس کی اتنی جرات اور دھمکی پر متحیر رہ گئی۔

"بہت عزت دار ہو تم لوگ اس گلی میں' یاد رکھنا رسوا کرنے میں دیر نہیں کروں گا"۔

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہے"۔ وہ اب ڈر گئی۔

"بالکل ٹھیک ہے' تم بھی اپنے دماغ میں یہ بٹھا لو شہران احمد اب تمہارا ابھی پیچھا چھوڑنے والا نہیں ہے"۔

"واٹ......" وہ تو اچھل گئی۔

"زیادہ بات کرنا مجھے پسند نہیں ہے"۔ اس کے چہرے پر گہری نگاہ ڈال کے ٹیکسی میں آ کر بیٹھ گیا۔

لیل ماہ کو ایسا لگ رہا تھا قدم من من بھر کے ہو گئے ہوں' اسے شہران سے ایسی شدت پسندی کی توقع نہیں تھی۔

شہران نے مڑ کے اسے جاتا دیکھا' لب مسکرائے کیونکہ اسے پتہ تھا وہ گھر جا کے تو ضرور بولے گی۔

"اونہہ...... اب دیکھنا تمہارا شکار بھی کروں گا' بہت عزت ہے ناں تم لوگوں کی اس محلے میں"۔ اس پر تو لگتا تھا جنون سوار ہو گیا۔

اسد مرزا کی تمسخرانہ اور حقارت آمیز نگاہوں کو وہ بھولتا نہیں تھا۔ اسے دیکھ کر دھڑ سے گیٹ بند کرنا اور فضول کے الزام یہ اسے برداشت نہیں تھے' جب وہ ایسا ہے ہی نہیں تو کیوں باپ کے طعنے دیتے ہیں' کیوں عزت سے جینے نہیں دیتے ہیں' اتنے برے کردار کے ہیں کہ وہ ان کی طرف نگاہ تک کرنا مکروہ سمجھتا تھا۔

"آپ جیسے شریف لوگ ہی لوگوں کو عزت سے جینے نہیں دیتے ہیں' ٹھیک ہے میرا باپ برا ہے' میں بھی برا ہوں' اب برا ہی کر کے دکھاؤں گا"۔ اس کے دماغ میں جھکڑ چلنے لگے' اس پر بدلہ سوار ہو گیا۔

☆
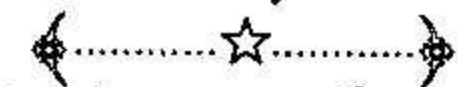
اس نے حرما کو بھی نہیں بتایا تھا شہران نے کیا کچھ راستے میں روک کے بکواس کی تھی۔ پہلے تو وہ چاہ رہی تھی کسی طرح بھی ذیشان احمد سے حرما کی شادی ہو جائے مگر اب منع کر رہی تھی' شہران کی آنکھوں میں اس نے غصہ اور جنون دیکھا تھا' اس پر جیسے بدلا سوار ہو گیا تھا۔

"اوباش آدمی ہے' میں نفرت کرتی ہوں تم سے شہران احمد"۔ وہ کتنی ہی بار خود کو لعنت ملامت کر چکی تھی۔ ایسے انسان کا کیا بھروسہ جو بے عزت کر دے۔

"اچھا ہے آپی کی جلدی شادی ہو جائے' اس آدمی سے بعید بھی نہیں' الٹی سیدھی بکواس کر دے"۔ جب سے یونیورسٹی سے آئی تھی پریشان ہی تھی' کھانا بھی برائے نام کھایا تھا۔ ابو نے اسے بلایا تھا' دعا کہنے آئی تھی۔

لیل ماہ کے ہاتھ پیروں میں گھبراہٹ اور ڈر کی وجہ سے اور پسینہ آنے لگا' آنچل شانوں پر برابر کیا اور باہر آ گئی۔

وہ لاؤنج میں بیٹھے تھے اس وقت امی اور ابو کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

"جی ابو!" مودب انداز میں پوچھا۔

"تمہاری پڑھائی کے اور کتنے مہینے رہ گئے ہیں؟" وہ اس کی جانب متوجہ تھے۔

"یہی آخری سال ہے"۔

"ہوں ٹھیک ہے' حرما کو تو میں نے منع کر دیا ہے کیونکہ شادی بھی جلدی ہونی ہے"۔

"ابو! آپ سے ایک بات کہوں"۔ ڈرتے جھجکتے ہوئے لب کشائی کی۔ امی کو تو لیل ماہ سے ڈر ہی لگتا تھا' لیکن وہ اپنے ابو سے بھی ضد میں اڑ جاتی تھی۔

"ہوں...... بولو"۔

"اگر آپی اپنے ایگزام دے لیں تو پھر شادی کی تاریخ رکھ لیجیے گا' ان کے تو صرف چند ماہ میں ماسٹرز پورا بھی ہو جائیگا" جھٹ اپنا مدعا بیان کر دیا۔

"اب پڑھائی کی ضرورت کیا ہے' جتنا پڑھنا تھا پڑھ لیا"۔ امی نے آگے سے نفی کی۔

"پھر بھی ابو......؟" وہ مصر تھی۔

"ہاں...... لیل ماہ ٹھیک کہہ رہی ہے' اپنی پڑھائی وہ اس دوران مکمل بھی کر لے گی' میں پڑھائی کے خلاف بالکل نہیں ہوں"۔ انہیں لیل ماہ کی بات سمجھ آ گئی۔

"تھینک یو"۔ وہ تو وفورِ مسرت سے مسکرا دی' کم از کم حرما کو بھی سنبھلنے کا موقع ملے گا۔

"ٹھیک ہے میں نے اس لئے بلایا تھا' لائبہ نے مجھ سے بات کی تھی تم اس کے ساتھ مل کر بچوں کو ٹیوشن پڑھا لیا کرو"۔

"جی......" وہ تو غیر متوقع بات سن کے حیران رہ گئی۔

"اچھا ہے تم بھی فارم میں رہو گی' پھر لائبہ کے پاس بچے بھی زیادہ ہیں"۔ وہ اسے کھلے دل سے اجازت دے رہے تھے۔ جبکہ لیل ماہ کی حیرانگی سے آنکھیں پھیل گئی تھیں۔ اس نے تو لائبہ کو صاف انکار کر دیا تھا صرف ابو کی وجہ سے وہ ٹیوشن پڑھانا بالکل پسند نہیں کریں گے۔

اس نے حرما کو بتایا تو وہ بھی حیران ہوئی۔

"لائبہ کل آئی تھی ابو کے پاس' وہی بات کرنے آئی ہو گی"۔

"آپ کو نہیں بتایا اس نے؟" لیل ماہ نے پھر استفسار کیا۔

"میں اوپر کے پورشن کی صفائی کر رہی تھی' بھابی کے پاس بیٹھ کر چلی گئی تھی"۔ عصر کی نماز پڑھنے کے لئے وہ جائے نماز بچھا رہی تھی۔

"چلو اچھا ہے تمہیں بھی کچھ ایکٹوٹیز ملیں گی"۔

"آپی! میں نے ابو سے پوچھ لیا ہے' وہ کہہ رہے ہیں کہ تم ماسٹرز اپنا پورا کر لو"۔ وہ خوشی خوشی بتانے لگی۔

"میرا اب بالکل دل نہیں ہے"۔ وہ محض ذیشان احمد کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"تم اپنی پڑھائی ایسے کیسے چھوڑ سکتی ہو"۔ وہ تو بضد تھی کسی طرح بھی وہ اپنا ماسٹرز کمپلیٹ کرے۔

"تم نے یونیورسٹی چلنا ہے' جب یہ رشتہ قبول کیا ہے تو ذیشان سے سامنا بھی کریں' ہاں اب ان سے بات کرنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے"۔ آج تو وہ شہران کی دھمکی سے ڈر گئی تھی۔

"یہ تم کہہ رہی ہو؟" حرما نیت باندھنے کیلئے کھڑی ہوئی۔

''ہاں میں کہہ رہی ہوں''۔ وہ بھی وضو کرنے واش روم میں چلی گئی۔ دونوں نے نماز پڑھی اس وقت تک دونوں میں کوئی بات چیت نہیں ہوئی۔

''میری دعا ہے ساتھ خیریت اور عزت سے آپ کی شادی ہو جائے''۔

''خیریت تو ہے آج تم اور ایسی باتیں......'' حرما کو یقین نہیں ہو رہا تھا۔

''آپی! ذیشان احمد کا بھائی بہت بدتمیز ہے' ٹھیک کہتے ہیں ابو جیسا باپ ویسے بیٹے بھی ہوں گے''۔ اس کا دل تو شہران کی طرف سے اور زیادہ خراب ہو گیا تھا۔

حرما نے چونک کر اس کی بات کو سنا۔ لیل ماہ کی آج تو باتوں میں بھی تبدیلی تھی' کل تک ذیشان کی حمایت کرتی تھی اور اب وہ ایسے بول رہی تھی۔

''یہ تم کہہ رہی ہو''۔

''ٹھیک کہہ رہی ہوں آپی! مجھے تو ذیشان احمد کا بھائی اوباش اور بدمعاش بھی لگتا ہے' اچھا ہے آپ کی اور میری شادی عزت سے اور جلدی ہو جائے''۔ وہ تو اس حد تک ڈر گئی تھی کہ ہر وقت اب عزت کی فکر رہتی۔

''ہم ایسے کسی کے بارے میں نہیں کہہ سکتے اور پتہ ہے جب تک خود اپنی آنکھوں سے کسی کو نہیں دیکھ لو اُس وقت تک اس پر الزام نہیں لگاؤ''۔ حرما کو اس کی یہ بات پسند نہیں آئی تو سرزنش کی' وہ خفیف سی ہو کر نگاہ چرا کے رہ گئی۔

وہ اسے سچ بھی تو نہیں بتا سکتی ورنہ پھر وہ اس کا یونیورسٹی ہو سکتا ہے جانا رکوا دے۔

''مجھے وہ بس اچھا نہیں لگتا ہے''۔

''وہ تمہیں اچھا نہیں لگتا تو اسکا مطلب ہے تم اس پر کوئی بھی الزام لگا سکتی ہو''۔ وہ لاجواب کر گئی۔

''ارے چھوڑیئے...... آپ بھی کیا باتیں لے کر بیٹھ گئی ہو''۔ وہ بےزاری اور اکتاہٹ سے منہ بنانے لگی۔ حرما نے پھر مزید کوئی بات نہیں کی مگر دل اس کا مغموم اور اداس ہو گیا۔

☆

وہ دو دن سے آفس ہی نہیں جا رہی تھی۔ گاڑی کی ایف آئی آر درج کروادی تھی مگر ملنا ممکن ہی نہیں تھا۔ روحیل سکندر نے اس کی دوسری گاڑی منگوالی تھی' اریشماء نے اسے ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔

دل کی عجیب بےچینی تھی' حمدان جب سے اسے گھر ڈراپ کر کے گیا تھا وہ کھوئی کھوئی سی ہو گئی تھی۔ اس کی فرینڈ امریکا سے آئی ہوئی تھی اس کے پاس بھی دوبارہ نہیں گئی تھی۔ اس کی ویڈنگ اینی ورسری میں تین دن ہی تھے' گفٹ وغیرہ سب بھول گئی تھی۔ کسی بک کے مطالعے میں وہ منہمک تھی سیل اس کا بیڈ پر پڑا تھرک رہا تھا' چونک کر دیکھا اسکرین پر حمدان کی کال تھی۔

''حمدان''۔ دل کی دھڑکنوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ بک تکیہ پر الٹ کے رکھی اور کال ریسیو کر لی۔

''یس اریشماء اسپیکنگ''۔

''السلام وعلیکم''۔ حمدان کی سنجیدہ گمبھیر سی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

''وعلیکم السلام''۔ آواز کو مضبوط بنایا۔

''خیریت تو ہے آپ دو دن سے آفس نہیں آ رہی ہیں' گاڑی نہ ملنے کا سوگ منا رہی ہیں''۔ وہ شاید یہی سمجھا تھا۔

''نن نہیں تو...... وہ بس ایسے ہی آرام کرنے کا موڈ تھا''۔ وہ خوش بھی ہوئی حمدان نے اس کی غیر موجودگی اتنی محسوس کی کہ کال کر لی۔

''سر سے میں نے پوچھنا مناسب نہیں سمجھا اس لئے آپ کو کال کر لی''۔ وہ صاف گو بھی بہت تھا جو دل میں ہوتا وہی زبان پر۔

''میں نے برا تو نہیں منایا' آپ نے مجھے کال کیوں کی''۔ وہ نرم سے لہجے میں مسکراہٹ لئے اسے چھیڑنے لگی۔

''میں نے کال اس لئے بھی کی ہے کہ آپ آفس نہیں آ رہی ہیں تو تیمور اپنی چلا رہے ہیں اور میں آپ کے پیچھے کوئی ہنگامہ نہیں کرنا چاہتا''۔

''اوہ تیمور......'' وہ اسے تو بھول ہی گئی تھی۔

''میں کل آنے کی کوشش کروں گی''۔

''محترمہ! کوشش نہیں آپ کو کل ہر صورت آنا ہے''۔ وہ پرزور انداز میں گویا ہوا۔

''اگر نہیں آئی تو کیا کریں گے؟'' اُسے تنگ کرنے کیلئے جملہ ادا کیا۔

''اگر نہیں آئیں تو میں پھر کل سے نہیں آؤں گا''۔ آخری دھمکی یہی تھی۔

''اتنی اہم ہوں آپ کے لئے''۔ معنی خیزی سے پوچھا۔

''اہم تو آپ کو پتہ ہو گا کتنی ہیں مگر میرے لئے نہیں' آفس کے تمام اسٹاف کے لئے کیونکہ سارے معاملات آپ ہی دیکھتی ہیں''۔ اطمینان سے اس کی سوچ کی نفی کی۔

''مگر کال مجھے پورے اسٹاف نے تو نہیں کی' آپ نے کی ہے''۔ حمدان کو کسی طرح بھی لاجواب کرنا چاہتی تھی۔

''سب کی طرف سے میں نے کی''۔ وہ تیز لہجے میں آ گیا۔

''دیکھئے میم! آپ کی میں ہر بات کا مطلب خوب سمجھتا ہوں جو آپ چاہ رہی ہیں ایسا کچھ نہیں ہے''۔

''آپ ہر وقت اتنے سپاٹ کیوں رہتے ہیں''۔ وہ بھی کچھ غصہ میں آ گئی۔

''آپ کا وہم ہے ورنہ میں ہمیشہ ایسا ہی ہوں' پلیز کل آنے کی کوشش نہیں بلکہ آپ کو آنا ہے''۔ جب اسے کوئی بات کہتا تو ایسا لگتا باس اریشماء نہیں خود ہے۔

''سوچوں گی''۔

''اوکے آپکی مرضی''۔ کال کٹ ہو چکی تھی۔

''حمدان احمد! کیسے انسان ہو' ہر ایک کو تم ایک ہی ترازو میں کیوں تولتے ہو''۔ سیل کو سائیڈ ٹیبل پر رکھا بیک کراؤن سے ٹیک لگالی۔

ذرا بھی تو وہ مرعوب ہونے والا نہیں تھا۔ تیمور ہر طریقے سے اپنا رعب اور قبضہ جمانے کی کوششوں میں تھا۔

''تم سے میں دوٹوک بات کروں گی' حمدان اتنے بھی روکھے اور سرد مہر نہیں بنو''۔ لب کچلتے ہوئے سوچوں میں وہ خود سے ہمکلام تھی' پورا دن وہ اپنے بیڈروم میں رہتی تھی۔ ممی کو اس کی یہ سستی والی عادت بہت گراں گزر رہی تھی۔

وارڈروب سے اپنا سوٹ نکالا' باتھ لے کے وہ تیار ہوئی لائٹ سی گرین کاٹن کے پرنٹڈ اسٹائلش سے سوٹ میں اس کی شہابی رنگت دمک رہی تھی۔

''ممی! میں زویا کی طرف جا رہی ہوں''۔ ان کے بیڈروم میں چلی آئی۔

''ڈرائیور کے ساتھ جانا''۔ انہوں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''جی اسی کے ساتھ جاؤں گی''۔ وہ ان کے رخسار پر پیار کر کے باہر آ گئی۔

زویا کے تو گھر جانے کا بہانہ تھا' جانا اسے حمدان کے گھر تھا' اس وقت یقیناً وہ گھر آ گیا ہو گا۔ وہ اپنے قدموں کو

بار بار روک چکی تھی مگر دل نہیں سن رہا تھا' حمدان جتنی بے رُخی برتتا وہ اتنا اس کے قریب ہوتی جا رہی تھی۔
ابھی موڑ کاٹا ہی تھا کوئی سامنے سے آتے ہوئے بچا۔
''دیکھ کر ڈرائیو کرو''۔ اس کی سوچوں کو بریک لگا۔ گاڑی ڈرائیور نے ایک منٹ کیلئے روکی تھی' وہ شخص ڈرائیونگ سیٹ تک آیا۔
''سنئے صاحب یہ جگہ آرام سے چلنے والوں کیلئے ہوتی ہے''۔ اریشماء نے آواز پر چونک کر دیکھا وہ عدین تھا' اس کی آنکھیں خوشی سے چمک گئیں۔
''ارے آپ......'' وہ پچھلا ڈور کھول کے نیچے اتر آئی۔
''اوہ تو آپ ہیں' کیوں بھئی گاڑی آج ہوا پر ڈرائیو کروا رہی ہیں''۔ اس نے مسکراہٹ لئے طنز کیا۔
''سوری بھائی!'' وہ الٹا شرمندہ ہونے لگی تھی جبکہ ڈرائیور گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔
''اوکے''۔ اریشماء کا شرمندہ ہونا اچھا نہیں لگا تھا۔
''آؤ گھر ڈراپ کر دوں''۔
''نہیں شکریہ' سامنے روڈ پر تو جانا ہے''۔ اس نے منع کیا۔
''ارے ناٹی بوائے! آ جاؤ میں تمہاری طرف ہی جا رہی ہوں''۔ اس نے عدین کو زبردستی اپنے ساتھ بٹھایا۔ چند لمحوں میں وہ ان کے فلیٹ پر تھے۔ اریشماء سے وہ شوخی سے باتیں کر رہا تھا۔
''آپ آفس نہیں گئیں کیا؟'' اس نے پوچھا۔
''ٹھیک سمجھے''۔ دونوں سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر آ گئے تھے۔
''ایک بات پوچھوں؟''
''ہوں پوچھو''۔ اریشماء کو ناٹی سا عدین بہت اچھا لگا تھا۔
''دو دن پہلے آپ بھائی کے ساتھ بائیک پر گئی تھیں''۔
''بائیک پر......'' وہ جھینپ سی گئی' نگاہ بھی چرائی' عدین پتہ نہیں کیا سمجھ رہا ہوگا۔
''حمدان نے بتایا ہے؟'' اس نے الٹا سوال پوچھا۔
''وہ بتانے والے نہیں تھے' کچھ نشانات ایسے تھے جو ہمیں چونکا گئے''۔ وہ معنی خیزی سے مسکرایا۔ بیل پر ہاتھ رکھ دیا' فوراً ہی گیٹ کھلا سامنے امی کھڑی تھیں۔ اریشماء نے جھجک کے سلام کیا' اسے عجیب تو لگ رہا تھا آج دوسری بار یوں اچانک سے جو آ گئی تھی۔
''وہ آنٹی! میں پھر آ گئی''۔
''ارے اس میں جھجکنے کی کیا بات ہے بیٹا! اچھا کیا جو آ گئیں' اپنا سمجھا ہمیں اس قابل جانا جو ہمارے غریب خانے پر آ گئی ہو''۔
''آپ ایسی بات تو نہیں کیجیے''۔ اریشماء شرمندہ ہوئی۔
''امی! بھائی نہیں ہیں''۔ عدین نے پورا گھر تلاشنے کے بعد تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔
''ہاں ابھی تک آفس سے ہی نہیں آیا' کیا بہت کام ہے بیٹا؟ آپ کے ساتھ نکلا تھا وہ''۔ وہ فکرمند سی ہو گئیں۔
''میں تو دو دن سے آفس ہی نہیں گئی' آج حمدان کی کال آئی تھی''۔ وہ بھی سوچ میں پڑ گئی' حمدان ابھی تک آیا کیوں نہیں۔

''میں کال کرتی ہوں''۔ اریشماء نے بیگ سے سیل نکالا۔
دو تین بار ملانے سے بھی نہیں ملا۔
''نیٹ ورک کام نہیں کر رہا ہے''۔
''ویلنٹائن ڈے منانے تو نہیں نکل گئے' ویسے جگہ آپ دونوں نے کہاں ڈیسائیڈ کی تھی''۔ عدین نے معنی خیزی اور شوخی سے اس کے کان میں سرگوشی کی وہ جھینپ کر مسکرانے لگی' وہ تو امی اور مصباح ادھر نہیں تھیں۔
''میں فضول کی ایسی باتوں کو نہیں مانتی ہوں اور تمہارے بھائی سے میری ایسی کوئی کمٹمنٹ نہیں ہے''۔ جھٹ نفی کی مبادا دوبارہ وہ حمدان کے سامنے الٹی سیدھی ہانکنے نہیں لگے۔
''اریشماء بیٹی! کھانے میں ہم نے قیمہ کریلے بنائے ہیں' کوئی اعتراض تو نہیں''۔ امی نے آ کر پوچھا۔
''آنٹی! آپ کھانے وغیرہ کا تکلف بالکل نہیں کیجیے' میں کچھ دیر میں ہی چلوں گی''۔ وہ جگہ سے اٹھ گئی۔
''لو بھلا آپ نے یہ کیسی بات کی' کھانا کھلائے بغیر کھانے کے ٹائم پر ہمارے گھر پر کوئی اس طرح نہیں جا سکتا ہے''۔ عدین نے تو بھی اس کی نہیں سنی۔
''تم چپ کرو' مجھے ویسے بھی جلدی جانا ہے''۔ اریشماء نے بے تکلفی سے اپنے بڑے پن کا فائدہ اٹھا کے اسے ڈانٹ دیا۔
''میں چپ رہ ہی نہیں سکتا''۔
''عدین! کیا بدتمیزی ہے''۔ مصباح نے خشمگیں نگاہوں سے اسے سرزنش بھی کی۔ اریشماء منہ پر ہاتھ رکھ کر مسکرانے لگی' وہ اتنا بے تکلیف ہو گیا تھا کہ ہر بات کرنے میں ذرا بھی شرم یا جھجک بھی محسوس نہیں کر رہا تھا۔
''آپ چپ کر کے بیٹھیے' بھائی آ جائیں ہم سب مل کر کھانا کھائیں گے''۔ عدین نے اس کا بیگ لیا اور اٹھا کے فریج کے اوپر رکھ دیا تا کہ اچانک سے اٹھ کر نہ چل دے۔
''آنٹی! مجھے بہت دیر ہو جائے گی''۔ وہ ان سب کے اتنے اپنائیت بھرے انداز پر خوش بھی ہو رہی تھی۔
''کوئی دیر نہیں ہو گی' کون سا دور جانا ہے''۔ امی نے بھی اس کی نہیں سنی۔ وہ عدین اور مصباح سے باتوں میں لگ گئی' تقریباً نو بجے حمدان آیا' اس کی موجودگی پر حیرت زدہ رہ گیا' سلام کے بعد وہ بے نیازی اور سرد مہری سے اپنے کمرے کی سمت بڑھ گیا۔ اریشماء کو اس کے سامنے کچھ آکورڈ فیل ہوا' جانے وہ اس کے یہاں آنے پر کیسا ری ایکٹ کرے گا۔
''آنٹی! میں چلوں''۔ وہ تو یہ بھی بھول گئی حمدان سے بات کرنے کیا آئی تھی۔
''بالکل نہیں' کھانا کھائے بغیر''۔ عدین تو مکمل رعب سے بول رہا تھا' حمدان بھی آدھے گھنٹے بعد چینج کر کے آ گیا۔ بلیک ٹراؤزر پر وائٹ ٹی شرٹ میں نکھرا نکھرا فریش سا نظر آ رہا تھا' اریشماء نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔ مصباح اور امی مل کر ڈرائنگ روم میں ہی دسترخوان کارپٹ پر بچھا کے کھانا لگانے لگیں۔ وہ خاموشی سے بیٹھی تھی' حمدان نے ابھی تک بھی اسے مخاطب نہیں کیا تھا' پہلو بدل کر وہ کھڑی ہو گئی۔
''آپ پھر کھڑی ہو گئیں' بیٹھیے''۔ عدین پانی کا جگ لئے آیا' اسے ٹوکا۔
''وہ مجھے جلدی جانا ہے' ممی ویٹ کر رہی ہوں گی''۔
''اپنی ممی کو کال کر کے کہیے اتنا ویٹ نہیں کریں اور اب یہ عمر بھی نہیں کہ ویٹ کر کے ڈائٹنگ کے چکر میں پڑیں''۔ عدین نے شوخی سے بات کو ہی گھما دیا۔ اریشماء کو ہنسی آ گئی' حمدان نے اس کی مسکراہٹ کو اچٹتی نگاہوں سے دیکھا' وہ جز بز سی ہو گئی۔
کھانا خاموشی سے کھایا گیا تھا۔ وہ جانے کے لئے کھڑی ہو گئی تو ممی کی کال آ گئی تھی۔

''آ جایا کرو' اچھا لگا ہمیں تو''۔ امی نے لپٹا کے اسے پیار کیا۔
مصباح سے بھی وہ گلے ملی' عدین نے ناک پر گلاسز جمائے اپنے دانتوں کی نمائش کر رہا تھا' وہ طبیعت کا شوق تھا۔
حمدان اسے نیچے چھوڑنے کے لئے باہر نکل گیا تھا' انداز سے لگ رہا تھا بے زاری ہو رہی تھی۔
''میں اگر روز آنے لگی تو آپ لوگ تنگ آ جائیں گے؟'' وہ ان کی محبت پر نہال ہو گئی۔
''ہمارے گھر ایسی کوئی کہانی نہیں ہے''۔ عدین نے مسکرا کے اسے دیکھا۔ اریشماء کو حمدان کا پہلو بدلنا نظر آ گیا۔ وہ جلدی سے رخصت ہوئی' وہ تو حمدان سے دوٹوک بات کرنے آئی تھی۔
''کل سے آفس آ جایئے گا' میرے خیال میں گاڑی کا سوگ منا چکی ہیں''۔ وہ اس کی نیو ماڈل بلیک کار کو دیکھ کر طنز کر گیا' اریشماء خفیف سی ہو گئی۔
''حمدان! میں آپ سے ایک بات کہوں' آپ اتنے روکھے کیوں رہتے ہیں؟''
''میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا میں ہر جگہ حد قائم رکھ کے بات کرتا ہوں''۔ پیچھے کا ڈور کھولا' اشارہ تھا بیٹھ جاؤ۔
''اگر آپ تیمور کے سامنے مجھ سے روکھے انداز میں بات نہیں کریں تو میں مشکور ہوں گی''۔
''آپ تیمور کے سامنے آخر یہ کیوں شو کرنا چاہتی ہیں کہ میں اور آپ فرینڈز ہیں''۔
''اگر آپ سننے کیلئے تیار ہیں تو آپ کو تفصیل بتاؤں' کیا وجہ ہے''۔ لہجے میں حسرت تھی۔
''سوری مجھے کسی کے پرسنلز جاننے میں قطعی دلچسپی نہیں ہے''۔ پھر سرد مہری سے جواب دیا۔
''ضرورت سے زیادہ ضدی ہے یہ شخص''۔ اریشماء سوچ کر رہ گئی مگر کچھ بولنے کیلئے لب نہیں کھولے۔
''باس کون ہے' آپ یا میں''۔
''آف کورس آپ ہیں''۔ حمدان نے فوراً جواب دیا۔
وہ ذرا بھی اس پر نگاہ جما کے نہیں ڈال رہا تھا مگر اریشماء کی شخصیت اتنی سوبر تھی وہ اکثر سوچتا ضرور تھا یہ دوسری لڑکیوں سے اتنی مختلف کیوں ہے۔
''آپ جایئے بحث لمبی ہو جائے گی اور آپ جانتی ہیں میں روکھا بہت ہوں''۔ اس نے طنز کیا۔
اریشماء نے مزید گفتگو نہیں کی گاڑی میں بیٹھ گئی' ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کر دی' حمدان پیچھے ہو کر کھڑا ہو گیا۔
''حمدان احمد! تم اتنے مشکل بندے ہو کہ کسی طرح بھی میری باتوں میں نہیں آئے ہو' مگر مجھے بھی ضد ہے تم سے اپنا آپ منوا کے رہوں گی''۔ اس کے دماغ میں الگ ہی جنگ ہونے لگی۔ دل حمدان سے دستبردار نہیں ہونا چاہتا تھا پہلے تو وہ صرف اسے تیمور سے بچنے کیلئے ڈھال بنا رہی تھی مگر اب دل کچھ اور ہی راگ الاپ رہا تھا۔
وہ اتنی ضدی نہیں تھی مگر حساس بہت تھی' آج تک کسی لڑکے کو اپنے قریب نہیں آنے دیا اور نہ ہی وہ کسی لڑکے سے متاثر ہوئی۔ حمدان وہ پہلا مرد تھا جس نے اپنی خودداری اور سنجیدگی سے اسے متاثر کیا تھا' اس کا محتاط انداز اریشماء کو کھینچ رہا تھا' جو دیکھتا بھی نظر چرا کے تھا' کبھی اس کی نگاہوں میں غلاظت نہیں دیکھی' تیمور کی نگاہیں ہمیشہ اسے بری لگی تھیں' وہ ڈیڈی سے بھی نہیں کہہ سکتی تھی کیونکہ وہ یقین ہی کب کریں گے۔

☆
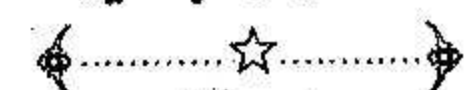
''تم ہوتے کون ہو میرا رشتہ بھیجنے والے''۔ ذیشان کو حمیرا بیگم نے بتا دیا وہ کیا کچھ کہہ چکا ہے۔
شہران شرٹ چینج کر کے بنیان پہن رہا تھا' اس کے ہاتھ رک گئے۔ پورا دن آج ٹیکسی چلا چلا کے اس کے شانے درد کرنے لگے تھے' سوچا تھا آج جلدی سو جائے گا۔

''کیا ہو گیا ہے آپ کو' میں سمجھا نہیں''۔
''شہران! انجان نہیں بنو''۔ اس نے کالر سے پکڑ کے اپنے سامنے کیا' وہ بیڈ سے اپنے کپڑے اٹھانے جھکا تھا۔
''آخر ہوا کیا ہے' کس کا رشتہ؟''
''یہ امی کو کیا تم دھمکیاں دے رہے ہو کہ اس مرزا کے گھر میرا رشتہ لے کر جائیں اور اگر انہوں نے نہیں کیا تو اینٹ سے اینٹ بجا دو گے''۔ ذیشان اس لمحے اپنے غصے کو مٹھیاں بھینچ کے کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہا تھا' وہ ذرا بھی نہیں چاہتا تھا کہ حرمایا لیل ماہ پر کوئی انگلیاں اٹھائے اور مرزا پر جو اتنے شریف آدمی تھے' وہ ان کی بے عزتی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔
''کیوں ایسا کیا غلط کہہ دیا' ان کی بیٹیوں کے سرخاب کے پَر لگے ہیں جو آپ سے ان کا رشتہ نہیں ہو سکتا''۔ تمسخر اڑا کے طنز کیا۔
''شہران! میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ تمہارے دماغ میں کیا چل رہا ہے''۔
''میرے دماغ میں جو چل رہا ہے وہ بالکل ٹھیک چل رہا ہے' آپ شریف انسان ہیں کوئی برائی نہیں ہے' کیسے وہ آپ کا رشتہ قبول نہیں کریں گے''۔ وہ جیسے بات کو اتنی اہمیت دینا نہیں چاہتا تھا بلکہ وہ اس کی دلجوئی کے لئے ایسا بولنے لگا۔
''شہران! نہ ہی تم بچے ہو اور نہ ہی میں بچہ ہوں جو بات کو تم نہیں سمجھ رہے ہو' میں کہا کہنا چاہتا ہوں''۔ وہ درشت لہجے میں اس سے مخاطب ہوا۔
''بھائی! کیوں اتنا غصہ ہو رہے ہیں' شریفوں کی طرح آپ کا رشتہ جائے گا' کوئی آپ اس مرزا کی بیٹی کو ہمارے باپ کی طرح بھگا کے شادی نہیں کریں گے''۔ کہیں سے بھی وہ باتوں میں اپنے باپ کو طنز میں لپیٹ لیتا تھا۔
''شہران! حد ہوتی ہے ہر بات کی' تمہیں ذرا بھی لحاظ نہیں ہے نہ ہی تمیز...... ابو کی تم بار بار بے عزتی کرتے ہو''۔ وہ تو مشتعل ہی ہو گیا۔
''ارے دنیا بولتی ہے آپ کا واسطہ تھوڑی ہی پڑتا ہے گلی کے لوگوں سے' سب سنتا ہوں میرے کانوں میں کیا کیا سنائی دیتا ہے''۔ اس نے غصہ میں اپنے بائیں ہاتھ کی پشت سے ٹھوڑی سے پسینہ پونچھا۔
''لوگوں کی عادت ہے فضول بولنے کی' تم کان کیوں دھرتے ہو''۔
''میں کان نہیں بھی دھروں' وہ اسد مرزا کی نگاہیں ہر وقت مجھے گھورتی ہیں ناگواری سے..... میں سب سمجھتا ہوں''۔
''ایک ہی بات کے پیچھے نہیں پڑا کرو''۔ وہ جھنجھلا گیا۔
''بات کے پیچھے آپ پڑے ہوئے ہیں' پروپوزل اگر جا رہا ہے تو جانے دیں' آپ کیوں اتنی ٹینشن لے رہے ہیں''۔
''ٹینشن مجھے اس بات کی ہے کہ وہ لوگ اپنی بیٹیوں کے رشتے بھول کے بھی اس گھر میں نہیں کریں گے' اتنی دیر سے یہی سمجھانا چاہ رہا ہوں۔ میں نے امی کو منع کر دیا آپ شہران کی دھمکیوں میں بالکل نہیں آیئے''۔ اس نے تیز لہجے میں تنک کے کہا۔
''ٹھیک ہے پروپوزل پھر میں ہی لے کے جاؤں گا''۔ وہ ضدی ہٹیلا اکھڑ تو بچپن سے تھا۔
''بکواس بند کرو''۔ ذیشان کا ہاتھ اٹھتے اٹھتے رہ گیا' مٹھی بھینچ کے آنکھیں بے بسی سے بند کیں۔ شہران نڈر انداز میں اس کے سامنے جما ہوا کھڑا تھا' انجام کی پرواہ تو اس نے کرنا ہی چھوڑ دی تھی۔
''دوسروں کی خاطر اپنی خوشی برباد کر لیں کیونکہ وہ عزت دار لوگ ہیں''۔ لہجے میں طنز ناگواری غصہ سب تھا۔ ذیشان روم سے نکل گیا کیونکہ شہران کو اس وقت سمجھانا مشکل تھا اور اسے لگ بھی نہیں رہا تھا اس کی عقل میں کوئی بات آئے۔
وہ دھڑ سے بیڈ پر بیٹھا' دل میں مصمم ارادہ باندھ لیا تھا اسد مرزا سے ٹکر لینی ہے' وہ کیوں اسے اتنا نیچ سمجھتے ہیں۔

ان بھائیوں میں اخلاقی برائی ہے جو وہ گری ہوئی نظروں سے دیکھتے ہیں' نماز روزہ کر کے وہ بہت عزت دار ہو گئے ہیں اور اسے کبھی مسجد میں دیکھ لیتے تو ہمیشہ طنز نظر آتا۔

☆
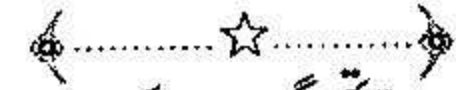
پہلے وہ صرف حمدان کو اپنی ڈھال بنانا چاہتی تھی مگر جانے کیوں اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا وہ آہستہ آہستہ اپنی خودداری اور اپنے سنجیدہ مزاج کی وجہ سے دل میں اترتا جا رہا ہے۔ وہ اس پر توجہ نہیں دیتا تھا' وہ اتنا ہی اس کی جانب راغب تھی۔ اس نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ اسے بھی یوں کسی سے اچانک سے محبت اور عشق ہو سکتا ہے۔ کالج لائف کے بعد یونیورسٹی میں بھی کبھی اس سے یہ حرکت سرزد نہیں ہوئی' ہاں ہمیشہ اسے تیمور کی ذات سے ڈر ہی لگا رہتا تھا۔

وہ تو اس دن جب حمدان ایکسیڈنٹ کے بعد ملا تو اس نے اچانک ہی سوچا تھا' حمدان اسے تیمور سے بچا سکتا ہے۔ مگر حمدان کا لفٹ نہ دینے والا انداز اسے اور اس کی جانب راغب کر رہا تھا' وہ خود حیران تھی کہ کیسے وہ ایسے سرد مہر شخص کے پیچھے بھاگنے لگی ہے۔

زندگی اس کی سبک خرامی سے گزر رہی تھی' مگر اب زندگی میں دو ماہ کے اندر جو تبدیلی آئی تھی وہ اس سے آنکھیں چرا نہیں سکتی تھی۔ دل میں ہر وقت دھڑکنوں کا شور' دماغ ہر وقت حمدان کو سوچتا رہتا تھا' وہ خود سے بھی اتنی بے گانہ ہو گئی تھی کہ بس حمدان ہی اسے یاد رہتا تھا۔

سیل کی بیپ نے اس کی سوچوں اور خیالوں میں ارتعاش بکھیرا۔ کھڑکی کا پردہ چھوڑ کے نگاہ ترچھی کر کے بیڈ پر پڑے سیل پر نگاہ دوڑائی' سیل اٹھایا۔

''ہیلو''۔

''ہیلو کی بچی! کہاں ہے تو' اب تک کوئی خبر نہیں لی؟'' چھوٹتے ہی اس کی فرینڈ زویا نے تڑخ کے خبر لی۔ اریشماء شرمندہ ہو گئی' اس کی اپنی ورسری تک بھول گئی تھی۔

''وہ میں کچھ بزی تھی آفس میں''۔ عذر بھی تو اسے تراشا نہیں آ رہا تھا۔

''تجھے آفس اتنا عزیز ہے کہ میری فکر تک نہیں ہے''۔ وہ تو اس پر برہم ہونے لگی۔ اریشماء کا ذہن و دل اس وقت حمدان کو ہی سوچ رہا تھا' وہ زویا کو جیسے یکسر فراموش ہی کر چکی تھی۔

''اچھا اچھا زیادہ چیخ تو نہیں' کان میں درد کر دیا''۔

''زیادہ میرے سامنے اترایا کم کر' آفس سنبھالتی ہے تو مجھ پر زیادہ اپنی سنجیدگی کا رعب مت ڈال''۔ وہ اریشماء کی سنجیدگی تو ذرا بھی برداشت نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''پھر فضول گوئی کرنے لگی تو''۔ وہ لمبی سانس بھر کے اسے ٹوکنے لگی۔

''اچھا بس زیادہ مت سوبر بنا کر' مجھے بہت غصہ آتا ہے''۔

''اپنے غصے کو مارو گولی' مجھے یہ بتاؤ ہو کہاں؟'' اریشماء نے بات کو ٹالا۔

''میں ہوں اس ٹائم اپنی سسرال میں''۔

''ہوں...... پھر تو میں نہیں آ سکتی''۔

''کیا مطلب ہے کیوں نہیں آ سکتی' سسرال میں میرے کوئی اتنے افراد تو ہیں نہیں اور نا تو پردہ کرتی ہے''۔ زویا کو اس کی جھجک سمجھ نہیں آئی۔

''مجھے تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں''۔

''حمدان کے متعلق''۔ زویا جب سے پاکستان آئی تھی اریشماء نے پہلی ہی ملاقات میں اسے حمدان کے متعلق بتا دیا تھا' کب' کیسے' کہاں ملا اور اب آفس میں جاب کر رہا ہے۔

''ہوں''۔

''پھر ایسا کر کل میں امی کی طرف آؤں گی ادھر ہی آ جاؤ اور ہاں خبردار جو جلدی بھاگنے کی کوشش کی''۔ ساتھ ہی وارن بھی کیا۔

''بے فکر رہو فرصت سے آؤں گی' آفس بھی نہیں جاؤں گی''۔ اس نے زویا کو خوش کیا۔

وہ حمدان کی طرف سے اتنی بے چین اور پریشان ہو گئی تھی' اسے حمدان پر غصہ آنے لگا تھا۔

''وہ تیرا حمدان آفس سنبھال لے گا؟'' زویا نے چھیڑا۔

''ڈیڈی ہوں گے''۔ وہ مسکرائی۔

''اور سناؤ اپنی ورسری کر رہی ہو؟''

''ارے چل یہ ریحان کو ہی لگ رہی تھی' میں نے منع کر دیا پھر میری طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے''۔ اس نے بتایا۔

''کیا ہوا طبیعت کو؟'' فکر مند ہو کر تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

''خالہ بننے جا رہی ہو''۔

''مبارک...... مبارک ہو''۔ اریشماء نے خوشی سے بھرپور آواز میں مبارکباد دی۔

''اچھا اچھا زیادہ ایکسائٹمنٹ مت دکھا''۔ زویا جھینپ گئی۔

''پھر امریکا تو فلائی نہیں کرنا''۔

''نہیں بھئی وہاں رہ کر بندہ کہیں کا نہیں رہتا' کسی چیز میں بھی اپنائیت نہیں ہے' یہ ریحان کو پڑی تھی ہنی مون وہاں منائیں گے''۔ وہ ناگواری سے بتانے لگی۔

''چلو ہنی مون کا فائدہ تو ہوا''۔ اریشماء نے معنی خیز لہجے میں شرارت سے کہا۔

''بدتمیز شرم نہیں آتی''۔

''بہت آتی ہے''۔ وہ ہنسی۔

میں اب کال بند کرتی ہوں کیونکہ ابھی میں نے شام کی چائے نہیں پی ہے''۔ زویا کو بھوک ستانے لگی۔

''او کے اللہ حافظ''۔ دونوں نے اجازت چاہی۔

اریشماء نے ٹائم دیکھا پانچ بج رہے تھے چائے اس نے بھی نہیں پی تھی' وہ اپنے روم سے نکلی تو ممی کچن میں نظر آئیں۔

''میں چائے لے کے آ رہی تھی''۔

''ممی! کچھ کھانے کو بھی دے دیں بھوک لگ رہی ہے''۔ کچن میں چیئر گھسیٹ کر وہ کاؤنٹر کے قریب بیٹھ گی۔

''آفس میں ایسی لگی رہتی ہو کھانے پینے کا ہوش نہیں رہتا ہے''۔ وہ بسکٹ اور چپس اس کیلئے پلیٹ میں نکال کے لے آئی تھیں۔

''آپ کو نہیں پتہ میں کیوں آفس جاتی ہوں''۔ بسکٹ منہ میں رکھا۔ فوزیہ روحیل نے چائے کا مگ بھی آگے رکھا۔

''ورنہ تیمور ڈیڈی کو قابو کر لے گا اور پھر آپ جانتی ہیں کتنی خبیث سوچ کا ہے''۔

''آہستہ بولو تمہارے ڈیڈی موجود ہیں''۔ وہ اسے اشارے سے چپ کرانے لگیں۔

اریشماء پھر چائے کے سپ لینے لگی کیونکہ ڈیڈی کے سامنے وہ ویسے بھی ذکر نہیں کرتی تھی۔ (جاری ہے)

☆

شازیہ مصطفیٰ
قسط نمبر 6
سلسلے وار ناول
کبھی عشق ہو تو پتہ چلے
WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ یونیورسٹی میں ذیشان کا سامنا تک کرنے سے گریز کر رہی تھی، جہاں ذیشان اس سے بات کرنے آگے آتا وہ انجان بن کے نکل جاتی، وہ ایسی کوئی بھی بات کر کے اپنے لئے اور حرما کیلئے مسئلہ کھڑا کرنا نہیں چاہتی تھی۔ شہران کی طرف سے تو دل اتنا بدگمان ہو گیا تھا اسے رونا آئے جا رہا تھا، اندر اندر اسے چاہ رہی تھی مگر اس کا وہ روپ دیکھ کر اس کا دل کرچی کرچی ہو گیا تھا۔

محبت کو وہ اندر سینچ رہی تھی اس کی تمام خامیوں، سرد مہری اور اپنے ابو کی مخالفت کے باوجود وہ اسے اپنے دل میں جگہ دے چکی تھی مگر اس دن شہران کا انداز اتنا گرا ہوا تھا وہ یقین نہیں کر پا رہی تھی، وہ تو اسے اچھی سوچ میں رکھ رہی تھی۔

ٹھیک کہا تھا ابو نے جیسا باپ ویسا بیٹا اور پھر یہ ذیشان احمد بھی تو اسی کا بھائی ہے، اس کی فطرت کا کیا پتہ وہ بھی کوئی نیچ حرکت کر بیٹھا تو وہ تو عزت سے جائیں گی اور عزت سے بڑھ کر کچھ نہیں۔

"لیل ماہ! آخر آپ مجھے اگنور کر کے کیوں جا رہی ہیں، پلیز بات تو کیجیے"۔ ذیشان نے اسے کوریڈور میں جا لیا جو کلاس لے کر نکل رہی تھی۔

"پلیز...... میرا راستہ مت روکئے، میں آپ کو نہیں جانتی"۔ بلیک پرنٹڈ شلوار دوپٹہ پر پلین شرٹ میں وہ خاصی سنجیدہ اور روکھی لگ رہی تھی۔ ذیشان نے حسرت بھری نگاہوں سے اس کے اجنبی لہجے پر چونک کر دیکھا ورنہ وہ تو ہمیشہ ہنستی مسکراتی ملتی تھی۔

"لیل ماہ! ایسی مجھ سے کیا غلطی ہو گئی ہے جو آپ ایسا سلوک کر رہی ہیں"۔

"پلیز ذیشان احمد! مجھے بخش دیں، مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی اور پلیز آئندہ میرا راستہ روکنے کی حرکت مت کیجیے گا"۔ شہادت کی انگلی اٹھا کر آنکھوں میں غصہ، ناگواری لئے اسے وارننگ دینے لگی۔ ذیشان کی سماعت اور بصارت یقین نہیں کر رہی تھیں وہ دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"لیل ماہ! میرا قصور تو بتایئے؟"

"قصور آپ کا یہ ہے کہ آپ اس شخص کے بیٹے ہیں......" آگے بولنے سے خود کو روک لیا۔ اندر کا انتشار دانت پیس کے روکا اور دھپ دھپ کرتی آگے بڑھ گئی۔

ذیشان کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا۔ وہ تو حیران تھا کل تک اسے رشتہ بھیجنے تک کا کہہ رہی تھی، ایک دم سے اچانک ہوا کیا تھا جو اس کے تیور ہی چینج تھے۔

ایک لیل ماہ ہی تو تھی جو حرما کی خیریت سے آگاہ کرتی تھی، وہ اتنا رنجور اور دلگرفتہ ہوا کہ ستون سے ٹیک لگا کے کھڑا ہو گیا، وہ تو خود انگاروں پر لوٹ رہا تھا۔

لیل ماہ لب کچلتی ہوئی دور جا کے اسے ترحم بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی، وہ کب ایسا کرنا چاہتی تھی مگر شہران کے ہٹ دھرم رویئے نے لیل ماہ کے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا تھا، وہ ذیشان کی کوئی بات بھی سننے کو تیار نہیں تھی۔

پورا وقت اس کا یونیورسٹی میں دل ہی نہیں لگ رہا تھا۔ لائبہ اس کے ایسے موڈ سے پریشان ہو جاتی تھی جو ذرا سی دیر میں اداس ہو جاتا تھا۔

"تم اتنی بور کیوں ہوتی جا رہی ہو؟" یونیورسٹی آف ہوتے ہی دونوں روانہ ہو گئی تھیں۔ پوائنٹ میں اتنا رش تھا مگر گھر جلدی پہنچنے کی وجہ سے لیل ماہ نے رش کو بھی نہیں دیکھا تھا۔

"آپی کی شادی ہونے والی ہے میرا کہیں دل نہیں لگ رہا، دل کرتا ہے پڑھائی بھی چھوڑ دوں"۔

"یہ تو تمہاری بے وقوفی ہو گی پڑھائی چھوڑ کے تو تم بالکل ہی پاگل ہو جاؤ گی، میرے پاس ٹیوشن پڑھانے آ جاؤ جبکہ انکل نے بھی اجازت دے دی"۔

"وہ بھی دل نہیں کرتا"۔ وہ اصل بات اسے ابھی تک نہیں بتا رہی تھی۔ پھر ذیشان احمد اور شہران کی چھوٹی بہن لائبہ کے پاس ٹیوشن پڑھتی تھی، اسے شہران کے گھر کے ہر فرد سے نفرت ہو گئی تھی۔

"میں آج زبردستی لینے آؤں گی جب ہی تم ٹھیک بھی ہو گی"۔ دونوں کا مطلوبہ اسٹاپ آ گیا تھا جہاں سے پھر وہ اپنی بس وغیرہ لیتی تھیں۔ لیل ماہ نے کچھ نہیں کہا تھا، وہ چپ چاپ اس کے ساتھ بس اسٹاپ پر کھڑی ہو گئی۔ تین بجے بھی ٹریفک کا اتنا رش ہوتا تھا روڈ کراس کرنے والوں کو دقت پیش آتی تھی۔

یلو کیب آ کے رکی، لیل ماہ کی ناگوار تنقیدی خونخوار نگاہوں نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھنے والے کو گھورا اور نخوت سے منہ پھیر لیا۔ نیوی بلیو شرٹ پر گرے پینٹ میں ہلکی بڑھی شیو میں وہ ہمیشہ کی طرح آج بھی بارعب اور ہٹیلا لگ رہا تھا۔

"آ جاؤ لائبہ! میں آپ لوگوں کو ڈراپ کر دیتا ہوں"۔

"بدتمیز، اجڈ جان بوجھ کر اس ٹائم آیا ہے، اسے پتہ ہے ہم بس کا انتظار کرتے ہیں"۔ لیل ماہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی ہوئی ناگواری کا اظہار کیے چہرہ گھمائے دوڑتی بھاگتی گاڑیوں کو دیکھنے میں محو ہو گئی۔ وہ اس پر نگاہ تک ڈالنا عبث سمجھتی تھی، کل تک اسے دل میں بسائے ہوئے تھی اور آج اتنی نفرت تھی۔

"لائبہ! تمہیں جانا ہے تو چلی جاؤ، میں ایرے غیرے کے ساتھ جانا پسند بھی نہیں کرتی"۔ اپنے اندر کا غصہ سخت الفاظ سے نکالا، شہران نے سائیڈ مرر سے اس کا جلتا سلگتا چہرہ بغور دیکھا۔

"لیل ماہ! کیا مطلب ہے؟" لائبہ کو اس کی بات بری لگی۔

"مطلب کیا پوچھتی ہو تمہاری ان سے رشتے داری ہے، ہماری ایسی نہیں ہے، تم چلی جاؤ"۔ اسے اپنے رویہ کا احساس ہوا تو کچھ نرم بنایا۔

"محترمہ! رشتے داری کی بات تو آپ فضول کر رہی ہیں وہ تو ہو جاتی ہے کسی بھی طرح"۔ شہران نے پھر تپایا۔

لائبہ حیران پریشان تھی، اکیلی تو وہ بھی نہیں جائے گی اور لیل ماہ کی اکڑ وہ سب سمجھتی تھی۔

"لیل ماہ! چلو پلیز انکل کو تھوڑی پتہ چلے گا، شہران بھائی گلی کے باہر ہی اتار دیں گے"۔ وہ آہستگی سے اس کے کان میں گویا ہوئی۔

"لائبہ! تم ایسی بات کر رہی ہو، جانتی بھی ہو"۔ وہ برہم ہوئی۔

"لائبہ! لوگوں کو زیادہ ہی اہمیت جتانے کا شوق ہوتا ہے، تم آ جاؤ انہیں یہیں کھڑا رہنے دو"۔ وہ بھی جیسے لیل ماہ کو اہمیت نہیں دینا چاہتا تھا۔

"سنئے مسٹر! اپنی حد میں رہئے، فضول کی نکتہ چینی وہ بھی اپنی ذات پر میں برداشت نہیں کرتی ہوں"۔ اس کے تو پتنگے لگ گئے۔

"اونہہ...... آئے بڑے عزت دار لوگ"۔ اس نے ہنکار کے زیر لب کہہ کر تمسخر اڑایا۔

"فضول کا یہاں اگر تماشا بنایا تو سوچ لیجیے گا آپ کیلئے بہت برا ہو گا"۔ لیل ماہ تو غصہ سے بکھرے جا رہی تھی۔

"لیل ماہ! کیا ہو گیا ہے تمہیں؟" لائبہ گھبرا گئی۔

”کیا برا ہوگا ذرا میں بھی دیکھتا ہوں“۔ وہ ڈرائیونگ سیٹ چھوڑ کے باہر نکلا۔ لوگوں کی فہمائشی نگاہیں اٹھیں، لیل ماہ وحشت زدہ سی رہ گئی مگر خود میں اعتماد پھر بھی سموئے رکھا۔

”شہران بھائی! آپ جائیے“۔ وہ تو بات بگڑتے دیکھ کر متوحش زدہ رہ گئی۔

لیل ماہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگی، شہران تو لگتا تھا ڈر و خوف سب کو پیچھے چھوڑ چکا تھا۔

”کیا کرلو گی مجھے بتانا ذرا؟“ وہ غرایا۔

”سنیئے سر!“ لیل ماہ دوڑتی ہوئی گئی، اسے پولیس کی موبائل نظر آ گئی تھی۔ شہران اور لائبہ نے اس کا تعاقب کیا، شہران تو نارمل تھا مگر لائبہ ڈر گئی۔

”یہ شخص مسلسل مجھے تنگ کر رہا ہے بدمعاشوں کی طرح“۔ لیل ماہ نے اس کی شکایت کردی تھی۔

”کیا مسئلہ ہے بھائی؟“ پولیس والے نے شہران کے بازو پر ہاتھ مارا۔

”لیل ماہ! کیا پاگلوں والی حرکت کررہی ہو“۔ لائبہ حواس باختہ ہوگئی۔

”میں نے ٹھیک کیا ہے“۔

شہران کی آنکھوں میں تو اور ہی بدلے کے آثار نظر آ رہے تھے، لائبہ سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

”دیکھئے سر! یہ میرا بھائی ہے اور یہ لڑکی اس کی بیوی ہے“۔

”لائبہ!“ لیل ماہ حلق کے بل چیخی۔

”پلیز...... آپ جائیے ہماری آپس میں کچھ لڑائی ہوگئی تھی“۔ لائبہ یقین دلانے لگی جبکہ شہران خاموشی سے سب دیکھ رہا تھا۔

”لڑکی! ضرور کوئی گڑبڑ ہے، مجھے بے وقوف بناتی ہو“۔

”سنبھال کے مسٹر! جب میں کہہ رہی ہوں تو یقین نہیں، اگر آپ کو کچھ کھانے کا موقع نہیں مل رہا ہے تو بولئے“۔ لائبہ نے صاف طنز کیا۔

”لیل ماہ! کیا تماشا بنایا ہے تم نے؟“

”تماشا تم دونوں نے بنایا ہے، دفع ہو جاؤ تم بھی“۔ بس آتے ہی وہ اسے کہے بغیر سوار ہوگئی۔

سارے راستے دل اس کا اتنا ملول ہو رہا تھا، چہرہ بھی ست گیا تھا مگر گھر میں داخل ہونے سے پہلے خود کو نارمل بھی کرنا تھا، وہ جلدی جلدی گلی میں داخل ہوئی، شہران کو کونے پر اپنی کیب سے ٹیک لگائے دیکھ کر وہ اچھل گئی۔

”ابھی جو تم نے تماشا کیا تھا یاد رکھنا یہ تمہیں بہت مہنگا پڑے گا، تمہارے والد صاحب تک یہ خبر بھی پہنچنے والی ہے“۔

”مجھے دھمکی دیتے ہو“۔ وہ دانت پیسنے لگی۔

”میں دھمکی نہیں دیتا عمل کرتا ہوں، چاہے انجام کچھ بھی ہو“۔

”تم بے حس، بدتمیز، اجڈ اور جنگلی انسان ہو“۔

”محترمہ! زبان سنبھال لو ورنہ گالیاں دینا مجھے بھی آتی ہیں، تمہارے گھر کے سامنے تمہارا ہاتھ پکڑ کے دکھا سکتا ہوں“۔ شہران نے اس کی کلائی پکڑ لی۔ لیل ماہ کی تو سٹی گم ہوگئی، اگر کوئی بھی اپنے گھر سے نکل آیا تو کتنی سبکی ہوگی۔

”کیا کررہے ہو، چھوڑو“۔ اس کی آواز کانپنے کے ساتھ لرزنے لگی۔

”کیوں کیا ہوا، ڈر گئیں“۔ وہ مسکرایا۔

”ہر شریف آدمی تم جیسے لوگوں سے ڈرتا ہے“۔ اپنی کلائی چھڑائی اور آگے چلنے لگی، شہران نے بازو سے پکڑ لیا۔

”تم خود کو سمجھتی کیا ہو؟“ اسے تو لیل ماہ کے نخرے آگ لگانے لگے۔

”کیا بدتمیزی ہے، کیوں بار بار مجھے ہاتھ لگاتے ہو“۔

”اس طرح کا مجھے نہ کوئی شوق ہے اور نہ ہی میں سوچتا ہوں، ہاتھ لگانے کے لئے حقوق پہلے لوں گا“۔ وہ اتنا ہی بے باک بھی تھا۔ لیل ماہ جھینپ کے رہ گئی، اس کے منہ لگ کے اپنی شامت نہیں بلانا چاہتی تھی خاموشی سے چلی گئی۔ لائبہ پر الگ غصہ آ رہا تھا پتہ نہیں اس پولیس والے نے کیسے چھوڑا ہوگا جو یہ اِدھر نظر بھی آ رہا تھا۔

”شہران احمد! مجھے تم سے شدید نفرت ہے، اللہ کرے تم مرجاؤ“۔ وہ کبھی کسی کو بددعا نہیں دیتی تھی مگر آج دل بہت پریشان تھا۔ اپنی عزت، اس گھر کی عزت کی اسے بہت فکر تھی۔

☆

آفس تو وہ گئی ہی نہیں تھی کیونکہ آج زویا سے ملنا تھا، ابھی تک بھی تفصیلی طور پر ملاقات نہیں ہوئی تھی، فون پر بات چیت ہو جاتی تھی۔

”مجھے لگتا ہے تیرے حمدان کو دیکھنے آنا پڑے گا“۔ زویا نے مسکرا کے معنی خیزی سے اسے چھیڑا۔

”بہت مغرور انسان ہے زویا! وہ بات بھی ایسا لگتا ہے احسان کر کے کر رہا ہے“۔

”تو منہ کیوں لگاتی ہے، کیا ضرورت تھی اس کے عشق میں گرفتار ہونے کی“۔

”عشق اور محبت کبھی سوچ سمجھ کے تو نہیں ہوتے“۔ جوس کے وہ سپ لے رہی تھی۔

”ہوں...... یہ بھی ہے“۔ اس نے تائید کی۔

”تیمور تو مجھے نہیں لگتا تجھے اس کے پاس نکنے دے“۔

”مجھے صرف تیمور سے ہی ڈر ہے اور ڈیڈی نے اگر تیمور سے میرا رشتہ کردیا تو میں تو مر جاؤں گی“۔ وہ فکرمند تھی۔

”انکل تمہاری پسند کو اہمیت دینگے یا اپنے بھتیجے کو“۔ وہ اس کے اداس ہونے پر گویا ہوئی۔

”ڈیڈی مجھے پتہ ہے چچی جان کی چکنی چپڑی باتوں میں آ جائیں گے، وہ اپنے بھائی کی محبت میں مجھے قربان کر دیں گے“۔

”اریشماء! تم انکل کی اکلوتی اولاد ہو، تمہیں اپنے حق اور پسند کا پورا اختیار ہے“۔ زویا کو سن کے اور زیادہ اس کی فکر ہوئی کیونکہ اریشماء سنجیدہ مزاج کی تھی۔

”زویا! میں حق تو جب ہی استعمال کروں جب مجھے حمدان بھی تو رسپانس دے، وہ تو اتنا روکھا اور بے نیاز ہے، کیسے میں اسے راضی کروں“۔ وہ بے زار سی ہوگئی۔

”تم حمدان سے بات کرو“۔

”بالکل نہیں...... میں اور اس سے بات...... زویا! تمہیں نہیں پتا کتنا وہ غصہ میں رہتا ہے، کام کی بات کے علاوہ دوسری باتیں کرنا پسند نہیں کرتا“۔

”ہوں...... پھر بھی اسے ذرا بھی انداز نہیں تم اس میں دلچسپی رکھتی ہو“۔ اریشماء کے سنجیدہ چہرے کو دیکھنے لگی جو

حمدان کی شخصیت کے سحر میں اتنی کھوگئی تھی' اس سے لگتا تھا دستبردار کبھی نہیں ہوگی۔

''مجھے تو خود بھی اندازہ نہیں تھا میں حمدان کی شخصیت میں ڈوب جاؤں گی۔ زویا! وہ سب سے الگ ہے' اس کی نگاہوں میں اس کی باتوں میں احترام ہے' مجھے اس کے قریب ہونے پر بھی کبھی ڈر نہیں لگا مگر تیمور کو دیکھ کر مجھے خوف آتا ہے''۔

''کتنی بار حمدان کے قریب گئی ہو''۔ زویا کے لہجے میں معنی خیزی اور شرارت تھی۔

''فضول مت بولو''۔ وہ جھینپ گئی۔

''تم ہی تو کہہ رہی ہو مجھے اس کے قریب ہونے پر کبھی ڈر نہیں لگا' چلو اچھا ہے مستقبل میں بھی ڈر نہیں لگے گا''۔ زویا کو چھیڑنے کا موقع ملا' اریشماء نے چتون تیکھے کئے اور اسے گھورا جو مسکرا رہی تھی۔

''بہت بدتمیز ہو تم''۔

''اس میں بدتمیزی کی کیا بات ہے' ایک دن محبت تو قریب آئے گی' بولو تمہیں خوشی نہیں ہوگی''۔ زویا نے پھر مسکرا کے چھیڑا۔

''اتنا مشکل شخص ہے وہ' پتہ نہیں محبت اور عشق کو سمجھتا بھی ہے یا نہیں''۔ اریشماء کو یہی بات اور افسردہ اور غمگین کرتی تھی۔

''کہتے ہیں سنجیدہ آدمی کو جب کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو وہ پھر پیچھے نہیں ہٹتا ہے' بس کیوپڈ کا انتظار ہوتا ہے کب اثر کرتا ہے''۔ وہ اپنا تجزیہ ایسے بتانے لگی جیسے بہت کچھ سنجیدہ لوگوں کے بارے میں معلومات جمع کر رکھی ہو۔

''تم دیکھنا ایک دن تمہارے عشق میں مبتلا ہو جائے گا''۔

''اچھا اچھا بس کرو بہت ہوگیا''۔ اریشماء نے موضوع بدلا۔

''کیوں تو نہیں چاہتی کہ وہ تجھ سے عشق کرے''؟

''زویا! بس کرو' تم نے ابھی حمدان کو دیکھا نہیں ہے اور مجھے لگتا بھی نہیں کہ وہ ایسے مرض میں مبتلا ہو''۔ وہ جھٹ اس کی نفی کرنے لگی۔

''خیر یہ تو جذبوں پر ڈپینڈ کرتا ہے تمہارے پاس محبت و پیار ہے' اس کے پاس بے نیازی اور سرد مہری ہے مگر کب تک؟ ایک دن تو تمہیں مان ہی جائے گا''۔ وہ اسے تسلی دینے کے ساتھ ہمت بھی بندھانے لگی کہ وہ پیچھے نہیں ہٹے۔

''کسی دن بھی دیکھنے آؤں گی حمدان احمد کو کہ کیسا ہے؟'' زویا کو اسے دیکھنے کا اشتیاق بھی ہو رہا تھا کیونکہ اریشماء نے ذکر ہی اتنا کیا تھا۔

''نارمل انسان ہے''۔

''میں تو مان ہی نہیں سکتی کہ وہ نارمل انسان ہے''۔ زویا کو آج اسے تنگ کرنے میں بہت مزہ آ رہا تھا۔

''تم کہنا کیا چاہتی ہو؟'' اس نے چتون تیکھے کئے' زویا ہنسنے لگی۔

''ارے میں تو پوچھ رہی ہوں ہے کیسا؟ یقیناً ہینڈسم تو ہوگا ہی''۔

''ہوں...... کچھ ایسا ہی ہے مگر ضرورت سے زیادہ سنجیدہ ہے' جہاں ہنسنا چاہیے وہاں بھی نہیں ہنستا''۔ ترے اریشماء نے کھسکائی' اسی وقت سیل کی بیپ ہوئی' چونک گئی۔

''اوہ...... حمدان کی کال ہے''۔ اشارہ کر کے کان سے سیل لگالیا' زویا بغور دیکھنے اور سننے لگی۔

''آپ ہیں کہاں؟ صبح سے پورے آفس میں تیمور نے ہنگامہ کیا ہوا ہے''۔ وہ چھوٹتے ہی خاصا برہم ہو رہا تھا۔

''میں نے آپ کو بتایا تو تھا مجھے اپنی فرینڈ کے ہاں جانا ہے''۔ اریشماء نے زویا کو پیچھے کیا جو سیل سے کان لگا کے بیٹھ گئی کہ کیا بول رہا ہے۔

''جو بھی ہے آپ ابھی آفس آئیے ورنہ میں آفس چھوڑ کے چلا جاؤں گا''۔ یہ کہہ کر کال ڈسکنیکٹ ہوگئی۔

''مجھے جانا ہوگا وہ تیمور لگ رہا ہے کچھ گڑبڑ مچا رہا ہے''۔ وہ فوراً ہی الرٹ ہو کر کھڑی ہوگئی۔

''تو اتنی ڈر ڈر کے بات کیوں کر رہی تھی''۔

''تجھے نہیں پتہ محتاط ہو کر بات کرنی پڑتی ہے''۔ وہ بیگ اٹھا کر کمرے سے نکلنے لگی۔ زویا بھی اس کی تقلید میں نکلی۔

''سن جلدی دوسرا چکر بھی لگالینا''۔

''اب تم آنا''۔ گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔

دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ ہلا کے رخصت ہوگئی تھیں۔ تیمور کی بھی کال اس کے سیل پر آ رہی تھی مگر اسے غصہ آ رہا تھا تیمور کیوں اتنا عمل دخل اس کے آفس میں دکھاتا ہے۔

☆
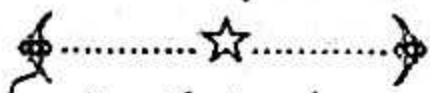
''امی! آپ کب جائیں گی بھائی کا پرپوزل لے کے؟'' وہ کچن کی چوکھٹ پر دونوں ہاتھ جمائے کھڑا ہوا تھا۔

''ذیشان نے منع کیا ہے کہ کوئی پرپوزل نہیں جائے گا''۔ انہوں نے پتیلی کا ڈھکن لگایا اور اس کا ہاتھ ہٹا کے کچن سے نکل گئیں۔

''ایسے کیسے نہیں جائے گا پرپوزل' پھر میں خود لے جاؤں گا''۔ اسے تو جیسے ضد سوار ہوگئی تھی۔

''شہران! کیوں اس عمر میں میرے سر پر خاک ڈلوائے گا''۔ وہ تو اس پر برسنے لگیں۔

''کیا برائی ہے جو آپ پرپوزل لے جانے سے منع کر رہی ہیں؟''

''ذیشان کی مرضی نہیں تو کیوں لے کے جاؤں؟ آرام سے بیٹھ زیادہ فضول کی باتوں میں مت پڑ''۔

''ٹھیک ہے پھر مجھے ہی کرنا ہے''۔

''تم ہوش میں تو ہو''۔ ذیشان یونیورسٹی سے آ کر اپنے کپڑے چینج کر رہا تھا اس کی آواز کانوں میں پڑی تو کمرے سے باہر آیا۔

''شہران! میں نے تمہیں کتنا سمجھایا ہے تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتا' مجھے شادی وادی کچھ نہیں کرنی اور اس گھر میں تو بالکل نہیں''۔

''مت کیجئے' پھر میرا پرپوزل لے کر جائیں گی اسد مرزا کی بیٹی کیلئے''۔ اسے تو دھماکے کرنے کی عادت تھی' ہر مشکل بات کو وہ کتنی آسانی سے کہہ دیتا تھا۔ ذیشان تو متحیر سا ہونقوں کی طرح اس کی شکل دیکھنے لگا جس کے چہرے پر تناؤ کے ساتھ اطمینان بھی تھا۔ حمیرا بیگم نے اپنا سر تاسف سے پیٹ لیا۔

''کمانے کے نہ دھانے کے' شادی کروا دو اس کی''۔

''امی! میں کماتا بھی ہوں اور ٹھیک ٹھاک''۔ وہ برامان کے گویا ہوا۔

''آرام سے بیٹھو' زیادہ فضول بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے''۔ ذیشان نے اسے نرم سے لہجے میں سمجھانے کی کوشش کی تاکہ وہ دوبارہ بھڑک نہ اٹھے۔

''میں آرام سے تو بالکل بیٹھوں گا ہی نہیں''۔ وہ کچھ بھی سننے کو تیار نہ تھا۔ ذیشان کے دل پر تو گھونسے پڑے۔ حرما کے لئے شہران نے کیسے کہہ دیا۔

''شہران! تم بات کو تو سمجھو' کیوں ضد باندھ رہے ہو' تم جانتے ہو کسی صورت بھی وہ اپنی کسی بھی بیٹی کا رشتہ ہمارے گھر میں نہیں کریں گے''۔

''اس کی اتنی موٹی عقل ہے' بات کو سمجھ ہی نہیں رہا ہے''۔ حمیرا بیگم تو اس کے لڑنے مرنے اور ہر ایک سے جھگڑا مول لینے کی عادت سے بہت نالاں تھیں۔ ضدی طبیعت کا وہ بچپن سے ہی تھا' کچھ گھر کے حالات نے اسے خودسر اور بدتمیز بنا دیا تھا' کسی کا لحاظ اس نے جیسے کرنا سیکھا ہی نہیں تھا۔ جبکہ ذیشان اتنا ہی سنجیدہ اور ٹھنڈے مزاج کا تھا' ہر بات کو تہہ تک جا کے سوچتا تھا' اس میں ضد اور غصہ بھی نہیں تھا' گھر میں بڑا بن کے ہی رہ رہا تھا۔

''میں نے آپ کو کہہ دیا ہے اگر پرپوزل آپ لے کے جا رہی ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں خود ہی کافی ہوں''۔

''شہران!'' ذیشان دھاڑا۔

''بھائی! آپ مجھے جانتے ہیں ضد پر سے میں ہٹا نہیں کرتا' جو ٹھان لیا تو ہوگا کیونکہ ہم بھی گرے پڑے تو ہیں نہیں جو انہوں نے ہماری عزت دو کوڑی کی بنا کے رکھی ہوئی ہے' انہیں بھی تو پتہ چلے گا کیسا لگتا ہے جب ان کی بیٹی یہاں ہوگی''۔

''حد ہوتی ہے بے حسی کی''۔ وہ بے زار ہو گیا تھا۔

''بے حسی ان میں ہے ہم میں نہیں''۔ وہ صوفے پر لمبی ٹانگیں کر کے بیٹھا۔

''شہران! میرے بھائی تم یہ بھی تو سوچو ان کی بیٹیوں کے لئے مسئلہ ہوگا' وہ ان پر شک کریں گے' ان کے گھر میں ہماری وجہ سے ہنگامہ ہوگا' وہ دونوں بہنیں بہت الگ مزاج کی ہیں معصوم سی' میں نہیں چاہتا کہ وہ اپنے گھر والوں کی نظروں میں گریں''۔ ذیشان نے اسے نئے سرے سے سمجھانا شروع کیا' بات کو سامنے رکھ کر شاید اس کی الٹی کھوپڑی میں آ جائے۔

''آپ یہ بتائیے پسند کرنا گناہ ہے؟''

''یہ میں نے کب کہا پسند کرنا گناہ ہے مگر حالات و واقعات کو دیکھ کر ہی قدم اٹھانا چاہیے۔ میرا پرپوزل اگر چلا بھی گیا تو وہ ایکسیپٹ تو کریں گے نہیں الٹا اپنی دونوں بیٹیوں کو گھر بٹھا لیں گے' انہیں غلط سمجھیں گے''۔

''یہی تو میں چاہتا ہوں انہیں بھی احساس ہو کہ ان کے گھر میں بھی کیا کچھ چل رہا ہے' وہ بہت عزت دار اور شریف بن کے گھومتے ہیں ناں''۔ اس پر تو بس ضد سوار تھی۔

''ان معصوموں کا کیا قصور ہے جبکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ میں نے ان کی بیٹی پر اپنی پسند ظاہر کی ہو یا اس نے کی ہو' کیوں بے چاریوں کو بدنام کروا رہے ہو''۔ ذیشان نے اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

''میں بدنام نہیں کروا رہا ہوں' بس رشتہ ہی تو بھیج رہا ہوں''۔

''میں نے کیا کہا مجھے شادی ہی نہیں کرنی ہے''۔ وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر قطعیت بھرے لہجے میں گویا ہوا۔

''مگر مجھے کرنی ہے شادی''۔

''تمہیں کرنی ہے تو کہیں اور بولو وہاں امی رشتہ لے کے جائیں گی' یہ لائبہ کیسی ہے؟'' وہ اسے کسی طرح بھی بہلا کے باتوں میں لینا چاہ رہا تھا۔

''لائبہ...... کیا ہو گیا ہے بھائی! میں نے اسے ہمیشہ اس نظر سے کبھی نہیں دیکھا' وہ شیبا اور بسمہ کی طرح ہے میرے لئے''۔ وہ بیٹھے سے کھڑا ہو گیا۔

''پھر حنا''۔

''پلیز بھائی! یہ آپ کیا مجھے بچہ سمجھ کے بہلا رہے ہیں' میں نے جب کہہ دیا تو کہہ دیا' آپ کی شادی ہوگی اس گھر کی بیٹی سے یا پھر میری''۔ وہ یہ کہہ کر رکا نہیں دھپ دھپ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔

''بہت مشکل ہے اسے سمجھانا''۔ حمیرا بیگم کا تو بلڈ پریشر ہائی ہونے لگا۔ وہ تو گھر میں محمد احمد نہیں تھے وہ بھی اگر شہران کے ساتھ شروع ہو جاتے تو بات مزید بگڑ ہی جاتی۔

''یہ تو بالکل بھی ٹھیک نہیں ہے''۔ وہ تذبذب کا شکار تھا' حرما بھی یونیورسٹی نہیں آ رہی تھی پھر لیل ماہ کا رویہ بھی وہ اپنے ساتھ دیکھ چکا تھا' وہ اس سے بات کرنا تو در کنار دیکھنے تک کی روادار نہیں تھی۔

آخر بات کیا ہوئی تھی اس سے کہاں غلطی ہوئی تھی کہ وہ اس سے بدظن' کٹیلی اور کڑوی لگ رہی تھی۔ شہران کی ضد نے الگ ذہن ماؤف کر دیا تھا۔ اسے علم تھا اسد مرزا اپنی عزت کے لئے تو کبھی بھی رشتہ نہیں کریں گے بلکہ بے عزت ہی کریں گے۔

☆

دوسرے دن وہ خاصا جھنجلایا ہوا تھا۔ آفس جانے کا بالکل دل نہیں کر رہا تھا' پورا دن تیمور سے اس کی جملے بازی چلتی رہی تھی' اوپر سے روحیل سکندر بھی آفس نہیں آئے تھے' مجبوراً اسے اریشماہ کو کال کرنی پڑی حالانکہ وہ کرنا نہیں چاہ رہا تھا مگر تیمور کی باتیں حد سے زیادہ گراں گزرنے لگیں تو اس نے مجبوراً یہ سب کیا۔

وہ جیسے ہی سیدھا ہوا عدین کو کھڑے دیکھا' وہ گڑبڑا بھی گیا' ہاتھ اپنا فوراً پیچھے کر لیا۔

''کیا ہوا ہے تم ادھر کیوں کھڑے ہو؟'' حمدان کو حیرانگی بھی ہوئی' اٹھ کر بیٹھا' عدین نے فوراً دوسرے ہاتھ سے سیل پینٹ کی پیچھے کی پاکٹ میں رکھ لیا۔

''وہ مجھے امی نے بھیجا تھا' آپ اٹھے نہیں آج آفس وغیرہ نہیں جانا''۔ اس نے شوخی سے مسکرا کے اسے دیکھا۔

''ہوں موڈ نہیں ہو رہا ہے''۔ وہ پھر بھی بیڈ سے اٹھا۔

عدین بھی مڑا کیونکہ اسے توی امید تھی حمدان اپنا سیل ضرور تلاش کرے گا اور عدین کو آج ہی تو موقع ملا تھا اس کا سیل اٹھانے کا' کب سے موقع کی تلاش میں تھا کہ اریشماء کا نمبر کسی طرح بھی لے لے۔

حمدان سائیڈ ٹیبل پر سیل تلاش کرنے لگا وہ فوراً نکل گیا۔ ڈرائنگ روم میں جا کر فون بک نکال کے اریشماء کا نمبر نکالا۔ شکر تھا اسی نام سے سیو تھا' جھٹ اپنے سیل میں نمبر سیو کیا اور سیل مصباح کے ہاتھ میں تھما دیا۔

''یہ مجھے کیوں دے رہے ہو؟'' وہ اس کیلئے ناشتہ تیار کر کے کچن سے ٹرے لے کر آ رہی تھی۔

''اس لئے کہ اگر ان کے کمرے میں رکھنے گیا تو میں پکڑا جاؤں گا' تم بولنا کہ آپ کا سیل ڈرائنگ روم میں پڑا تھا''۔ وہ ٹرے لے کے ڈرائنگ روم میں آ گیا۔

"ارے حمدان نہیں اٹھ رہا"۔ امی واش روم سے نکلی تھیں۔

"مصباح! میرا سیل دیکھا ہے"۔ حمدان ملگجے سے اسکائی بلیو قمیض شلوار میں ملبوس پریشان حال چلا آیا۔

"وہ بھائی جان! یہ رہا' ڈرائنگ روم میں صوفے پر پڑا تھا"۔ مصباح کو جھوٹ بولتے ہوئے ڈر بھی لگ رہا تھا۔ عدین ناشتہ کرنے میں خود کو منہمک ظاہر کر رہا تھا۔

وہ عموماً نو بجے یونیورسٹی کے لئے نکل جاتا تھا۔ حمدان اس سے بھی پہلے آفس جاتا تھا مگر آج دونوں صبح کے ٹائم کافی عرصے کے بعد یوں آمنے سامنے تھے۔

"حمدان! کیا بات ہے بیٹا آفس نہیں جانا؟" امی کو تشویش بھی ہوئی۔ کل رات بھی وہ آفس سے خاصی دیر سے آیا تھا۔

"امی! آج بہت تھکن ہو رہی ہے دل نہیں کر رہا"۔ اس نے اپنی گردن کو ایکسر سائز کی طرح اِدھر اُدھر گھمایا۔ عدین فوراً ہی نکل گیا' آج اس نے اریشماء کا نمبر حاصل کر لیا تھا' وہ بہت خوش تھا۔

حمدان ٹی وی آن کر کے بیٹھ گیا۔

"تم فون کر دو کہ نہیں آ سکتے"۔ امی کو پتہ تھا اریشماء کو اس کی غیر حاضری ذرا بھی برداشت نہیں ہوگی' وہ یا تو فون کرتی رہے گی یا پھر خبر لینے گھر آ جائے گی۔

"ہوں کر دوں گا"۔ اس نے انہیں تو مطمئن کر دیا مگر اس کا ارادہ نہیں تھا آج کوئی بھی فون کرنے کا۔ اسے اریشماء پر بھی غصہ تھا' ساری ذمہ داری ڈال کے خود اتنے آرام سے ہو گئی تھی اور تیمور کو فیس کرنے کے لئے اسے چھوڑ دیا تھا۔

سیل کی بیپ ہوئی اس نے دیکھا اریشماء کی کال تھی۔ ریسیو ہی نہیں کی بلکہ سیل سائلنٹ پر کر دیا ورنہ امی اور مصباح بولتی رہتیں کہ فون ریسیو کیوں نہیں کر رہے ہو۔

ناشتہ وغیرہ کر کے وہ فریش ہو کر نکل گیا۔ بہت دنوں سے خود کو آفس اور گھر میں مقید کر لیا تھا' آج اس کا رخ اپنے آفس کی طرف ہو گیا جہاں وہ اور رابول کر ایک ساتھ آتے جاتے تھے۔ کتنا شوق تھا اسے اپنا نیا آفس ڈیزائن کرنے کا مگر قدرت نے موقع ہی نہیں دیا اور سب کچھ پانی کی طرح بہتا رہا۔ حمدان کو آج تک یہ نہیں پتہ چل سکا ان کا لاکھوں کا بزنس کیسے ڈوب گیا۔ ابو اپنی بیماری میں ایسے الجھے اور انہوں نے بھی کبھی حمدان کو یہ بتانے کی کوشش ہی نہیں کی کہ ان کے ساتھ کیا کرائسس تھے۔ کتنے آرام اور عیش کے دن تھے' اسے دس سال پہلے کی زندگی یاد آ گئی' کوئی فکر اور پریشانی نہیں تھی' کبھی ابو نے کمی ہی کسی چیز کی نہیں ہونے دی تھی۔

کب سے وہ عمارت کے باہر کھڑا تھا گاڑیوں کا شوروم چمچما رہا تھا۔ کل تک سب کچھ ان کا تھا اور آج سب کچھ پرایا تھا' کل تک وہ اس عمارت کے اندر کس شان سے آتا تھا اور ابو نے بھی اسے آرکیٹیکچر کی تعلیم دلوائی تھی کیونکہ اس کا انٹرسٹ ہی اس میں تھا۔ گاڑیوں کے شوروم کا ابو کو شوق تھا مگر اس نے سوچا ہوا تھا اپنا آفس خود ڈیزائن کرے گا۔

بائیک سائیڈ پر کھڑی کیے ہیلمٹ ہاتھ میں لئے کب سے خیالوں میں گم تھا۔ سیل کی وائبریٹ پر اس نے سیل پاکٹ سے نکالا' اریشماء کی کال تھی اس نے کاٹ دی کیونکہ کل کا بدلہ بھی تو لینا تھا' آج نہیں گیا تو اسے پریشانی لاحق ہو گی کہ کہیں آفس تو نہیں چھوڑ دیا۔

بائیک اس نے اسٹارٹ کی اور بے سمت مسافر کی طرح دوڑانے لگا' جیسے اپنی منزل کی کچھ خبر نہ ہو۔ آج ابو اتنی شدت سے یاد آ رہے تھے' دل میں اداسی اور کبیدگی بڑھ گئی تھی۔ گھر کے حالات جب سے اس نے جاب شروع کی تھی بہتر ہو گئے تھے مگر وہ کچھ پہلے جیسے تو نہ تھے۔ اسے مصباح کی شادی کی بھی فکر تھی' چاہتا تھا جلد از جلد اپنے گھر کی ہو جائے مگر اس کی اکلوتی بہن کیلئے ان کے پاس تو ابھی تک اتنا بھی جمع نہیں ہوا تھا کہ اپنی بہن کو شہزادیوں کی طرح رخصت کرتا۔

اریشماء کی 25 کے قریب کال آ چکی تھیں' اس نے سیل کو پھر دیکھا ہی نہیں تھا۔ مغرب کے وقت وہ گھر پہنچا تو حیرت زدہ رہ گیا' وہ گھر میں موجود تھی۔ پنک پرنٹڈ جارجٹ کے کھلے پائنچوں کا ٹراؤزر اور دوپٹہ' پنک پلین کالر کی شرٹ میں اپنے شولڈر کٹ بالوں کو کیچر میں مقید کیے ڈرائنگ روم میں موجود تھی۔

حمدان نے سر کے اشارے سے سلام کیا۔ اریشماء تو جیسے بھری بیٹھی تھی۔

"کیوں میری کال پک نہیں کی؟" وہ اس پر چڑھ دوڑی' امی اور مصباح مسکرانے لگیں۔

"بزی تھا"۔ اسے ان دونوں کے سامنے اریشماء کا کھلا انداز گراں گزرا۔

"سیل کس لئے ہے' بزی تھے آپ بتا تو سکتے تھے"۔

"میں مناسب نہیں سمجھتا"۔ تروٹھے پن اور بدلحاظی کی حد کر دیتا تھا۔

"کیوں مناسب نہیں سمجھتے' سارا کام آپ کے ہاتھ میں ہے وہ کون بتاتا"۔ امی اور مصباح دونوں کو بات کرنے کا موقع دے کر نکل گئیں۔

"آپ کل مصروف تھیں' میں نے ایسا کچھ کہا کہ میں آفس نہیں سنبھال سکتا آپ آ کر سنبھالیں' آج میرا موڈ نہیں تھا"۔ وہ پوری ناراضگی دکھا رہا تھا۔

"آپ کو اتنا غصہ کس بات پر ہے؟"

"مجھے غصہ نہیں ہے مگر میں تیمور کی موجودگی میں کوئی کام نہیں کر سکتا"۔ حمدان نے اصل وجہ سے آگاہ کیا۔

"تیمور کی عادت ہے' آپ سے میں کتنی بار کہہ چکی ہوں اس کی بکواس پر اتنا اثر مت لیا کریں"۔ وہ اس کے سامنے آ گئی جو نگاہ دوسری سمت کیے اپنے چہرے پر تناؤ لئے بات کر رہا تھا۔

"وہ آپ کا کزن جو کچھ کر رہا ہے میں سب برداشت نہیں کر سکتا"۔

"میں کون سا برداشت کرنا چاہتی ہوں' صرف ڈیڈی کی وجہ سے چپ ہوں"۔ وہ بھی اپنی مجبوری بتانے لگی۔

"اینی ویز جو بھی ہے اگر آپ وہاں موجود ہوا کریں تو میں کام کروں گا ورنہ نہیں"۔

مصباح اور امی اندر دونوں کو باتیں کرتے ہوئے سن اور دیکھ رہی تھیں۔

"مجھے اپنی فرینڈ سے ضروری ملنا تھا"۔

"ملنا ملانا آپ رات میں رکھا کریں' جو آفس کا ٹائم ہے وہاں موجود رہا کریں"۔ اس کے لہجے میں درشتی اور اکڑ بھی تھی۔ اریشماء حیرانی سے اسے دیکھے گئی جو اپنے رویہ میں ذرا بھی لچک نہیں رکھتا تھا' اول روز سے سب سے ناراض تھا۔

"یعنی آپ کو میری عادت ہو گئی ہے"۔ وہ مسکرا کے اسے چھیڑنے لگی۔

"جی نہیں ایسا کچھ نہیں ہے' میرا مطلب صرف یہی ہے کہ وہاں رہ کر آپ کو بھی پتہ چلے کہ آپ کا کزن کیا کرتا پھر رہا ہے"۔ وہ ذرا بھی اریشماء کو خوش فہمی میں رکھنا نہیں چاہتا تھا' وہ سمجھتا تھا اریشماء اس میں

دلچسپی لیتی ہے۔

''میں سب جانتی ہوں''۔ وہ خجل ہوگئی۔

''ایک بات کہوں اگر اجازت ہو تو؟'' حمدان اس کی نرم اور مہین سی آواز پر اس کی جانب متوجہ ہوگیا۔

''پلیز آئندہ یوں بغیر انفارم کیے غیر حاضر مت ہوئیے گا کیونکہ میں بہت پریشان ہو جاتی ہوں''۔ حمدان نے لب بھینچ کے سر ہلایا' اسی وقت ڈور بیل ہوئی جو اس نے فوراً ہی دروازہ کھول دیا۔

''اوہو آج آپ بھی موجود ہیں''۔ عدین ہمیشہ کی طرح ہنستا مسکراتا ہوا داخل ہوا۔ اریشماء نے مسکرا کے اسے دیکھا' حمدان صوفے پر بیٹھ گیا جبکہ وہ جانے کیلئے تیاری کرنے لگی۔

''اور سنائیے کیسا چل رہا ہے آپ کا آفس''۔

''آفس تو وہیں کھڑا ہے البتہ میں اب چلتی ہوں''۔ وہ بیگ شولڈر سے لٹکا کے کھڑی ہوئی۔

حمدان نے اسے یوں اچانک سے اٹھنے پر فہمائشی نگاہوں سے دیکھا۔ خود سے روک کے اسے کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''کہاں...... بیٹھئے آپ کیا صرف بھائی جان سے ملنے آتی ہیں''۔

''نن نہیں...... ایسی تو کوئی بات نہیں''۔ اریشماء نے جھینپ کے حمدان پر نگاہ ڈالی وہ بھی اسی کی جانب متوجہ تھا۔

''پھر چپ کر کے بیٹھئے' کھانا کھائے بغیر یہاں سے ہلنے تک نہیں دوں گا آپ کو''۔ عدین نے اس کا بیگ لیا اور اندر لے کر رکھ دیا' وہ بولنا چاہتی تھی مگر آواز نے ساتھ نہیں دیا۔

''عدین اچھا نہیں لگتا ہے میں ہر دفعہ کھا کر ہی جاتی ہوں''۔ وہ شرمندگی اور جھجک سے گویا ہوئی۔

''ہاں روز آتی رہتی ہیں ناں آپ .بو کھا کر جاتی ہیں''۔ اسے اریشماء کی مبالغہ آرائی پر اعتراض ہوا۔

مصباح اور امی کے سامنے بھی اس کی ایک نہیں چلی۔ حمدان کھانا کھا کر اپنے روم میں چلا گیا' وہ جانے کب تک رہی اسے خبر نہیں ہوئی۔

''سچ کہہ رہی ہیں ناں آپ کو میں کال یا میسج کروں اعتراض تو نہیں ہوگا''۔ وہ اسے آج نیچے تک چھوڑنے آیا تھا' حمدان اپنے روم سے نکلا ہی نہیں تھا۔

''ارے لڑکے! سچ کہہ رہی ہوں نہیں ہوگا''۔ اسے شوخ سا عدین' اس پر اس کا خلوص محبت اور متاثر کر گیا۔

''پھر آج سے ہم دونوں بہن بھائی''۔ اریشماء نے ہی خوش ہو کر کہا۔

''صرف آپ اور میں' بھائی جان کو اس صف میں شامل تو نہیں کیا؟'' مسکرا کے معنی خیزی سے گویا ہوا۔ اریشماء گاڑی کا پیچھے کا ڈور کھول کے بیٹھ رہی تھی جھینپ سی گئی۔

''میں صرف تمہاری اور اپنی بات کر رہی ہوں' تمہارے بھائی کی نہیں''۔ وہ اس کی گہری بات سمجھ گئی تھی۔

''او کے اللہ حافظ''۔ اس نے ہاتھ ہلایا۔ اسی وقت حمدان کو عدین کی پشت پر دیکھ کر حیران ہوئی۔

ڈرائیور کو دیکھ کے حمدان کی تسلی ہوگئی تھی ورنہ وہ سمجھا تھا شاید پھر خود گاڑی ڈرائیور کر کے آئی ہے۔

''خیریت بھائی؟'' عدین کو اسے چھیڑنے میں مزہ بھی آتا تھا۔

''ہاں خیریت ہے' وہ مجھے یہ کہنا تھا......'' وہ قدرے توقف کے لئے رکا کیونکہ عدین نے آنکھیں جو اس پر ٹکائیں ہوئی تھیں۔ اریشماء کو اس لمحے ہنسی آگئی کیونکہ حمدان حواس باختہ جو لگ رہا تھا۔

''اب بول بھی دیں''۔ عدین کو زیادہ بے چینی تھی۔

''آئندہ اتنی رات کو یوں تنہا نہیں نکلئے گا''۔ یہ کہہ کر وہ رُکا نہیں مڑ گیا۔ اریشماء کی آنکھیں حیرت وانبساط سے پھیل گئیں یعنی اسے اتنی فکر تھی کہ اس کیلئے یوں نیچے اتر کے آیا تھا۔

اریشماء بھی جلدی سے عدین کو ہاتھ ہلاتی ہوئی چلی گئی۔

آج پہلی بار اسے حمدان کی آنکھوں میں اپنے لئے اسے کچھ لگا تھا' اس کے لہجے میں بھی اپنائیت تھی' پورا راستہ وہ سوچتی رہی تھی۔ محبت تو یوں ہی ہوتی چلی جاتی ہے' یہ تو بے سمت چلتی ہے اور اسے پوری امید تھی حمدان کو بھی ایک دن اس سے محبت ہو ہی جائے گی' ساتھ رہ کے تو انسیت ہوتی ہے اور پھر وہ انسیت محبت میں کب بدلتی ہے۔

لب مسکرانے لگے تھے حمدان کی اتنی توجہ پر ہی اس کا دل دھڑک رہا تھا' اس کی نظر میں کچھ ایسا ہے جو سامنے والے کو مسمرائز کر دیتا ہے' یہ اریشماء نے پہلی ہی ملاقات میں اندازہ لگا لیا تھا۔

☆
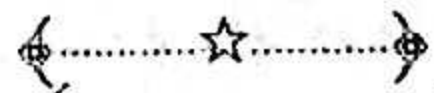
''لائبہ باجی! بھائی آج کل بہت ناراض رہتے ہیں' ہر وقت بھائی جان سے تو کبھی امی سے لڑتے رہتے ہیں''۔ بسمہ نے اسے معصومیت سے بتایا۔ لیل ماہ کے بھی کان کھڑے ہوگئے دو دن سے وہ ٹیوشن پڑھانے لائبہ کے ہاں آنے لگی تھی' وہ بھی زبردستی بڑی مشکل سے ورنہ تو اس دن سے وہ سخت ناراض تھی۔

''شہران بھائی کو ضرور دیر سے گھر آنے پر ڈانٹ پڑتی ہوگی''۔ لائبہ نے دیگر بچوں کو اشارے سے اپنے کاموں میں مصروف ہونے کو کہا جو بسمہ کی بات سننے لگے تھے۔

''پتہ نہیں' مجھے تو کچھ پتہ ہی نہیں چلتا ہے''۔

''تم زیادہ بڑوں کی باتوں پر دھیان مت دیا کرو''۔ لائبہ نے اس کے سر پر چپت لگائی۔

لیل ماہ کی پرسوچ نگاہیں بسمہ پر تھیں' وہ ضرورت سے زیادہ ذہین بچی تھی حالانکہ اس کا دل نہیں کرتا تھا صرف شہران کی حرکتوں کی وجہ سے بسمہ سے بات بھی کرے مگر وہ بچی خود اتنی معصوم اور تمیز دار تھی لیل ماہ اسے اگنور نہیں کر سکی۔

''میں کب دھیان دیتی ہوں' بھائی بولتے ہی اتنی زور سے ہیں''۔

''تمہارے بھائی کا دماغ تو ٹھیک ہے جو اتنی زور سے بولتے ہیں''۔ لیل ماہ کو اس کا ذکر ناگوار گزرا۔

''لیل ماہ باجی! ایسے تو نہیں بولئے میرے اتنے اچھے بھائی کو''۔ وہ برا مان گئی۔ لیل ماہ خفیف سی ہوگئی۔ اس کے اتنے اچھے بھائی کو تو وہ جانتی تھی کتنا اچھا ہے' سر راہ لڑکیوں کو گھیر کے دھمکیاں دیتا ہے' وہ شہران سے بہت بدظن ہوگئی تھی۔

بسمہ پورا ٹائم اپنے بھائی کی باتیں کرتی رہتی تھی وہ سنتی رہتی تھی۔

محبت کے پھول کھلے ہی تھے کہ اسے نوچ ڈالا۔ شہران نے ایسا اپنا امیج خراب کر دیا تھا لیل ماہ کو دکھ وملال گھیرے رہتا تھا۔ راتوں کو بے چین ہو کر بیٹھ جاتی' کبھی حرما کو دیکھتی تو اس پر بھی ترس آتا' ابھی تو ان دونوں کی محبت پروان نہیں چڑھی تھی کہ اسے اپنے قدم روکنے پڑ گئے۔

''میں نے کہا کہ تمہارے بھائی برے ہیں''۔ وہ جھٹ بولی۔

''آپ کو نہیں پتہ میرے دونوں بھائی مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں''۔

''اچھا اب تم اپنا کام کرو بہت باتیں کرتی ہو''۔ لیل ماہ نے اسے ٹوکا' وہ منہ بسور کے کام میں لگ گئی۔

www.paksociety.com

''تم اتنی سیریس کیوں لیتی ہو ہر بات کو؟'' لائبہ نے اس کے کان میں سرگوشی میں کہا ورنہ سارے بچے پھر ان دونوں کی باتوں پر متوجہ ہو سکتے تھے۔

''مجھے اس انسان کا ذکر تک آگ لگاتا ہے جنگلی' وحشی' سمجھتا کیا ہے خود کو'۔ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔

''اچھا بس پھر اپنا موڈ خراب کرلوگی'۔ لائبہ نے موضوع ہی بدلا۔

''حرما باجی کی ڈیٹ کب تک فکس ہوگی؟''

''شاید عید تک ہوجائے''۔ وہ بچوں پر نگاہ جمائے ہوئے تھی' بسمہ کے کان ان دونوں کی باتوں پر بھی لگے تھے۔

''لیل ماہ باجی! آپ کی بڑی باجی کی شادی ہورہی ہے''۔

''ہوں''۔ وہ بس اتنا ہی کہہ سکی۔

''آپ کی بڑی باجی کو میں نے بہت کم دیکھا ہے''۔ وہ اپنے شولڈر کٹ بالوں کو پیچھے کرنے لگی۔ لیل ماہ نے پھر ماتھے پر ناگواری کی لکیریں لئے نو سالہ بسمہ کو دیکھا جو بڑی دلچسپی سے اس سے مخاطب ہوتی تھی۔

''تم بولتی بہت ہو''۔ پھر ٹوکا۔

''باجی یہی تو پوچھا ہے آپ کی بڑی باجی کی شادی ہورہی ہے''۔ وہ منہ بنانے لگی۔ لائبہ نے بسمہ کی پشت پر تھپکی دی کہ وہ اپنا کام کرے مگر وہ منہ بنا کے بیٹھ گئی۔

''ہمارے بھائی جان کی بھی شادی ہوگی''۔

''لائبہ! میں چلتی ہوں کل سے پلیز مجھے مت بلانا' سر میں درد ہونے لگا ہے''۔ لیل ماہ اپنا سرمئی پرنٹڈ آنچل سنبھال کے کھڑی ہوگئی۔

''لیل ماہ باجی! مجھے پتہ ہے میری وجہ سے بول رہی ہیں' میں جو اتنا بولتی ہوں''۔ بسمہ حد سے زیادہ ذہین بچی تھی' اسے بھی لوگوں کے چہرے پڑھنے آتے تھے جب ہی لیل ماہ کی ناگواری سمجھ گئی۔

''ارے ایسی بات نہیں ہے''۔ لیل ماہ جز بز سی ہوگئی' ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی رکھی۔

''یہی بات ہے آپ کو میرا بولنا برا لگتا ہے' میں اپنے بھائیوں کی باتیں کرتی ہوں وہ آپ کو بری لگتی ہیں''۔

''ارے بسمہ! کیا کہہ رہی ہو' سچ میں ایسا کچھ نہیں ہے''۔ لیل ماہ کو اپنے رویئے کی بدصورتی کا احساس ہوگیا کیونکہ بسمہ نے اسے شرمندہ کردیا تھا۔

''میں روز یونیورسٹی سے آکر تھک جاتی ہوں' پھر مجھے پڑھانے کا ایسا شوق نہیں ہے اس لئے بول رہی تھی''۔ اس نے بسمہ کو یقین دلایا۔ اتنے میں حنا' لائبہ اور اس کیلئے چائے لے آئی تھی جو لیل ماہ کو پھر پینی پڑی۔

''آپ کی تو شکل تک دیکھنے کو نہیں ملتی''۔ حنا نے گویا شکوہ کیا۔

''پڑھائی پھر گھر کی مصروفیت کچھ کرنے نہیں دیتی' تم کون سا آتی ہو''۔ لیل ماہ نے الٹا شکوہ کیا۔

''میں تو پھر بھی آتی رہتی ہوں''۔ وہ چیئر گھسیٹ کے بیٹھ گئی تھی۔

''پھپھو! آپ کو دادی جان بلا رہی ہیں' حرما پھپھو کی سسرال سے مہمان آئے ہیں''۔ دعا نے تفصیل

بھی دی۔

''اوہ...... مجھے اب چلنا ہوگا''۔ چائے ختم کی اور کپ تپائی پر رکھ کر وہ آنچل برابر کرتی تیزی سے نکل گئی۔ گلی میں دیکھا وہ کونے پر کھڑا اپنی یلو کیب کو صاف کررہا تھا۔ لیل ماہ نے نخوت سے منہ پھیرلیا۔ شہران کی گہری نگاہوں نے اس کا اس وقت تک جائزہ لیا جب تک گیٹ نہیں کھل گیا۔

''بدمعاش' آوارہ' نظرباز کہیں کا''۔ دل ہی دل میں اسے گالیاں دیتی رہی تھی' جب بھی نگاہ پڑتی لیل ماہ کا خون کھولنے لگتا تھا۔

☆
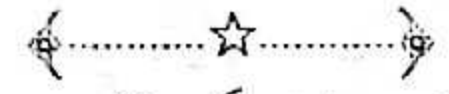
''یہ آپ کر کیا رہی ہیں اتنی دیر سے؟ سب ڈیلیٹ کردیا''۔ وہ اس پر برہم ہورہا تھا جبکہ اریشماء کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔ لائٹ سی گرین اے لائن شرٹ اور لیمن کلر ٹراؤزر پر پرنٹڈ میچنگ کا دوپٹہ شانوں پر ڈالے چیئر پر بیٹھی تھی اور وہ نیوی بلیو شرٹ پر گرے پینٹ میں ملبوس نہایت سوبر اور گریس فل سا حمدان غضبناک ہورہا تھا۔

''وہ میں تو کلک کررہی تھی''۔

''حد کرتی ہیں ساری محنت پر پانی پھیر دیا' اٹھئے یہاں سے''۔ اس لمحے وہ کوئی اکھڑ قسم کا باس لگ رہا تھا جو اپنی ایمپلائی پر خفا ہورہا تھا۔

اریشماء اتنی تیزی سے اٹھی کہ اس کا پاؤں لڑکھڑایا اور وہ حمدان کے سینے سے جا لگی' اب تو اس کی حالت اور متغیر ہوگئی' دونوں ہاتھوں سے اسے تھاما تھا۔

''اف''۔ ہاتھ پکڑ کر سائیڈ پر کھڑا کردیا۔ اریشماء کا تو سارا خون چہرے پر سمٹ کر آگیا تھا۔ چیئر پر وہ دھڑ سے بیٹھا تھا۔ اریشماء کا آنچل اس کی بیک پر اٹک گیا' وہ کھینچنے لگی مگر ڈر اور جھجک کی وجہ سے منہ سے بول بھی نہیں رہی تھی۔

''اب کہاں تلاش کروں؟''

''پلیز...... دوپٹہ چھوڑیں گے آپ''۔ ساری ہمتیں مجتمع کرکے مخاطب کرہی لیا۔ اس نے نگاہ پھیری اور آگے ہوکر دوپٹہ پیچھے اچھالا' وہ سنبھل کے کھڑی ہوگئی۔

''آپ کمپیوٹر چلانا کیا بھول چکی ہیں''۔ وہ کی بورڈ پر بڑی مہارت اور تیزی سے ہاتھ چلا رہا تھا۔

اریشماء اس کی سحر انگیز شخصیت میں اتنا کھو جاتی تھی کہ سیدھا کام بھی الٹا کرنے لگی تھی' یہ حرکت وہ کچھ دنوں سے کررہی تھی۔

''اب ایسی تو کوئی بات نہیں ہے''۔ وہ برا مان کے گویا ہوئی۔

''لگ تو ایسا ہی رہا ہے سب ڈیلیٹ ماردیا آپ نے''۔

''دوبارہ سرچ کرو''۔

''وہ کررہا ہوں''۔ نگاہ مانیٹر پر تھی۔

اریشماء کی نظر اس کی فراخ پیشانی پر تھی جو صرف اپنے کام سے کام رکھتا' ادھر ادھر دیکھنا تو جیسے اس کے لئے ...ب ہو۔

''اسلام آباد کے پروجیکٹ پر اب کیا کرنا ہے؟'' وہ پوچھنے لگا۔

''ڈیڈی نے کچھ نہیں بتایا''۔ وہ اس کی پشت پر نگاہ جمائے ہوئے تھی۔

''سر نے تو مجھ پر ڈال دیا ہے یا پھر تیمور سے کہا ہے اور میں تیمور سے کسی بھی قسم کی کوئی گفتگو اس پروجیکٹ پر نہیں کروں گا''۔ ہاتھ مارا کی بورڈ پر۔

''آپ اپنی مرضی سے کیجیے یہ آفس میرا ہے تیمور کا نہیں''۔ وہ بھی جتانے لگی۔

''مگر جس طرح کی تیمور کی باتیں ہیں مجھے تو لگتا ہے انہی کا ہے یا ہو جائے گا''۔ حمدان کے لب و لہجے میں طنز اور استہزا تھا۔

''اسی وجہ سے میں آپ سے صرف ہیلپ تو چاہ رہی تھی''۔ اسے پھر اپنی بات دہرانے کا موقع مل گیا۔

''ہیلپ......'' حمدان نے چونک کے اس کے صبیح اور ملاحت سے بھرپور چہرے کو ناچاہتے ہوئے بھی بغور دیکھا۔

''تیمور کی شخصیت آپ کے سامنے کھل کر آ تو چکی ہے وہ کیا چاہتا ہے یہ آپ نے بھی اندازہ کر لیا ہے''۔ [illegible] سے دور ہو کر کھڑی ہوئی حمدان کا پرسوچ انداز اسے چونکا گیا۔

''سوری میم...... یہ آپ کا فیملی میٹر ہے میں کوئی ہیلپ نہیں کر سکتا''۔ وہ قطعیت بھرے انداز میں معذرت کرنے لگا۔

''ہمیشہ کے لئے تو آپ سے نہیں کہہ رہی ہوں صرف وقتی ساتھ تو دے سکتے ہیں ناں''۔ لہجے میں حسرت و یاس اور افسردگی تھی۔ حمدان لب بھینچ کے رہ گیا مگر اپنی توجہ کمپیوٹر پر مبذول کر لی کیونکہ وہ اریشماء کو ذرا بھی احساس دینا نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس کی اہمیت سمجھتا ہے۔

''وقتی ساتھ بھی ٹھیک نہیں رہتا ہے اور پھر آپ اپنے لیول کا بندہ ڈھونڈیئے جو ہمیشہ کیلئے آپ کا ساتھ دے''۔ رکھائی اور بے نیازی اس نے اپنی شخصیت کا جیسے حصہ بنالی تھی۔

''لیول کا بندہ جو ہے اسی سے ہی مخاطب ہوں''۔ اریشماء کی نگاہ جھک گئی تھی۔

''یہ تو آپ کہہ رہی ہیں ورنہ حقیقت یہ نہیں ہے''۔

''حمدان! میں صرف کچھ عرصے کیلئے آپ سے مدد چاہتی ہوں''۔ وہ ملتجی لہجے میں گویا ہوئی۔

''سوری میم......! میں آپ سے پہلے بھی معذرت کر چکا ہوں''۔

''اگر کوئی ڈوب رہا ہو تو آپ کیا اسے سہارا دے کر باہر نہیں نکال سکتے''۔ وہ جذباتی طور پر اسے باتوں میں لینے کی کوشش کرنے لگی۔

''جو خود ڈوبا ہوا ہو وہ کیا کسی کو باہر نکال سکتا ہے''۔

''آپ ہمیشہ ایسی مایوسی کی باتیں کیوں کرتے ہیں''۔ اریشماء کو غصہ آ گیا۔

''ایک بات کہوں' تیمور اتنا برا بندہ نہیں ہے' ذرا سی توجہ سے سدھر سکتا ہے' آپ ایک کوشش تو کیجیے''۔ حمدان نے بات ہی الٹ کر دی۔

''شٹ اپ...... آپ کون ہوتے ہیں مجھے یہ بات کہنے والے' زندگی میری ہے اور میں جسے ٹھیک سمجھوں گی اسی پر کوشش کرنا بھی چاہوں گی''۔ اسے برا لگا اور غصہ بھی آنے لگا۔ حمدان لب بھینچ کے رہ گیا مگر چہرے کے تاثرات نارمل ہی رکھے۔

''جانتے بوجھتے آپ مجھے ایسی بات کہہ رہے ہیں''۔

''میں نے جو مناسب سمجھا ہے وہ بات کی ہے اور یہ بری بات بھی نہیں ہے''۔ وہ ابھی بھی اپنی بات پر ڈٹا ہوا تھا۔

''تیمور کو آپ بھی برا جانتے ہیں پھر بھی ایسی بات کی''۔

''میں تیمور کو برا نہیں جانتا البتہ وہ آپ لوگوں کے بزنس میں اپنا عمل دخل ڈالتا ہے وہ مجھے ناگوار گزرتا ہے''۔ اس نے تصحیح کی۔

''مجھے بھی تو یہی ناگوار گزرتا ہے وہ تو گھر میں بھی میرے ساتھ ایسے ہی کرتا ہے''۔ اریشماء کی آواز مایوسی سے نرم پڑ گئی۔ حمدان نے اپنی نگاہ چرالی کیونکہ وہ جو اسے بغور دیکھ رہی تھی اور وہ اس کی آنکھوں میں موجود جذبوں کو جانتا تھا اور وہ جان کے بھی انجان بن کے رہنا چاہ رہا تھا۔

اریشماء کا دل ایکدم ہی اداس ہو گیا' آنکھوں میں نمی بھی آ گئی مگر وہ چھپا کے رکھی' اسی وقت کوئی دروازہ کھول کے اندر آیا۔

''اوہ تو' تو یہاں ہے میری حالت خراب ہو گئی ہے اوپر آ کے''۔ زویا کی غیر متوقع آمد پر وہ حیرت زدہ رہ گئی۔ حمدان نے بھی رخ موڑ کے دیکھا' خالی چیئر پر بیٹھ کے وہ لمبے لمبے سانس لینے لگی پھر جو اس کی کنڈیشن تھی اریشماء سے مخفی نہ تھی۔

''جلدی کر میرے لئے جوس منگوا' میرا دل بیٹھ رہا ہے''۔ زویا نے اپنا دوپٹہ شانوں پر پھیلایا۔

حمدان حیرانی سے بے تکلف سی زویا کو دیکھنے لگا۔ اریشماء ابھی تک ساکت ہی تھی۔

''کیا ہو گیا ہے تجھے؟'' وہ پھر چیخی۔ حمدان نے انٹرکام پر جوس کا کہہ دیا تھا۔ وہ اریشماء کی حالت سمجھ رہا تھا کچھ دیر پہلے کی باتوں نے اس کا دل و دماغ جو ہلایا ہوا تھا' اسے بہت بڑا شاک لگا تھا۔

''کک کچھ نہیں''۔ وہ ہونٹوں پر زبان پھیر کے رہ گئی۔ حمدان کی گہری نگاہ نے اس کا جائزہ لیا' وہ بت بنی ہوئی تھی۔

''پھر بیٹھ نا''۔ زویا تو لگتا تھا یہاں سے اٹھنے کے موڈ میں نہیں تھی اور اریشماء' حمدان کے روم میں بیٹھنا نہیں چاہتی تھی۔

''ایسا کرو میرے روم میں چلو''۔

''بالکل نہیں' میری کنڈیشن بالکل ایسی نہیں ہے کہ یہاں سے ہل کے جا سکوں''۔ زویا سمجھ تو گئی تھی سامنے جو روکھا پھیکا سا بندہ ہے ضرور حمدان ہی ہوگا' اسی کے اشتیاق [illegible] آفس تک چلی آئی۔

''ریحان واپسی میں مجھے لینے آ جائیں گے' صرف آدھا گھنٹہ ہے''۔

اتنے میں جوس آ گیا تھا جو حمدان نے پیون کو اشارے سے ٹیبل پر رکھنے کو کہا۔ اریشماء کو حمدان کی موجودگی میں باتیں کرنا بھی ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔

''میں کچھ دیر میں آتا ہوں ہال کا چکر لگا کے''۔ حمدان خود ہی پھر روم سے نکل گیا' وہ شاید اریشماء کی جھجک سمجھ گیا تھا۔

''بندہ تو ڈیشنگ ہے تیری پسند کی داد دینی پڑے گی''۔ زویا نے ستائشی لہجے میں سراہا' اریشماء جھینپ کے رہ گئی۔

(جاری ہے)

☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
شازیہ مصطفیٰ عمران
قسط نمبر 7
سلسلے وار ناول
کبھی عشق ہو تو پتہ چلے
www.paksociety.com

''کچھ کام کر رہے تھے تم دونوں''۔

''بحث کر رہے تھے ہم دونوں' تم جانتی ہو حمدان کو کیسے مزاج کا ہے''۔ اریشماء کو تو اس کی سرد مہری اور ہی دکھ دینے لگی۔

''بات تو میری ہوئی نہیں ہے''۔ وہ جوس کے سپ لینے لگی۔ اسی وقت تیمور دروازہ دھڑ سے کھولتا ہوا چلا آیا' اریشماء کے ماتھے پر ناگواری کی لکیریں نمودار ہوگئیں' پہلے ہی اس کا دماغ ٹھکانے پر نہیں تھا اس پر یہ بھی موجود تھا۔

''اوہ.....'' وہ زویا کو دیکھ کر پزل ہوگیا۔ زویا نے فہمائشی نگاہوں سے دیکھا' پہلو بدل کے ناگواری کا اظہار کیا' اِسے تو وہ بھی جانتی تھی۔

''اریشماء! تم نے اپنے آفس میں آنے والے لوگوں کو مینرز نہیں سکھائے' روم میں ناک کر کے آیا کرتے ہیں''۔ زویا نے ناگواری سے طنز کیا۔ اریشماء تو اندر ہی اندر گرم گرم گھونٹ اتار رہی تھی۔

''سوری''۔ وہ شرمندہ ہوا اور پلٹ گیا مگر زویا نے اچھی طرح اس کی تذلیل ہی کر دی تھی۔

''اسے دیکھ کر مجھے بہت خار آتی ہے' زویا یہ شخص جب تک ہے مجھے غصہ آتا رہتا ہے''۔

''منہ توڑ جواب دیا کر' تیرا آفس ہے یہ کیوں یہاں آتا جاتا ہے''۔ وہ بھی غصہ کا اظہار کرنے لگی۔

''میری زبان ڈیڈی کی وجہ سے بند ہے ورنہ طبیعت صاف کرنا مجھے بھی آتی ہے''۔ وہ بتانے لگی۔

''اب دیکھ یہ آفس میں آتو گیا ہے' حمدان سے الجھنے کا موقع ڈھونڈے گا' میں دیکھ کر آتی ہوں''۔

''رک میں بھی چلتی ہوں' ریحان آنے ہی والے ہیں''۔ وہ اپنا پنک آنچل سنبھال کے اٹھی۔

''آہستہ چل اور ہاں اب یہاں آفس آنے کی ضرورت نہیں ہے' گھر آنا''۔ دونوں ساتھ ساتھ ہال کی سمت بڑھنے لگیں جہاں کا وزٹ حمدان کر رہا تھا' ہر شخص کو وہ ضرور چیک کرتا تھا کس طرح اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں۔

''حمدان! آپ روم میں جایئے اپنا کام کرلیں''۔ اریشماء نے دھیمے لہجے میں اسے مخاطب کیا جو کسی ایمپلائی کی ٹیبل پر جھکا کچھ دیکھ رہا تھا۔ وہ سر اٹھا کر سیدھا ہوا' زویا کو ڈیشنگ سا حمدان بہت پسند آیا تھا۔

''آپ جا رہی ہیں؟'' اس نے پوچھا۔

''میں نیچے ہوں کچھ دیر میں آتی ہوں''۔ وہ سمجھ گئی اسے تیمور کی موجودگی گراں گزر رہی ہے۔

''تم کیا ادھر ہوا بھی تک' اپنے روم میں جاؤ''۔ تیمور شاید اسی کی تلاش میں ادھر آیا تھا۔ حمدان نے آنکھوں سے ناگواری کا احساس دلایا اور آگے بڑھ گیا۔ اریشماء اس وقت تیمور کے منہ لگنا نہیں چاہتی تھی۔

''تم اتنا حمدان کو سر پر کیوں چڑھا رہی ہو؟''

''اریشما. آفس تیرا ہے یا ان کا؟'' زویا کو تو اس کا انداز ہی زہر لگ رہا تھا۔

''دیکھئے محترمہ! میں آپ سے مخاطب نہیں ہو رہا ہوں''۔

''میں آپ سے مخاطب ہوئی بھی نہیں ہوں' اریشماء سے بول رہی ہوں''۔ ترکی بہ ترکی جواب آیا۔

''کبھی روم میں بغیر ناک کیے آجاتے ہیں' بلاوجہ کا اعتراض''۔

''زویا! چپ''۔ اریشماء کو ڈر ہوا بات نہ بڑھ جائے۔

''تیمور! تم ڈیڈی کے روم میں بیٹھو جب تک''۔ وہ اسے ہدایت دے کر لفٹ کی سمت بڑھ گئی' اسے تسلی ہوگئی تھی حمدان اپنے روم میں چلا گیا تھا۔

''فضول میں اس کے منہ مت لگو' بہت اِل مینرڈ شخص ہے''۔

''تو ڈرتی رہ' میں نہیں ڈرتی''۔ دونوں پارکنگ ایریا میں آگئی تھیں' اتنے میں ریحان بھی آگیا۔ کچھ منٹ اس سے باتوں میں بھی لگ گئے' پھر وقت کا احساس ہوا تو فوراً آفس کا رخ کیا کیونکہ تیمور اور حمدان میں دوبارہ کوئی بات نہیں ہوگئی ہو' ویسے ہی اریشماء سے سب ڈیلیٹ ہوگیا تھا' پتہ نہیں حمدان کہاں سے سرچ کر کے لے رہا ہوگا مگر وہ اس کا سامنا نہیں کرنا چاہ رہی تھی' دل بہت دکھ گیا تھا۔

☆

وہ تیز تیز چل رہی تھی جبکہ اس کی کیب تعاقب میں ساتھ ساتھ تھی' لیل ماہ نے اپنی چال کو کچھ اور تیز کر دیا مگر سڑک پر آکر اسے رکنا پڑا' اب تو اسے گلی کا بھی ڈر نہیں تھا' سوچا اس کی طبیعت ہی صاف کر دے۔

''آخر آپ کے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟'' شاکنگ پنک پرنٹڈ کپڑوں میں اس کا سادہ سراپا غصہ کی وجہ سے تمتمار ہا تھا۔

''مجھ سے کچھ کہا؟'' شہران انجان بن کے گاڑی سے باہر آیا۔

''جی آپ سے ہی کہا ہے' کیوں آپ پیچھے پیچھے ہیں؟''

''محترمہ! یا تو آپ کا دماغ خراب ہے یا پھر خوش فہمی ہے کہ میں آپ کے پیچھے پیچھے چل رہا ہوں' میری گاڑی کے ٹائر کی کچھ ہوا کم ہے وہ چیک کر رہا تھا کون سا ٹائر ہے''۔ وہ تو بھنا گیا۔ لیل ماہ جز بزسی ہو کر لب بھینچ کے پیچھے ہو گئی۔

''زیادہ چالاکی مت دکھائیں''۔ وہ پھر بھی اسے سنانے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھی۔

میں چالاکی......'' وہ ہنسا۔

''مجھے چالاکی دکھانے کی کیا ضرورت ہے' ہر کام ہر بات ڈنکے کی چوٹ پر کرتا ہوں' اگر مجھے آپ کا پیچھا کرنا ہوا بھی تو ڈائریکٹ آپ کے گھر پہنچوں گا''۔ انداز اتنا نڈر اور پراعتماد تھا کہ لیل ماہ وحشت زدہ سی رہ گئی۔

''ساری حرکتیں بدمعاشوں والی ہیں''۔ دانت پیس کے بڑبڑائی۔

''میں نے سنا نہیں کیا بکواس کی ہے آپ نے''۔ وہ بھی تیز لہجے میں آگیا۔

''اونہہ...... پتہ نہیں کہاں سے آجاتے ہیں''۔ وہ آگے بڑھنے لگی۔ لائبہ نے تو چھٹی کر لی تھی اسے مجبوراً جانا پڑ رہا تھا' وہ تو بس یہاں سے ہی مل جاتی تھی ورنہ اسے اور خواری ہوتی۔

''جہاں سے تم آئی ہو وہیں سے آیا ہوں''۔ تاک کے ذومعنی جملہ طنز میں ڈبو کے اچھالا۔

''بندے کی شکل اچھی نہ ہو تو بات تو اچھی کرے''۔ وہ دل ہی دل میں اسے سنائے جا رہی تھی۔

''لگتا ہے کسی دن تفصیلی ملاقات کرنی پڑے گی آپ سے''۔

''اپنی شکل دیکھی ہے''۔ وہ غرائی۔ مسٹرڈ پینٹ پر ڈیپ میرون شرٹ میں ہلکی بڑھی شیو میں وہ سوبر لگ رہا تھا۔

''شکل تو روز دیکھتا ہوں البتہ ساری زندگی تمہیں دیکھنی پڑے گی''۔ رعونت اور دھونس سے گویا ہوا۔ لیل ماہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی۔ شہران کی آنکھوں سے شرارے سے نکل رہے تھے' وہ سہم سی گئی' آگے اسٹاپ پر جا کر کھڑی ہوگئی' اگر گلی سے کسی جاننے والے نے دونوں کو ساتھ دیکھ لیا تو باتیں الگ بنائیں گے۔

''کل تمہارے گھر میں سنا ہے کوئی رشتے والے آئے تھے''۔ شہران بالکل نڈر انداز میں اس کے مقابل آکے مخاطب ہوا۔ وہ تو متوحش زدہ سی رہ گئی اسے کیسے پتہ اور کیوں اس سے پوچھ رہا تھا۔

''تم ہوتے کون ہو پوچھنے والے''۔

''دیکھو میں جو ہوتا ہوں تم اچھی طرح جانتی ہو' تمہارے والد محترم تم بہنوں کا کہیں بھی رشتہ طے کر دیں' میں ہونے نہیں دوں گا''۔ وہ تو جیسے ٹھان کے بیٹھا تھا ان کے گھر کا چین وسکون غارت کر کے چھوڑے گا۔

''میں تم جیسوں کا منہ توڑ دیا کرتی ہوں''۔ لیل ماہ کی تو آنکھیں اور لہجہ خونخوار ہو گیا۔ اسے شہران کا چہرہ اتنا برا لگ رہا تھا کہ وہ دانت پیسنے لگی۔

''آواز کو دبا کے بات کرو' میرا تو کچھ نہیں تمہارا کچھ چلا جائے گا''۔ اتنی گہری معنی خیز بات وہ جتانے لگا۔ لیل ماہ پہلو بدل کے اطراف میں موجود لوگوں کو دیکھ کر جز بزسی ہو گئی' اسی وقت بس اسٹاپ پر آ کر رکی تھی وہ آگے بڑھ گئی۔

شہران بھی اپنی یلو کیب میں آ کر بیٹھ گیا مگر ذہن اس کا الجھ گیا تھا' کل ہی تو اس نے بسمہ کو کہتے سنا تھا لیل ماہ کی بڑی بہن کے سسرال والے آئے تھے' وہ بتا شیبا کو رہی تھی وہ لاؤنج میں بیٹھا تھا اس کے کان کھڑے ہو گئے تھے اور اس وقت سے منصوبے بنا رہا تھا کیا کرنا ہے کیونکہ شادی تو وہ اپنے بھائی سے ہی کروا کے رہے گا۔

اسے تو یہ بھی بعد میں پتہ چلا کہ جن سواریوں کو وہ لے کے آیا تھا وہ اسد مرزا کے گھر ہی تو آئی تھیں' اس کا مطلب تھا وہی لوگ حرما کے سسرال والے تھے۔

پورا دن وہ مصروف رہا تھا' شام میں گھر کی سمت روانہ ہوا تھا' آج تھکن سے اس کا برا حال تھا' اس کی کیب خوب چل رہی تھی۔ اب تو حمیرا بیگم کے ہاتھ پر بھی وہ پیسے رکھنے لگا تھا۔ پھر کچھ گھر کا خرچہ اوپر کا پورشن کرائے پر دیا تھا اس سے چل رہا تھا۔

''لو آ گیا تمہارا لاڈلا پوت''۔ محمد احمد نے دیکھ کر طنز میں ہانک لگائی۔ شہران کی تیوری پر بل پڑ گئے' وہ ان سے الجھنا نہیں چاہ رہا تھا مگر وہ بات ہی اسے آگ لگانے والی کرتے تھے۔

''کبھی چپ بھی رہا کریں' کیا ہر وقت تمہیں بھی عادت ہے بولنے کی''۔ حمیرا نے بیٹے کے ماتھے پر پڑتے بل دیکھ لیے تھے۔

''ارے یہ تمہارا لاڈلا چپ کب رہتا ہے''۔

''امی! پھر اگر میری زبان کھل گئی تو خوامخواہ بات بڑھے گی' جب میں ان سے مخاطب نہیں ہوں تو کیوں جل جل کے منہ مارتے ہیں''۔ وہ تو بدلحاظی میں پورا تھا۔

''زبان دیکھو اس کی کیا کیا بولتا ہے''۔ محمد احمد کو پھر اس کا بولنا ناگوار گزرا۔

''ابھی میں نے کچھ بولا نہیں ہے اگر بولوں گا تو آگ لگ جائے گی' کرتوت خود کے ٹھیک نہیں ہیں سننے کو ہمیں ملتی ہیں''۔

''شہران! فضول بکواس شروع کر دی''۔ ذیشان یونیورسٹی سے آنے کے بعد عموماً گھر میں ہی ہوتا تھا' رات میں وہ کوچنگ پڑھاتا تھا۔

''بھائی! آپ انہیں بھی کبھی ملاحظہ کیا کریں' میں چپ چاپ گھر میں آیا ہوں' بات انہوں نے نکالی ہے''۔ وہ ہاتھ نچا کے گویا ہوا۔

''ذرا کوئی عزت نہیں ہے میری ان اولادوں کی نظر میں''۔ محمد احمد بلگرفتہ سے ہونے لگے۔

''ابو! آپ تو کم از کم کچھ تو خیال سے بولا کریں''۔ ذیشان ان دونوں کو ہی سمجھاتا تھا۔

''بیٹا! میں خیال سے بولوں' یہ بولتا ہے دو کوڑی کی بھی عزت نہیں ہے اس کی نظر میں''۔

''اور ہماری آپ کی وجہ سے باہر ذرا بھی دو کوڑی کی عزت نہیں ہے''۔ شہران کو بھی غصہ آ گیا۔ حمیرا بیگم تاسف سے سر پکڑ کے رہ گئیں' دونوں باپ بیٹے کی یہی نوک جھونک ہوتی تھی۔

''کیا کرتا ہوں جو میری وجہ سے تیری عزت نہیں ہے''۔

''ابو! کیا کرتے ہیں آپ''۔ ذیشان نے انہیں شانوں سے پکڑ کے صوفے پر بٹھایا۔ شہران بھناتا ہوا اپنے کمرے کی سمت بڑھ گیا' وہ پہلے ہی اتنا الجھا ہوا تھا کہ آتے ہی محمد احمد نے اس پر حملہ کر دیا تھا۔ بیڈ پر دھڑ سے بیٹھا' بسمہ ڈرتے ڈرتے اندر آئی۔

''شہری بھائی! آ جاؤں؟''

''آں ہاں''۔ وہ چونک کر سر اٹھانے لگا۔

''کیا ہو گیا ہے تمہیں؟'' جھنجھلایا کھسیایا بے زار سا بیڈ پر نیم دراز ہو گیا۔

''کھانا کھائیں گے یا چائے پئیں گے''۔

''کچھ نہیں کھانا' چلی جاؤ یہاں سے''۔ دھاڑ کے بولا' وہ بے چاری سہم کے بیڈ سے نیچے اترنے لگی' کتنے شوق سے خوش ہو کر پوچھ رہی تھی۔

''ابو کا غصہ مجھ پر کیوں نکالتے ہیں''۔

''گڑیا! میرے سر میں درد ہے''۔ وہ لاجواب ہی ہو گیا۔

''روز سر کا درد آپ خود کرتے ہیں' اٹھ کر بیٹھیے میں کھانا لے کے آتی ہوں''۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کے اٹھانے لگی' شہران ویسے بھی اپنی اس چھوٹی بہن سے زیادہ دیر منہ بگاڑ کے بات نہیں کرتا تھا۔

''سیدھے بیٹھیے''۔ وہ حکم ہی دینے لگی۔ شہران سر ہلا کر رہ گیا' دن بھر ڈرائیونگ کی وجہ سے شانے اس کے شل ہو گئے تھے' اٹھا اور واش روم میں فریش ہونے چلا گیا۔

☆
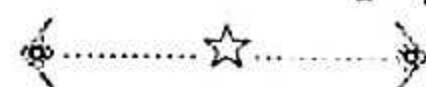
''امی! کب تک کا وہ بول رہے ہیں''۔ لیل ماہ نے امی سے پوچھا۔ اسے تو یہ فکر تھی کہ جلد از جلد عزت کے ساتھ حرما کی شادی ہو جائے۔

''ابھی تو انہوں نے کچھ بات ہی نہیں کی ہے' اتوار کو وہ لوگ حرما کی رسم کرنے آئیں گے''۔ امی نے اسے بتایا۔

''امی! جتنی جلدی ہو شادی ہو جائے''۔

''تمہیں حرما کی بڑی فکر ہو رہی ہے''۔ بھابی نے چونک کر حیرانگی سے سنا۔

''ظاہر ہے یہ چاہتی ہوں گی پھر میرا بھی نمبر جلدی آئے گا''۔ زین نے شرارتی لہجے میں لقمہ دیا۔

''تم چپ کرو' اتنے بڑے نہیں ہو کہ بڑوں والی بات بولو''۔ بھابی نے اسے سرزنش کی' وہ کاندھے اچکانے لگا۔

''جب تک وہ خود سے شادی کا نہیں کہیں گے ہم کیسے بول سکتے ہیں کہ آپ لوگ جلدی کریں''۔ امی نے اسے سمجھایا۔

''اور ابھی تو صرف رسم کرنے کی بات کی ہے''۔ بھابی اور امی ادرک لہسن چھیل رہی تھیں' تینوں ہال کمرے میں تھیں۔

''پھر بھی بھابی! کچھ تو ذکر کیا ہو گا''۔ لیل ماہ تو یہ چاہتی تھی کسی طرح بھی شادی کی تاریخ بھی رکھی جائے۔

''اتوار کو وہ لوگ آئیں گے' پتہ چل جائے گا کب تک کا ارادہ ہے''۔

''ہوں''۔ وہ ہوں کر کے رہ گئی۔

حرما کو لیل ماہ کا پرسوچ چہرہ بہت کچھ سمجھا رہا تھا' ضرور کوئی بات ہو گی جب ہی وہ اتنی جلدی مچا رہی ہے۔

''میرے ساتھ کل بازار چلنا' بچوں کے کپڑے تو لینے ہیں پھر کچھ ضرورت کا سامان بھی لینا ہے''۔ بھابی کو ایسے موقعوں پر اپنی اور بچوں کی تیاری خوب یاد رہتی تھی۔

''ہاں چلی جانا کچھ چیزیں مجھے بھی منگوانی ہیں' پلٹاوا تو کرنا ہو گا' لڑکے کے کپڑے تو چلوار باز کہہ رہا ہے وہ لے آئے گا' تم لوگ نندوں کی چوڑیاں' وغیرہ لے آؤ''۔ امی کو یاد آیا تو وہ بھی چیزیں گنوانے لگیں۔

لیل ماہ کچن میں چلی گئی تھی۔ آج تو لائبہ کی طرف بھی نہیں گئی تھی وہ حالانکہ یونیورسٹی بھی نہیں گئی تھی وجہ بھی پوچھنے نہیں گئی تھی۔

''لیل ماہ! دیکھو بچی آئی ہے تمہیں پوچھنے''۔ امی کی آواز آئی' وہ آٹا گوندھنے کیلئے نکال چکی تھی۔

''کون بچی ہے' ضرور لائبہ نے بھیجا ہو گا''۔ وہ ہاتھ دھو کر کچن سے آئی۔ بسمہ گرین ٹراؤزر فراک میں اس کے سامنے کھڑی تھی' لیل ماہ نے ناگواری سے دیکھا۔

''لیل ماہ باجی! آپ پڑھانے کیوں نہیں آئیں؟'' وہ پوچھنے لگی۔

''وہ میرا دل نہیں کرتا پڑھانے کو' میں لائبہ کو منع کر کے تو آئی تھی''۔

''مگر مجھے آپ سے ہی پڑھنا ہے''۔ وہ منہ بسورنے لگی۔

''لیل ماہ! یہ سامنے جو محمد احمد رہتے ہیں ان کی چھوٹی والی بیٹی ہے؟'' بھابی نے سرگوشی میں پوچھا' وہ سر ہلا کر تائید کرنے لگی۔ لیل ماہ کو ڈر بھی محسوس ہوا کہ ابو نے اگر دیکھ لیا کہ یہ یہاں کیوں آ گئی۔

''بسمہ! میں آپ کو نہیں پڑھا سکتی''۔ لیل ماہ نے بے رخی دکھائی۔

''مجھے پتہ ہے لیل ماہ باجی! آپ مجھے اس لئے بھی نہیں پڑھانا چاہتی ہیں کہ ہمارے ابو نے دو شادیاں کی ہیں' آپ کے ابو انہیں اچھا نہیں سمجھتے ہیں''۔ بسمہ نے ایسی بات کر کے انہیں سب کو حیرانگی کے ساتھ شرمندہ بھی کر دیا۔

''نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے''۔ بھابی کا منہ ابھی بھی حیرت سے کھلا ہوا تھا۔

''باجی! مجھے سب پتہ ہے میں جانتی بھی ہوں مگر آپ مجھے اس وجہ سے پڑھانے سے منع کر رہی ہیں''۔ وہ اتنی ذہین اور صاف گو معصوم سی تھی۔ لیل ماہ لب کچلنے لگی' شرمندگی نے آنکھ ملانے نہیں دیا۔ امی بھی خفیف سی ہو گئیں' بھابی کو تو بات پکڑنے کا موقع چاہیے۔

''میں کچھ نہیں جانتی' باجی مجھے آپ سے پڑھنا ہے آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں''۔

''لیل ماہ! لگتا ہے چند دن میں ہی تم نے تو اچھا خاصا اپنی محبت و توجہ کا ٹانک پلا دیا ہے''۔ بھابی طنز کرنے سے پیچھے نہیں رہ سکیں۔

''ایسی بات نہیں ہے' مجھے بس لیل ماہ باجی کا پڑھانے اور سمجھانے کا انداز اچھا لگتا ہے' لائبہ باجی ایسا نہیں پڑھاتی ہیں''۔ بسمہ نے فوراً ہی بھابی کی نفی کی۔

''میرا دل نہیں کرتا ہے پڑھانے کو''۔ لیل ماہ کی پوری کوشش تھی کسی طرح بھی وہ یہاں سے چلی جائے۔ بھابی کی تنقیدی اور استفہامیہ نگاہوں اور طنز سے اسے کوفت ہونے لگی تھی۔

''میں تو کچھ نہیں جانتی میں آپ سے پڑھوں گی''۔

''ارے واہ...... بڑی تیز بچی ہے محمد احمد صاحب کی''۔

لیل ماہ نے بسمہ کا ہاتھ پکڑا' امی سے کہا اور گھر سے باہر نکلی' برا ہوا' ٹکراؤ شہران سے ہو گیا۔ وہ حیرانگی سے بسمہ کا ہاتھ لیل ماہ کے ہاتھ میں دیکھ کر جھٹکا کھا کے رہ گیا' لیل ماہ نے جھٹ چھوڑ دیا' دوپٹہ پھیلا کے اوڑھا۔

'اف...... کیوں مل جاتا ہے''۔ وہ ناگواری سے بڑبڑائی۔

''بسمہ! تم ادھر؟''

''وہ بھائی میں باجی کو بلانے گئی تھی''۔

لیل ماہ' لائبہ کے گھر میں جھپاک سے اندر غائب ہو گئی۔

''میں نے تمہیں منع کیا تھا پھر کیوں بسمہ کو ہمارے گھر بھیجا''۔ وہ تو لائبہ پر چڑھ دوڑی اور لائبہ ہونقوں کی طرح اس کے بگڑے ہوئے تیور دیکھنے لگی۔

''ارے میں نے منع کیا تھا خود گئی ہے''۔ وہ پریشان ہو گئی۔

''تمہیں پتہ ہے نا بھابی کو موقع ملنا چاہیے اور پھر جب میں نے کہہ دیا کہ نہیں پڑھاؤں گی تو سمجھاتیں اسے''۔

''لیل ماہ! میں بھی کیا کروں وہ مجھ سے پڑھنے سے منع کر رہی ہے''۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کے بٹھانے لگی' سارے ٹیوشن کے بچے دونوں کو بغور دیکھ رہے تھے۔

''ابھی وہ بدمعاش گلی میں مل گیا' بسمہ رک گئی''۔

''شہران بھائی......''

''شکر ہے سمجھ گئیں میں نے کسے بدمعاش کہا ہے''۔ طنز کرنے لگی۔

''لیل ماہ! اب تم اتنا بھی غصہ نہیں کرو' میں اسے سمجھا دوں گی''۔

''جلدی سمجھانا کیونکہ میں بھابی کی باتیں برداشت نہیں کر سکتی''۔ وہ جیسے آندھی طوفان کی طرح آئی تھی اسی طرح نکل کے جانے لگی۔ وہ گلی کے کونے پر اس کے گھر کے ساتھ ہی کیاری کے پاس کھڑا تھا' گرے پینٹ پر نیوی بلیو شرٹ میں اس کا اونچا لمبا سراپا خاصا متاثر کن تھا۔

''لوگوں کو شرم تو چھو کے نہیں گزری''۔ سلگتا ہوا لفظ داغ کے وہ اپنے مین گیٹ کے آگے کھڑی تھی۔ شہران نے اس کی بڑبڑاہٹ واضح طور پر سنی تھی' تیوری پر سلوٹیں پڑ گئیں' دو قدم آگے آیا۔

''تمہیں تو شرم ہے ناں پھر کسی دن چھو کے بھی دیکھ لوں گا''۔ اتنا بے باک جملہ' لیل ماہ تو گڑبڑائی بھی' اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی۔

''فضول اور واہیات لوگ''۔ گیٹ کھولا اور چلی گئی۔ شہران کی تلملاہٹیں کم نہیں ہو رہی تھیں' پھوں پھوں کرتا ہوا وہ آگے نکل گیا۔

لیل ماہ نے گیٹ کھول کے اسے جاتا ہوا دیکھا ورنہ وہ تو سمجھ رہی تھی کہیں دروازہ کھٹکھٹا کے اندر ہی نہ آ جائے' کیونکہ اس شخص سے سب بعید تھا۔

''سمجھتا کیا ہے خود کو' ڈرا ڈرا کے میری جان لے گا لچا لفنگا''۔ جتنی گالیاں دے سکتی تھی دے رہی تھی مگر یہ کیا وہ واپس آ رہا تھا' قدم بھی تیز تھے' نگاہوں نے دور ہی سے گھور لیا تھا' ضرور غصہ سوا نیزے پر تھا' جب ہی غبار نکالنے کا اسے موقع جو نہیں ملا تھا' وہ گیٹ بند کر ہی رہی تھی کہ اسد مرزا عصر کی نماز پڑھ کے آ رہے تھے' لیل ماہ فوراً ہی انہیں دیکھ کر اندر ہو گئی۔ شہران نے اسد مرزا کو دیکھا جو اس پر طنزیہ نگاہ ضرور ڈالتے تھے۔ گیٹ پر کھڑے ہو کر بیل بجانے لگا۔

''سنو میاں! تم آگے جا کر کھڑے ہوا کرو' ہمارے گھر کا سامنا ہوتا ہے''۔ وہ شہران کو ٹوک رہے تھے۔ لیل ماہ

نے اسی وقت گیٹ کھولا تھا۔

شہران نے لگتا تھا گرم گرم اندر اتارا تھا۔ اسد مرزا تو اندر چلے گئے تھے مگر اس کے غصے کو اور ہوا دے گئے تھے کیونکہ کچھ لمحوں پہلے لیل ماہ کی تضحیک وہ کب بھولا تھا' اس پر اسد مرزا نے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔

☆

روحیل سکندر نے اسے اسلام آباد کے پروجیکٹ کے لئے گھر بلایا تھا۔ فوزیہ روحیل نے ڈنر پر خاصا اہتمام کیا تھا' اریشماء بھی کچن میں تھی ورنہ اس کو تو ٹائم ہی کم ملتا تھا کہ کوکنگ وغیرہ کرے۔

حمدان اور روحیل سکندر ہال کمرے میں بیٹھے گفتگو میں مصروف تھے۔ اریشماء ان دونوں کیلئے چائے بنانے کچن میں آئی تھی۔ بلیو جارجٹ کے پرنٹڈ کپڑوں میں شولڈر کٹ لیئر بالوں کی پونی ٹیل بنائے ٹرے سینٹرل ٹیبل پر رکھ رہی تھی حمدان نے اچٹتی نگاہ ڈالی۔

''حمدان! پہلے چائے پی لیتے ہیں پھر بات کرتے ہیں''۔ روحیل سکندر نے اپنی گفتگو کا سلسلہ موقوف کیا۔ حمدان گرے پینٹ پر ریڈ ٹی شرٹ میں سنجیدہ چہرے کے ساتھ بڑے صوفے پر براجمان تھا۔

''شکر کتنی لیں گے؟'' اریشماء آج پہلی بار اس کیلئے یوں چائے بنا کے لائی تھی۔

''ون اسپون''۔ نگاہ اس کی ابھی بھی فائل پر تھی۔ روحیل سکندر کے سیل کی بیپ ہوئی تو وہ اٹھ کر چلے گئے۔ اریشماء نے اس کے آگے چائے رکھی۔

''سنا نہیں ڈیڈی نے کہا ہے پہلے چائے پی لیں' یہ رکھئے''۔ اس نے فائل کی سمت اشارہ کیا۔

حمدان نے سر ہلا کے فائل اپنے پاس ہی صوفے پر رکھ لی' وہ بھی اس کے سامنے سنگل صوفے پر بیٹھ گئی۔

چائے کا سپ لیتے ہی حمدان کے ایکسپریشن کچھ عجیب سے ہو گئے' وہ چونک گئی۔

''لگتا ہے آپ کو چائے تک بنانے نہیں آتی''۔ وہ شرمندہ ہی کرنے لگا۔ اریشماء پزل سی ہو گئی' یہ بات سچ تھی کچن کے کاموں کو تو وہ ہاتھ کب لگاتی تھی' آفس گھر یا پھر سونا' اس طرح کبھی سوچا ہی نہیں' وہ تو آج خود ہی شوق ہوا تو چائے بنا کے لے آئی۔

''جی کیا بہت بری بنی ہے''۔ مہین سی آواز شرمندہ سی نکلی۔

''کبھی کچن میں بھی جھانکا کریں''۔ کپ اس نے ساسر پر رکھ دیا تھا' صاف گو تو وہ حد سے زیادہ تھا۔

''وہ فرصت ہی نہیں ملتی ہے''۔ اریشماء بڑی شرمندہ ہو رہی تھی۔

''فرصت نکالنے سے ملتی ہے''۔ حمدان اسے شرمندہ ہی کر رہا تھا۔

''کوشش کروں گی''۔ اسے تو یہ خوشی ہوئی حمدان نے کسی طرح تو اس کی ذات میں دلچسپی لی ورنہ وہ تو اس کے لئے کتنی پریشان تھی۔

''میں دوسری چائے بنوا کے لاتی ہوں''۔

''نو تھینکس''۔ اسے روک دیا۔ چائے سپ سپ کر کے اٹھا کر پی لی تھی' وہ پورا وقت اس کے ایکسپریشن لیتی رہی جیسے ہی کپ ساسر پر رکھا اریشماء کی نگاہ کپ کے اندر گئی چند گھونٹ چائے بچی ہوئی تھی۔

''حمدان! ادھر ڈرائنگ روم میں آ جاؤ''۔ روحیل سکندر نے اسے آواز دی' وہ چونک کر کھڑا ہو گیا۔ اریشماء گم صم سی کپ پر نگاہ ٹکا کے بیٹھی تھی حمدان چلا گیا تھا' وہ فوراً اس کی جگہ پر آ کر بیٹھی سوچا کہ چائے ٹیسٹ تو کرے سچ میں بہت بری بنی ہے' حمدان کا کپ اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔

حمدان جو فائل اٹھانے پلٹ کے آیا تو اسے دیکھ کر حیران رہ گیا' وہ اس کی بچی ہوئی جھوٹی چائے پی رہی تھی۔

''اتنی بری بھی نہیں بنی ہے' فضول میں مجھے ڈرا دیا''۔ خود سے بڑبڑائی۔ حمدان کو دیکھ کر اس کا سانس اوپر کا اوپر نیچے کا نیچے رہ گیا' شرم سے سر جھک گیا کیونکہ چائے پیتے ہوئے اسے دیکھ جو لیا تھا۔

''آپ سچ میں لگتا ہے پاگل ہو گئی ہیں''۔ انداز فہمائشی تھا۔ فائل اٹھا کر وہ چلا گیا' اریشماء تو شرم سے گڑ کے رہ گئی۔

''اتنی تو سوچ سمجھ رکھئے' آپ جو کچھ کر رہی ہیں وہ ٹھیک بھی رہے گا یا نہیں''۔

''ضروری ہے جو آپ کی آنکھ نے دیکھا ہو اور ذہن نے جو سوچا وہی ہو' ہو سکتا ہے اس کی کوئی وجہ ہے جو یہ فعل سرزد ہوا''۔ یکدم ہی اس کا اعتماد بحال ہو گیا۔

''جب آنکھ سب کچھ دیکھ رہی ہو اور ذہن بھی وہی سوچ رہا ہو جو آپ کے سابقہ فعل تھے ان سے اندازہ تو لگا ہی لیا ہے''۔ حمدان کے لہجے میں طنز تھا۔ اریشماء نے بے زار سے انداز میں سانس بھری کیونکہ وہ بھی اس سے ہار ماننے کو قطعی تیار نہیں تھی۔

''کسی کا ساتھ مانگنا کیا گناہ ہے؟''

''میں اس وقت ایسی بحث میں الجھنا نہیں چاہتا''۔ اس کی بات سن کے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا چلا گیا۔

''یہ آیا کب؟ مجھے کیوں پتہ نہیں چلتا' ہر بار مجھے موقع واردات پر پکڑ لیتا ہے''۔ کھسیانی ہو گئی تھی۔

ڈنر جب لگا اُس وقت وہ اپنے کمرے میں تھی' ممی نے کتنا بلایا ہر بار یہی کہا آ رہی ہوں۔ ڈیڈی نے بھی بلوایا مگر وہ نہیں آئی۔ حمدان سمجھ گیا تھا وہ اس کا سامنا کرتے ہوئے کترا رہی ہے' وہ کچھ مطمئن بھی ہو گیا' اب تو وہ کوئی بھی حرکت سوچ سمجھ کے کرے گی۔

''حمدان! چائے ہو جائے''۔

''نو سر! اب چلوں گا اور چائے کا موڈ نہیں' کھانا بہت مزیدار تھا''۔ اس نے دل سے سراہا تھا۔

''یہ ہماری بیگم کو اعزاز جاتا ہے آج کا یہ سب انہوں نے بنایا ہے''۔ روحیل سکندر نے فوزیہ کی سمت اشارہ کیا وہ مسکرا دیں۔ اسی وقت اریشماء اپنے روم سے چلی آئی تھی۔

''کیا بات ہے میرے بیٹے نے آج کھانا نہیں کھایا''۔ روحیل سکندر کو اپنی بیٹی کا خیال آیا تو اس سے پیار بھرے لہجے میں پوچھنے لگے۔ حمدان نے اچٹتی نگاہ ڈالی اور چیئر سے اٹھ گیا۔

''وہ ڈیڈی! بھوک نہیں تھی''۔ وہ گویا اپنی خفگی حمدان پر ظاہر کرنے لگی مگر وہ تو سرد مہر لاتعلق سا شروع سے ہی تھا ان سے اجازت لے کے چلا گیا۔ اریشماء کو لگا اس کا سب کچھ ہی وہ اپنے ساتھ لے گیا ہو' اسے جھنجھلاہٹ ہونے لگی۔ جب وہ پاس ہوتا ہے تو کتنی مسرور سی ہوتی ہے' بار بار اسے بہانے سے دیکھتی بھی رہتی ہے۔

ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی اپنے لئے چاول نکال کے لے آئی تھی' کوکنگ کے بارے میں بھی سنجیدگی سے سوچنے لگی' اسے اس طرف بھی دھیان دینا چاہیے' کھانے سے فارغ ہوئی برتن کچن میں رکھنے لگی۔ ممی اسے دیکھنے آئیں کھانا کھا بھی رہی ہے یا نہیں' اسے کچن میں برتن دھوتے دیکھ کر مسکرانے لگیں۔

''آج بڑا موڈ ہو رہا ہے میری بیٹی کا کچن کے کاموں کا''۔

''ممی! میں نے سوچا ہے کچھ وقت کچن میں بھی گزارا کروں''۔

''شکر ہے میری بیٹی کو خیال آیا' کم از کم گھر میں تو نظر آئے گی''۔ انہیں دونوں باپ بیٹی سے یہی شکایت تھی

آفس میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارتے تھے۔

''ہوں''۔ مسکرا کے فوزیہ کو حصار میں لے کر پیار کیا۔

''اریشماء! حمدان اچھا لڑکا لگتا ہے''۔ یکدم ہی انہیں حمدان کا خیال آیا وہ چونک کر رک گئی۔

''اونہوں...... اچھا بہت اچھا ہے' پورے آفس کی ذمہ داری اٹھالی ہے مجھے بھی فرصت مل جاتی ہے''۔ وہ بھی حمدان کی تعریف کرنے لگی۔

''ہاں آج میں یہی دیکھ رہی تھی کتنی سنجیدہ اور ذمہ داری سے پروجیکٹ پر گفتگو کر رہا تھا''۔ فوزیہ سکندر کو بھی حمدان بہت پسند آیا تھا وہ آج پہلی بار اس سے اتنا تفصیلی طور پر ملی تھیں۔

''ممی! پتہ ہے تیمور' حمدان سے بہت جیلس ہوتا ہے''۔

''وہ تو ہوگا' تمہارے ڈیڈی جو حمدان کو اتنی اہمیت دے رہے ہیں''۔ انہیں کون سا تیمور پسند تھا' لالچی طبیعت اس کی تھی پھر ان کی دیورانی' وہ تو خود اس چکر میں تھیں کسی طرح بھی تیمور سے اریشماء کا رشتہ پکا ہو جائے۔

''حمدان! ہینڈسم کتنا ہے ناں''۔ اس کا ذہن بھٹکنے لگا۔ فوزیہ سکندر بغور اسے دیکھنے لگیں جو کھوئے کھوئے لہجے میں تھی' وہ اریشماء کو سمجھ رہی تھیں۔

''تم اب جاؤ اپنے روم میں' مجھے عشاء کی نماز پڑھنی ہے''۔ اسے تھپکی دے کر ہوش میں لائیں وہ جھینپ گئی۔

فوزیہ سکندر ٹھنک سی گئیں۔ اریشماء نے اتنے اچھے انداز میں حمدان کی تعریف کی پھر اس کی باتیں تبھی کہیں تو انہیں کچھ فکر ہوئی' وہ اگر سیریس ہو گئی تو یہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔ پھر وہ حمدان کی اور اس کی کلاس کو بھی جانتی تھیں' مگر انہیں حمدان کے کسی فعل سے نہیں لگا وہ اریشماء میں دلچسپی لے رہا ہو بلکہ وہ تو اپنے کام میں ہی لگا رہا تھا جبکہ اریشماء کو وہ جانتی تھیں اس کے گھر کے چکر بھی لگاتی رہتی تھی اور وہ یہ نہیں چاہتی تھیں کہ بعد میں کوئی مسئلے کھڑے ہوں کیونکہ روحیل سکندر بھتیجے کے آگے کسی اور کو اہمیت نہیں دے سکتے ہیں۔

☆
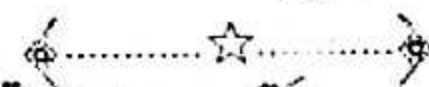
جب آنکھیں بند کرتا تھا وہی منظر آئے جا رہا تھا' کتنی نڈر اور پُر اعتماد تھی' اس کی جھوٹی چائے کے سپ کتنے آرام سے لئے تھے۔ وہ کروٹیں بدلے جا رہا تھا' اریشماء کا چہرہ اسے نگاہوں کے سامنے آ کر تنگ کیے جا رہا تھا۔

''کیوں مجھے تنگ کرتی ہو؟ کیوں میرے پیچھے خود کو خوار کر رہی ہو؟ میں تمہیں کچھ نہیں دے سکتا خالی ہوں میں''۔ حمدان مضطرب ذہنی انتشار میں مبتلا اٹھ کے بیٹھ۔

وہ محبت وغیرہ کے چکر میں تو پڑنا ہی نہیں چاہتا تھا' پھر ابھی اسے مصباح کی شادی کرنی تھی' اپنا کیریئر بنانا تھا۔

موبائل کی بیپ نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرالی' اپنے دائیں طرف دیکھا' اریشماء کی کال تھی' وہ حیرت زدہ رہ گیا' ٹائم دیکھا ایک بج رہا تھا اور اس ٹائم اس کی کال' اچنبھا بھی ہوا مگر وہ اس کی کال ریسیو کر کے اسے کسی خوش فہمی میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا تھا۔

''عجیب لڑکی ہو میرے اعصابوں پر سوار ہوئے جا رہی ہو' کیوں کر رہی ہو ایسا؟'' وہ دانت پیسنے لگا' موبائل بج کے بند ہو گیا تھا پھر دوبارہ کال نہیں آئی۔

زندگی میں اس نے سوچا ہی نہیں تھا کہ کبھی کوئی لڑکی اس کی راہ میں آ سکتی ہے اور لڑکی بھی وہ جس نے اس کی زندگی سنواری تھی مگر وہ بدلے میں اسے کوئی ایسا تاثر بھی نہیں دے رہا تھا کہ وہ اس کے لیے اہمیت رکھتی ہے۔

پوری رات سوتے جاگتے گزر گئی' صبح وہ حسب معمول اپنے مقررہ ٹائم پر ہی اٹھا' باتھ لے کے وہ تیار ہونے لگا'

ایک پینٹ پر بلیو فل سلیو شرٹ میں ڈیسنٹ لگ رہا تھا' سنجیدگی تو اس کے چہرے پر چھائی رہتی تھی' ناشتہ کر کے وہ فارغ ہوا' سیل چیک کیا۔

''آج مصباح کو کچھ لوگ دیکھنے آ رہے ہیں' نیچے والی فائزہ ہے ناں اس کے کوئی میکے کے رشتے داروں میں سے ہیں''۔ امی نے اسے تفصیل بتائی۔

''ہوں''۔ انداز پُرسوچ تھا۔

''شام چھ بجے تک آ جاؤ گے ناں کیونکہ ہو سکتا ہے ان کے ساتھ کوئی آدمی بھی ہو''۔

''آپ فکر نہیں کریں' میں آ جاؤں گا اور سارا ناشتے کا سامان عدین سے پہلے ہی منگوا کے رکھ لیجیے گا''۔ اس نے یاد دہانی بھی کروائی۔

''ہاں یہ میں پہلے ہی سوچ چکی تھی''۔ سر ہلا کے رہ گئیں۔ حمدان نے بائیک کی چابی فریج سے اٹھائی۔

''کہاں رہتے ہیں وہ لوگ؟''

''فائزہ بتا رہی تھی گلستان جوہر میں رہتے ہیں' دو بھائی ہیں اور دو ہی بہنیں ہیں' بہنوں کی تو شادی ہو گئی ہے' بڑے بھائی کیلئے کہا ہے''۔ وہ گھٹنوں پر زور دے کر بیچ میں چھوٹی سی ڈائننگ ٹیبل پڑی تھی اس کی چیئر پر بیٹھ گئیں' مصباح اندر روم میں تھی۔

''دیکھ لیتے ہیں کیسے لوگ ہیں''۔ حمدان کو مصباح کی دن رات فکر تھی اس کی اکلوتی بہن تھی' اس کی تو یہی دعا اور کوشش تھی کہ کسی اچھے گھر میں اس کی شادی ہو۔

''ابھی تو دیکھ کر جائیں گے''۔ امی نے بتایا۔

''اللہ مالک ہے جو ہوگا بہتر ہی ہوگا''۔ اس نے تسلی دی۔ عدین یونیورسٹی کیلئے نکل رہا تھا مگر سیل پر کسی سے میسج پر بھی لگا ہوا تھا۔

''دیکھ کر چلو''۔ حمدان سے اس کی ٹکر ہو گئی' وہ اتنی عجلت میں بیگ لے کر نکلا تھا کہ چوکھٹ میں کھڑے حمدان سے ٹکر ہو گئی۔

''سوری بھائی!'' خجل سا ہو گیا۔

''تم راستے بھر سیل چلاتے رہتے ہو' یاد ہے لاسٹ ٹائم بس میں تمہارا سیل چھنا تھا''۔ اس نے یاد دلایا۔

''جب رش نہیں ہوتا ہے تو سیل نکالتا ہوں ورنہ اندر ہی رکھتا ہوں''۔ میسج سینڈ کر کے سیل کو پینٹ کی پاکٹ میں رکھا۔

''ایک سال تین مہینے پہلے بھی تو مجھے گنوانا پڑا''۔ اسے جاتے جاتے یاد آیا۔ حمدان نے اسے دیکھا یہ تو اسے کسی نے نہیں بتایا تھا۔

''ارے حمدان! مصباح کیلئے جوشاندہ کا پیکٹ لینے گیا تھا''۔ امی گویا ہوئیں۔

''مجھے وہ چالیس روپے کا جوشاندہ اتنا مہنگا پڑے گا اس مصباح کی وجہ سے''۔ اس نے مصباح کو دیکھ کر ہانک لگائی۔

''بھائی! میں اس سے کہتی ہوں ہر وقت موبائل کے ساتھ مت لگے رہا کر' باتھ روم میں بھی ساتھ لے کے جاتا ہے''۔ مصباح کو اس کا سیل ہی برا لگتا تھا' اکثر غصہ میں چھپا بھی دیتی تھی پھر دونوں کی جنگ ہوتی' امی عاجز آ جاتی تھیں۔

''بھائی! میرا سیل اس آدمی نے کینٹی پر ٹی رکھ کے لے لیا تھا' اسے آ کر بتایا تو ہنسے جا رہی تھی''۔ عدین کو اپنے سیل کے جانے کا ابھی تک دکھ تھا جو اکثر اسے ستاتا بھی رہتا تھا۔

''یہ تو مجھے کسی نے نہیں بتایا''۔ حمدان کو غصہ بھی آیا' اتنی بڑی بات اس سے چھپائی تھی۔

''میں نے منع کیا تھا تم ویسے ہی پریشان تھے''۔ امی نے نگاہ چرائی۔

''میں نے آپ سب سے کہا ہے کہ گھر کی کوئی بھی بات مجھ سے نہیں چھپائی جائے''۔ صبح صبح ہی اس کا موڈ خراب ہو گیا۔ مصباح تاسف سے لب بھینچ کے رہ گئی' عدین کو افسوس ہونے لگا صبح صبح جو ایسی بدمزگی ہو گئی تھی۔

''پھر تم نے موبائل کہاں سے لیا؟'' وہ عدین سے پوچھنے لگا۔

''سیکنڈ ہینڈ لیا' کوئی دوست بیچ رہا تھا اس سے لے لیا''۔ وہ رک رک کے ڈرتے ڈرتے گویا ہوا۔

''اچھا تم تو اپنا موڈ خراب مت کرو' خیر خیریت سے گھر سے نکلو''۔ امی نے آیتیں پڑھ کے دونوں پر دم کیا۔ عدین تو فوراً ہی کھسک لیا کیونکہ حمدان بہت برہم ہو رہا تھا۔

''آئندہ مجھ سے کچھ چھپایئے گا نہیں''۔ یہ کہہ کر وہ گھر سے نکل گیا۔

مصباح کا رکا ہوا سانس بحال ہوا' امی الگ مغموم سی ہو گئیں۔ جب سے شمشاد احمد اس دنیا سے گئے تھے حمدان بہت سنجیدہ ہو گیا تھا' بات بات پر غصہ آنے لگا تھا' وہ تو جب سے آفس جوائن کیا تھا اس کا غصہ کچھ کم ہو گیا تھا' مگر مزاج اس کا تیکھا ہی رہتا تھا' ہنسنا بولنا تو اس نے دس سال سے ختم ہی کیا ہوا تھا۔ اپنے بچوں پر انہیں بہت ترس آتا تھا' کتنے عیش و آرام کے دن تھے سب کچھ شمشاد احمد کی بیماری اور ان کے جانے کے بعد سب ختم ہو گیا' مگر یہ بھی حیرانی تھی اتنا سب کچھ ایسے کیسے ختم ہو سکتا ہے' شوروم کے کاغذات ان کے پاس آج بھی محفوظ تھے مگر اپنے بچوں کو نہیں بتایا تھا۔

☆
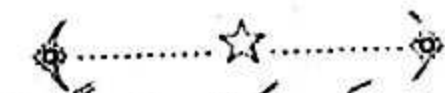
''امی..... امی! میری وین نکل گئی' میں اب کیسے اسکول جاؤں گی؟'' بسمہ روتی دھوتی منہ بسورتی گھر میں آئی تھی۔ حمیرا بیگم صحن میں کھڑی اوپر منہ کر کے شاید شہران کو آواز دے رہی تھیں۔

''اتنی جلدی تو گئی ہو' کیسے نکل گئی؟'' شیبا کو بھی تعجب ہوا وہ تو اسے ناشتہ وغیرہ بھی سب سے پہلے دیتی تھی۔

''آج چھٹی کر لو''۔

''نہیں امی! ہمارے ٹیچر بہت ڈانٹتے ہیں''۔ وہ ویسے بھی اسکول کی چھٹی نہیں کرتی تھی پھر پڑھنے کا اسے بہت شوق تھا' کبھی بھی پڑھائی سے جی نہیں چراتی تھی۔

''تو اب میں کیسے بولوں شہران کو' کب سے ناشتے کیلئے بلا رہی ہوں وہ بھی نہیں اتر کے آ رہا' ذیشان کب کا یونیورسٹی چلا گیا''۔ وہ بھی بہت پریشان رہتی تھیں' گھر کے جھمیلوں اور شہران کی چخ چخ سے الگ عاجز تھیں' وہ تو شکر تھا اس وقت محمد احمد ہونٹوں پر چپ لگائے ٹی وی پر نیوز دیکھنے میں مصروف تھے ورنہ شہران کا ذکر ہو اور وہ نہ بولیں یہ تو ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

اتنے میں شہران گرے ہاف سلیو کی ٹی شرٹ اور گرے پینٹ میں تیزی سے زینہ اترتا ہوا آیا۔

''شہران بھائی! اسے اسکول چھوڑ دیں''۔ شیبا نے جھٹ کہا۔

''چلو بسمہ! میں چھوڑ آتا ہوں''۔ وہ اس وقت انسانوں کی طرح بات کر رہا تھا ورنہ کب اس کا موڈ ٹھیک رہتا تھا۔

''بھائی! وہ اسد انکل ہیں ناں ان کے پوتے پوتی ہیں زین اور دعا' ان کی بھی وین نکل گئی ہے''۔ وہ اس کے ساتھ ہی باہر نکلی' وہ دونوں بھی اسی اسکول میں پڑھتے تھے اتفاق سے وین بھی ان کی ایک ہی تھی۔

شہران نے زین اور دعا کو ارباز بھائی کے ساتھ اندر جاتے دیکھ لیا تھا' بسمہ کیب کا ڈور کھول کے بیٹھ چکی تھی' ارباز بھائی کی نگاہ اٹھی بھی' شہران کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی انہیں مخاطب کرنے کی مگر وہ صرف خیال کر رہا تھا۔

''اگر آپ کو اعتراض نہیں ہو تو میں انہیں اسکول چھوڑ دیتا ہوں''۔ پراعتماد انداز میں گویا ہوا' ارباز بھائی کی فہمائشی نگاہوں نے گھورا۔

''پاپا! ہم ان کے ساتھ چلے جاتے ہیں' آج ہمارا ٹیسٹ بھی ہے''۔ زین' بسمہ کو دیکھ کر بولا۔

''آ جاؤ زین! بھائی تم لوگوں کو بھی چھوڑ دیں گے''۔ بسمہ نے پچھلا ڈور کھول دیا تھا بچے دونوں لپک کے بیٹھ گئے تھے۔

''وہ بس آج لگتا ہے وین آئی ہی نہیں ہے''۔ ارباز گویا ہوئے۔ شہران کچھ نہیں بولا چپ چاپ وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھنے لگا مگر کچھ یاد آیا تو پلٹ کے آیا۔

''اتنا تو آپ کو اعتبار ہے ناں میں آپ کے بچے لے کے جا رہا ہوں''۔

''یار! ایسی بات کر کے شرمندہ نہیں کرو''۔ وہ خفیف سا ہو گئے۔ شہران کی ان سے صرف سلام دعا ہوتی تھی مگر بات چیت کبھی نہیں ہوئی تھی البتہ اسد مرزا ناگواری کا تاثر دیتے تھے۔

وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا تینوں بچے باتوں میں لگ گئے' شہران کو آج حیرانگی کا جھٹکا بھی لگا تھا پہلی بار انہوں نے اعتبار کیا تھا۔ تینوں بچوں کو اسکول چھوڑ کے وہ واپس آ رہا تھا کہ کونے پر لیل ماہ سے نگاہ مل گئی' آج لائبہ بھی ساتھ تھی۔

''آ جاؤ لائبہ! یونیورسٹی تک چھوڑ دوں''۔ اس نے مسکرا کے پوچھا۔

''ارے شہران بھائی! ہمارا روز کا آنا جانا ہے کیب آپ کی روزی ہے فضول میں اس کا پیٹرول کیوں ضائع کرتے ہیں''۔ لائبہ نے اسے منع کر دیا۔ لیل ماہ [illegible] ہو کر سائیڈ پر ہو گئی کیونکہ ابھی وہ دعا اور زین کو بھی تو اسکول چھوڑ کے آیا تھا۔

''ایسا تم سوچتی ہو میں نہیں سوچتا''۔ نگاہ اس نے بھٹکاتی ہوئی لیل ماہ پر ڈالی' رسٹ کلر کے پرنٹڈ ٹراؤزر دوپٹہ اس پلین لانگ سی شرٹ میں خاصی حسین لگ رہی تھی' چہرہ اس کا ہر قسم کے میک اپ سے پاک ہوتا تھا۔

''لائبہ! کیا راستے میں فضول باتوں میں لگ گئی ہو''۔ وہ تو چڑ گئی' شہران کو تو کھلی اپنی تذلیل ہی لگی تھی۔

''لائبہ! اپنی دوست کو یہ سمجھا دو میں بھی کبھی فضول لوگوں سے بات کرنا پسند نہیں کرتا ہوں''۔ لہجہ ذو معنی نگاہوں میں شعلے تھے۔ لیل ماہ نے تیوری چڑھا کے اسے دیکھا' بڑھی ہوئی شیو میں تو وہ اور بھی سنجیدہ لگتا تھا' دل اس کا دھڑکنے لگا تھا مگر اپنے اندر کے جذبوں کو وہ تھپک تھپک کے سلا چکی تھی۔ لائبہ کا ہاتھ پکڑ کے وہ گلی عبور کر گئی تھی۔

''کیا ضرورت تھی اس لفنگے سے بات کرنے کی''۔ اس نے لائبہ کو یونیورسٹی پہنچتے ہی آڑے ہاتھوں لیا۔

''لیل ماہ! تمہیں بھی ایسے نہیں بولنا چاہیے تھا اخلاقیات بھی کسی چیز کا نام ہے''۔ لائبہ کو اس کی بدتمیزی بہت بری لگی تھی۔

''تمہیں نہیں پتہ کتنا بدمعاش اور گرا ہوا شخص ہے''۔ اسے تو سوچ سوچ کے پسینے آتے تھے' کیسے راستے میں اس نے دھمکیاں دی تھیں' یہ تو اس نے ابھی تک اسے بھی نہیں بتایا تھا۔

''اُف لیل ماہ!'' لائبہ کو برا لگ رہا تھا۔

''تم کیوں اتنی اس کی سائیڈ لیتی ہو'' ۔اس پر تنقیدی نگاہیں ڈالیں۔

''شرم کرو، وہ میرے لئے بھائی کی طرح ہیں''۔

''بھائی کی طرح ہیں، ہے تو نہیں''۔ لیل ماہ کو آج لائبہ پر بہت غصہ آ رہا تھا۔

''شٹ اپ لیل ماہ!'' لائبہ کو اس کی بات اور سوچ پر افسوس ہوا۔

''پھر کیوں اتنی سائیڈ لیتی ہو؟''

''تم دفع ہو جاؤ یہاں سے، مجھے تم سے اب کبھی بات ہی نہیں کرنی ہے''۔ وہ اپنا آنچل سنبھالتی ہوئی الٹا غصہ دکھاتی دھپ دھپ کرتی چلی گئی۔

لائبہ کی آنکھوں میں افسردگی سے آنسو آ گئے، وہ شہران سے اتنی نفرت کرتی تھی کہ اس کے متعلق کچھ سننا عبث سمجھتی تھی۔ اس نے بھی سوچ لیا تھا نہیں منائے گی جبکہ اسے پتہ تھا حرما کی سندے کو منگنی کی رسم ہے کام تو اسے پڑنے ہی ہیں، مگر سوچ لیا تھا منگنی پر بھی نہیں جائے گی، مکمل ہی بائیکاٹ کرے گی، کچھ دنوں کے لئے تاکہ اسے اپنے رویہ کا احساس ہو۔

☆

''آپ سب آج فائنل کر دو، نیکسٹ ویک آپ کو ہی اسلام آباد جانا ہے''۔ روحیل سکندر کی آج تمام اسٹاف کے ساتھ میٹنگ تھی، اسلام آباد میں ایک شاپنگ مال بننا تھا جو روحیل سکندر کو کونٹریکٹ ملا تھا، ڈیزائننگ حمدان اور اریشماء نے مل کر کی تھی۔

''سر! آپ جاوید صاحب کو یہ ذمہ داری دیں''۔ حمدان اسلام آباد جانا نہیں چاہ رہا تھا۔ اریشماء کے ماتھے پر بل پڑ گئے، جانے کیوں ہر بات میں ناں کرنے کی اس شخص کی اتنی عادت تھی۔

''نو حمدان! جائیں گے تو آپ ہی کیونکہ آپ کو ساری تفصیل پتا ہے، آپ نمائندگی زیادہ اچھی کریں گے''۔ روحیل سکندر نے اس کی حیل و حجت رد کر دیا۔ وہ پھر خاموش ہو گیا کیونکہ آفس کے تمام اسٹاف کی بھی یہی مرضی تھی۔

میٹنگ روم سے سب اپنے اپنے کیبن میں جا چکے تھے، وہ ریسٹ واچ میں ٹائم دیکھنے لگا ابھی پانچ بجنے میں دس منٹ تھے اسے گھر بھی پہنچنا تھا کیونکہ مہمان کو دیکھنے کچھ لوگ آنے تھے یہ اس نے یاد رکھا ہوا تھا۔

''سر! میں ساڑھے پانچ تک گھر چلا جاؤں گا، کچھ مہمان آنے ہیں''۔ وہ روحیل سکندر سے مخاطب ہوا وہ بھی چیئر سے اٹھ رہے تھے۔

''ٹھیک ہے چلے جایئے گا جو کام رہ گیا ہے کل کر لیجئے گا''۔ انہوں نے اجازت دی۔

اریشماء خاموش بیٹھی تھی اسے تشویش ہوئی کون مہمان آ رہے ہیں اس سے اگر پوچھے گی تو ٹھیک نہیں ہے پھر کل سے وہ اس سے نگاہ بھی ملا نہیں رہی تھی۔ روحیل سکندر کے جاتے ہی وہ بھی کھڑی ہو گئی تیزی اتنی دکھائی کہ پاؤں چیئر میں الجھا اور وہ ساتھ والی چیئر پر اتنی بری طرح گری کے سر ٹیبل پر لگا، توازن اس کا بگڑ گیا تھا۔ حمدان گھبرایا اسے تھامنے کو بھی کیسے بڑھتا وہ چار چیئر چھوڑ کے بیٹھی تھی۔

''اوئی ممی!'' کہنی پر اتنی زوردار چوٹ لگی، ماتھا سہلانے لگی۔ شولڈر کٹ اسٹیپ کٹنگ کی پونی ٹیل سائیڈ پر آ گے جھول گئی، اورنج کڑھائی کی شرٹ پر فان کلر کا شلوار دوپٹہ وہ بھی کڑھائی اور شیشوں سے بنا تھا، اس میں وہ کافی پروقار

لگ رہی تھی۔

اس سے اٹھا بھی نہیں جا رہا تھا۔ حمدان نے اسے بازو سے پکڑ کے اٹھایا، سیدھا کیا مگر کہنی کی تکلیف پھر ماتھے پر گومڑ پڑنے سے اس کے حواس بھی خراب ہو گئے۔

''اتنی تیزی سے اٹھنے کی کیا ضرورت تھی''۔ وہ اس کے صبیح چہرے کی رنگت دیکھنے لگا جو اُڑسی گئی تھی۔

''آپ سیدھی کیوں نہیں چلتی ہیں''۔

''میں سیدھی ہی چلتی ہوں البتہ آپ ٹیڑھے ہیں'' ترخ کے طنز میں تیر مارا، اپنا بازو چھڑا کے دور ہوئی۔

حمدان خفیف سا ہو کر رہ گیا، شانے اچکا کے وہ جانے لگا۔ اریشماء کو اس کا روکھا انداز بہت دکھ دیتا تھا۔

''پھر آپ سیدھی چلنے کی کوشش کریں اگر میں ٹیڑھا ہوں تو''۔ وہ پھر اس کی جانب متوجہ ہوا، اس کے مقابل سے گزر کے وہ باہر جا رہی تھی۔

''جو ٹیڑھا ہوتا ہے اسے سیدھا بھی کیا جا سکتا ہے''۔ پھر طنز میں چھپا لقمہ دیا۔ حمدان کے لب مبہم سے مسکرائے، دونوں میں اسی طرح کی نوک جھونک اور طنزیہ گفتگو ہونے لگی تھی، حمدان اسے زچ کرنے پر تلا رہتا تھا۔

''اگر کسی کو سیدھا کیا بھی تو نقصان بہت ہوتا ہے''۔

''میں نقصان کی کبھی پرواہ نہیں کرتی''۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے گویا جتایا۔

''اریشماء! آپ اپنا راستہ بدل لیں، آپ کو اس راستے پر کبھی دروازہ کھلا نہیں ملے گا، آپ چاہے کتنی دستک دیتی رہیں''۔

''اگر دستک دینے والے کو اپنے جذبوں کی سچائی پر یقین ہو تو وہ دستک دیتا رہے گا، کبھی تو دروازہ کھلے گا''۔ لہجے میں حسرت کے ساتھ افسردگی بھی تھی، حمدان اتنا سخت جو تھا۔

''ایسا کبھی نہیں ہوگا''۔ ایک ایک لفظ کہہ کر جتایا۔

''فرض کریں اگر ایسا ہو گیا تو......'' اریشماء کی پُرفسوں آنکھوں کی خوبصورتی حمدان کبھی اگنور نہیں کرتا تھا۔

''جو ناممکن ہوتا ہے میں فرض بھی نہیں کیا کرتا''۔ نگاہ چرا کے پھر ریسٹ واچ کی جانب متوجہ ہو گیا۔

''لگتا ہے اپنے ارادوں کے متزلزل ہونے کا خدشہ ہے، ہو سکتا ہے کبھی آپ کو وہ سب کہنا پڑ جائے جو آپ کہنا نہیں چاہتے''۔ اسے حمدان کی حالت پر مزہ بھی آ رہا تھا۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے، میں کام اور بات دیکھ کر کرنے کا قائل ہوں، جب آپ کے راستے مجھ تک جاتے ہی نہیں ہیں تو میں فرض بھی کرنا نہیں چاہتا''۔ حمدان کو اس کی باتوں سے بہت ڈر لگنے لگا تھا۔ جتنا وہ اسے اگنور کرتا تھا وہ اتنا ہی نامحسوس طریقوں سے اس کے دل کے ایوانوں میں اپنی معصومیت سمیت اترتی جا رہی تھی۔ اس کا ٹھہرا ٹھہرا انداز، لہجے میں ڈھکا چھپا محبت کا انداز وہ سب سمجھتا تھا مگر اس کے جذبوں کی کسی طرح بھی حوصلہ افزائی نہیں کرنا چاہتا تھا، جبکہ وہ تو اسے زندگی دے گئی تھی، زندگی سے دور جانے والے کو سانسیں تھما گئی تھی، اپنی پُراعتماد گفتگو سے اسے قائل کر گئی تھی۔ کتنی الگ تھی یہ لڑکی اس سے دب کے بات کرتی تھی، اس کی نگاہوں میں بھی حجاب تھا، وہ آفس آتی ضرور تھی مگر بلاوجہ کسی بھی ایمپلائی سے فضول گفتگو نہیں کرتی تھی، اپنے کام سے کام رکھتی تھی۔

''حمدان! بالفرض اگر ایسا ہو گیا تو آپ کیا جب بھی کچھ نہیں کہیں گے''۔ وہ بضد تھی کسی طرح تو وہ مانے۔

''میرے خیال میں مجھے چلنا چاہیے کیونکہ گھر میں کچھ مہمان آ رہے ہیں''۔ وہ اکتا کے بے زاری سے بات

کاٹنے لگا' اریشماء کو اس کی یہی عادت افسردہ کر دیتی تھی۔ وہ رکا نہیں چلا گیا۔

اریشماء خاموش بت بنی ابھی تک کھڑی تھی۔ حمدان کی طلسمی شخصیت میں وہ جکڑتی جا رہی تھی' ہر وقت بے چین اور بے کل رہتی تھی' اس کی بے نیازی اسے اور قریب کرتی جا رہی تھی۔

سیل کی میسج ٹون پر چونک گئی' آج کل عدین اسے بہت میسج کرنے لگا تھا' شوخ سا زندہ دل لڑکا اریشماء کو بہت اچھا لگتا تھا' میسج عدین کا ہی تھا۔

''کہاں ہو ماہ نور؟'' وہ ہمیشہ اسی طرح ہنستے مسکراتے میسج کرتا تھا' مختلف ناموں سے اسے مخاطب کرتا تھا۔ اریشماء کے ہونٹوں پر یکدم مسکراہٹ بکھر گئی جبکہ کچھ لمحوں پہلے دل بہت مکدر تھا۔

''تم سناؤ ہیرو'' میسج لکھ کر روانہ کیا۔ وہ چیئر پر بیٹھ گئی پھر اسے یہ بھی تو الجھن تھی ایسے کون سے مہمان تھے جو حمدان نے چھٹی لی تھی۔

''مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے''۔ میسج پھر آیا' نگاہ اس کی اسکرین پر تھی' فوراً ہی پریشان ہو گئی' فکرمندی سے اسے کال ملائی جو عدین نے کاٹ دی' دوبارہ ملائی ہر بار اس نے کال کاٹ دی' اریشماء سانس بھر کے رہ گئی۔

''کال نہیں کرو' میسج کرو اس پر بات کرو''۔ عدین کا پھر میسج آیا۔

''مجھ سے میسج نہیں لکھا جاتا''۔ میسج سینڈ کر کے کچھ دیر میں پھر کال ملائی جو عدین نے پھر کاٹ دی۔ اریشماء کو غصہ آ گیا' وہ جب کال کر رہی ہے تو ریسیو کیوں نہیں کر رہا ہے۔

''پتہ ہے بہت پیسہ ہے تمہارے پاس' اب کال کی تو نمبر بلاک کر دوں گا''۔ اس نے دھمکی دی۔ اریشماء نے میسج پڑھا اور سوچا عدین کی گھر جا کر خبر لے گی' جب کال کرتی ہے تو بات کیوں نہیں کرتا ہے۔ اس نے پھر میسج ہی نہیں کیا جبکہ عدین کے دو تین میسج آ گئے۔

''پھر غائب؟'' عدین کا میسج پڑھا اور میٹنگ روم سے باہر نکل گئی۔ حمدان بھی اپنے کیبن سے باہر آیا' اریشماء کو یہ تجسس تھا ایسے کون سے مہمان تھے جو وہ اتنی جلدی جا رہا ہے۔

نگاہوں کا تصادم ہوا' حمدان کو اس کے خوبصورت سراپے کو دیکھ کر الگ بے چینی ہو جاتی تھی' جتنا وہ اس سے سردمہری رکھ رہا ہے وہ دل میں' رگ رگ میں اترتی جا رہی تھی' راتوں کو اسے نیند دیر سے آنے لگی تھی' اریشماء کا خیال ہمہ وقت رہتا تھا۔ اسے دکھ بھی ہوتا اسے ہرٹ کر کے مگر مجبور تھا' خوابوں کے حوالے کر کے کیسے وہ ان کی تعبیر دیتا جبکہ اپنی حیثیت کا تعین وہ خود کر چکا تھا۔

☆

لائبہ اس سے ناراض ہو گئی تھی' دونوں میں بات چیت بند تھی۔ یونیورسٹی بھی لائبہ اکیلی ہی جا رہی تھی' دونوں اسٹاپ پر ملتی بھی تو دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر نگاہیں پھیر لیتی تھیں۔ آج تو اس نے بھی چھٹی کر لی تھی' کل حرما کی منگنی کی رسم کرنے اس کے سسرال والے آ رہے تھے' گھر میں ڈھیروں کام تھے' اوپر سے لے کے نیچے تک کے پورشن کی اس نے صفائی کی تھی' چند خاص خاص لوگوں کو ہی بلایا تھا' جبکہ حرما کی سسرال سے سب تھے' تایا چچا کی پوری فیملی تھی۔ سارا انتظام گلی میں ٹینٹ لگا کے ہی ہونا تھا' ارباز بھائی باہر کے کاموں میں لگے ہوئے تھے۔ اسد مرزا' امی کو الگ ہدایتیں دے رہے تھے کیا کیا کرنا ہے۔

حرما پر اداسی کے بادل چھائے ہوئے' آنسو آنکھوں سے نکل کے رخسار پر بہے جا رہے تھے' کتنی ہی بار وہ چھپ چھپ کے رو چکی تھی۔ ذیشان احمد اسے بھول ہی نہیں رہا تھا' اس کی نرم نرم سی مبہم باتیں وہ کتنا شرمائی ہوتی تھی اور وہ میٹھی میٹھی نگاہوں سے اسے دیکھتا تھا' اب سب کچھ پرایا ہو رہا ہے' سوچوں پر بھی کسی اور کا پہرا ہونے والا تھا۔

''آپی! کیا ہوا؟'' لیل ماہ سارے کاموں سے فارغ ہونے کے بعد روم میں آئی۔

''کچھ نہیں''۔ وہ نگاہ چراتی ہوئی بیڈ سے اٹھی۔ لیل ماہ کی جانچتی نگاہوں نے اس کا چہرہ پڑھ لیا تھا وہ اداس اور پریشان سی ہے مگر لیل ماہ پچھلی کوئی بات کر کے حرما کا غم بڑھانا نہیں چاہتی تھی۔

''آپی! روئی ہو ناں؟'' ہاتھ پکڑ کے بیڈ پر بٹھایا۔ حرما اسکائی بلیو لان کے کپڑوں میں ملبوس اپنی سوگوار صورت لئے نفی میں سر ہلانے لگی۔

''جھوٹ کیوں بولتی ہیں' چہرہ اور آنکھیں ساری کہانی سنا رہا ہے' ویسے آپی! تم فکر نہیں کرو' حماد صاحب بہت نائس مین ہیں' ڈیشنگ بھی ہیں اور سب سے بڑھ کر اکلوتے ہیں' کوئی دیور نند کا چکر نہیں ہے' اتنی لمبی تو ان کی گاڑی ہے' کیا ٹھاٹ سے تم آیا جایا کرو گی''۔ لیل ماہ بڑے جوشیلے انداز میں خوبیاں گنوا رہی تھی۔ حرما کا آنسو ٹپکنے والا تھا جو اس نے فوراً ہی آنچل سے صاف کیا۔

''اور پتہ ہے آپی! اتنا بڑا ان کا گھر ہے''۔

''پلیز لیل ماہ! چپ ہو جاؤ''۔ وہ بے زاری سے تیز لہجے میں گویا ہوئی' ناگواری اس کے چہرے سے عیاں تھی۔ لیل ماہ خفیف سی ہو گئی' لب بھینچ لئے۔

''آپی! کب تک ذیشان احمد کو یاد کرو گی' وہ ٹھیک بندہ نہیں ہے' اس کے گھر کا کوئی بندہ ڈھنگ کا نہیں ہے''۔

''یہ تم کہہ رہی ہو......'' حرما کو حیرانگی کے ساتھ افسوس بھی ہوا۔

''ہاں میں کہہ رہی ہوں اور بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں' آپ کو نہیں پتہ ان کا چھوٹا بھائی شہران لفنگا کہیں کا''۔ دانت پیس کے ناگواری اور غصہ سے بول رہی تھی۔

''ضروری ہے جو سب کہہ رہے ہوں وہ ٹھیک بھی ہو''۔ حرما کو اس کا لب و لہجہ اور ایسی نفرت ذرا اچھی نہیں لگی۔

''آپ کو پتہ نہیں کوئی لڑکی ہے آتے جاتے وہ شہران اسے تنگ کرتا ہے' میں نے خود دیکھا ہے''۔ اتنا وثوق بھرا انداز تھا حرما ٹھٹک کے بغور اسے دیکھنے لگی۔ لیل ماہ نے اپنے آپ کو کوئی لڑکی ظاہر کر کے یہ قصہ بیان کیا۔

''آپ فضول خیالوں کو ذہن میں نہیں لائیے' کل آپ کی منگنی ہے' صرف حماد صاحب کو سوچیے' تصویر تو روز دیکھتی ہو ناں؟''

''لیل ماہ! مجھ سے فضول بکواس نہیں کیا کرو' مجھے ذرا بھی ایسی باتیں پسند نہیں ہیں''۔ وہ کھسیائی۔

لیل ماہ خاموش ہو گئی۔ وہ حرما کے دل کی حالت سمجھ رہی تھی' وہ ذیشان احمد کو یاد کر کے آبدیدہ تھی' جسے وہ چپکے چپکے چاہ رہی تھی۔ جب سے شہران نے اس کے ساتھ فضول بکواس کی تھی وہ بہت متفکر ہو گئی تھی۔

''آپی! اب جو ہے اسے قبول کریں' پچھلا کچھ یاد نہیں کریں' انشاء اللہ آپ حماد کے ساتھ بہت خوش رہیں گی''۔ وہ اسے دل سے دعا دینے کے ساتھ اسے مطمئن بھی کر رہی تھی۔ حرما جھٹکے سے اٹھ گئی' احتجاج کرنے کا اور اپنی پسند کا اظہار کرنے کا تو اس گھر میں کسی کو حق حاصل نہیں تھا۔ وہ چپ کی مہر ثبت کیے تماشہ بنی ہوئی تھی اور اسی طرح اسے رخصت بھی ہو جانا تھا۔

(جاری ہے)

☆

شازیہ مصطفیٰ عمران
قسط نمبر 8
سلسلے وار ناول
کبھی عشق ہو تو پتہ چلے

لائبہ' شیبا کے پاس آئی ہوئی تھی اور ساری تفصیل اسے بتا رہی تھی۔ شہران لاؤنج سے گزر کے اوپر جا رہا تھا' چونک کے رک گیا۔

''میں تو حرما باجی کی منگنی پر بھی نہیں جاؤں گی' دیکھنا کیسے مجھے بار بار بلوانے بھیجے گی''۔ لائبہ کو بہت غصہ آ رہا تھا۔

''دوستوں میں تو ایسی ناراضگی چلتی رہتی ہے' آپ چلی جایئے وہ خود ناراضگی بھول جائیں گی''۔ شیبا نے سمجھایا۔

''شیبا! تمہیں نہیں پتہ یہ لیل ماہ ہمیشہ خود لڑائی کرتی ہے اور اوپر سے اکڑ کے بیٹھ جاتی ہے''۔

''چلئے چھوڑیئے آپ دونوں میں دوستی بھی تو بہت ہے''۔

شہران دروازے کے ساتھ ہی لگ کے کھڑا سب سن رہا تھا۔ تین چار دن سے دیکھ تو رہا تھا لائبہ اور لیل ماہ یونیورسٹی کیلئے ساتھ نہیں نکلتی تھیں' اب سمجھ آیا دونوں میں جھڑپ ہوگئی ہے۔

''یہ بتایئے حرما باجی کی منگنی ہو کہاں رہی ہے؟''

''ان کے ابو کے کوئی جاننے والے ہیں ان کے اکلوتے بیٹے سے ہو رہی ہے' کل ہی تو ہے' میں کل شام میں تمہاری چھت پر آ جاؤں گی وہاں گلی کا سارا منظر صاف نظر آتا ہے''۔

''نہیں لائبہ باجی! وہ شہران بھائی چھت پر جانے نہیں دیتے ہیں بہت ناراض ہوں گے''۔ وہ ڈر کے فوراً ہی منع کرنے لگی۔

''شہران بھائی کو پتہ نہیں چلے گا جب وہ نہیں ہوں گے تب چلیں گے''۔

شہران نے قدم اوپر کی سمت بڑھا دیئے مگر اس کا دماغ خاصا زرخیز تھا' اسے بے چینی ہوگئی کسی طرح بھی یہ منگنی ہونے سے رکوانا ہے ورنہ تو ٹھیک نہیں رہے گا۔ وہ اپنے کمرے میں دونوں ہاتھ پشت پر ٹکائے پریشان سا چکر کاٹ رہا تھا۔

''کچھ تو کرنا ہی ہے''۔ دھڑ سے بیڈ پر بیٹھا۔

وہ شام میں کچھ دیر آرام کیلئے ضرور گھر آتا تھا۔ حمیرا بیگم سے اس کا سامنا نہیں ہوا تھا ورنہ وہ فوراً اس سے کھانے وغیرہ کا ضرور پوچھنے آتی تھیں۔ شیبا' لائبہ سے باتوں میں مصروف تھی۔ بسمہ کی بھی کوئی چہکار نہیں تھی۔ ذیشان یونیورسٹی سے آنے کے بعد چھ بجے ٹیوشن پڑھانے کوچنگ چلا جاتا تھا اور محمد احمد انہیں اِدھر اُدھر پھرنے سے ہی فرصت نہیں تھی' ورنہ آتے ہی دونوں باپ بیٹے کی چونچیں ضرور لڑتی تھیں۔

''یہ تو طے ہے اسد مرزا کی دونوں بیٹیاں اسی گھر میں رخصت ہو کر آئیں گی کسی طرح بھی''۔ وہ ذہن میں منصوبے بنا رہا تھا۔

لیل ماہ کا برہم اور نفرت سے بھرا چہرہ یکدم ہی اس کی نگاہوں کے سامنے آ گیا' کیسے اس سے دوبدو ہو کر جواب دیتی تھی' اتنی نڈر اور پراعتماد بنی تھی مگر جب وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈالتا تھا پزل سی ہو کر سراسیمگی سے پیچھے ہٹ جاتی تھی۔

''میں بھی شہران احمد ہوں۔ لیل ماہ اسد نہ تمہیں اپنے قدموں میں جھکایا تو''۔ وہ بڑبڑا کے پرعزم لہجے میں گویا ہوا۔ نازک سا سرخ و سپید سراپا' بڑی بڑی ہرنی جیسی آنکھیں' نرم و نازک مومی انگلیاں' نازک سی نڈر سی لیل ماہ کو بلاوجہ ہی سوچے گیا۔

''لیل ماہ اسد! زندگی تو تمہارے ہی ساتھ گزرے گی' یہ میرا وعدہ ہے' تم ایسے مجھ سے بچ کے کہیں نہیں جا سکتی ہو اور تمہارا باپ جو شریف بنتا ہے' دیکھنا کیسے تمہاری وجہ سے سر جھکا کے بات کرے گا سب سے''۔ اس پر تو انتقام کی دھن گھس گئی تھی۔ اسد مرزا کا نفرت انگیز اور نخوت زدہ انداز وہ کبھی نہیں بھولا تھا۔

''پہلے تمہیں اپنے جال میں پھنساؤں گا ایسے کہ یاد رکھو گی' کہیں رہائی نہیں ملے گی''۔ وہ دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھے لیٹا ہوا تھا۔

''کل کی کہانی میں بھی تو پہلے گڑبڑ مچانی ہے''۔ وہ اٹھ بیٹھا۔ حمیرا بیگم اس کے روم میں آ گئی تھیں' کھانے وغیرہ کے لئے کچھ لائی تھیں۔

''آج بڑی خاموشی سے آ کر لیٹ گیا میرا بیٹا!'' وہ حیرانگی سے اس کا پرسوچ چہرہ دیکھنے لگیں۔

''لگتا ہے گھر میں کوئی مہمان آیا ہوا ہے' میں سیدھا اوپر آ گیا''۔ وہ انجان بن کے بولا۔

''وہ لائبہ آئی ہے''۔ انہوں نے ٹرے بیڈ پر اس کے آگے رکھی۔

''خیریت تو ہے''۔ وہ کھانے میں لگ گیا۔

''ہاں وہ شیبا کے پاس آئی ہے''۔ انہوں نے اتنا ہی بتایا۔

''بسمہ نہیں ہے گھر میں؟''

''دوپہر سے کچھ بخار ہے سو رہی ہے''۔

''بخار ہے' ڈاکٹر کے پاس تو نہیں لے گئی ہوں گی''۔ وہ سن کے فکرمند ہوا کیونکہ بسمہ سب سے چھوٹی تھی' سر پر بھی سب سے زیادہ اس نے چڑھایا ہوا تھا۔

''میں نے پیناڈول کھلا دی تھی اب کچھ کم ہے بخار''۔

''میں لے جاؤں گا اسے ڈاکٹر کے پاس''۔ کھانے سے فارغ ہو کے بیڈ سے اٹھا۔

''اب ٹھیک ہے ضرورت نہیں ہے ڈاکٹر کے پاس لے جانے کی اتنے سے بخار میں''۔ وہ ویسے بھی کسی کو بیماری سر پر سوار نہیں کرنے دیتی تھیں۔

''بھائی کوچنگ گئے ہیں؟''

''ہاں وہیں گیا ہے''۔ وہ اس سے بہت محتاط انداز میں بات کرتی تھیں۔

''آج ابو بھی گھر پر نظر نہیں آ رہے ہیں''۔

''واہ صاحبزادے! آج تو اپنے باپ کو پوچھ لیا' خیریت تو ہے''۔ تمسخر اڑاتے ہوئے طنز کیا۔

''ظاہر ہے باپ ہیں تو پوچھنا تو پڑے گا''۔

''شہران! میرے چاند کبھی بغیر غصے کے بھی بات کیا کر' کیا لٹھ مار لہجے میں بولتا ہے''۔ وہ رنجوری ہو جاتی تھیں۔

''اچھا''۔ وہ نرم سی آواز بنا کے بولا۔

''بتا چائے پینی ہے''۔

''نہیں چائے رہنے دیں' میں اب چلوں گا''۔ کی چین اٹھا کے آئینے کے آگے کھڑا بالوں میں برش چلانے لگا۔ مسٹرڈ پینٹ پر ہاف وائٹ ٹی شرٹ میں ہلکی بڑھی شیو میں بھی وہ ڈیشنگ لگتا تھا۔

''اتنی رات تک ٹیکسی مت چلایا کرو' جلدی گھر آیا کرو''۔ انہوں نے سرزنش کرنے کے ساتھ تنبیہ بھی کی۔

''سواریاں ہی رات میں ملتی ہیں''۔ وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ ایک نظر بسمہ کو دیکھا جو بے خبر سو رہی تھی۔ لائبہ لگتا ہے جا چکی تھی۔ گلی میں آیا تو شام کی سرمئی پھیل چکی تھی' مغرب کی اذانیں ہو رہی تھیں' یہ وقت اسد مرزا کے گھر سے نکلنے کا تھا' وہ ان کے گھر پر نگاہ ڈالتا ہوا جا رہا تھا کیونکہ کل تو اسے رنگ میں بھنگ ڈالنا ہی تھا' کچھ تو ایسا کرنا تھا کہ منگنی ہی نہیں ہو سکے' پورے وقت اس کا ذہن جانے کیا کیا تراش رہا تھا۔

☆

مصباح کو وہ لوگ دیکھ کر چلے تو گئے تھے مگر ابھی تک جوابی فون وغیرہ کچھ نہیں آیا تھا۔ حمدان کو اس کی سب سے زیادہ فکر تھی۔ آج سنڈے تھا حمدان گھر میں تھا' عدین ابھی تک سو رہا تھا۔ وہ صبح ہی اٹھنے کا عادی تھا' ناشتے وغیرہ کے بعد ڈرائنگ روم میں بڑے صوفے پر لیٹا اخبار پڑھ رہا تھا' فان کلر کے قمیض شلوار میں ملبوس بہت آرام سے لیٹا تھا۔

''آج کھانے میں کیا بناؤں بیٹا؟'' امی اس سے پوچھنے چلی آئی تھیں۔ حمدان نے ان کا اچار بنوانا سب چھڑوا دیا تھا۔

''کچھ بھی بنا لیجیے''۔ اس نے اخبار میں منہمک کہا۔

''عدین کو ایک گھنٹہ پہلے اٹھاؤ جب وہ کچھ سودا وغیرہ لا کے دیتا ہے''۔ وہ عدین کی سستی سے بہت نالاں تھیں۔

''بے چارے کو چھٹی بھی تو ایک ہی دن ملتی ہے' پورا ہفتہ مصروف گزرتا ہے' مجھے تو بعض اوقات اس کی شکل تک دیکھنے کو نہیں ملتی''۔ حمدان نے مسکرا کے ان کی جانب دیکھا جو اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھی برہم ہو رہی تھیں۔

''اتنی دیر تک وہ موبائل پہ کس سے میسج پر بات کرتا رہتا ہے''۔

''کہتا ہے اریشماء سے''۔ انہوں نے بتایا۔

''اریشماء سے''۔ حمدان کو جھٹکا لگا' تحیر میں مبتلا ہو گیا۔ اس کی اریشماء سے اتنی بے تکلفی کب سے ہو گئی جو میسج پر باتیں ہونے لگیں۔

''بہت اچھی بچی ہے خیر خیریت پوچھتی رہتی ہے''۔ وہ اریشماء کا ذکر کر کے بہت خوش ہوتی تھیں اور جب وہ گھر آجاتی تھی ان کا بس نہیں چلتا تھا پلکوں پر بٹھا لیں۔

''امی! میں اس کا اپنے گھر میں اتنا آنا جانا پسند نہیں کرتا' وہ میرے باس کی بیٹی ہے''۔ وہ اریشماء کو ہر طرح سے باز رکھنا چاہتا تھا۔

''یہ بات وہ مجھ سے پہلے ہی کہہ چکی ہے کہ حمدان پسند نہیں کرے گا لیکن میں پھر بھی یہاں آؤں گی کیونکہ مجھے اتنا سگوں کی طرح پیار اور اہمیت نہیں ملی ہے''۔ انہوں نے اسے بتایا۔

''پھر بھی امی! یہ ٹھیک نہیں ہے''۔

''میں کچھ نہیں کہہ سکتی' اگر وہ آجاتی ہے تو آنے دو' کچھ دیر خوش ہو کر چلی جاتی ہے''۔ انہیں حمدان کی لیے دیئے والی عادت سے اکثر پریشانی ہو جاتی تھی کیونکہ وہ زیادہ کسی سے بات چیت کرنا پسند ہی نہیں کرتا تھا۔

''عدین کی اس سے اتنی دوستی ہو گئی ہے''۔

''اب میں کیا کہہ سکتی ہوں' مجھ سے کہہ چکی ہے میرا منہ بولا بھائی ہے کوئی نہیں روک سکتا مجھے یہاں آنے سے''۔

''ہوں''۔ وہ کھسیا گیا۔

''اچھا تم اس سے کچھ نہیں کہنا' تم اپنے کام سے کام رکھو' اس پر توجہ کیوں دیتے ہو''۔

''میں اس پر توجہ دیتا بھی نہیں ہوں''۔ وہ جھینپ گیا۔ امی اس سے مزید بحث کرنا مناسب نہیں سمجھتی تھیں' اس لئے وہ وہاں سے ہٹ ہی جاتی تھیں۔

حمدان پورا دن ڈرائنگ روم میں لیٹا ٹی وی دیکھتا رہا' عدین اپنی پڑھائی کر رہا تھا اس کے ایگزام بھی قریب تھے۔ کافی دیر سے عدین کے سیل کی میسج ٹون بجے جا رہی تھی' حمدان سے برداشت نہیں ہوا تو اٹھا۔

''تم پڑھائی کر رہے ہو یا سیل پر میسج''۔ وہ خشمگیں نظروں سے دیکھنے لگا۔ عدین گڑبڑا گیا' وہ کتابیں پھیلائے بیٹھا تھا اور سیل ہاتھ میں تھا۔

''وہ میں تو دوست کو کچھ ایگزام کا بتا رہا تھا''۔

''عدین! پڑھائی پر توجہ دو ورنہ تمہارا سیل ضبط کر لوں گا''۔ وہ وارننگ دینے لگا۔ وہ سر جھکا کے کتاب پر جھک گیا۔ امی کے روم میں وہ پڑھائی کر رہا تھا' حمدان کے جاتے ہی سیل سائلنٹ پر لگایا۔

''باس! بگ برادر نے موقع واردات پر پکڑ لیا' میں آپ کا میسج پڑھ رہا تھا''۔ عدین نے میسج اریشماء کو سینڈ کیا۔

''او کے میں آرہی ہوں''۔ اس کا میسج آیا۔ عدین کو ڈر بھی لگ رہا تھا کیونکہ حمدان کا صبح سے موڈ خراب تھا اور امی نے اسے وجہ بھی بتا دی تھی۔

حمدان ٹی وی آف کر کے لیٹ گیا تھا' اخبار سارے ٹیبل پر پڑے تھے' عدین اخبار اٹھانے کے بہانے اسے چیک کرنے آیا تھا' لگتا تھا اس کی آنکھ لگ گئی ہے۔

☆

''ارے اریشماء! کچھ دیر تو ہمارے پاس بھی بیٹھ بیٹا''۔ چچی جان' چچا جان اپنے لاڈلے سپوت کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔

''اصل میں چچی جان! میری دوست کا فون آیا تھا اس کے ساتھ میرا پروگرام ہے''۔ وہ ان کے درمیان سے اٹھنا چاہتی تھی۔ لائٹ پنک کاٹن کی شرٹ کے دامن پر ایمبرائیڈری تھی' اس پر ٹراؤزر اور جارجٹ کا بڑا سا ہمرنگ ایمبرائیڈری کا دوپٹہ شانوں پر ڈالے لیئر کٹنگ بالوں کو کیچر میں کر کے پونی بنائی ہوئی تھی' تیمور کی نظر الجھ رہی تھی۔ اریشماء کی پوری کوشش تھی کسی طرح بھی وہ یہاں سے نکل جائے۔ فوزیہ سکندر اپنی بیٹی کے مزاج کو جانتی تھیں وہ کتنی الجھ رہی ہے۔

''ارے بیٹا! اس کو منع کر دو آج تمہاری چچی آئی ہوئی ہیں''۔

''چچی جان! وہ بہت جلدی ناراض ہو جاتی ہے''۔ وہ چہرے کے تاثرات بھی درست رکھے ہوئے تھی۔

''ایسی دوست سے تو فوراً دوستی ختم کر دینی چاہیے''۔ تیمور نے طنز میں ڈوب کے لقمہ دیا۔

''دوست میری ہے تمہیں کیا تکلیف ہے''۔ غرا کے اسے جھاڑ دیا۔

''اریشماء! کس طرح بول رہی ہو''۔ فوزیہ سکندر کا لہجہ خشمگیں اور سرزنش بھرا انداز اسے زچ کر گیا۔

''بھابی! بولنے دو' دونوں میں ایسی ہی نوک جھونک چلتی ہے''۔

اریشماء نے نگاہوں میں ناگواری سمو کے تیمور کو گھورا جو اس کی جانب متوجہ تھا۔

''ممی! میں چلتی ہوں ڈرائیور کے ساتھ جا رہی ہوں''۔

''میں ڈراپ کر دیتا ہوں''۔ تیمور نے اپنی خدمات پیش کیں۔

''نن نہیں میں خود چلی جاؤں گی' تمہیں راستہ بتانا پڑے گا جبکہ مجھے ڈرائیور کو بتانا نہیں پڑے گا''۔ وہ اسے ہری جھنڈی دکھاتی بیگ اٹھا کے تیزی سے نکل گئی۔ باہر آکے سکون کا سانس بھرا' جب سے گاڑی چوری ہوئی تھی ڈرائیور کے ساتھ ہی آتی جاتی تھی' یہ بھی ڈیڈی کا آرڈر تھا۔

پہنچتے ہی عدین کو میسج کیا' وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتی ہوئی اوپر آگئی' آہستگی سے گیٹ کھولا تھا۔

''حمدان ہے؟'' وہ سرگوشی میں پوچھنے لگی۔ عدین نے اشارہ کیا وہ اندر آگئی تھی۔ امی نے اور مصباح نے تو اسے ہمیشہ کی طرح گلے لگا کے پیار کیا۔

''کچھ دیر پہلے آجاتی تو بہت مزے دار بریانی بنائی تھی امی نے' ہم مل کر کھاتے''۔ عدین خوش ہو کر بتانے لگا۔

''کیوں آنٹی! بریانی کیا ختم ہو گئی''۔ عدین نے اشتیاق بڑھایا' یا پھر گھر سے لنچ بھی کر کے نہیں نکلی تھی' چچی جان

جوآ گئی تھیں ورنہ شاید کر کے ہی نکلتی۔

''وہ بیٹی! نیچے کے چاول رہ گئے ہیں پتیلی میں لگے ہوئے''۔

''ارے آنٹی! کوئی بات نہیں میں آپ کے ہاتھ کی بریانی چکھ تو لوں گی''۔ وہ بے تکلفی سے کچن میں گھس گئی۔ عدین اور مصباح حیرانگی سے اس کی حرکات وسکنات دیکھ رہے تھے۔ چولہے پر رکھی پتیلی کو کھولا جس میں چند لقمے ہی پڑے ہوں گے وہ پتیلی آگے رکھ کر اسی میں شروع ہوگئی۔

''مجھے تو شرمندگی ہو رہی ہے ذرا بھی تمہارا پتا ہوتا تو میں تمہارے لئے الگ نکال کے رکھ دیتی''۔ امی کچن میں چلی آئیں پلیٹ میں نکالنے لگیں۔

''آنٹی! ان آداب میں نہیں پڑیں مجھے پتیلی میں کھانے میں زیادہ مزہ آرہا ہے''۔ وہ ہاتھ سے ہی چھوٹے چھوٹے لقمے بنا کے کھانے لگی عدین کو بہت دلچسپ لگ رہی تھی۔

''اگر کوئی دیکھ لے آپ کو تو یقین نہیں کرے گا کہ آپ اور اس طرح کھا رہی ہیں''۔

''مجھے کسی کو یقین کروانا بھی نہیں ہے''۔ وہ مزے لے کے کھا رہی تھی مصباح نے پانی کا گلاس اس کے پاس رکھا۔

''بہت مزے کی ہے آنٹی بریانی تو''۔

حمدان کو پیاس محسوس ہوئی تو وہ ڈرائنگ روم سے اٹھ کر آگیا تھا مگر کچن کا منظر دیکھ کر ٹھٹکتے میں آگیا۔ وہ کتنے مزے سے پتیلی میں ہاتھ ڈال ڈال کے کھا رہی تھی آہٹ تک محسوس نہیں ہوئی وہ کب اندر آئی۔

''مصباح! پانی دینا''۔ گمبھیر آواز پر وہ سب ہی چونک کر پلٹے تھے۔ اریشماء کا سانس رک گیا ہاتھ اس کا رک گیا پشت پھیرے ہوئی تھی۔ عدین سائیڈ پر ہوگیا۔ امی نے اس کیلئے پانی نکالا اور گلاس تھمایا۔

''پلیٹس ہمارے گھر میں ختم ہوگئی ہیں جو انہیں پتیلی میں کھانا پڑ رہا ہے''۔ گلاس خالی کر کے عدین کو دیا۔ سب کی دبی دبی ہنسی نکل گئی اریشماء شرم سے سیدھی تک نہیں ہو رہی تھی۔

''کہتے ہیں پتیلی میں کھانے سے شادی میں بارش ہوتی ہے''۔ عدین کی بے ساختگی پر اریشماء کو زور کا اچھو لگ گیا۔ مرچیں لگتا تھا دماغ میں چڑھ گئی ہوں مصباح نے پانی دیا امی بھی گھبرا گئیں اس کی پشت پر ہاتھ پھیرنے لگیں آنکھوں میں پانی آگیا حمدان بھی گھبرا گیا عدین نے چینی کا ڈبہ اٹھایا۔ کھانس کھانس کے وہ دوہری ہوگئی جدید اسٹائلش قیمتی سوٹ میں وہ پروقار لگ رہی تھی۔

''امی! انہیں کچن سے باہر تو نکالئے''۔ حمدان پریشان تھا۔ اریشماء نے ہاتھ دھوئے اور نکل گئی مصباح اس کیلئے کسٹرڈ لے آئی جو اس نے بنایا تھا۔

''یہ میٹھا کھایئے مرچیں ختم ہوں گی''۔

ڈرائنگ روم میں وہ بیٹھی تھی۔ حمدان نے عدین کو گھورا جو نادم سا کھڑا تھا جبکہ اس میں قصور تو کسی کا بھی نہیں تھا۔ کافی دیر میں جا کر اس کی حالت ٹھیک ہوئی تھی۔ امی تو اس کے پاس سے ہل ہی نہیں رہی تھیں۔

''ہر وقت فضول مت بکتے رہا کرو''۔ حمدان نے اسے سرزنش کی۔ اریشماء نے ایک نظر حمدان پر ڈالی جو کتنا پریشان اور فکر مند لگ رہا تھا۔

''سچ بات پر بھی اریشماء باجی آپ کو اچھو لگ گیا یہ سچ ہے جو پتیلی میں کھاتا ہے بارش ہوتی ہے''۔ اس نے پھر اپنی بات دہرائی وہ مسکرانے لگی حمدان نے پشت پھیر لی۔

''عدین! بکواس بند کرنی ہے یا لگاؤں''۔ وہ تیز لہجے میں وارننگ دینے لگا۔ وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑانے لگا امی

اور مصباح مسکرا رہی تھیں اریشماء نے اسے متوجہ ہو کر دیکھا سنگل صوفے پر بیٹھا خاصا بے زار لگ رہا تھا۔

''اتنے خشک کیوں ہو حمدان احمد؟'' دل میں مخاطب ہوئی۔

''آپ کا بس چلے تو سانس لینے پر بھی پابندی لگا دیں''۔ عدین کو غصہ آیا تو اٹھ کر اندر چلا گیا۔

''اریشماء! آپ کو تو بھوک لگی ہوئی میں کچھ اور لاتی ہوں''۔ قدرے توقف کے بعد مصباح گویا ہوئی۔

''نہیں نہیں مصباح! مجھے جتنا کھانا تھا کھا لیا''۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کے واپس بٹھانے لگی۔ امی اندر چلی گئی تھیں حمدان کو احساس ہوا ضرور وہ گھر سے کھانا کھا کے نہیں آئی ہوگی جب ہی وہ اتنی بے تابی سے کھا رہی تھی وہ اپنا والٹ لینے اندر چلا گیا۔

''مصباح! یہ تمہارے بھائی گھر میں بھی نہیں ہنستے''۔ اریشماء نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

''نہیں ہنستے تو ہیں مگر زیادہ تر سنجیدہ رہتے ہیں ابو کے بعد سے ان پر زیادہ ذمہ داری بڑھ گئی ہے اس لئے چپ سے ہوگئے ہیں''۔ اریشماء سنبھل گئی وہ سامنے ہی امی سے کچھ بات کرتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اسی اثناء میں سیل کی بیپ نے اریشماء کو چونکا دیا جو سامنے ڈائننگ ٹیبل پر بیگ رکھا تھا اسی میں سیل تھا فوراً ہی اٹھی حمدان پیچھے ہوگیا سیل نکالا کال تیمور کی تھی کڑوا سا منہ بنایا حمدان اس کے تاثرات پر چونکا جو ریسیو نہیں کر رہی تھی۔

''اسے پتہ نہیں کیا مصیبت رہتی ہے''۔ مجبوراً کان سے لگا لیا۔

''ہوں بولو''۔ بے زاری چہرے پر عیاں تھی۔

''میں اپنی فرینڈ کے ہاں ہوں جب مجھے آنا ہوگا میں آجاؤں گی ڈرائیور ساتھ ہے''۔ لہجے میں ناگواری اور اکتاہٹ سموئے اس سے گویا تھی۔ حمدان سمجھ گیا تیمور ہے جب ہی اریشماء نے نخوت زدہ منہ بنایا ہوا تھا۔

''ایک بات تمہاری سمجھ نہیں آتی ابھی میرے آنے میں ٹائم ہے پلیز مجھے کال کر کے ڈسٹرب نہیں کرو''۔ یہ کہہ کر سیل آف کر دیا۔

''تیمور تھا''۔ حمدان کو بتایا۔

''آپ نے جھوٹ کیوں بولا فرینڈ کے ہاں ہوں''۔ حمدان کو اعتراض ہوا۔

''ہاں اسے بتا دیتی تاکہ وہ گھر میں بتا دیتا اور ویسے بھی چچا جان اور چچی جان رشتہ پکا کرنے کے چکر میں ہیں''۔ حمدان کو ترخ کے جواب دیا وہ جز بز سا ہوگیا۔

''برائی تو کوئی نہیں ہے تیمور کزن ہے آپ کا''۔

اریشماء نے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا جو اسے کتنا اگنور کر رہا تھا اور جانتے بوجھتے یہ کہہ رہا تھا تیمور سے رشتہ جوڑ لے جبکہ جانتا بھی ہے تیمور کس نیچر کا ہے۔

''آپ اپنے مشورے اپنے پاس رکھا کریں یہ میں نے پہلے بھی کہا تھا''۔ بیگ اٹھا کے ڈرائنگ روم میں آگئی۔ دل اداس ہوگیا کتنی خوش خوش یہاں آئی تھی اور حمدان جس نے تہیہ کیا ہوا تھا ہر طرح سے مایوس کرے گا۔

''اریشماء! کیوں آپ خود کو خوار کر رہی ہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا آپ کیوں سراب کے پیچھے بھاگ رہی ہیں''۔ ڈرائنگ روم میں وہ دونوں تھے۔ امی اور مصباح لگتا تھا اس کیلئے کچھ بنا رہی تھیں۔ عدین اس وقت سے پھر سامنے ہی نہیں آیا تھا۔

''حمدان! یہ تو آپ کہہ رہے ہیں سراب کے پیچھے بھاگ رہی ہوں مگر مجھے پتہ نہیں کیوں یقین سا ہے کبھی تو آپ کو خیال آئے گا''۔ لہجے میں حسرت و افسردگی تھی۔

پر دوپٹہ ڈالے ننگے پاؤں وہیں چلی آئی۔

''ممی! کہہ تو رہی ہوں اس کی وجہ سے دیر ہوئی ہے''۔

''تم باپ بیٹی مجھے بے وقوف سمجھتے ہو‘ سارا دن آفس میں سر کھپاتے رہتے ہو‘ ذرا جو تم لوگ میرا خیال کرو''۔ ان کی توپوں کا رخ روحیل سکندر کی سمت ہو گیا‘ وہ ہنس رہے تھے۔

''ڈیڈی! آپ کیوں ممی کو اتنا اگنور کرتے ہیں‘ ان کیلئے ٹائم نکالئے‘ ایسا کریں آپ دونوں کچھ دنوں کیلئے کسی پر فضا مقام پر چلے جایئے‘ آفس میں سنبھال لوں گی''۔ شرارتی لہجہ مسز سکندر کو اور غصہ دلا رہا تھا۔

''چپ کرو''۔ وہ جھینپ سی گئیں۔ حمدان بھی وہاں موجود تھا وہ ان ماں بیٹی کی بحث سن رہا تھا۔

''دیکھا ممی!''

''آپ اسے منع کیوں نہیں کرتے ہیں آفس میں کیوں سر کھپاتی رہتی ہے‘ گھرداری میں اسے ذرا دلچسپی نہیں ہے''۔ انہوں نے روحیل سکندر سے شکایت کی۔

''ممی! اب ایسے تو نہیں بولئے‘ کچن میں آج کل کچھ نہ کچھ بنانے لگی ہوں''۔ اسے حمدان کے سامنے ایسی بات شرمندہ کر گئی کیونکہ اس دن کیسے کھلا اور واضح طنز کر کے گیا تھا۔

''ویسے فوزیہ! تمہاری بیٹی بہت جینئس ہے‘ اتنا کچھ آفس کا اس نے سنبھال لیا ہے''۔ روحیل سکندر ستائشی لہجے میں گویا ہوئے۔

''یہ لڑکی ہے اسے یہاں سے رخصت بھی کرنا ہے''۔

''ممی!'' اریشماء تو احتجاجاً چیخی۔

''چپ کر ممی کی بچی...... اتنی سی لڑکی نے ہم میاں بیوی کو نچا کے رکھا ہوا ہے''۔ مسز سکندر کو تو آج بہت ہی غصہ آ رہا تھا۔ اریشماء کو حمدان کے سامنے ایسی باتیں‘ وہ پہلو بدل کے رہ گئی۔

''اگر آپ ماں بیٹی اپنی لڑائی کہیں اور جا کر کر لیں تو میں کچھ حمدان سے ڈسکس کر لوں''۔ انہیں حمدان کی موجودگی اور اس پر ایسی باتیں‘ ضرور اُسے گراں گزر رہی ہوں گی۔

''ہاں جہاں میں اس طرح کی بات کرتی ہوں آپ مجھے ٹالنے لگتے ہیں''۔ خفگی سے شکوہ کیا۔

''اریشماء بیٹا! چائے تو بنا کے لاؤ ہمارے لئے''۔ انہوں نے ان کی بات کا نوٹس لیے بغیر اریشماء کو آرڈر دیا۔

''نو نو سر! چائے نہیں''۔

''بیٹا! ڈنر میں لگتا ہے کچھ ٹائم لگے گا کیونکہ ہماری بیگم کو غصہ آ رہا ہے''۔

''سر! میں ویسے بھی اتنی جلدی نہیں کھاتا ہوں‘ آپ میری فکر نہیں کریں''۔ وہ جھٹ گویا ہوا۔

''ڈیڈی! چائے بناؤں؟'' اریشماء نے حمدان کو گھورا‘ وہ اچٹتی نگاہ ڈال کے رہ گیا۔

''چائے بعد میں بیٹا! میں کھانا لگواتی ہوں''۔ مسز سکندر کو خود ہی پھر احساس ہوا حمدان تو آیا بیٹھا ہے۔

''چلو کچن میں کھانا لگواؤ''۔ وہ اریشماء کی پشت پر تھپکی دیتی ہوئی چلی گئیں۔

روحیل سکندر اور حمدان کافی دیر گفتگو میں مصروف رہے‘ کھانے میں دیر ہوئی پھر اس کے بعد وہ جانے کیلئے کھڑا ہو گیا۔

''چائے بنا رہی ہوں''۔ اس نے ڈائریکٹ حمدان کو مخاطب کیا۔

''چائے کا موڈ نہیں ہے''۔

''اتنی بری بھی نہیں بناتی ہوں''۔ وہ سمجھ گئی اُس دن کی چائے کی وجہ سے وہ منع کر رہا ہے۔

''نہیں ایسی بات نہیں ہے‘ وہ جلدی ہے کافی ٹائم ہو گیا ہے۔ سر! اجازت''۔ وہ ان سے سلام دعا کے بعد نکل گیا۔ اریشماء لب بھینچ کے رہ گئی۔ مگر حمدان کی سرد مہری پر اسے رونا آنے لگا‘ کل بھی اس نے کتنا ہرٹ کیا تھا اور آج تو دیکھنے تک سے گریز کر رہا تھا۔

''آپ نے چائے اس لئے منع کی ہے کہ میں پھر اتنی بری بناؤں گی''۔ اس نے اُسے پورچ میں جالیا۔

''آپ کی ممی ٹھیک کہتی ہیں آپ کو گھرداری پر توجہ دینی چاہیے''۔ بائیک پر بیٹھ چکا تھا۔

''پھر اس کے بعد گنجائش نکلتی ہے حمدان احمد کے دل میں''۔ معنی خیزی سے نگاہ جھکائے گویا ہوئی۔

''حمدان احمد کا دل بنجر ہے اس پر کسی قسم کی گنجائش نکلتی ہی نہیں ہے''۔ یہ کہہ کر وہ نکل گیا۔

اریشماء دھواں ہوتے چہرے کے ساتھ اسے جاتا دیکھتی رہ گئی‘ جتنا حمدان اسے اگنور کر رہا تھا اریشماء میں شدت آتی جا رہی تھی۔

☆
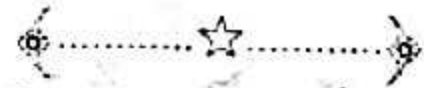
''پاگل لڑکی بات کو سمجھتی ہی نہیں ہے''۔ حمدان کو آج تو بہت ہی غصہ آنے لگا۔

''میں جتنا اسے رُوڈ ہو کے جواب دے رہا ہوں پھر بھی نہیں سمجھ رہی ہے‘ جاب چھوڑ بھی نہیں سکتا کیونکہ چھوڑنے جو نہیں دے گی''۔ پشت پر ہاتھ ٹکائے پریشان ہو رہا تھا‘ اسلام آباد بھی جانا تھا‘ کچھ بھی پیکنگ وغیرہ نہیں کی تھی۔

''امی...... امی......'' ذہن کو جھٹک کے ان کے کمرے میں چلا آیا۔ وہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کے بیٹھی تھیں۔

''ہوں کیا ہوا؟'' وہ گھبرا گئیں۔

''میرا بیگ تو ریڈی کروا دیں کل دوپہر کی فلائٹ ہے اسلام آباد کی''۔ وہ ان کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھ گیا۔

''مصباح نے کپڑے استری تو کر دیئے تھے اب تم خود دیکھ کر رکھ لو جو بھی کپڑے لے جانے ہیں''۔ وہ گھٹنے پکڑ کے بیڈ سے اتریں۔ حمدان کا ذہن اتنا منتشر ہو رہا تھا وہ تذبذب کا شکار تھا‘ امی کو بتائے یا نہیں‘ اریشماء بہت آگے بڑھتی جا رہی تھی اور اس کا گھر میں آنا یہ بھی ٹھیک نہیں تھا‘ اب تو عدین سے بھی اس کی بات ہوتی رہتی تھی۔

امی اس کے کمرے میں چلی گئیں تھیں‘ وہ بھی اندر آیا‘ مصباح کو امی نے آواز دی۔

''مصباح! بھائی کے کپڑے اس کے بیگ میں رکھ دو''۔

''بھائی! کون سے بیگ میں رکھوں؟'' مصباح اس سے مخاطب ہوئی۔

''ہاں ایسا کرو بیڈ کے نیچے دیکھو بلیک والے بیگ میں رکھ دو''۔

وہ پھر اپنی ضرورت کی چیزیں اٹھا اٹھا کے رکھنے لگا‘ ایک گھنٹہ پیکنگ میں لگا‘ سیل کی بیپ پر چونکا۔

''کس کی کال ہے؟'' وہ نہانے کیلئے باتھ روم میں گھس رہا تھا پلٹ کے آ گیا۔

''اوہ نو''۔ سرپکڑ کے بے زاری سے چِتون سکیڑ کے رہ گیا۔ جتنا وہ اسے سوچنا نہیں چاہتا تھا وہ اتنا ہی اس کا راستہ روکنے کیلئے کھڑی ہو جاتی تھی۔ دونوں ہاتھ پشت پر ٹکائے سوچ رہا تھا ریسیو کرے یا نہیں‘ مگر پھر سوچا ہو سکتا ہے کوئی ضروری بات ہی نہ کرنی ہو۔

''لیس''۔ کال ریسیو کرتے ہی گویا ہوا۔

''وہ حمدان! میں نے کال آپ کو اس ٹائم اس لئے کی ہے کہ ڈیڈی آپ کو پک کر لیں گے''۔ اریشماء وضاحت دیتی اتنی معصوم سی لگی کہ حمدان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

''میں خود آ جاؤں گا ایئر پورٹ''۔

''ڈیڈی نے مجھ سے کہا میں کال کر کے آپ کو کہہ دوں مگر وہ میں بھول گئی تھی''۔ وہ کچھ افسردہ بھی لگ رہی تھی۔

''تھینکس''۔ حمدان نے اتنا ہی کہا۔

''آپ کیا سمجھے میں نے کال کیوں کی تھی؟''

''میرے خیال میں ہم اس بحث میں تو پڑتے ہی نہیں ہیں کہ کیوں کال کی تھی کیونکہ میں کہتا ہوں وضاحت وہاں دی جاتی ہے جہاں آپ کے دل میں کچھ اور ہو''۔ وہ آہستگی سے گویا ہوا۔

''حمدان! آپ نے ٹھیک کہا مگر میرے دل میں کیا ہے یہ آپ بہت اچھی طرح جانتے ہیں مگر آپ جان بوجھ کر مجھے اوائیڈ کر رہے ہیں''۔

''جب میں اوائیڈ کر رہا ہوں آپ سمجھتی بھی ہیں تو پھر کیوں اپنا ٹائم ویسٹ کر رہی ہیں''۔ بے رخی اور سرد مہری تو جیسے اس کی عادت میں شمار تھی' وہ خود ہر بات میں چڑنے لگا تھا۔

''یہ تو آپ سمجھ رہے ہیں میں ٹائم ویسٹ کر رہی ہوں جبکہ میں ایسا بالکل نہیں کر رہی ہوں' ٹائم آپ ویسٹ کر رہے ہیں''۔ الٹا اس پر طنز کیا۔ حمدان بیڈ کے سرے پر بیٹھ گیا' رات کے اس پہر اریشماء کی آواز اتنا سرور طاری کر رہی تھی وہ کھونے سا لگا۔

''ہاں...... میں ویسٹ کر رہا ہوں''۔ استہزائیہ انداز میں ہلکی سی ہنسی ہنس کے رہ گیا۔

''بعض اوقات میری یہ سمجھ میں نہیں آتا میم! آپ کو میں کیا کہوں''۔

''شٹ اپ' مجھے یہ میم' میڈم آخر کیوں بولتے ہیں''۔ وہ تنک گئی۔

''اس لیے کہ آپ باس ہیں''۔

''میں باس نہیں ہوں' باس میرے ڈیڈی ہیں''۔ فوراً تصحیح کی۔

''مگر آفس میں زیادہ تر میرا واسطہ آپ سے ہی پڑتا ہے' سر سے تو بہت کم جب میٹنگ ہو یا پھر وزٹ پر''۔

''آفس میں کام کرنا میرا شوق ہے''۔ وہ لاجواب ہوگئی۔

''اینی ویز میں بحث کرنا پسند نہیں کرتا ہوں یہ آپ اچھی طرح جانتی ہیں''۔

''ایک بات بتایئے' آپ نے تہیہ کرلیا ہے کہ کبھی بھی مجھے اہمیت دے کر بات نہیں کریں گے''۔

''میں آپ سے بالکل ٹھیک طرح بات کرتا ہوں اور آپ جس طرح کی مجھ سے اہمیت چاہ رہی ہیں اس کیلئے معذرت''۔ معنی خیز لہجے میں اسے گویا جتانے لگا۔

''حمدان! کیوں کر رہے ہیں آپ ایسا؟''

''یہ لمبی بحث چل نکلے گی' مجھے نیند آ رہی ہے کل صبح پھر جلدی اٹھنا بھی ہے''۔ وہ اگنور کر کے بات کو لپیٹنے لگا۔

''حمدان! کبھی میرے بارے میں سوچ لیں' میں صرف آپ سے تھوڑی سی توجہ چاہ رہی ہوں''۔ اس کی آواز روہانسی ہو رہی تھی۔

''مجھے آپ اس طرح کی باتیں کرتے ہوئے بالکل اچھی نہیں لگتی ہیں''۔

''یعنی آپ کو اچھی لگتی ہوں''۔ وہ تو چونک گئی۔

''اب میں نے ایسا بھی نہیں کہا''۔ وہ جھینپ گیا۔

''اچھا اجازت دیں' میں کل ڈیڈی سے بات کروں گی' آپ بتا دیجیے گا اللہ حافظ''۔ آگے سے اس کی بات وہ سننا ہی نہیں چاہتا تھا' اریشماء نے کال بند کر دی۔

حمدان عجیب الجھن کا شکار ہو گیا تھا۔ اریشماء کا لب ولہجہ اس کا چہرہ اسے اتنا مضطرب کرنے لگا تھا۔ کبھی کبھی وہ سوچتا کہ نہیں پگھل ہی نہیں جائے مگر وہ ایسا کچھ کرنے والا نہیں تھا۔ روحیل سکندر اسے اتنی اہمیت دیتے تھے ان کے اعتماد کو توڑنا نہیں چاہتا تھا' ان کے ساتھ رہ کے ان کی اکلوتی بیٹی پر نگاہ نہیں رکھ سکتا تھا اور وہ تیمور اس سے ہر گھٹیا حرکت کی توقع تھی' کتنی ہی دفعہ آفس میں الجھ چکا تھا۔ اسلام آباد کے پروجیکٹ پر تو وہ تپ ہی گیا تھا پھر اریشماء نے ہی اس کی طبیعت صاف بھی کر دی تھی۔ اریشماء اسے اہمیت نہیں دیتی تھی۔ تیمور چڑ کے طنز اور اعتراض کرتا تھا' وہ تیمور سے جنگ نہیں کر سکتا تھا۔

☆

''آپ کو خبر ہے بھائی جان' حرما اسد کی منگنی ہوگئی ہے''۔ بسمہ نے اس کے کان میں گھس کے اطلاع دی۔ وہ لیٹا ہوا کسی کتاب کی ورق گردانی کر رہا تھا چونک کر اس کی صورت دیکھی' بیڈ پر پاس ہی تو بیٹھی تھی۔

''یہ کون ہے؟'' انجان بننے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔

''بھائی جان! اب بنئے مت' سامنے جو بلڈنگ ہے اسد انکل کی بیٹی ہیں ان کی منگنی ہوگئی ہے' میں نے تو ٹینٹ میں جا کر جھانکا تھا اتنے لوگ تھے''۔

''تم کیوں گئی تھیں وہاں؟'' ذیشان اٹھ کے بیٹھا' اس کی خبر لینے لگا' وہ سہم کے رہ گئی۔

''وہ بھائی جان! میں تو لیل ماہ باجی کو دیکھنے گئی تھی وہ کیسی لگ رہی ہیں' ان کی بھی تو لائبہ باجی سے لڑائی ہوگئی ہے''۔

''تمہیں بڑی سب کی خبریں رہتی ہیں''۔ ذیشان کل سے بہت الجھا ہوا تا۔ حرما کی منگنی ہوئی تھی وہ کسی اور کی ہو گئی تھی' کب سے اسے نہیں دیکھا تھا اور اب تو جیسے ملنا تو کیا دیکھنا تک ناممکن ہوگا۔

''پتہ ہے بھائی جان! وہ دلہا مجھے تو ذرا بھی اچھا نہیں لگا''۔

''تم وہاں جھانکنے گئی تھیں یا سب کا جائزہ لینے''۔ اس نے بسمہ کے سر پر چپت لگائی۔

''میں نے تو ایک منٹ میں سب کو دیکھ لیا''۔ چٹکی بجاتے مسکرا کے تفاخرزدہ لہجے میں بولی۔

''ہوں...... اچھا اٹھو اب''۔ وہ کچھ افسردہ ہوگیا۔

''ہوں جا رہی ہوں ایک بات اور حیرانی کی بتاؤں؟''

ذیشان نے سوالیہ نگاہ اس پر ڈالی جو اس کے قریب آ گئی۔

''شہران بھائی کی آج کل ابو سے لڑائی نہیں ہو رہی' آپ خود دیکھ لیں شہران بھائی لاؤنج میں بیٹھے ہیں اور ابو بھی وہیں بیٹھے ہیں''۔

''چلو یہ تو اچھی بات ہے' اب تم بھاگو''۔

ذیشان کا ذہن و دل بوجھل اور مضطرب ہو گیا تھا۔ حرما کا خیال ایک لمحے کو دل سے نہیں نکل رہا تھا بلکہ اسے ایسا لگ رہا تھا اس کی محبت میں اور شدت آ گئی ہے' جبکہ وہ پرائی ہوگئی ہے مگر دل کے اتنے قریب کیوں ہوگئی ہے' اس کا سادہ سا انداز' لب ولہجہ کتنی پاکیزہ اور پروقار سی تھی' وہ اکثر کن انکھیوں سے دیکھتا رہتا تھا اور وہ بالکل بے خبر لیکچر سننے میں مگن ہوتی تھی۔

ابھی تو اس کی محبت پروان بھی نہیں چڑھی تھی' اس کی محبت کے پر نوچ لئے گئے تھے' اس نے کبھی یہ سوچا ہی نہیں تھا حالات اس حد تک چلے جائیں گے کہ وہ اس سے دور ہو جائے گی' وہ اسے دیکھ بھی نہیں سکے گا۔

کب دونوں میں عہد و پیمان ہوئے تھے' ابھی تو سیڑھی پر ٹھیک طرح قدم بھی نہیں رکھے تھے کہ وہ راستے سے ہی گر گئی تھی۔ اُف کیسے رہ پائے گا اس کے بغیر جبکہ اس کا گھر بالکل سامنے ہے' آتے جاتے کتنی ہی دفعہ نگاہ بھی پڑے

گی' کیسے کسی دوسرے شخص کے ساتھ برداشت کرے گا۔

''کاش لیل ماہ! تم میری بات سن لیتی تو شاید میرے اندر اتنی بے چینی نہیں بڑھتی''۔ اس دن سے لیل ماہ کی بے رخی بھی سمجھ نہیں آرہی تھی۔ ہمیشہ وہ اس سے کتنی عزت سے بات کرتی تھی مگر اب ایسا کیا ہوا ہے' ذہنی خلفشار کا شکار روم سے باہر آ گیا۔ شہران بڑے صوفے پر ٹانگیں لمبی کیے سو رہا تھا' شام میں گھر کا چکر ضرور لگاتا تھا' محمد احمد نیوز دیکھنے میں مصروف تھے۔ ذیشان کے قدم سیڑھیوں پر اٹھ گئے شاید تازہ ہوا میں اس کے اندر کی گھٹن کم ہو جائے۔

شہران کی اسی وقت پٹ سے آنکھ کھلی' حیرانگی سے اسے اوپر جاتا دیکھا' سرعت سے اٹھا کیونکہ اس کے سارے راز وہاں پھیلے تھے اور وہ یہی نہیں چاہتا تھا' ذیشان کو یا گھر کے کسی فرد کو خبر ہو وہ چھپ چھپ کے پڑھائی کرتا ہے۔

''بھائی! اوپر کیوں جا رہے ہیں؟'' بلیو جینز پر بلیو شرٹ میں گھبرایا بوکھلایا ہوا لگ رہا تھا۔ ذیشان کی استفہامیہ نگاہوں نے اس کا جائزہ لیا' وہ نروس سا ہو کر رہ گیا اور اس کے مقابل آ کے کھڑا ہو گیا۔

''یار! ایسے ہی ہوا میں جانے کو دل کر رہا ہے''۔ وہ رک گیا۔

''آیئے آپ میرے ساتھ لانگ ڈرائیو پر چلئے' دونوں بھائی ہوا خوری بھی کر لیں گے''۔ شہران خلاف توقع اتنا نرم اور لہجہ بھی اتنا شہد آگیں' وہ تو حیرت و انبساط سے دیکھنے لگا۔

''شہران! کیا ہو گیا ہے خیریت تو ہے''۔

''کچھ نہیں ہوا چلئے میرے ساتھ''۔ زبردستی اس کا ہاتھ گھسیٹ کے باہر لے گیا۔ وہ شہران کے بدلتے روپ پر حیران تھا۔ آج سے پہلے وہ کبھی اتنے اچھے موڈ میں مخاطب ہی نہیں ہوا تھا پھر ایسی کیا بات تھی' شہران اس سے ہلکی پھلکی گفتگو کر رہا تھا۔

''خیریت تو ہے؟'' وہ استفسار کر بیٹھا۔

''جی بالکل خیریت ہے''۔ مبہم سی مسکراہٹ لئے ہوئے تھا۔

''گاڑی روکو''۔ ذیشان نے سنجیدگی سے حکم دیا۔ اس نے پبلک پلیس پر گاڑی روک دی' گاڑیوں کا اژدھام اتنا تھا اسے سائیڈ پر پارک کرنی پڑی تھی۔

''اب بتاؤ ہوا کیا ہے؟''

''ارے کچھ بھی تو نہیں' میں خود آپ کو لایا ہوں تاکہ باہر کی ہوا کا ہم دونوں کے مزاجوں پر اچھا اثر پڑے''۔ وہ ہنسی کے ساتھ گویا ہوا۔ ذیشان نے نگاہ سامنے مرکوز کر دی' ایک شاپنگ سینٹر تھا جہاں لوگوں کا رش تھا' طبیعت اتنی اداس ہو رہی تھی کہیں دل نہیں لگ رہا تھا۔

''آپ کو پتہ ہے اسد مرزا کی بڑی بیٹی کی منگنی ہو گئی ہے''۔

''ہم کچھ اور بات نہیں کر سکتے''۔ جس ذکر سے بچنا چاہ رہا تھا شہران نے وہی چھیڑ دیا۔

''بالکل نہیں' مجھے آپ کی اداسی ذرا اچھی نہیں لگتی' اور یہ تو طے ہے اسد مرزا کی دونوں بیٹیاں ہمارے گھر ہی آئیں گی''۔ ازلی ضد و ہٹ دھرمی عود کر آئی۔

''شہران! کیوں شریف لوگوں کیلئے مسئلے پیدا کرو گے''۔ رنجور مغموم اور افسردہ ہو رہا تھا۔

''شریف لوگوں نے ہی تو مجھ جیسے انسان کو مشتعل کیا ہے''۔

''شہران! گاڑی چلاؤ اور مجھے گھر ڈراپ کرو''۔ لہجہ اتنا سخت اور درشت تھا کہ وہ لب بھینچ کے رہ گیا۔ مگر دل میں تو مصمم ارادہ باندھ لیا تھا جو کرنا ہے۔

گھر میں کچھ ہلچل سی تھی۔ لیل ماہ تو تجسس کے مارے ابو اور امی کے روم کے باہر کھڑی ہو کر سب باتیں سن رہی تھی' وہ ساکت رہ گئی جو کچھ اس نے سنا تھا۔

''یہ بکواس کی کس نے ہے''۔ اسد مرزا کی گرجدار غصے سے بھری آواز نے لیل ماہ کو ڈرا دیا۔

''مجھے خود سمجھ نہیں آ رہا یہ ہو کیا رہا ہے''۔ امی تو سر تھام کے بیٹھی تھیں۔

''تم پوچھتیں تو''۔

''بہت پوچھا' یہی بول رہی تھیں آپ نے ہم سے چھپایا اور الٹا ہمیں کہہ رہی ہیں''۔ وہ روہانسی ہو رہی تھیں۔

''میری بچی' ابھی تو مہینہ بھی نہیں ہوا ہے' کتنا کہا تھا میں نے اچھی طرح دیکھ بھال کر لیں مجھے وہ لڑکا ٹھیک نہیں لگ رہا ہے''۔

''پہلے سے کیوں دہائیاں دیتی ہو' ابھی انہوں نے کچھ کہا تو نہیں ہے''۔ اسد مرزا خود پریشان ہو رہے تھے۔

''اگر رشتہ انہوں نے توڑ دیا تو......''

''ایسے کیسے توڑ سکتے ہیں''۔ وہ ان کی بات کاٹ کے گویا ہوئے۔

''اتنا کچھ سننے کے بعد آپ یہ کہہ رہے ہیں''۔ امی تو حیران تھیں' کہ انہیں ابھی بھی ذرا خیال نہیں آ رہا ہے۔

لیل ماہ الٹے قدموں واپس روم میں آ گئی' یہ سب اس نے کیا سنا تھا دل گھبرانے لگا تھا۔ حرا عصر کی نماز پڑھ رہی تھی' ابھی اسے بتا کے پریشان بھی نہیں کرنا چاہتی تھی' لائبہ سے بھی اس کی ہنوز ناراضگی تھی' کیا کرے اس ٹائم ابو بھی گھر پر تھے وہ جا بھی نہیں سکتی تھی۔

''میری پیاری بہن کے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے''۔ سوچنے لگی۔

''کہیں ذیشان احمد تمہاری بددعا تو نہیں لگ گئی''۔ وہ کھڑی ہو گئی۔

''نہیں وہ ایسا نہیں' کیوں بددعا دے گا' آپی سے محبت کرتا ہے اور ایسا کچھ وہ سوچتا بھی نہیں ہو گا''۔

''کیا ہوا ہے اتنی چپ کیوں ہو؟'' حرا نماز سے فارغ ہو کر اس سے تشویش بھرے لہجے میں پوچھنے لگی۔

''لک کچھ نہیں''۔ اچھل گئی۔

''پھپھو! آپ کو دادی جان بلا رہی ہیں''۔ حمزہ اسے بلانے آیا' وہ اٹھ کر چلی گئی۔

حرا لب کچلتی ہوئی بیڈ کے سرے پر بیٹھ گئی۔ ذہن بھٹک بھٹک کے ذیشان احمد کی طرف چلا جاتا تھا۔ وہ معصوم سا انسان۔

''پتہ نہیں مجھے سوچتا بھی ہو گا یا نہیں''۔ وہ دل میں خود سے مخاطب ہوئی۔

''کاش ذیشان احمد! تم اور میں ملے ہی نہ ہوتے' نہ تمہارا دل ٹوٹتا نہ میرا دل ٹوٹتا''۔ کھڑکی میں آ کر کھڑی ہو گئی۔ بے کل بے چین اور رنجور سی رہنے لگی تھی' منگنی ہونے کے بعد بھی حماد کو دیکھ کر اس کے دل نے دھڑکنا ہی شروع نہیں کیا تھا نہ ہی دھڑکنیں شور مچاتی تھیں۔

مگر جب بھی ذیشان کو سوچتی افسردہ ہو جاتی' اس کا سنجیدہ اور پروقار انداز اس کی آنکھوں میں احترام پیار کا رچاؤ' مبہم سے الفاظ میں محبت کا اظہار' وہ جب بھی دیکھتا اتنی مخموری نگاہوں سے دیکھتا کہ اس کے ہاتھوں سے پسینہ چھوٹنے لگتا' دل کی دھڑکن بڑھ جاتی اور جب وہ قریب آتا اس کی سانسیں بے ترتیب ہونے لگتی تھیں' گھبرا کے نگاہ چراتی لب بھینچ لیتی' شرمایا شرمایا انداز وہ مسکرا دیتا تھا۔

''ذیشان احمد! کیسے رہوں گی میں تمہارے بغیر' میرے دل و دماغ میں تم ہی تم ہو' اپنے اس دل کی سرزمین پر

تمہارے ہی قدموں کی آہٹ ہے' پتہ ہے تم مجھے نہیں مل سکتے مگر پھر یہ دل کیوں اتنا ویران ہے' کیوں دل سے تمہاری یاد نہیں جاتی' کیوں مجھے اتنا یاد آئے جا رہے ہو''۔ کرب سے لب کچل ڈالے۔ اسی وقت گھر میں شور اٹھا' حرما نے چونک کر دروازے کی سمت دیکھا۔ لیلیٰ ماہ پریشان سی ہوگئی' منہ پر ہاتھ رکھ کر جیسے اپنی آواز کو گھونٹ رہی تھی۔

''لیلیٰ ماہ! کیا ہوا ہے؟'' وہ گھبرائی ہوئی اس کی حالت دیکھنے لگی۔

''آپی! وہ وہ اچھا نہیں ہوا ہے''۔ سر پکڑ کے وہ روتی چلی گئی۔

''بات کیا ہے لیلیٰ ماہ! بتاؤ''۔ اس کا دل بھی دھڑ دھڑ کرنے لگا' باہر دیکھتی تو کبھی لیلیٰ ماہ کو دیکھتی۔

''آپی! حماد کی امی اور بھابی آئی ہیں''۔

''پھر کیا بات ہوئی ہے' کیوں روئے جا رہی ہو' میرا دل بیٹھ رہا ہے''۔ حرما کی خود حالت غیر ہونے لگی۔

''وہ حماد کی امی نے کہا ہے کہ آپ نے اپنی چھوٹی بیٹی کو کیوں چھپا کے رکھا' حماد کو وہ پسند آئی ہے جبکہ حرما کا رشتہ تو آپ کے پڑوس میں کسی ذیشان سے طے ہے''۔

''کیا......؟'' وہ تو بیٹھے سے کھڑی ہوگئی۔ یہ کیا سن رہی تھی ایسی بات' یہ اڑائی کس نے تھی؟ حرما کے تو ہاتھ پاؤں سے لگتا تھا جان نکل گئی ہو۔

''آپی! ابو بہت غصے میں ہیں اور ان کی بھابی نے اتنی باتیں سنائی ہیں کیا بتاؤں''۔ وہ روئے جا رہی تھی۔

''ابھی ہیں یا چلی گئیں؟''

''رشتہ توڑ کے گئی ہیں اور یہ کہہ کر گئی ہیں کہ آپ......'' آگے لیلیٰ ماہ سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔

''کیا بولا ہے''۔ حرما کا تو لگتا تھا سانس رکنے لگا ہو۔

''آپ کی بیٹی کا عشق چل رہا ہے آپ کو یہ تک خبر نہیں''۔

''کیا......'' وہ تو دھک سے سینے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھتی چلی گئی' حرما کے حواس بھی خراب ہونے لگے۔

''آپی! تم تو خود کو سنبھالو''۔ لیلیٰ ماہ بوکھلا گئی۔

''لیلیٰ ماہ! اب کیا ہوگا؟'' وہ ابو کے غصے کو جانتی تھی۔

''کچھ نہیں ہوگا' حماد کی ماں اور بھابی بکواس کر کے گئی ہیں''۔ وہ حرما کو تسلی دینے لگی مگر ڈر تو اسے بھی لگ رہا تھا کیونکہ ذیشان احمد کا نام تک بتا گئی تھیں' ابو تو سن کے بھڑک ہی اٹھے تھے' ان کی خشمگیں اور قہر برساتی نگاہیں لیلیٰ ماہ پر اٹھیں تو وہ تو منہ پر ہاتھ رکھ کر بھاگ گئی تھی۔

''لیلیٰ ماہ! میرا دل گھبرا رہا ہے''۔

''اف آپی! ایک تو تم پریشان ہونے لگتی ہو' کچھ نہیں ہوگا''۔ وہ اسے دلاسے دینے لگی' مگر حرما تو وحشت زدہ اور خوف زدہ ہو رہی تھی' اگر ابو کو ذرا بھی ایسی ویسی بات کا علم ہو گیا تو وہ اسے تو سنائیں گے مگر گھر میں ایک قیامت برپا ہو جائے گی اور امی انہیں کتنی سننے کو ملیں گی' وہ روئے جا رہی تھی' لیلیٰ ماہ الگ پریشان تھی۔

☆

حمدان تو اسے اور فوزیہ سکندر کو ایئر پورٹ پر دیکھ کر حیران ہو گیا تھا' وہ بھی ساتھ ہی اسلام آباد جا رہی تھیں' حمدان پورے سفر میں کوفت میں مبتلا آیا تھا' اریشماء جو اتنا چہک رہی تھی اور وہ جتنا محتاط ہو کر بات کرتا تھا وہ اتنا ہی قریب آ گئی تھی۔

''نہیں سر! میں ہوٹل میں رک جاؤں گا''۔ وہ لوگ رات میں آٹھ بجے اسلام آباد پہنچے تھے۔ اریشماء لانگ اسٹائلش شرٹ پر میچنگ ٹراؤزر میں ہمیشہ کی طرح آج بھی منفرد لگ رہی تھی' اس کے چتون تن گئے تھے۔

''جانے کیوں اتنا اکڑا رہتا ہے''۔ وہ بڑبڑائی۔

''ارے حمدان! ہمیں بالکل اچھا نہیں لگ رہا کہ تم ہوٹل میں رہو اور ہم اپنے دوست کے گھر قیام کریں''۔

''سر! آپ کی بات اور ہے''۔ وہ چاروں ہی کیب میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حمدان فرنٹ سیٹ پر تھا جبکہ وہ تینوں پیچھے کی سیٹوں پر بیٹھے تھے۔

''ڈیڈی! میرا جہاں تک خیال ہے جمال انکل کو ان کے وہاں رہنے پر بالکل اعتراض نہیں ہوگا''۔ اریشماء نے گویا جتایا۔ حمدان سپاٹ چہرے کے ساتھ بیٹھا تھا۔

''اگر منع کر رہا ہے تو رہنے دو''۔ فوزیہ سکندر سمجھ گئی تھیں حمدان کی طبیعت کچھ الگ تھلگ سی ہے' وہ زیادہ کسی سے غیر ضروری بات کرنا پسند نہیں کرتا۔

''حمدان! آپ ہمارے ساتھ ہی جائیں گے''۔ روحیل سکندر نے اس کا عذر رد کر دیا تھا۔

نیوی کے پوش ایریے میں وہ لوگ داخل ہو گئے تھے۔ روحیل سکندر نے اپنے دوست کو نہیں بتایا تھا وہ لوگ آ رہے ہیں۔ جمال انکل اور آنٹی نے ان کا پر جوش استقبال کیا تھا' یوں اچانک سے ان کے آنے پر وہ سب بہت خوش ہوئے تھے۔ ان کی دو بیٹیاں تھیں اور ایک بیٹا تھا' تینوں ہی اریشماء سے کافی چھوٹے تھے۔

''سر! مجھے جانا ہے''۔ حمدان خوبصورت سے ڈرائنگ روم میں بیٹھ کے بھی اکتا گیا تھا۔ اریشماء کو اس کی ضدی طبیعت پر بہت غصہ آتا تھا۔ وہ اٹھنے کے بہانے تلاش کر رہا تھا۔

''ارے بیٹا! آپ کہاں چلے؟'' جمال علی نے اسے بازو سے پکڑ کے بٹھا لیا۔

''وہ اصل میں ہوٹل......''

''بس بس...... ہوٹل میں کوئی نہیں رک رہا ہے' روحیل کے تم خاص آدمی ہو اس لئے ہمارے لئے بھی ہو' آپ ادھر ہی قیام کریں گے''۔ اریشماء ماہم اور جوہم کے ساتھ باتوں میں لگی تھی' اس کے لب مسکرا دیئے' کم از کم وہ اس کے سامنے تو رہے گا۔

''وہ سر! میں آپ کو تکلیف نہیں دے سکتا''۔

''ارے بیٹا! آپ تو ایسے بول رہے ہیں جیسے آپ ہمارے سر پر بیٹھیں گے''۔ مسز جمال نے ہنس کر کہا۔ وہ جھینپ گیا' کب سے خاموش بھی بیٹھا تھا' سفر کی تھکن الگ ہو رہی تھی' ان لوگوں کے درمیان خود کو مس فٹ سمجھ رہا تھا۔

''تم حمدان کو روم دکھا دو آرام کر لے گا کچھ دیر پھر رات کو ڈنر پر ملیں گے''۔ جمال علی نے اپنی بیگم کو مخاطب کیا۔

حمدان نے اپنا بیگ اٹھایا' وہ آگے بڑھیں ان کی تقلید میں روم سے باہر آ گیا' خوبصورت سا جدید طرز پر بنا بنگلہ وہ جائزہ لیتا ہوا جا رہا تھا' اریشماء بھی اٹھی تھی۔

''یہ آپ کا روم ہے ہر چیز موجود ہے اور مزید کسی بھی چیز کی ضرورت ہو بیٹا! بلاتوقف بولنا''۔ مسکرا کے اسے روم میں چھوڑ کے چلی گئیں۔

وسیع و عریض روم درمیان میں بیڈ' ٹی وی' چیئرز اور ٹیبل پر جانے کیا کچھ رکھا تھا۔ وہ جائزہ لینے کے بعد بیگ سے کپڑے نکالنے لگا۔ اریشماء ناک کر کے اندر آ گئی' روم کا ڈور کھلا ہوا تھا۔ حمدان کی تیوری پر ناگواری سے بل پڑ گئے' وہ اچٹتی نگاہ ڈال کے رہ گیا۔

(جاری ہے)

شازیہ مصطفیٰ عمران
قسط نمبر 9
سلسلے وار ناول
کبھی عشق ہو تو پتہ چلے

''آپ پلیز سر سے کہئے مجھے یہاں نہیں رہنا ہے''۔ وہ سنجیدہ تھا۔

''حمدان! آپ اتنا کیوں رُوڈ ہو رہے ہیں''۔ وہ چڑ گئی۔

''آپ مجھے اچھی طرح جانتی ہیں' میں بالکل سادہ انسان ہوں صاف گفتگو کرتا ہوں' اس لئے میں رُوڈ نہیں ہو رہا' آپ سے کہہ رہا ہوں یہ آپ کے ڈیڈی کے دوست کا گھر ہے مجھے یہاں رہنا بالکل اچھا نہیں لگ رہا ہے''۔ آنکھیں اریشماء کے سنجیدہ چہرے پر ٹکائی ہوئی تھیں' وہ پہلو بدل کر رہ گئی۔

''کسی کے خلوص کو سمجھا بھی جاتا ہے وہ آپ سے اتنی محبت سے ملے ہیں کچھ تو پاس رکھیئے''۔ وہ بھی غصہ میں آگئی۔

''آپ کو کون سا ہمیشہ رہنا ہے صرف دو دن کی بات ہے' آپ کو چلے ہی جانا ہے''۔ حمدان کا ہر بات پر اعتراض کوفت میں مبتلا کرتا تھا۔

''مجھے یہ بھی خبر نہیں تھی آپ بھی ساتھ آ رہی ہیں ورنہ میں بالکل نہیں آتا''۔

''آپ کیا سمجھ رہے ہیں میں آپ کی وجہ سے آئی ہوں''۔ اریشماء کے تو سر پر جا لگی' جتنا وہ اس سے نرم لہجے میں بات کرتی تھی وہ اتنا ہی مشتعل ہوتا تھا۔

''سچ یہی ہے''۔ بیگ اس نے کارپٹ پر پٹخا۔

''آپ کی سوچ بالکل غلط ہے' مجھے اور ممی کو آنا تھا کیونکہ ممی بہت دنوں سے باہر نہیں نکلی تھیں' ان کی صحت کے لئے یہ سب ضروری تھا''۔ وہ اس کی غلط فہمی دور کرنے لگی۔

''آپ اتنا غصہ نہیں ہوں' میں ابھی ڈیڈی سے کہتی ہوں آپ کو جانے دیں''۔ وہ افسردہ سی مڑ گئی۔ حمدان نے چتون تیکھے کیئے' اس کی پشت کو دیکھا۔ اریشماء تو اس کے حواسوں پر چھاتی جا رہی تھی کیونکہ وہ اتنا بے بس ہوتا جا رہا ہے' کیوں اس کے سامنے غصہ میں آ جاتا ہے۔

کچھ دیر میں روحیل سکندر اس کے سامنے تھے' حمدان انہیں دیکھ کر پزل ہو گیا کیونکہ وہ سنجیدہ بھی تھے۔

''بیٹا! آپ کو یہاں مشکل ہو رہی ہے' جمال نے تو بہت محبت سے خود آپ کو یہاں روکا ہے''۔

''سر! ایکچولی میں آپ کا ایمپلائی ہوں کچھ تو ڈفرنس ہونا چاہیے''۔ وہ خود ہی جواز پیش کر کے سر جھکا کر رہ گیا۔

''ایسا آپ سوچ رہے ہیں ورنہ میں ایسا بالکل نہیں سوچتا ہوں''۔ ان کا لب ولہجہ بجھا بجھا سا ہو گیا۔

''ارے روحیل! کیا مسئلہ ہو گیا' وہ اریشماء بتا رہی تھی حمدان یہاں رکنا نہیں چاہتا''۔ جمال علی ان کے درمیان چلے آئے' دونوں چونک کے سنبھل گئے' حمدان خفیف سا ہو گیا جبکہ روحیل سکندر سائیڈ پر ہوئے۔

''وہ اصل میں سر! مجھے......''

''بس بیٹا! یہ مجھے سر و ر بالکل نہیں کہو' سیدھے سبھاؤ انکل بولو اور تم کہیں نہیں جا رہے ہو' آرام سے یہاں رہو''۔ جمال علی نے اسے قطعیت بھرے لہجے میں کہا۔ حمدان پھر ان کے خلوص ومحبت کے آگے سر ہلا کے رہ گیا' روحیل سکندر بھی مطمئن سے ہو گئے تھے۔

اریشماء باتھ لے کر پنک کاٹن کے ایمبرائیڈری کپڑوں میں ملبوس کچن میں چلی آئی جہاں مسز جمال ملازمہ کو ہدایات دے رہی تھیں' کھانا بھی ٹیبل پر لگ رہا تھا۔

''آنٹی! میں کچھ ہیلپ کروں''۔ وہ دونوں ہاتھ آپس میں مسلتے ہوئے مخاطب ہوئی۔

''نہیں بیٹا! سب ہو گیا ہے بس ایسا کرو حمدان کو آپ بلا کے لے آؤ' لگتا ہے حمدان کی آنکھ لگ گئی ہے' میں نے سمیر کو بھیجا تھا دروازہ لاک تھا۔

''جی اچھا''۔ وہ آنچل شانوں پر سمیٹ کر کوریڈور عبور کر کے لیفٹ سائیڈ پر آ گئی جہاں برابر تین رومز تھے' سامنے والا روم اسے دیا تھا' دروازہ ناک کرنے کیلئے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ وہ بلیو جینز اور پنک ٹی شرٹ میں فریش سا برآمد ہوا' اریشماء جز بز سی ہو گئی' کچھ دیر پہلے دونوں میں بحث بھی ہو گئی تھی' یہاں آ کر تو اریشماء خود کو کمزور سمجھ رہی تھی' وہ اعتماد اس کا جانے کہاں چلا گیا تھا' جب بھی اس سے بات کرتی تھی پُر اعتماد ہی ہوتی تھی۔

''ڈنر پر آپ کو بلایا جا رہا ہے''۔ نگاہ پھیر کے گویا ہوئی۔

''اریشماء! کیوں آپ خود کو اتنا گرا رہی ہیں''۔ اس نے احساس دلایا۔

''پلیز حمدان احمد! میں کسی بحث کے موڈ میں نہیں ہوں''۔ سپاٹ اور کھردرے سے لہجے میں بولتی وہ آگے بڑھ گئی۔ حمدان زچ ہی ہو گیا' وہ ان سب کے درمیان خاموش تھا مگر جمال علی خاصے بے تکلف انسان تھے' وہ اس سے بیٹا بیٹا کر کے مخاطب ہو رہے تھے' وہ ان کی محبت واپنائیت کا قائل ہو گیا۔ اریشماء کے چہرے پر خفگی تھی وہ اسے دیکھ بھی نہیں رہی تھی' جلدی کھانے سے فارغ ہو کے وہ اٹھ گئی تھی۔

☆

کل سے گھر میں سناٹے بول رہے تھے' وہ دونوں منہ چھپائے روئے جا رہی تھیں' ابو کا غضبناک انداز اور چیختا چنگھاڑتا لہجہ دونوں سراسیمگی سے دیکھتی رہ گئی تھیں۔ رو رو کے امی کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ ذیشان کے گھر میں ابو نے اپنا پیغام بھجوا دیا تھا اور جب سے ہی ذیشان تو متوحش زدہ رہ گیا' محمد احمد کی طنزاِ استفہامیہ نگاہوں نے اسے گھورا' شہران کے تو وہم وگمان میں بھی نہیں تھا یوں اچانک سے یہ سب ہو سکتا ہے۔

''آنٹی! اب تو آپ کو جانا ہی ہوگا''۔ لائبہ کے ذریعہ ہی اسد مرزا کا پیغام آیا تھا۔

''لائبہ! وہ ذیشان منع کر رہا ہے''۔ حمیرا بیگم تو خود ششدر ہوئی تھیں ان کی سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ کیا کریں۔

''آنٹی! اب تو آپ کو جانا ہی پڑے گا ورنہ اسد انکل حرما باجی کا ہاتھ کسی بھی الٹے سیدھے شخص کے ہاتھ میں تھما کے چلتا کریں گے''۔ ذیشان اندر بیٹھا تھا سب سن بھی رہا تھا' وہ ایسا کوئی بھی کام نہیں کرنا چاہتا تھا کہ اسد مرزا کو یقین ہو جائے کہ ان دونوں کے درمیان کچھ چل رہا تھا' وہ حرما کو رسوا بھی تو نہیں کر سکتا تھا۔

''مجھے تو اس بات پر حیرانگی ہے یہ الٹی سیدھی بکواس کس نے کی ہے''۔

''آنٹی! یہ تو آپ کو میں نے پہلے ہی بتایا ہے حماد کے دوست نے بتائی ہے' وہ شاید انہی کا کلاس فیلو ہے''۔ لائبہ نے دوبارہ اپنی بات دہرائی۔ ذیشان کی عقل پریشان تھی کون ہے ایسا شخص جس نے یہ کہا ہے' مگر اس کا بار بار ذہن بھٹک کے شہران پر ہی گیا تھا اس سے بھی خاصی جھڑپ ہو گئی تھی' دونوں میں بات چیت بھی نہیں ہو رہی تھی۔

''آپ ذیشان بھائی سے بات تو کریں' ایسے کیسے وہ حرما باجی کے ساتھ کر سکتے ہیں' لیل ماہ کا تو رو رو کے برا حال ہے''۔ لائبہ نے ابھی یہ نہیں بتایا تھا لیل ماہ' شہران کو ہی اس کا الزام دے رہی تھی کیونکہ کئی بار وہ دھمکی جو دے چکا تھا۔

''ٹھیک ہے میں کوشش کرتی ہوں''۔ حمیرا بیگم دلگرفتہ ہو گئی تھیں۔ انہیں حرما پر ترس آئے جا رہا تھا بے چاری کی منگنی تو ٹوٹی ہی اور مستزاد یہ آفت بھی ٹوٹ پڑی تھی۔

ذیشان اپنے روم سے نکلا ہی نہیں تھا۔ شہران بھی رات چھت پر ہی تھا۔ کھانا پینا تک چھوڑا ہوا تھا اور محمد احمد انہیں تو بولنے کا موقع مل گیا تھا۔

''ذیشان بیٹا! بتاؤ کیا کروں' وہ معصوم بچی بے قصور ماری جا رہی ہے''۔ حمیرا بیگم دکھ و تاسف سے گویا ہوئیں۔ وہ ہونٹوں پر چپ کی مہر ثبت کیے بیٹھا تھا' اس کا دل ایسے بھی تو گوارا نہیں کر رہا تھا پھر تو لوگوں کو اور بولنے کا' باتیں بنانے کا موقع مل جائے گا۔

''ذیشان بیٹے! کچھ تو بول' میرا دل بہت پریشان ہے' کیا کروں''۔

''آپ کا دل کیا کہتا ہے؟'' اس نے اپنی چپ کو توڑا کیونکہ وہ تو کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔

''میرا دل یہ کہہ رہا ہے کہ وہ بے قصور ماری جائے اس سے بہتر ہے ہمارے گھر وہ بیاہ کے آ جائے' ساری زندگی تو بھی تو بے چین رہے گا''۔ انہوں نے ذیشان کا متفکر زدہ مغموم چہرہ دیکھا جو کل سے کچھ بول ہی نہیں رہا تھا۔

''آپ محلے کے لوگوں کی باتیں برداشت کر لیں گی''۔

''محلے والوں کو تو آتا ہی کیا ہے باتیں بنانے کے سوا' جب ایسی کوئی بات ہی نہیں ہے تو فضول ہے ڈرنا''۔

''امی! آپ اسد مرزا کو نہیں جانتی ہیں وہ ایسے کیسے ہمیں یہ پیغام بھجوا سکتے ہیں''۔ اس کی تو سوچ سوچ کے عقل پریشان تھی۔

''میں کچھ نہیں جانتی' لائبہ کی امی کے ساتھ میں کل ہی اسد مرزا کے گھر جاؤں گی' میں اس بے قصور بچی کے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہونے دوں گی' انہیں سمجھاؤں گی''۔ وہ قطعیت بھرے لہجے میں بولیں۔

''کاش وہ آپ کی بات سمجھ جائیں''۔ اس نے سرد آہ بھری۔

''تو جا اوپر' شہران نے کچھ بھی آج کھانا پینا نہیں کیا' ٹیکسی بھی لے کے نہیں گیا''۔ انہوں نے اس کی پشت پر تھپکی دی۔

''میں اس کے پاس نہیں جاؤں گا' مجھے یقین ہے یہ اسی کی حرکت ہے''۔ ذیشان کو بہت غصہ تھا۔

''مجھے نہیں لگتا یہ سب اس نے کیا ہو''۔ حمیرا بیگم کا دل نہیں مان رہا تھا۔

''امی! آپ کو نہیں پتہ مجھے شہران سے سب توقع ہے''۔ اس نے نفی کی۔

''یہ تم دونوں بھائیوں میں بھی الگ جنگ ہو گئی ہے' مجھے سوچ سوچ کے ہول اٹھ رہے ہیں اوپر سے تمہارے باپ کو بولنے کا موقع چاہیے''۔ وہ رنجوری کبیدگی سے گویا ہوئیں۔

''مجھے شہران پر غصہ ہے اور پورا یقین ہے اس نے ہی حرا کی سسرال میں کچھ کیا ہے''۔

''ارے وہ جانتا کب ہے''۔

''وہ سب خبر رکھتا ہے''۔ اس نے ہاتھ اٹھا کے طنزیہ کہا۔

''میں تو اسد مرزا کے گھر جا کر صفائی میں کچھ بول بھی نہیں سکتا''۔

''میں کل جاؤں گی' کرتی ہوں بات''۔ اس کے کمرے سے نکل گئیں۔

''اری او بسمہ! جا کر بھائی کو بلا' کب تک اوپر بیٹھا رہے گا کچھ نہیں کھایا ہے''۔ انہوں نے آواز لگائی۔

''بڑی فکر رہتی ہے تمہیں اپنے لاڈلے کی''۔ محمد احمد نے چبھتا ہوا تیر پھینکا۔

''اولاد ہے' میں فکر نہیں کروں گی تو کون کرے گا''۔ وہ تیز لہجے میں غصے سے گویا ہوئیں۔

''بس بس زیادہ زبان مت چلایا کر' بیٹوں کے جوان ہوتے ہی مجھ پر شیر بنی ہے تو''۔ وہ تو تپ گئے۔

''امی! بھائی دروازہ نہیں کھول رہے ہیں''۔

''وہ کھولے گا بھی نہیں' کرتوت ہی اس کے سامنے جو کھل کے آ گئے ہیں''۔

''اچھا آپ تو چپ ہو جائیں''۔

''مجھے چپ کرا' کبھی اپنے لاڈلے کو بھی کرایا کر' میرے منہ پر چڑھتا ہے''۔

''ابو! کبھی تو آپ امی سے ٹھیک طرح بات کیا کریں''۔ بسمہ بھی بےزاری سے بولی۔

''چپ کر تو''۔ انہوں نے ڈانٹ دیا۔ بسمہ منہ بسور کے رہ گئی' شیبا ٹرے میں کھانا سجا کے لے آئی تھی۔

''امی! آپ خود لے جائیے شاید دروازہ کھول دیں''۔ شیبا بھی کتنی دفعہ کوشش کر کے آ گئی تھی۔ شہران لگتا تھا کان لپیٹ کے پڑا ہوا تھا۔ حمیرا بیگم تو ماں تھیں' اولاد کی فکر انہیں رات دن رہتی تھی' کل سے یہ پریشانی الگ مل گئی تھی۔

✩

حمیرا بیگم کی خود سے اکیلے ان کے گھر جانے کی ہمت نہیں تھی' لائبہ کی امی کو ساتھ لے کر آئی تھیں' کب سے وہ اسد مرزا کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھیں مگر جیسے وہ ماننے کو تیار ہی نہیں تھے' انہیں اپنی عزت سب سے زیادہ عزیز تھی چاہے کسی کا کچھ بھی حشر ہو۔

''بھائی صاحب! آپ ایک دفعہ پھر سوچ لیں''۔

''مجھے جتنا سوچنا سمجھنا تھا سوچ لیا تھا' آپ یہ بتائیے نکاح کس دن کا رکھ رہی ہیں''۔ اسد مرزا جیسے کچھ سوچنے سمجھنے کی پوزیشن میں نہیں تھے' پیشانی پر ناگواریت اور غصے کی اتنی لکیریں تھیں وہ ان کی جانب دیکھ بھی نہیں رہے تھے۔

امی نے تو دل پر ہاتھ رکھ لیا' ان کی معصوم بچی پر یہ کیسی قیامت ٹوٹی تھی' بے قصور بے خبری میں ہی ماری جا رہی تھی۔

حمیرا بیگم تو چپ تھیں ان کی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا فیصلہ کریں' وہ کتنا انہیں سمجھانے کی کوشش کر چکی تھیں۔

''بھائی صاحب! آپ کسی کی سنی ہوئی باتوں پر کیوں یقین کرتے ہیں' میں نے اپنے بیٹے سے پوچھ لیا ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے''۔

''بس بہت ہو گیا' آپ اپنی امانت یہاں سے جتنی جلد ہو لے جائیں کیونکہ اس محلے میں میری بہت عزت ہے جو عزت میری بچی ہے اس کا واسطہ''۔ انہوں نے ہاتھ جوڑ دیے۔

''آپ کے بیٹے نے میری بیٹی کی جانب نگاہ اٹھا کر دیکھ لیا ہے اور میں بات گوارا نہیں کر سکتا کہ آج صرف کچھ لوگوں کو پتہ ہے کل کو پھر اور لوگوں کو پتہ چلے گا تو میں برداشت نہیں کر سکتا''۔

''یہ تو بالکل غلط سوچ ہے آپ کی' آپ حرا بیٹی کے سسرال والوں سے ایک دفعہ بات کر کے تو دیکھئے''۔

''بی بی! بات کرنے کا وقت گزر چکا کیونکہ رشتہ توڑ دیا ہے اور میں بھی یہ رشتہ نہیں کرنا چاہتا جس کی وجہ سے یہ رشتہ ٹوٹا ہے اس کے ساتھ رخصت کر دوں تو بہتری اسی میں ہے''۔ وہ آگے بھی بہت کچھ بولنا چاہتے تھے مگر شدت غم سے آواز دب گئی۔

''آپ پرسوں ہی آ جائیے اور اپنی امانت لے جائیے''۔ وہ یہ کہہ کر اندر چلے گئے۔

حفصہ بھابی تو اتنے غور سے سب سن رہی تھیں وہاں سے ہلی تک نہیں تھیں۔

''بھابی! ایک بار سوچ تو لیں''۔ لائبہ کی امی نے بھی سمجھانے کی آخری کوشش کی۔

''نسیمہ اب کچھ نہیں ہو سکتا' یہ جو فیصلہ کر لیں وہ ہو کر رہتا ہے''۔ وہ ملول اور رنجوری ہو کر آنکھوں سے نمی صاف کرنے لگیں' چالیس سال ہو گئے تھے شوہر سے کبھی بحث ہی نہیں کی نہ ان کے فیصلوں سے اختلاف کیا' آج بھی ان

میں ہمت نہیں تھی۔ وہ افسردہ سی نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگیں۔ حمیرا بیگم بھی شرمندہ سی بیٹھی تھیں نسیمہ کو چلنے کا کہا۔

''ہم مغرب کے بعد نکاح کے لئے آجائیں گے' میں حرما بیٹی سے ملنا چاہوں گی''۔ انہوں نے قدرے توقف کے بعد کہا۔

''امی! وہ کمرے میں بند ہے''۔ حفصہ بھابی نے بتایا۔

''بہن! آپ کی امانت ہے پرسوں لے لیجیے گا''۔ رقیہ سے تو بات بھی نہیں ہو رہی تھی' وہ ماں تھیں ان کے دل پر جو گزر رہی تھی یہ وہی جانتی تھیں۔

''میں بہت شرمندہ ہوں' آپ کے گھر میں ہماری وجہ سے اتنا کچھ برا ہوا''۔

''اب کیا کہہ سکتے ہیں آج نہیں تو کل ہونا تھا' شکر ہے پہلے ہی پتہ چل گیا ورنہ تو میری بیٹی کہیں کی نہیں رہتی''۔ وہ منہ پر آنچل رکھ کر رونے لگیں۔

حمیرا بیگم کے پاس تو الفاظ تک نہیں تھے جو انہیں تسلی دیتیں۔ وہ خود مضطرب اور مغموم سی ہو کر اٹھ گئی تھیں۔ اسد مرزا اتنے غصہ والے ہوں گے انہیں اندازہ نہیں تھا' مگر ان کا انداز' اس میں حمیرا بیگم نے حقارت ہی دیکھی تھی' جانتی تھیں ان کے گھرانے کو وہ کب عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

ذیشان نے ان کا چہرہ دیکھ لیا تھا وہ تو خود افسردہ تھا۔

''پرسوں نکاح کے لئے جانا ہے''۔

''امی! آپ نے انہیں سمجھایا نہیں''۔ وہ تو حیران رہ گیا۔

''ذیشان! چپ کر جا میرا دماغ درد کر رہا ہے' یہ سب کیا ہو گیا ہے''۔ وہ تھکی تھکی سی بیڈ پر لیٹ گئیں' شیبا دوڑ کے ان کے لئے پانی لے آئی۔

☆

پورا دن اس کا میٹنگ میں گزرا تھا' تھکن سے برا حال تھا' چائے کی طلب ہو رہی تھی مگر اس وقت رات کے گیارہ بجے چائے کی فرمائش کرنا اسے عجیب بھی لگ رہا تھا' آج تو پورا وقت اریشماء سے بھی سامنا نہیں ہوا تھا۔ بلیک ٹراؤزر پر ڈھیلی سی لائٹ پرپل شرٹ میں ملبوس جھجکتا ہوا روم سے نکلا' لاؤنج' ہال روم سب جگہ خاموشی تھی' مگر ایک جگہ سے بہت دھیمی آواز آ رہی تھی' آواز کی سمت کا تعین کیا' وہ ڈائننگ ہال میں ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی سیل پر بات کر رہی تھی۔ وہ دروازے کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا۔

''زیادہ میرے دادا ابا مت بنا کرو' جب میں نے کال کی ہے تو ٹھیک طرح بات کیوں نہیں کرتے ہو''۔ وہ کسی کو ڈانٹ رہی تھی۔ حمدان کی حسیات بیدار ہو گئیں۔ اریشماء اور کسی میل سے بات کر رہی تھی' تجسس بھی ہوا آخر ہے کون؟

''فضول کی بکواس مت کرو' یہ بتاؤ امی اور مصباح کیسی ہیں؟''

''امی اور مصباح کو پوچھ رہی ہے''۔ حمدان زیر لب بولا۔ فوراً ہی الٹے قدموں اپنے روم میں آ گیا' اپنا سیل ٹیبل سے اٹھایا اور عدین کا نمبر ملایا' نمبر بزی جا رہا تھا۔

''ہوں تو محترمہ عدین سے باتوں میں مصروف ہیں' اتنی دوستی ہو گئی کہ وہ بے تکلفی سے اس سے بات کر رہی ہے''۔ وہ حیران بھی تھا۔ کیسے دونوں میں اتنی دوستی ہو گئی۔ عدین کے مزاج کو جانتا تھا' نٹ کھٹ اور شرارتی سا ہے مگر اریشماء سے دوستی اسے یہ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔

''جتنا میں اس لڑکی کو دور کرنا چاہتا ہوں یہ اتنا ہی میرے اعصاب پر کیوں سوار ہو رہی ہے''۔ وہ بیٹھے سے کھڑا ہو گیا' مزاج میں چڑچڑاہٹ اور بےزاری سی آنے لگی' دو میٹنگز اور تھیں جو اسے ہی بھگتانی تھیں۔ چائے کی طلب اسے بہت زیادہ ہو رہی تھی ابھی وہ روم سے نکلنے ہی والا تھا سمیر آ گیا۔

''حمدان بھائی! ممی نے پوچھا ہے آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے تو بتا دیجیے' ابھی ممی نے آپ کو ڈائننگ ہال کے باہر دیکھا تھا''۔

''وہ یار! میرے سر میں درد ہو رہا تھا چائے کا موڈ ہو رہا ہے''۔ وہ جھجک بھی رہا تھا حالانکہ وہ چائے اتنے شوق سے نہیں پیتا تھا مگر آج تھکن کی وجہ سے پینا چاہ رہا تھا۔

''جی میں ممی سے کہہ دیتا ہوں''۔ وہ مسکرایا۔

''سمیر! بات سنئے گا''۔ انیس سالہ سمیر چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

''وہ میں باہر لان میں چلا جاؤں؟'' حمدان کو یوں ان کے گھر میں اتنی بے تکلفی سے پھرنا اچھا نہیں لگ رہا تھا مگر طبیعت اس کی کچھ گھبرا رہی تھی حالانکہ جمال علی کی فیملی تو اس سے بے تکلفی سے ملی تھی' وہی خود جھجک رہا تھا۔

''حمدان بھائی! کیا ہو گیا ہے؟ آپ کا اپنا گھر ہے پوچھ کیوں رہے ہیں' جائیے میں آپ کی چائے وہیں لے کر آتا ہوں''۔ وہ اس سے بولا۔ حمدان مسکرایا' سمیر خاصا بے تکلف اور بااخلاق لڑکا تھا' اس سے دو دفعہ ہی ملاقات ہوئی تھی وہ پڑھائی وغیرہ میں بزی رہتا تھا۔

لان میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی' خوبصورت سا وسیع و عریض رقبے پر بنا ان کا بنگلہ تھا اور لان تو سب سے زیادہ پسند آیا تھا۔ بڑے بڑے جھومتے درخت کئی قسموں کے پھولوں کے بڑے بڑے گملے جو مین گیٹ کی دیوار کے ساتھ ہی رکھے تھے' گیٹ سے لے کر دیوار پر پھولوں کی بیل جا رہی تھی' گیٹ تو اور بھی خوبصورت لگ رہا تھا' لان کی گھاس پر چیئرز اور ٹیبل بھی پڑی تھیں' دو بڑے بڑے جھولے بھی تھے وہ چیئر پر بیٹھ گیا۔ ٹھنڈی ہوا نے مزاج پر اچھا اثر ڈالا تھا۔ ویسے بھی پورا اسلام آباد ہی حسین تھا' ابھی تک وہ کہیں نہیں گیا تھا مگر جب وہ اسٹڈی کر رہا تھا کالج کی طرف سے پاکستان ٹور پر جاتا رہتا تھا اور ابو اس کی کسی خواہش کو رد بھی نہیں کرتے تھے' کتنے بے فکری کے دن تھے۔

''لیجیے آپ کی چائے''۔ وہ اریشماء کی آواز پر چونک گیا۔ بلیو کاٹن کی لمبی سی شرٹ اس پر ٹراؤزر وائٹ پرنٹڈ دوپٹہ بالوں کو کیچر میں مقید کیے خاصی سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔

''بے فکر رہیے چائے میں نے نہیں بنائی ہے''۔ اس کی محویت کو توڑا' وہ خجل سا ہو گیا' وہ ٹرے ٹیبل پر رکھ چکی تھی۔

''جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے آپ چائے نہیں پیتے ہیں''۔ گویا طنز کیا۔

''کبھی کبھی پی لیتا ہوں''۔ وہ جزبز سا ہو گیا۔ چائے کے سپ لینے لگا' وہ بغور اس کی صورت دیکھ رہی تھی۔

''آج کی میٹنگ کیسی رہی؟'' فوراً ہی وہ سنبھل کر پروفیشنل بن گئی۔

''بہت اچھی' انہیں میرے سارے پوائنٹ بہت اچھے لگے''۔ کپ کو ساسر میں رکھا۔ اریشماء ابھی بھی کھڑی ہوئی تھی' سیل اس کے ہاتھ میں تھا' حمدان سمجھ گیا تھا بات کر کے ابھی فارغ ہوئی ہے جب ہی ادھر آ گئی۔

''شکر ہے''۔ وہ بھی خوش ہو گئی۔

''کل اور پرسوں کی میٹنگ میں ڈیڈی کہہ رہے ہیں آپ ہی اٹینڈ کیجیے گا' مجھے منع کیا ہے''۔ وہ ملتے ہوئے پھولوں کو دیکھنے لگی۔

''اوکے''۔ بحث تو اسے ویسے بھی پسند نہیں تھی پھر وہ بولتا بھی بہت کم تھا۔ اریشماء کو اس کی اتنی ناپ تول کر گفتگو

کرنے پر بہت ہی غصہ آنے لگا تھا' بری طرح زچ ہوگئی' دانت پیس کر لب بھینچ لیے۔
''آپ کو اعتراض نہیں؟''
''بالکل بھی نہیں' سر بہتر سمجھتے ہیں جب ہی انہوں نے منع کیا ہے''۔ چائے کا آخری سپ لے کر کپ رکھا۔
''آپ کیا بہتر سمجھتے ہیں یہ بھی کبھی بتا دیا کریں''۔ ذومعنی ہو کر طنز کیا۔
''میں جو بہتر سمجھتا ہوں آپ کو کئی دفعہ بتا چکا ہوں' یہ الگ بات ہے آپ سمجھنا نہیں چاہتی ہیں''۔ اسی کی طرح ذومعنی ہو کر ترکی بہ ترکی جواب دیا۔
''سمجھنا آپ نہیں چاہتے ہیں اور سوچ آپ کی غلط ہے''۔ وہ چٹخ گئی۔
''یہ ایسی بحث ہے جو ختم نہیں ہوگی' مجھے نیند آ رہی ہے چلتا ہوں''۔ سرد مہری اور بے نیازی سے قدم بڑھانے لگا۔ اریشماء کی آنکھوں میں حسرت تھی' اس کی چوڑی پشت پر نگاہ گاڑ دی' ذرا بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا' اچھے موڈ میں بات کرنا تو جیسے اسے آتا ہی نہیں تھا۔
''حمدان احمد! مجھے بھی ضد ہے اریشماء روحیل تمہیں عشق کرنے پر مجبور کر دے گی' میں تمہاری جیون ساتھی ضرور بنوں گی یہ تو طے ہے''۔ وہ مصمم ارادہ باندھ چکی تھی۔ اب تو دل کا معاملہ ہو گیا تھا کیونکہ دل کو بھی ضد ہو گئی تھی حمدان کے دل کو اپنی جانب متوجہ ضرور کرے گا۔

☆

حمیرا بیگم کو سخت غصہ آ گیا تھا' انہوں نے ذیشان کی ذرا نہیں سنی تھی۔ درمیان کے دو دن ایسے تمام ہوئے انہوں نے جلدی جلدی میں بھی ایک دو سوٹ تو حرما کے ضرور ہی بنائے' بری کے نام پر وہ سب کچھ ہی لے کر جا رہی تھیں' بسمہ کی خوشی کا ٹھکانا نہیں تھا' شیبا اور لائبہ نے مل کر ذیشان کا روم سیٹ کر دیا تھا۔ شہران کو دن خوشی تھی اس نے ایک بازی تو جیت ہی لی تھی مگر اسے یہ اندازہ نہیں تھا اتنی آسانی سے یہ سب ہو جائے گا۔ ذیشان اس سے بالکل بات نہیں کر رہا تھا۔ محمد احمد نے جتنے طنز کرنے تھے وہ کرتے رہتے تھے۔
مغرب کے بعد وہ اپنے چند قریبی رشتے داروں کو لے کر اسد مرزا کے گھر چلی گئی تھیں' انہوں نے گھر میں ہی انتظام کیا ہوا تھا۔ لیل ماہ کو غصہ کی وجہ سے طیش بھی آ رہا تھا مگر امی کے سمجھانے پر اپنی زبان بند کی ہوئی تھی۔
''یہ سوٹ پہن لو''۔ بھابی نے شاکنگ پنک کلر کے ستارے موتی سے بھرے سوٹ کو اس کے سامنے خوبصورت سے گولڈن ڈبے سے باہر نکالا' لیل ماہ کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں' سب کچھ ہی اتنی جلدی میں بھی بہت اچھا لائی تھیں' ہر چیز خوبصورت تھی۔ حرما کو تو سکتہ ہو گیا تھا' رو رو کر اس کی آنکھیں سرخ تھیں۔
''لیل ماہ! جلدی سے اسے تیار کر دو' عشاء سے پہلے رخصتی ہونی ہے' نکاح کے لئے لوگ اندر آ رہے ہیں''۔ حفصہ بھابی آج خلاف توقع کسی بھی طنزیہ گفتگو سے شاید پرہیز کئے ہوئے تھیں۔
حرما نے اور پھوٹ پھوٹ کے رونا شروع کر دیا۔ لیل ماہ کا تو دل خود خون کے آنسو رو رہا تھا' لائبہ بھی اندر آ گئی تھی حالانکہ لیل ماہ کی اور اس کی ہنوز ناراضی چل رہی تھی مگر حمیرا بیگم نے اسے بھی ساتھ چلنے کو کہا تھا' دونوں نے ہی حرما کو تیار کیا' سوگوار حسن بھی دلکش لگ رہا تھا' شاکنگ پنک اس کی سرخ و سپید رنگت پر کھل رہا تھا۔
ذیشان آف وائٹ قمیض شلوار میں ملبوس سر جھکائے مجرموں کی طرح بیٹھا تھا۔ نکاح کے لئے لوگ اندر چلے گئے تھے۔ ذیشان کو اسد مرزا کی نگاہوں میں جو نفرت اور حقارت نظر آ رہی تھی وہ اور شرمندہ ہو گیا' ارباز بھائی پھر بھی اس سے نارمل انداز میں ملے تھے۔

حرما نے کیسے ہاں کی' کب دستخط ہوئے اس کا ذہن ماؤف تھا' امی کے گلے لگنے پر چیخ چیخ کے رو رہی تھی۔ ذیشان کو اس کی آوازیں آ رہی تھیں' چند آئے رشتے دار بھی استفہامیہ نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔
''آپ سے ابو کچھ بات کرنا چاہتے ہیں''۔ حفصہ بھابی نے حمیرا بیگم کے کان میں کہا۔
وہ ان کی ہمراہی میں اندر چلی گئیں' اسد مرزا کے چہرے پر اتنا تناؤ اور ناگواری تھی وہ خفیف سی ہو گئیں۔ اسد مرزا کی بیوی رقیہ بھی ساتھ ہی کھڑی تھیں۔
''آج سے حرما آپ کی بہو ہے اور ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے''۔
''بھائی! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟'' وہ متوحش زدہ سی رہ گئیں۔
''جو عزت ہے وہ رہنے دیں''۔
''مگر یہ تو حرما بٹی کے ساتھ ظلم ہے''۔
''ہمیں آپ لوگوں سے کوئی رابطہ نہیں رکھنا ہے''۔ اتنے شدت پسند تھے' رقیہ تو ماں تھیں ان کا دل مٹھی میں آ گیا تھا۔
''آپ بھلے ہم سے کوئی رابطہ نہیں رکھیں مگر حرما آپ کی بٹی ہے وہ تو آپ لوگوں سے ملنے آئے گی''۔
''جی ہاں کیوں نہیں''۔ رقیہ نے تائیدی سر ہلایا۔ اسد مرزا کی خشمگیں اور قہر برساتی نگاہیں انہیں مگر چپ رہے۔
''میری بچی پر اتنا ظلم تو نہیں کیجیے''۔ وہ رو دیں۔ اسد مرزا تیزی سے باہر کی طرف بڑھ گئے' وہ اپنے اصولوں کے اتنے پکے تھے یہ سب ہی جانتے تھے۔
''آپ بے فکر رہیے' حرما آپ سے ملنے ضرور آتی رہے گی اور آپ بھی آئیے گا''۔ حمیرا بیگم بھی ایک ماں تھیں اور وہ ماں کے درد کو اچھی طرح سمجھتی تھیں۔
شہران اور محمد احمد نہیں آئے تھے' ورنہ شہران تو ضرور ہنگامہ مچا دیتا۔ حمیرا بیگم جان کے اسے نہیں لائی تھیں' عشاء سے پہلے ہی رخصتی کر دی تھی۔ ذیشان کے پہلو میں چلتی ہوئی وہ رو رہی تھی۔
لیل ماہ کی آنکھوں سے اشک برس رہے تھے' کبھی اس نے ان دونوں کے لیے دعا کی تھی مگر دعا ایسے مستجاب ہوئی جس کا اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔

☆

موسم ایک دم سے اتنا خوبصورت ہو جائے گا اریشماء کو یقین نہیں آ رہا تھا' بارش رم جھم برس رہی تھی۔ مال روڈ پر پیدل مارچ کر رہی تھی' سمیر نے کتنا ہی کہا گاڑی میں بیٹھیے۔
''سمیر! کیا ہے مجھے بارش انجوائے کرنے دو''۔ اس کا پرپل سوٹ گیلا ہو گیا تھا' ماہم اور جو ہم گاڑی میں بیٹھی تھیں' وہ ان تینوں کو لے کر شاپنگ پر نکل آئی تھی' مغرب کے بعد ہی بارش ہونا شروع ہو گئی تھی' صبح سے موسم ابر آلود تھا اسلام آباد کا موسم انجوائے کرنے کا الگ ہی مزہ تھا۔
''آپ بیمار بھی پڑ سکتی ہیں''۔ وہ گاڑی بہت آہستہ آہستہ اس کے ساتھ چلا رہا تھا۔
''چپ کرو' میں بیمار ویسے بھی نہیں پڑتی ہوں''۔ وہ تفاخر زدہ لہجے میں گویا ہوئی۔
سارے لوگ ہی اسے دیکھ رہے تھے جو بالکل مگن تھی' عشاء کی اذانیں ہو گئیں مگر اریشماء جانے کا نام نہیں لے رہی تھی۔
''ڈنر تو اب کر ہی نہیں سکتیں' آپ بالکل wet ہو گئی ہیں''۔ وہ اس کا حلیہ دیکھنے لگا۔

اریشماء کو چھینکیں آنے لگیں' ایک' دو' تین اور پھر سلسلہ بندھ گیا۔

''کہا تھا ناں آپ کراچی والوں کو یہاں کا موسم راس نہیں آئے گا۔ بیمار نہیں پڑتی' اب دیکھا یہ چھینکیں''۔ وہ فرنٹ سیٹ پر شرابور بیٹھی تھی' پوری گاڑی اندر سے گیلی ہو گئی تھی۔

گھر پہنچی تو اس کا نزلہ اور شدت پکڑ گیا۔ حمدان لاؤنج میں بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا' اریشماء کو گیلا دیکھا' بال چپک کر بھیگے ہوئے تھے' اے لائن لمبی سی شرٹ سے پانی ٹپک رہا تھا۔

''ارے یہ کیا کیا؟'' فوزیہ سکندر نے اپنی نرم و نازک سی بیٹی کو یوں چھینکتے دیکھا۔

''آنٹی! میں نے بہت منع کیا مگر یہ تو روڈ پر ایسے چل رہی تھیں جیسے ان کا خریدا ہوا ہے''۔ سمیر نے سارے شاپرز کاؤچ پر رکھے۔

''ارے لڑکی کپڑے تو بدل' میں چائے وغیرہ بھیجتی ہوں''۔ مسز جمال کو اس کی حالت دیکھ کر فکر ہوئی۔

حمدان کو اس کی سرخ ناک نظر آ رہی تھی' آنکھیں بھی بوجھل سی لگ رہی تھیں' فوزیہ سکندر اسے روم میں لے گئی تھیں۔

''آپ ان کے ساتھ آفس میں کام کیسے کر لیتے ہیں''۔ سمیر نے حیرانگی سے پوچھا۔

''کیوں کیا ہوا؟'' حمدان غیر متوقع سوال پر چونکا۔

''اتنی ضدی ہیں بالکل نہیں سنا بارش میں بھیگتی رہیں''۔

''ہوں''۔ وہ مبہم سا مسکرایا۔

''آفس میں تو آپ کی ان سے جھڑپ ہو جاتی ہو گی کیونکہ آپ بولتے ہی اتنا کم ہیں''۔ سمیر اس کی کم گوئی سے واقف ہو گیا تھا۔

''جھڑپ تو نہیں ہوئی ہاں البتہ انہیں غصہ جلدی آ جاتا ہے''۔ اس نے بتایا۔

''سمیر بیٹا! وہ سامنے سے نیلوفر کو بلا کر لاؤ' اریشماء کو چیک کر کے دوائی دیدے گی''۔ مسز جمال بہت فکر مند تھیں۔

''اوکے ممی''۔ وہ حکم کی تعمیل کیلئے اٹھا' چھتری لے کر وہ باہر نکلا تھا۔

''بالکل ہی بے وقوف لڑکی ہے' اتنی ضدی کیوں ہے''۔ حمدان کو سوچ کر ہی گھبراہٹ ہوئی۔

ڈاکٹر نیلوفر نے اسے میڈیسن دے دی تھی' نزلے اور فلو کا اٹیک ہو گیا تھا' سردی بھی اسے لگ رہی تھی' پورے گھر کے افراد پریشان ہو گئے تھے' فوزیہ سکندر کی تو کل کائنات تھی۔

حمدان اُکتا کے روم میں چلا گیا' بارش پوری رات ہی ہو گی ایسا لگتا تھا۔ ساتھ والا اریشماء کا روم تھا' وہاں سے سب کے بولنے کی آوازیں بھی آ رہی تھیں' اسے جانا عجیب سا لگ رہا تھا مگر عجیب بے چینی ہو گئی تھی۔ سوچا گھر فون کرے' عدین کا نمبر ملایا' کافی دیر میں ریسیو کیا۔

''کیا بات ہے نمبر کیوں بزی تھا''۔ ذرا تیز لہجے میں پوچھا۔

''بھائی جان! میں sms کر رہا تھا''۔ اس نے بتایا۔

''اچھا یہ بتاؤ سب خیریت ہے ناں' امی اور مصباح... '' وہ سب کو ہی پوچھنے لگا' پھر امی نے بھی بات کر کے خیریت پوچھی۔

''اریشماء کیسی ہے؟''

''جی وہ آج یہاں بارش ہو گئی ہے بارش میں بھیگنے سے بیمار پڑ گئی ہیں''۔ ناچاہتے ہوئے بھی بتایا۔

امی کافی دیر اریشماء کی ہی باتیں کرتی رہیں تو پھر حمدان نے خود ہی خدا حافظ کہہ کر موبائل آف کر دیا۔

☆

حرما حیران تھی' حمیرا بیگم نے ساری ہی رسمیں کی تھیں' وہ بہت خوش تھیں' بسمہ بھی بہت چہک رہی تھی۔ ان کے گھر میں جیسے خوشیاں پھوٹی پڑ رہی تھیں اور اس کے دل میں آگ لگی ہوئی تھی۔

شیبا اور لائبہ ہی اسے روم میں چھوڑ کے آئی تھیں' ذیشان کا کچھ اتا پتا نہیں تھا۔

''ارے شہران! دیکھ تو بھائی کو''۔ حمیرا بیگم کو فکر بھی ہونے لگی۔

''گھر میں ہی ہیں آپ فکر نہیں کریں''۔ شہران کی نگاہ اندر ذیشان کے روم میں اٹھ رہی تھی جہاں حرما کو لے جایا گیا تھا۔

''پھر بلا کر لا ناں''۔ وہ تھک بھی گئی تھیں' شہران کی نگاہیں دیکھیں' اس نے ابھی تک بھی حرما کو نہیں دیکھا تھا۔

''تو گیا نہیں''۔ وہ کڑے تیوروں سے بولیں۔

''امی! بھائی جان اوپر تھے''۔ بسمہ نے تلاش کر ہی لیا تھا۔ ذیشان کے چہرے سے لگ رہا تھا وہ ذرا بھی خوش نہیں ہے' شہران کو دیکھ کر تو اس نے منہ ہی پھیر لیا۔

''چل ذیشان! اندر جا''۔ شہران نے کھنکارنا شروع کر دیا' آج وہ خلاف توقع خاصے شوخ موڈ میں لگ رہا تھا' ذیشان نے اسے گھورا۔ حمیرا بیگم ان دونوں میں ہونے والی ناراضی بھی سمجھ رہی تھیں۔ شہران پھر اپنے روم کی سمت بڑھ گیا' بسمہ کو شیبا لے گئی۔

''بیٹا! اتنا مت سوچو''۔ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''جو بھی ہوا ہے قسمت میں لکھا تھا' اب غصہ بے کار ہے' چلو اندر جاؤ اور ہاں یہ حرما کی رونمائی کرنا''۔ انہوں نے لاکٹ اور چین کی ڈبیہ اس کے ہاتھ میں تھمائی۔

ذیشان پر تو لگتا تھا برف جم گئی ہو' یوں اچانک سے وہ اس کی بنا دی جائے گی اور ایسے حالات میں' اسے ذرا خوشی نہیں تھی۔ وہ ساری زندگی حرما سے نگاہ نہیں ملا سکے گا' وہ خود کو اس کا مجرم ہی سمجھ رہا تھا' اس کے ساتھ جتنا بُرا ہوا تھا بے قصور کو سزا یوں ملی تھی۔ روم میں آ کر دروازہ آہستگی سے بند کیا۔

حرما سکڑ سمٹ کر رہ گئی' آنسو بھی لگتا تھا اب خشک ہو گئے ہیں۔ ہاتھوں میں حنائی رنگ کہیں نہیں تھا۔ ذیشان کی شرمندہ نگاہ اٹھی' آج اگر ان دونوں کی شادی اچھے حالات میں ہوئی ہوتی تو وہ سب سے زیادہ خوش ہوتا' دونوں آج ایک دوسرے سے نگاہ نہیں چرا رہے ہوتے۔ اپنی مٹھی میں دبی ڈبیہ کو تنقیدی دیکھا' پھر حرما پر نگاہ ڈالی جو سر جھکائے سپاٹ سے چہرے کے ساتھ تھی۔ حسن سوگوار ہو تو اور زیادہ دلکش بنا تا ہے' وہ شاکنگ پنک کپڑوں میں بجی سنوری اس کے سامنے تھی۔ ذیشان کو یونیورسٹی والی ڈری سہمی حرما یاد آ گئی جو اس کے ذرا سے قریب آنے پر گھبرانے لگتی تھی اور آج وہ اس کے روم میں اس کے سامنے تمام حد بندیوں سے آزاد اس کیلئے آئی تھی۔

دل میں ہلچل مچی' دھڑکنوں نے شور مچانا شروع کر دیا' ان خوش کن لمحوں کے تقاضوں کو وہ اچھی طرح جانتا تھا مگر وہ آج اپنے نفس پر کنٹرول کیے ہوئے تھا۔

''یہ امی نے دی تھی تمہارے لئے''۔ اس نے ڈبیہ اس کے پاؤں کے پاس رکھی۔ حرما کی تنقیدی نگاہ اٹھی مگر ناگواری سے منہ گھما لیا۔ اسے رہ رہ کر اپنے ساتھ ہونے والی ناانصافی پر رونا آ رہا تھا۔

''حرما! مجھے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا ایسا کون تھا یونیورسٹی میں جس نے بکواس کی ہے''۔ شدت غم سے ذیشان کی آواز نہیں نکل رہی تھی' وہ بھی تو روئے جا رہی تھی' تسلی کے الفاظ کیا ادا کرتا کچھ تھا ہی نہیں اس کے پاس۔

''پلیز حرما! نہیں روؤ مجھے تکلیف ہو رہی ہے''۔ وہ تڑپ کے اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔
''چلے جائیے یہاں سے میرا دم گھٹ رہا ہے''۔ وہ سسک پڑی۔ ذیشان لب بھینچ کر افسردہ سا بیڈ سے اٹھ گیا' دونوں ایک دوسرے سے کبھی اتنی بے تکلفی سے بات بھی تو نہیں کرتے تھے' حرما ہمیشہ نگاہوں کو جھکائے رکھتی اور وہ اسے کن انکھیوں سے دیکھتا۔

حرما نے چہرہ ہاتھوں میں چھپالیا' سب سے زیادہ غم یہ تھا ابو نے کسی غیر کی باتوں پر کیسے یقین کرلیا' اپنی صفائی تک کا موقع نہیں دیا' اور موذی چیز کی طرح گھر سے نکال دیا' قصور نہ ہوتے ہوئے بھی قصوروار بنادیا' سارے رشتے ٹوٹ گئے تھے' کس منہ سے اب اس گھر میں جائے گی' ذیشان کا بھی تو کوئی قصور نہیں تھا وہ تو پہلے ہی اپنے قدم روک چکا تھا۔

☆

لیل ماہ کا دل کہتا یہ سب کہیں شہران کی تو حرکت نہیں ہے کیونکہ وہ ساتھ بھی نہیں آیا تھا مگر حماد کی امی' حماد کے دوست کا بتا کر گئی تھیں۔ وہ بے قرار بے چین سی کروٹیں بدل رہی تھی' رات کا ایک پہر گزر چکا تھا' ذہن حرما کی طرف ہی تھا۔
''پتہ نہیں ذیشان احمد کا آپی کے ساتھ کیسا سلوک ہوگا' اور وہ خوش بھی رہیں گی یا نہیں''۔ وہ گھبرا کے اٹھ بیٹھی۔
''شہران! اگر یہ تمہاری حرکت ہوئی تو تمہیں میں ایسے نہیں چھوڑوں گی''۔ غصہ' نفرت' اشتعال اس کی آنکھوں میں تھا۔
کمرہ کتنا خالی خالی اور سوگوار لگ رہا تھا' گھر میں ایسا لگ رہا تھا پتہ نہیں کیا ہوگیا ہے۔ اسد مرزا عشاء کی نماز کے بعد سے تو اپنے کمرے میں بند ہوگئے تھے' امی کا رو رو کے برا حال تھا' حفصہ بھابی بھی کچھ چپ سی تھیں' ارباز بھائی کے تو وہ سامنے ہی نہیں گئی تھی' دونوں بھتیجی بھتیجا بھی خاموش سے ہوگئے تھے۔
یہ کیسی شادی تھی نہ کوئی خوش تھا سب ہی سوگوار اور رنجور سے تھے۔ لیل ماہ کی آنکھوں سے لگتا تھا نیند روٹھ گئی' وہ دوبارہ لیٹ گئی۔
''کاش آپی کی شادی خوشگوار انداز میں ہوئی ہوتی''۔ اس کے دل پر رہ رہ کے گھونسا لگ رہا تھا۔
''صبح پتہ نہیں ابو آپی سے ملنے جانے بھی دیں گے یا نہیں' پتہ نہیں وہ آئیں گی بھی یا نہیں''۔ بیڈ پر نگاہ ڈالی۔
دونوں بہنیں کتنی رات تک باتیں کرتی تھیں اور وہ حرما کو پہلے ذیشان احمد کے حوالے سے کتنا چھیڑتی تھی' خود ہی کہتی تھی حرما کی شادی ذیشان احمد سے ہوجائے اور آج ہو بھی گئی ہے مگر وہ حیران تھی اس کی دعائیں اس طرح بھی مستجاب ہوسکتی ہیں' مگر جب سے شہران کی حرکتیں اسے بری لگنے لگی تھیں وہ تو اپنی بہن کو اس گھرانے کے سائے تک سے بھی دور رکھنا چاہتی تھی مگر آج وہ اسی گھر میں رخصت ہوکر چلی گئی تھی۔ سامنے ہی گھر تھا بالکونی سے ذیشان احمد کی چھت کا واضح نظارہ ہوتا تھا' اکثر شہران کو وہ چھپ چھپ کر دیکھا بھی کرتی تھی۔
مگر اب تو شہران اسے زہر سے زیادہ برا لگتا تھا' اس کی شکل تک نہیں دیکھنا چاہتی تھی مگر وائے ری قسمت' اسی گھر میں اس کی بہن رخصت ہوکر گئی تھی۔
کروٹیں بدل بدل کے جسم دکھنے لگا تھا' آنکھوں کے گوشے بھیگ کر سرخ ہوگئے تھے۔
کمرے میں ساری چیزیں ایسی ہی پھیلی تھیں' حرما کے کپڑوں کا خوبصورت سا ڈبہ' جیولری کا ڈبہ سب پڑا تھا' لیل ماہ نے کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔
''آپی! میری دعا ہے تم وہاں ہمیشہ خوش رہو' ذیشان احمد تمہیں خود سے بھی زیادہ چاہے''۔ وہ دل ہی دل میں دعائیں دے رہی تھی۔

''شکر ہے شہران سے اچھا ذیشان احمد تو ہے' وہ تو آپی کا خیال کرے گا اور اس کی امی' وہ بھی مجھے اچھی خاتون لگی ہیں' کیسے دل سے لگا کے وہ آپی کو لے کر گئی ہیں''۔ ذہن و دل ذیشان احمد اور اس کی ماں کا حمایتی ہو رہا تھا۔
''آپی! تم فکر نہیں کرو' میں آپ کو اکیلا نہیں چھوڑوں گی' ملنے آتی رہوں گی چاہے مجھے ابو سے' سب سے چھپ کے آنا پڑے''۔ لیل ماہ کی ازلی ضدی طبیعت بیدار ہوگئی۔
''شہران احمد! تمہاری اور میری جنگ اب شروع ہوگی''۔ یکدم ہی شہران کا بھی خیال آیا۔ سوچتے سوچتے اس کی آنکھیں روئے جا رہی تھیں' کمرے کی لائٹ آن کردی' آج کمرے میں دل بھی نہیں لگ رہا تھا۔
''پتہ نہیں آپی! تمہیں نیند بھی آئی ہوگی یا نہیں''۔ وہ خود سے ہمکلام تھی۔
''اتنا مجھے پتہ ہے تم روئے جا رہی ہوگی اور بے چارے ذیشان احمد تمہیں صرف روتا ہوا دیکھ رہے ہوں گے''۔
اپنی بہن کے لئے وہ بہت زیادہ حساس تھی' دونوں ایک دوسرے کا خیال بھی تو رکھتی تھیں' حرما خاموش طبع تھی جبکہ وہ جنگجو اور غلط بات چپ کر کے تو برداشت ہی نہیں کرتی تھی' صاف گو بہت تھی ہر بات کو واضح کرتی تھی اور ضدی بھی تھی مگر ابو کی وجہ سے خود کو حد بندیوں میں جکڑے ہوئے تھی کیونکہ امی جو اسے ہر وقت ڈانٹتی رہتی تھیں' یونیورسٹی میں ایڈمیشن اس نے ہی ابو سے ضد کی تو لیا تھا اور پھر حرما کو بھی اپنے ساتھ گھسیٹ لیا تھا' ابو پڑھائی کے ویسے بھی بالکل خلاف نہیں تھے۔

☆

اس کی دونوں میٹنگز گزر گئی تھیں' گھر جانے کے لئے پیکنگ بھی کرلی تھی' تھوڑی شاپنگ کرلی تھی گھر والوں کے لئے۔ اریشماء کو ٹھنڈ کی وجہ سے بخار ہوگیا تھا۔ دونوں کا سامنا بھی نہیں ہوا تھا' حمدان نے ابھی تک بھی اس کی طبیعت نہیں پوچھی تھی۔ روحیل سکندر نے دو دن بعد کا جانا رکھا تھا مگر اسے آفس پہنچ کر سب سنبھالنا تھا۔ شام پانچ بجے کی فلائٹ تھی۔ بلیک پینٹ پر ڈیپ میرون ٹی شرٹ میں نفاست سے سنورے بال چہرے پر ہمیشہ اس کے سنجیدگی ہی رہتی تھی' بیگ تیار کر کے وہ روم سے نکلا۔ اریشماء کی طبیعت پوچھنا چاہتا تھا' وہ روم میں تھی اور اسے اندر جانا کچھ معیوب بھی لگ رہا تھا۔
''ہوگئی تمہاری تیاری؟'' جمال علی نے مسکرا کے اسے دیکھا۔
''جی انکل! بس نکلنا ہی ہے''۔
''میں نے ڈرائیور کو کہہ دیا ہے' سمیر تمہارے ساتھ جائے گا''۔ انہوں نے مودب سے حمدان کے بازو پر پیار بھری تھپکی دی۔
''میں سمیر کو کہتا ہوں''۔
حمدان سب سے مل کر جا رہا تھا۔ اریشماء کے روم میں جھانکا مگر ہمت نہیں پڑ رہی تھی' ماہم اور جوہم اس کے پاس تھیں۔ دروازے پر ناک کیا' اریشماء کی نگاہ اٹھی وہ کھلے دروازے کے ساتھ ہی کھڑا تھا۔
''اونہہ...... پتہ نہیں کیسے خیال آگیا''۔ وہ سوچنے لگی۔
''کیسی طبیعت ہے؟'' حمدان نے بڑے فریش انداز میں پوچھا۔ اریشماء پہلو بدل کر رہ گئی' وہ بیڈ پر ٹیک لگا کے بیٹھی تھی' بخار اور نزلے کی وجہ سے چہرہ اس کا کملایا ہوا لگ رہا تھا' ہیئر کٹنگ بالوں کی پونی بندھی تھی۔
''ٹھیک ہوں''۔ ذرا رکھائی سے جواب دیا۔
''میں آج جا رہا ہوں' آپ لوگ تو دو تین دن رکیں گے''۔ حمدان کی نگاہ کبھی کبھی اٹھ جاتی تھی' جب وہ حسرت

بھری نگاہوں سے دیکھتی تھی۔

''اگر کہوں گی رک جائیں تو کیا رک جائیں گے؟'' یکدم ہی گویا ہوئی۔

''نہیں''۔ بس اتنا کہا۔

''اچھا چلتا ہوں اپنا خیال رکھئے گا کیونکہ بارش کی وجہ سے موسم ٹھنڈا ہو گیا ہے''۔ آج پہلی بار وہ اسے اتنی لگاوٹ سے ہدایت دینے لگا۔

''اپنا خیال رکھوں' کس لئے؟'' حظ اٹھایا۔

''ایک تو آپ سوال بہت کرتی ہیں' ظاہر ہے آپ کی طبیعت خراب ہے' لاسٹ ٹائم جو آپ نے اپنے پاؤں کے ساتھ کیا تھا جو ٹھیک ہونے میں نہیں آ رہا تھا' اب نزلے بخار کی وجہ سے اپنی بیماری لمبی کر لیں''۔ طنز میں گویا یاد دلایا۔ اریشماء خفیف سی ہو گئی۔ وہ سب کچھ یاد رکھے ہوئے تھا' یعنی وہ اسے سوچتا تھا جب ہی خیال کرنے کو بھی کہہ رہا تھا۔

''بیماری لمبی ہو گئی تو کیا ہوا' آپ کی جان چھوٹ جائے گی''۔

''شٹ اپ''۔ وہ درشت لہجے میں گویا ہوا۔

''میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے آپ کی ایسی گفتگو سنوں''۔

''کیوں ڈر گئے؟''

''میں ڈرتا ہوں تو صرف آپ کی عزت کی وجہ سے اور اپنی وجہ سے' فضول میں لوگ چہ میگوئیاں کریں گے''۔

''کیوں لوگوں کا ڈر نہیں ہوتا تو پھر کیا کرتے''۔ اریشماء کو اس سے باتیں کرنا ہمیشہ اچھا لگتا تھا' وہ چاہتی تھی وہ اسی طرح حمدان کو زچ کرتی رہے مگر اسے ایسا لگتا جیسے حمدان کے دل میں بھی اس کیلئے سوفٹ کارنر ضرور ہے' جب ہی وہ روانی میں بہت کچھ کہہ بھی جاتا تھا۔

''دوائیں وقت پر لیجیے گا تاکہ طبیعت جلدی ٹھیک ہو' کیونکہ آپ ضدی بہت ہیں''۔ وہ جانے کیلئے مڑ گیا۔

''دوائیں وقت پر' آپ صحیح وقت بتا دیں کیا ہے''۔ لہجہ ذو معنی ہو گیا۔

''اریشماء! میں آپ کی ایسی گفتگو سے پریشان ہو جاتا ہوں' کیوں کرتی ہیں؟'' وہ زچ ہو گیا۔

''اس لئے کہ آپ کو میرا احساس ہو جائے''۔

''احساس آپ میرا کیجیے کیونکہ غریب آدمی ہوں مارا جاؤں گا''۔

''میں ایسا نہیں ہونے دوں گی' آپ مجھے پوزیٹو ریسپانس تو دیجیے''۔

''او کے میں چلتا ہوں''۔ وہ اس کی لامتناہی گفتگو سے گھبرا کے تیز تیز قدم بڑھاتا ہوا چلا گیا۔ حمدان کا ذہن الجھ گیا تھا' اریشماء کی باتیں اسے پزل کر دیتی تھیں' وہ اسے ریسپانس نہیں دے رہا تھا مگر وہ تو لگتا تھا اس سے ضد باندھے بیٹھی تھی' اسے ہرا کے رہے گی اور حمدان ایسا ہونے نہیں دے گا' اسے اپنا وقار بہت عزیز تھا۔

☆

آج اسے اس گھر میں تیسرا دن تھا' وہ چپ چپ تھی' آنسو تو اس کے نکل نکل کے لگتا تھا ختم ہو گئے ہیں۔ حمیرا بیگم اس کا بہت خیال رکھ رہی تھیں' شیبا اور بسمہ اس کا دل بہلانے کی ہر طرح سے کوشش کر رہی تھیں' مگر وہ تو جیسے بالکل بے حس اور جذبات سے عاری ہو گئی تھی۔ ذیشان نے ابھی تک بھی دوبارہ اسے مخاطب نہیں کیا تھا' وہ رات میں سویا بھی نیچے زمین پر تھا اور شہران وہ جیسے گھر میں نہ ہونے کے برابر' مگر اس کی بحث اور بدتمیزی وہ دیکھ چکی تھی' محمد احمد سے کبھی سیدھے منہ بھی اس نے بات کرتے نہیں دیکھا تھا۔

حرما کو اس کی یہ بدتمیزی ہی لگی تھی' باپ سے اس کا سلوک اچھا نہیں لگا تھا پھر جب تک گھر میں اگر ہوتا تو کمرے میں ہی رہتا۔

حمیرا بیگم رات کے لیے آلو گوشت کیلئے پیاز کاٹ رہی تھیں' شیبا برتن دھو رہی تھی' بسمہ ٹیوشن پڑھنے گئی ہوئی تھی اور وہ صبح سے لے کر رات تک لاؤنج میں ہی بیٹھی رہتی۔ کوئی بھی تو اس سے بے رُخی سے بات نہیں کر رہا تھا' سب ہی کی توجہ کا مرکز تھی اور وہ سوگ منا رہی تھی' اس کے گھر سے پلٹ کے کسی نے بھی خبر نہیں لی تھی' اسے یہی غم مارے ڈال رہا تھا جب اس گھر میں ہی رہنا تھا تو اسے کچھ تو کرنا تھا۔

''لائیے میں کاٹ دیتی ہوں''۔ وہ لان کے سی گرین کپڑوں میں مرجھائے ہوئے چہرے کے ساتھ کچن میں چلی آئی۔

''بالکل نہیں' ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں' نئی دلہن ہو میں باقاعدہ کھیر پکواؤں گی پھر ہی اس کے بعد کام کرنا''۔ حمیرا بیگم نے پیار بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''ایسی شادی پر بھی آپ اتنی خوش ہیں''۔ وہ طنز سے گویا ہوئی۔

''شادی جیسی بھی ہوئی ہے ہو تو میری بہو''۔

''دھتکاری ہوئی' دھکے دے کر گھر سے نکالی گئی ہوں آپ پھر بھی خوش ہیں''۔

''بری بات بیٹا! ایسے نہیں کہتے' قسمت کا لکھا کوئی نہیں ٹال سکتا' یہ ہونا تھا''۔ وہ شرمندہ سی ہونے لگیں۔

''آہ قسمت''۔ سرد آہ بھری۔

''اب دیکھنا کتنی اچھی قسمت ہو گی میری بیٹی کی' چلو تم بیٹھو اندر''۔

''مجھے اچھا نہیں لگ رہا''۔ وہ منمنائی۔

''بھابی! آپ ٹی وی دیکھ لینا''۔ شیبا برتن دھو کر آنچل سے ہاتھوں کو خشک کرنے لگی۔

''مجھے ٹی وی کا زیادہ شوق نہیں ہے''۔ گویا ہوئی۔

''امی! چائے مل جائے گی' سر میں درد ہو رہا ہے''۔ شہران کی آواز پر وہ چونک گئی۔

''ہاں بناتی ہوں''۔ وہ پیاز کاٹ کر کاؤنٹر پر رکھنے لگیں۔

''اری تیرا بیٹا بہت محنت کرتا ہے اب کے سر میں درد نہیں ہو گا تو کیا ہو گا''۔ محمد احمد' حرما کا بھی تو خیال نہیں کر رہے تھے' ان کی تیز آواز پر حمیرا بیگم تاسف سے سر ہلا کر رہ گئیں' شہران صحن میں آ گیا۔

''ابو! اگر میں آپ کو کہوں گا کچھ تو آپ مجھے پھر گالیاں دو گے''۔

''چل چل کام کر' کیا مجھ پر اپنی جرنیلی دکھاتا ہے' جانے کہاں کہاں پھرتا ہے اس ٹیکسی چلانے کی آڑ میں''۔

''تم سے بہتر ہوں لڑکی کو بھگا کر نہیں لایا آج تک''۔ حرما تو شرم سے حیران رہ گئی' کتنی کھلے اور بے باک جملے وہ ادا کر رہا تھا۔

''ہاں لے آ یہی کسر رہ گئی ہے''۔ وہ دھاڑے۔

''لے بھی آؤں گا''۔ وہ آنکھیں نکالے ہوئے تھا۔ حرما کو شہران کی باتوں پر غصہ آنے لگا' کیسی بدتمیزی سے وہ اپنے باپ کو جواب دے رہا تھا۔

''چل پڑی دونوں کی''۔ حمیرا بیگم چائے کا پانی چولہے پر رکھ کر کچن سے باہر آئیں۔

''کچھ تو لحاظ کر لو' بہو گھر میں آ گئی ہے' تم دونوں ایسے ہی لڑنا''۔ انہوں نے شرمندہ کیا۔ شہران نے حرما پر نگاہ

ڈالی جو ناگواری سے اسے دیکھ رہی تھی' وہ جز بز سا ہو گیا۔ پہلے ہی کون سا محلے میں ان کی عزت تھی اور اب تو حرما نے بھی دیکھ لیا۔

''بہو بھی عادی ہو جائے گی اور سنے گی تاں اپنے دیور کی باتیں''۔ پھر طنزیہ کہا۔

''آپ لوگ پھر شروع ہو گئے''۔ ذیشان یونیورسٹی سے اسی وقت ہی گھر میں داخل ہوا' لاسٹ ایئر تھا اکثر دیر سے گھر آ رہا تھا' حرما کی نگاہ اس کے برہم چہرے پر اٹھی۔

''بھائی! اس وقت بات انہوں نے نکالی ہے''۔ شہران نے صفائی پیش کی' ویسے ہی ذیشان نے اس سے بات چیت بند کی ہوئی تھی۔

''ذیشان! تم اندر جاؤ' ان کا تو روز کا ہی جھگڑا ہے''۔ حمیرا بیگم نے اس کا بازو پکڑا جو غصہ میں تن رہا تھا۔

''کسی کو کوئی عقل نہیں ہے' سب کو اپنی اپنی پڑی ہے' ذرا بھی اپنی عزت کا خیال نہیں ہے' جو تھوڑی رہ گئی ہے وہ بھی ختم کروا دینا''۔ اس نے شہران کو گھورا' وہ پہلو بدل کر رہ گیا۔ محمد احمد برآمدے میں رکھی چیئرز پر خاموش سے بیٹھ گئے۔ آج کل ویسے ہی اس کا دماغ ٹھکانے پر نہیں تھا اور آتے ہی ان دونوں کا جھگڑا' وہ سمجھا سمجھا کے تنگ آ گیا تھا۔

''تم اندر چلی جاؤ''۔ حمیرا بیگم نے سکتے میں کھڑی حرما کے کان میں سرگوشی کی۔

''جی''۔ وہ خود بھی ذیشان کے غصہ سے سہم سی گئی' نیا روپ اس نے دیکھا تھا ورنہ اتنا کول سا شخص وہ تو زیادہ خاموش ہی رہتا تھا' مگر اس وقت وہ دیکھ کر حیران تھی۔ حمیرا بیگم نے اسے زبردستی پیار سے اندر جانے کو کہا' شیبا چائے کا کپ ٹرے میں رکھ کر لے آئی۔

''آپ بھائی کیلئے یہ لے جائیے''۔ شیبا نے ٹرے تھمائی۔ وہ جھجکتی ہوئی آنچل شانوں پر برابر کرتی ہوئی اندر چلی آئی' وہ بیڈ پر نیم دراز تھا۔ آہٹ پر چونک کر اٹھ بیٹھا' چہرے پر سنجیدگی اس بلا کی تھی حرما جز بز سی ہو گئی' دل کی دھڑکن تیز ہو گئی' ہاتھوں میں پسینہ آ گیا' نگاہوں میں حجاب' غازوں پر سرخی تھی' مگر پھر بھی اعتماد کو بحال رکھا۔

''ارے حرما! تم کیوں کر رہی ہو یہ سب میں کچن میں آ کر خود لے لیتا''۔

''وہ شیبا نے مجھ سے کہا آپ کیلئے لے جاؤں''۔ آہستگی سے گویا ہوئی۔

''شیبا بھی بے وقوف ہے' میں یونیورسٹی سے آ کر کبھی بھی پہلے چائے نہیں پیتا ہوں' کھانا پینا فریش ہو کر کرتا ہوں''۔ وہ کچھ دیر پہلے کی ماحول کی تلخی کو دور کر کے نارمل لہجے میں آ گیا۔

''جب اس گھر میں آ گئی ہوں تو مجھے بھی رہ کر کچھ تو کام کرنے ہی ہیں''۔ چائے کی ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی۔

ذیشان نے چونک کر اس کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھا' دو دن سے صرف روتی رہی تھی اور وہ پوری رات ڈسٹرب رہا تھا۔

''تم زبردستی نہیں کرو' میں امی کو کہہ دوں گا تم سے کوئی کام وغیرہ نہیں کروائیں''۔ وہ جانے لگا۔

''رکئے' آپ کی امی ویسے بھی مجھ سے ابھی کوئی کام نہیں کروا رہی ہیں''۔ جھٹ گویا ہوئی۔ وہ سر ہلا کے رہ گیا' نا چاہتے ہوئے بھی چائے کا سپ لینے لگا۔

''جب پینے نہیں ہیں تو کیوں پی رہے ہیں''۔ وہ حیران بھی ہوئی۔

''تم جو لائی ہو''۔ مسکرا کے لہجے میں پیار سموئے گویا ہوا۔ حرما جھینپ کر رہ گئی' دونوں ہمیشہ آپ جناب سے ہی مخاطب ہوتے تھے مگر ذیشان نے نکاح کے بعد سے تم سے مخاطب کرنا شروع کر دیا تھا۔

''لیل ماہ آئی تھی یونیورسٹی؟'' قدرے توقف کے بعد جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''آئی ہو گی لیکن مجھے نظر نہیں آئی' میں نے ڈھونڈا بھی نہیں''۔ وہ جانتا تھا حرما اپنے گھر والوں کو بہت یاد کر رہی ہے' پھر لیل ماہ اور وہ تو ہمیشہ ساتھ ساتھ نظر آتی تھیں۔

''آپ نے لائبہ سے نہیں پوچھا؟''

''لائبہ سے...... وہ مجھے لائبہ بھی نظر نہیں آئی' لگتا ہے دونوں ہی نہیں گئی تھیں''۔ اس نے وارڈ روب کھولی۔ حرما اس کی پشت پر کھڑی تھی' اپنے کپڑے نکال رہا تھا حرما کا سوٹ کیس اسی طرح روم میں ایک طرف رکھا تھا' کپڑے تک نہیں نکالے تھے۔

''ابھی تو آپ کہہ رہے تھے لیل ماہ آئی تھی''۔ اسے یہ سمجھ نہیں آئی۔

''میرے کہنے کا مطلب یہ تھا وہ آئی ہو گی مگر میرا سامنا جان بوجھ کے نہیں کیا ہو گا' ویسے تم فکر نہیں کرو لیل ماہ سے میں بات کروں گا''۔ وہ اسے اطمینان دلانے لگا۔

''اسے یہاں آنے کا بولئے گا''۔ وہ نگاہ جھکائے ہوئے تھی۔

''ہوں بولوں گا''۔ کپڑے لے کر واش روم میں چلا گیا۔

حرما نے کھلی ہوئی وارڈ روب کا پٹ بند کیا' دل مردہ سا ہو گیا تھا' جینے کی جیسے امنگ ختم ہو گئی تھی' ساری خواہشیں' تمنائیں سب سو گئی تھیں' جذبات احساسات جیسے سرد پڑ گئے ہوں۔ اس گھر کے مکین سب ہی اچھے تھے سوائے شہران اور محمد احمد کے' ان سے اس کی ابھی تک بھی بات نہیں ہوئی تھی۔ حمیرا بیگم ٹھنڈی چھاؤں بنی ہوئی تھیں' اس گھر کے ہر فرد کے رویے برداشت کر رہی تھیں۔ ان کی زندگی میں بھی اسے کوئی امنگ نظر نہیں آتی تھی' جیسے وہ گردش دایام گزار رہی ہوں اور شیبا خاموش گھر کے کاموں میں لگی رہتی تھی' میٹرک کے بعد اس کے باہر نکلنے پر پابندی جو لگا دی تھی اور رہی بسمہ' وہ نٹ کھٹ اور حاضر جواب بچی تھی کتنا خوش تھی اس کے گھر آنے سے' پٹر پٹر بولتی ہی رہتی تھی۔

ذیشان واش روم سے فریش ہو کر نکلا' وہ ہنوز سوچوں میں غلطاں تھیں' آہٹ پر جھینپ سی گئی۔

''حرما! ایگزام دینا ہے؟'' یکدم ہی پوچھ لیا۔

''جی''۔ وہ چونک کر اسے خالی خالی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

''ایگزام دینا ہے تو تم دے سکتی ہو' میری طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے''۔ گیلے بالوں کو تولیہ سے خشک کرنے لگا۔

''نہیں اب کوئی فائدہ نہیں دے کر مجھے کرنا بھی کیا ہے''۔ لہجے میں حسرت' دکھ' غم سب ہی عیاں تھا۔

''پھر بھی میں تو کہوں گا دے دو''۔

''نہیں مجھے نہیں دینا' مجھے نہیں جینا''۔ وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر رونے لگی۔

ذیشان گھبرا گیا' تین دن سے وہ رو ہی تو رہی تھی' تسلی کے دو الفاظ کہتا بھی کیا۔

''پلیز حرما! اس طرح روؤ گی تو مشکل ہو جائے گی''۔ تولیہ شانوں پر ڈالے وہ اس کے قریب ہی بیٹھا۔

''اور کتنی مشکل ہو گی' میں کہیں منہ دکھانے کی نہیں رہی ہوں''۔

''تم ایسا کیوں سوچتی ہو''۔ وہ فاصلوں پر بیٹھا تھا' وہ بے دردی سے اپنے ہاتھوں کو مسل رہی تھی۔

''میری آپ کی عزت تو کچھ نہیں رہی''۔

''عزت دینے والا اللہ ہے' میں نے تم نے کچھ غلط نہیں کیا ہے' سمجھیں''۔ وہ اسے سمجھانے لگا۔

حرما لب کچلتی رہی اسے اپنے ابو کا رویہ زیادہ رلا رہا تھا' اس سے پوچھا بھی نہیں اور نکاح پڑھوا کے روانہ کر دیا۔

(جاری ہے)

شازیہ مصطفیٰ عمران
قسط نمبر 10
سلسلے وار ناول
کبھی عشق ہو تو پتہ چلے

پورا ٹائم ذیشان سے چھپتی رہی تھی کیونکہ اس میں سامنا کرنے کی ذرا ہمت نہیں تھی مگر دل اندر سے بے چین بھی تھا۔ آپی کی خیر خیریت پوچھ لیتی' لائبہ بھی تو نہیں گئی تھی ان کے گھر جو اس سے ہی پوچھتی۔ اب تو ذیشان کی کلاسز بھی آف ہونے والی تھیں کیونکہ ان کے ایگزام ہونے والے تھے۔

''لیل ماہ! کھانا کھالو''۔ امی بھی تھکی تھکی ہوگئی تھیں گھر سے حرما کیا گئی تھی لگتا تھا ساری رونقیں ختم ہوگئی ہوں۔

''امی! بھوک نہیں ہے''۔ دل بہت بوجھل ہو رہا تھا وہ لیٹ گئی تھی۔ امی اس کے قریب ہی بیڈ کے کونے پر بیٹھی تھیں۔

''ذیشان تو آیا ہوگا یونیورسٹی؟'' قدرے توقف کے بعد گویا ہوئیں۔

''جی آئے تھے''۔

''تم نے پوچھا حرما کی کوئی خیریت؟'' وہ ماں تھیں ان کا دل تو تڑپ رہا تھا' ان کی سب سے زیادہ صابر اور شاکر بیٹی تھی اور اس کے ساتھ اتنا برا ہوا تھا' دل کٹ رہا تھا۔

''میرا ان کا سامنا نہیں ہوا''۔ وہ کروٹ لے کر لیٹ گئی۔

''پوچھتی تو...... میرا دل گھبرا رہا ہے وہ ضرور وہاں رو رہی ہوگی' کیسے رہے گی''۔ وہ رونے لگیں۔

''آپ بھی بس...... اب ان کی شادی ہوگئی ہے وہ روئے یا ہنسے' رہنا وہیں ہے''۔ سخت لہجے میں آ گئی۔

''تمہارے باپ سے مجھے یہی ڈر لگا ہوا تھا پتہ نہیں کیا الٹی سیدھی حماد کے دوست نے بکواس کی ہے''۔

''امی پلیز! حماد کا ذکر مت کریں''۔ وہ غصہ میں آ گئی۔

''پھر کیا کروں؟ تمہارے باپ کے سامنے تو میں اپنی بچی کو یاد کر کے رو بھی نہیں سکتی' ارے کچھ خیر خبر ہی لے آتی''۔

''اچھا کل پوچھوں گی''۔ وہ بھی افسردہ ہوگئی' امی جو اتنا رو رہی تھیں۔

''امی! ابو نے کسی کو ان کے گھر جانے کی پابندی تو نہیں لگائی ہے''۔

''نہیں ایسا غضب بھی نہیں کرنا کبھی' وہ میرے پیچھے پڑ جائیں''۔ وہ اتنا ڈر گئی تھیں' لیل ماہ کو ہر وقت ہی ہدایتیں دیتی رہتی تھیں۔ یونیورسٹی میں کسی بھی لڑکے سے کوئی بات چیت نہیں کرے' ابو تو یونیورسٹی جانے نہیں دے رہے تھے' وہ تو لائبہ نے کہا چند دن بعد تو پڑھائی ختم ہی ہو جانی ہے' اس کی بات کے آگے وہ چپ ہوگئے تھے۔

''پھر ان کی خبر ایسے تو ملنے سے رہی''۔ وہ زچ ہوگئی۔

''کل ذیشان سے پوچھ لینا''۔

''ٹھیک ہے پوچھ لوں گی''۔ اس نے تسلی دی۔ مگر ذہن الجھ گیا' اس نے سوچ لیا تھا کسی طرح بھی ذیشان احمد کے گھر جا کر ہی حرما کی خیریت لے آئے گی' جب تک خود سے آنکھوں سے نہیں دیکھ لے گی سکون نہیں آئے گا۔ مگر شہران کا سوچ کر اس کا حلق تک کڑوا ہوگیا' وہ آرام خاک کرتی اوپر کے پورشن میں چلی گئی۔

سامنے ہی اس کی چھت تھی اب تو وہ خود بھی چھت پر ہفتوں ہو گئے تھے نہیں آئی تھی مگر اس کی نگاہ دیوار سے ٹیک لگائے ہاف سلیو وائٹ بنیان اور بلیو ٹراؤزر میں ملبوس شہران پر پڑی' اس کے ہاتھ میں کوئی کتاب تھی وہ پڑھنے میں مصروف تھا۔

''یہ بدتمیز' اجڈ آدمی چھت پر بیٹھ کے پڑھتا کیا رہتا ہے؟'' لیل ماہ کو تجسس ہوا۔ وہ ایک ٹانگ کھڑی کیے' دوسری لمبی کیے بے ترتیب سا بیٹھا تھا' کتاب سائیڈ پر رکھ کر وہ کچھ لکھنے لگا۔

''یہ انسان مجھے زہر سے بھی برا لگتا ہے' اگر شہران احمد یہ گڑبڑ تمہاری کی ہوئی ہے تو میں بھی بخشوں گی نہیں''۔ دانت پیس کے اندر کے انتشار کو روکا۔

حرما کی یاد اسے آ رہی تھی تین دن سے نہیں دیکھا تھا' شاید کبھی چھت پر نظر آ جائے مگر کیسے۔ وہ رنجور اور ملول سی چیئر پر بیٹھ گئی' کتنی رات تک دونوں دیر تک باتیں کرتی رہتی تھیں اور اب اس کا کمرے میں دل ہی نہیں لگتا تھا۔

''کاش ابو آپی کی بھی سن لیتے' جلد بازی میں کتنا غلط فیصلہ کیا ہے''۔ آنسو رخسار کو بھگونے لگے تھے۔ بھابی سے وہ کوئی بات شیئر نہیں کرتی تھی' ہمیشہ حرما سے ہی اپنے سارے مسئلے ڈسکس کرتی تھی اور اب کس سے کہے گی؟ کون سنے گا' زور زور سے رونے لگی تھی۔

☆

آتے ہی آفس کی ساری ذمہ داری اس نے سنبھال لی تھی' روحیل سکندر اس کے رابطے میں تھے' تیمور کے تو آگ لگی ہوئی تھی کیسے حمدان کو روحیل سکندر اتنی اہمیت دے رہے ہیں۔

''کیا بات ہے آج لنچ بریک کیوں نہیں کیا؟'' تیمور کڑے تیوروں سے اس سے مخاطب تھا۔ حمدان اپنے کام میں مگن تھا اچٹتی نگاہ ڈال کر ناگواری سے منہ بنانے لگا۔

''بریک کچھ دیر میں ہوگی کیونکہ کام زیادہ ہے''۔ وہ اسے جواب دینا تک پسند نہیں کرتا تھا۔

''تایا ابو کی غیر موجودگی کا تم فائدہ اٹھا رہے ہو''۔ وہ تو تن فن کر رہا تھا۔ حمدان کی اتنی آفس میں اہمیت اسے طیش دلا رہی تھی۔

''میں سر سے پوچھ کے یہاں کے سب کام کر رہا ہوں' میں بالکل بھی ان کی غیر موجودگی کا فائدہ نہیں اٹھا رہا کیونکہ جب فائدہ اٹھانے والے موجود ہیں تو مجھے کیا ضرورت پڑی ہے''۔ طنز میں ڈوبا ہوا تیر اچھالا۔ تیمور زچ ہو کر آنکھوں میں نفرت اور رقابت کی چنگاریاں لیے اسے گھورنے لگا۔

''تم آخر اتنا اکڑتے کیوں ہو؟''

''دیکھیے مسٹر تیمور! میں سر کی غیر موجودگی میں آپ سے الجھنا نہیں چاہتا''۔

''میں تمہیں خوب سمجھتا اور جانتا ہوں' تایا ابو کو اپنی وفاداری کے ڈرامے رچا کے انہیں شیشے میں اتارنا چاہتے ہو کیونکہ تمہارا مقصد اریشماء کو حاصل کرنا ہے''۔

''شٹ اپ''۔ اس کی کنپٹیاں پھڑک اٹھیں' غصہ کی وجہ سے چہرہ سرخ ہوگیا' اس کے کردار پر کوئی انگلی اٹھائے یہ تو وہ برداشت ہی نہیں کر سکتا تھا۔

''سچ سن کے بھڑک اٹھے''۔ وہ تمسخر اڑانے لگا۔

''میں تمہاری فضول بات کا کوئی جواب نہیں دوں گا''۔ کمپیوٹر آف کیا' چیئر کھسکا کے وہ اٹھا۔ بری طرح غصہ آ رہا تھا اور تیمور کے منہ لگ کر کوئی ہنگامہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''تم اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہو''۔ تیمور اس کے اتنے کول انداز پر بھڑک اٹھا۔ حمدان کی تنقیدی فہمائشی نگاہوں نے اسے گھورا' وہ تیمور کو جتنا اہمیت نہیں دینا چاہ رہا تھا وہ اتنا ہی اس سے الجھنا چاہ رہا تھا۔

''تیمور! آپ خوامخواہ بات کو بڑھا رہے ہیں''۔

''تم بات ہی نہیں کر رہے ہو بات تو بڑھے گی' مجھے یہ بتا دو آخر اس آفس میں کیوں آئے ہو' تمہیں اور کوئی کمپنی نہیں ملی جاب کے لیے''۔ آج تو اسے موقع ملا تھا حمدان سے اپنے دل کی جلن نکال سکے۔

''سنا نہیں اریشماء اور میں یونیورسٹی میں ساتھ ہوتے تھے''۔ حمدان سمجھ گیا اسے اتنا غصہ کیوں آ رہا ہے وہ اریشماء پر جو نگاہ لگائے ہوئے تھا۔

''میں نے تایا ابو سے پوچھا تھا وہ تو کہہ رہے تھے ایسا کچھ نہیں ہے''۔ وہ حیران تھا۔

''اریشماء نے انہیں یہی کہا تھا آپ کو نہیں بتایا جائے کیونکہ آپ کو اعتراض ہوگا''۔ وہ بھی حساب برابر کرنے میں ماہر تھا پھر جب تیمور کو یہی غلط فہمی ہے تو وہ ایسا ہی کرے گا۔

''اونہہ اعتراض''۔ وہ ہنکار کے رہ گیا۔

حمدان تیزی سے ڈور کھول کے روم سے نکل گیا' لمبا سانس لیا پتہ نہیں کیوں اس نے ایسا بولا تھا اور اریشماء کو پتہ چلے گا تو کتنا حیران ہوگی اور خوش بھی ہوگی کہ اس نے آخر اہمیت دے ہی دی۔

لنچ بریک تک وہ کینٹین میں بیٹھا رہا ورنہ وہ جلدی اپنے روم میں آ جاتا تھا۔ تیمور نے اس کا ذہن الجھا دیا تھا مگر اسے بھی ضد ہوگئی تھی کہ وہ تیمور کو زچ کرتا رہے گا۔

آفس آف ہونے کے بعد وہ تمام اسٹاف کو ہدایتیں دیتا ہوا روحیل سکندر کو آج کی ساری رپورٹس دیں مگر تیمور کا ذکر بالکل نہیں کیا۔

اریشماء کی بھی اس دوران ایک بھی کال نہیں آئی تھی' وہ حیران بھی تھا مگر جب سے وہ نئے پروجیکٹ پر کام کرنے لگا تھا اریشماء کی دلچسپی آفس میں کچھ کم ہوگئی تھی ورنہ وہ ہر چیز پر ڈسکس ضرور کرتی تھی یا پھر یہ وجہ بھی تھی وہ میٹنگز میں ساتھ نہیں تھی اس لئے بھی وہ زیادہ کچھ نہیں بول رہی تھی۔

☆
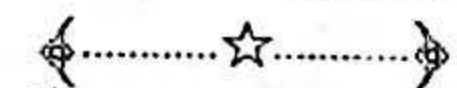
وہ گیٹ کی سمت تیزی سے بڑھ رہی تھی ذیشان نے اسے پکار لیا' وہ ٹھٹک کے رک گئی۔

''لیل ماہ! بات سنو''۔ اس کے قدم رک گئے۔ ذیشان نے آج اسے ڈھونڈ ہی لیا تھا' وہ سپاٹ سے چہرے کے ساتھ تھی۔

''کیسی ہو' سب کیسے ہیں گھر میں؟'' وہ بڑے فریش انداز میں اس سے مخاطب ہوا تھا۔

''سب جی رہے ہیں بس''۔ لہجے میں تلخی اور طنز در آیا۔

''مجھے اندازہ ہے تمہارے گھر قیامت ہی گزر گئی ہے مگر یہ بھی دیکھو حرما بھی وہاں بالکل خوش نہیں ہے' تم سب کے لئے روتی رہتی ہے''۔ لیل ماہ کا دل تڑپ گیا' اس کی سادہ معصوم سی بہن کے ساتھ کیسا ظلم ہوا تھا اسے صفائی تک میں بھی کہنے کی اجازت نہیں تھی اور چپکے سے اس کا نکاح کر کے گھر سے رخصت کر دیا' اگر ذیشان احمد بھی نکاح سے انکار کر دیتا تو پھر اس کی بہن تو کہیں کی نہیں رہتی۔

''کیوں آپ نے انہیں خوش نہیں رکھا؟'' وہ سرد مہر اور روکھی سی ہو رہی تھی۔

''میں تو اسے ہر طرح سے خوش رکھنے کی کوشش کر رہا ہوں' میری امی' بہنیں اس کا بہت خیال رکھ رہی ہیں مگر وہ آپ سب لوگوں کے لئے رو رہی ہے' وہ کبھی بھی ایسے خوش نہیں رہ سکتی''۔ وہ پہلو بدل کر کھڑا ہوا۔

''آپ نے سنا نہیں ہمارے ابو نے آپ لوگوں سے ہر قسم کا رشتہ ختم کیا ہوا ہے''۔

''لیل ماہ! کم از کم آپ تو ایسا نہیں کہیں' حرما مر جائے گی' آپ تو اس سے ملنے آ جایئے تا کہ اسے کچھ تو آپ سے ڈھارس ملے''۔

''میں کیسے آ سکتی ہوں؟'' وہ چونک کر گویا ہوئی۔

''وہ آپ کی بہن ہے' اس کے گھر تو آ سکتی ہیں''۔ وہ جھٹ گویا ہوا۔

''پلیز ذیشان احمد! مجھے آپ مجبور نہیں کریں''۔

''لیل ماہ! میں آپ کا بھائی ہوں' آپ کی بہن کا شوہر ہوں' بہن کے گھر آنے کیلئے اتنا سوچنا کیوں؟'' ذیشان نے اس کے کہنے پر گویا جتایا۔

''آپ کو نہیں پتہ ہمارے گھر کا ماحول کیسا ہو گیا ہے' میری بہن میرے لئے کیا تھی''۔ لیل ماہ ضبط کے مراحل سے گزر رہی تھی مگر اس کا دل ایکدم ہی بھر آیا' گھٹی گھٹی آواز میں رونے لگی۔ یونیورسٹی آف ہو چکی تھی سب ہی اپنے اپنے پوائنٹس کی طرف روانہ تھے۔

''مجھے اندازہ ہے مگر مجھے یقین ہے حرما سے ملنے کے بعد آپ بھی ریلیکس ہو جائیں گی اور حرما بھی مطمئن ہو جائے گی کہ کوئی تو اس کیلئے فکرمند ہے''۔ ذیشان کو تسلی ہوئی لیل ماہ کچھ تو راضی ہوئی۔

''آپ آج کسی ٹائم آ جائیں''۔

''آج...... مگر مشکل ہے آپ کو پتہ ہے ابو کو خبر ہو گئی تو؟'' وہ ڈری۔

''آپ لائبہ کے گھر آ جائیں''۔

''آپ ایسا کریں آپی کو لائبہ کے گھر بھیج دیں میں مل لوں گی''۔ حرما کے ملنے کے خیال سے اس کے چہرے پر رونق سی آ گئی تھی۔

''آپ گھر آئیں گی تو مجھے بھی زیادہ خوشی ہوگی اور حرما بھی خوش ہو جائے گی''۔

''بہت مشکل ہے''۔ وہ تذبذب کا شکار تھی۔

''کوئی مشکل نہیں ہے آپ کوشش تو کیجیے پھر میں بھی یہ چاہتا ہوں' آپ حرما کو سمجھایئے اس طرح رونے دھونے سے کچھ حاصل نہیں ہے' یہ میرا وعدہ ہے میں اس کا وقار آپ کے والد کے سامنے اونچا کر کے رہوں گا''۔ وہ بڑے پرجوش لہجے میں گویا ہوا' اس کی آنکھوں میں بھی سچائی تھی۔ لیل ماہ نے سر ہلایا وہ اپنی بہن کو خوش دیکھنا چاہتی تھی جو ہوا وہ ٹھیک تو نہیں ہو سکتا' مگر کمپرومائز تو کرنا ہی تھا۔ ذیشان احمد کی سچائی دیتی آنکھوں میں عزم بھی تھا۔

ذیشان احمد برا تو نہیں ہے کتنی عزت سے وہ بات کر رہا ہے اسے خبر ہے کس کی کس طرح عزت کی جائے گی۔ اس کی بہن کو عزت سے رخصت کرا کے لے گیا تھا' وہ الٹا شرمندہ ہی ہو رہا تھا ورنہ تو وہ حرما کے ساتھ ناروا سلوک بھی رکھ سکتا تھا۔ اس کی ماں اور بہنیں بہت ہی حرما کا خیال رکھ رہے تھے اس کے دل کو سکون ملا تھا۔ امی کو بھی آج یہ خبر دے گی کہ حرما کا وہاں سب بہت خیال کر رہے ہیں۔ ذیشان احمد سے بات کر کے وہ بھی مطمئن تھی مگر جب شہران کو سوچتی اس کا حلق تک کڑوا ہو جاتا تھا' اس کے متعلق ذیشان احمد نے کچھ نہیں بتایا تھا۔

☆
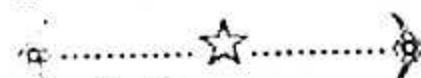
مصباح کو جو لوگ دیکھنے آئے تھے انہیں مصباح پسند آ گئی تھی اب وہ لوگ جواب مانگ رہے تھے مگر حمدان جب سے اسلام آباد سے واپس آیا تھا اسے ذرا بھی ٹائم نہیں ملا تھا لڑکے کے متعلق کچھ معلومات کر سکے جہاں وہ جاب کرتا تھا۔ حمدان پر پورے آفس کی ذمہ داری تھی۔ جب سے روحیل سکندر واپس آئے تھے اسے سکھ کا سانس ملا تھا۔

آفس سے وہ لنچ ٹائم میں ہی نکل آیا تھا۔ لڑکے سے آفس جا کر اسے ملنا تھا' لوگوں سے پوچھ گچھ بھی کرنی تھی۔ اریشماء سے اس کا ابھی تک بھی سامنا نہیں ہوا تھا۔ لڑکا ٹھیک ٹھاک لگا تو اس کی جاب بھی ٹھیک تھی۔ حمدان مطمئن ہو

گیا تھا۔ شام میں 6 بجے وہ گھر پہنچا تھا۔ وہ اس سے پہلے گھر میں بیٹھی ہوئی تھی' پنک کاٹن کے ایمبرائیڈری کے کپڑوں میں ملبوس بڑے بے تکلف انداز میں صوفے پر اپنے دودھیا نرم و نازک سے پاؤں اوپر کیے بیٹھی تھی' اسے دیکھ کر جھینپ کر سیدھی ہوگئی' نگاہوں میں ہنوز خفگی بھی تھی۔

''آفس آئی نہیں یہاں آنے کا اسے خوب ٹائم ملتا ہے''۔ ہاف وائٹ شرٹ کی آستین فولڈ کیے بے رخی سے روم سے نکل کے اندر آ گیا۔

''اریشماء باجی! یہ دیکھئے''۔ عدین نے البم پیچھے کر لی' جھجک کے وہ کوریڈور میں ہی رک گیا' حمدان کی تنقیدی نگاہ اٹھی۔

''عدین!'' اریشماء کی آواز پر وہ چونکا۔ حمدان اپنے روم میں چلا گیا تھا۔ مصباح چائے کے ساتھ سموسے اور نمکو لے آئی تھی۔

''دکھاؤ البم''۔ اس نے جھپٹی۔

''بھائی جان آ گئے ہیں''۔ وہ البم بھی حمدان کی وارڈ روب سے نکال کے لایا تھا جس میں اس کے خاصے خوبصورت پوز تھے جب وہ امریکا میں تھا۔

''دکھاؤ تو''۔ وہ حمدان کی البم دیکھنے کے لئے بے قرار تھی۔

''آپ کو نہیں پتہ بوتل کے جن کی طرح اٹھ کر آ جائیں گے''۔ عدین سموسے اٹھا کر کھانے لگا۔

''عدین! دکھادو' ابھی بھائی جان چینج کریں گے''۔ مصباح' اریشماء کی بے قراری اور دلچسپی دیکھ رہی تھی' اس نے بھی یہ بہت پہلے ہی نوٹ کر لیا تھا وہ حمدان کو پسند کرنے لگی ہے۔ اریشماء البم دیکھنے لگی' حمدان کا پوز خاصا منفرد اور خوبصورت تھا وہ تو بغور دیکھ رہی تھی۔

''امی' امی''۔ یک بیک دو آوازیں دیں۔ وہ تینوں الرٹ ہو گئے۔ اریشماء نے البم اپنے بیگ میں رکھ لی' ان تینوں کو یوں ساکت دیکھ کر چونک گیا۔ حمدان کی کڑی نگاہ اریشماء پر اٹھی۔

''بھائی جان! امی نیچے فائزہ باجی کے گھر گئی ہیں''۔ عدین نے ہی بتایا۔ مصباح کے سلسلے میں ہی بات کرنے گئی تھیں۔

''ہوں''۔ اس نے ''ہوں'' کو لمبا کھینچا۔ وہ امی کو لڑکے کے متعلق ہی بتانا چاہ رہا تھا۔ ایزی سے پستئی کلر کے قمیض شلوار میں ملبوس اونچا لمبا حمدان' اریشماء کی نگاہوں میں بس گیا۔

''آپ کو پتہ ہے آپی کو لڑکے والے پسند کر گئے ہیں''۔

''کیا...... اتنی بڑی خوشی کی خبر مجھ سے ابھی تک چھپائی ہوئی تھی''۔ وہ اچھل گئی' خوشی بھی ہوئی' مصباح کا چہرہ شرم سے گلنار ہو گیا۔

''مصباح! بڑی گھنی ہو بتایا بھی نہیں''۔ اس نے مصباح کے بازو پر چپت لگائی۔

''ابھی تو انہوں نے رضامندی دی ہے' بات طے ہو جاتی تو آپ کو ضرور بتاتے''۔

''کیا مطلب طے ہو جاتی جب بتاتے' میں کچھ نہیں لگتی تم لوگوں کی''۔ وہ خفگی بھرے لہجے میں گویا ہوئی۔

''میرا مطلب ہے ضرور سب کچھ آپ کو بتاتے' آپ تو ناراض ہونے لگیں''۔ مصباح کو فکر ہو گئی' اریشماء کا چہرہ خفگی سے پھول گیا تھا۔

''میں ناراض نہیں ہوں گی مجھے پل پل میسج کرتا ہے یہ اور اتنی اہم بات بتانا بھول گیا''۔ اریشماء نے عدین سے

غصہ کا اظہار کیا۔

''اچھا سوری میری ماں''۔ اس نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''خبردار مجھے یہ کہا میری ماں''۔ وہ تو برا مان گئی۔

''اچھا بہن! معاف کردو اتنی بڑی بات نہیں ہے جو تم پکڑ کے بیٹھ گئی ہو''۔ عدین کی اس سے خاصی بے تکلفی ہو گئی تھی' اکثر وہ آپ کے بجائے مذاق میں تم کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔

''مصباح! چائے ملے گی''۔ حمدان کی گمبھیر آواز پر وہ تینوں پھر چپ ہو گئے۔

''حمدان کب سے چائے پینے لگا''۔ اس نے سرگوشی میں پوچھا۔ حمدان چوکھٹ میں ہی کھڑا تھا اس کی بات بھی سن لی۔

''اچھی چائے ضرور پیتا ہوں''۔ طنز کیا۔ اریشماء جز بز سی ہو گئی اور اس کا واضح طنز کا اشارہ بھی خوب سمجھتی تھی' حمدان کو گھورنے لگی۔ عدین نیچے چلا گیا۔ مصباح نے اشارے سے امی کو بلانے کو کہا اور وہ چائے بنانے چلی گئی۔

''اتنی بھی کسی کی تذلیل نہیں کرنی چاہیے''۔ برا مان گئی۔

حمدان اس کے سامنے بڑے صوفے پر بیٹھ گیا' ایک تو وہ آفس نہیں آ رہی تھی اور اسے یہاں دیکھ کر الٹا غصہ ہی آیا تھا۔

پنک کلر اریشماء پر بہت خوبصورت لگ رہا تھا' وہ سر سے پیر تک حسن و رعنائی کا جیتا جاگتا مجسمہ تھی' وہ اکثر اس کے حسن میں کھونے لگتا تھا' مرد ہی تھا نفس پر قابو پانا مشکل ہو جاتا تھا۔

''سوری...... میں نے تذلیل نہیں کی ہے''۔ جھٹ صفائی پیش کی۔

''مگر چائے کا طعنہ تو مارتے رہتے ہیں''۔ وہ پہلو بدل کر رہ گئی۔ آف وہائٹ پرنٹڈ دوپٹہ کو شانے پر برابر کیا' چہرہ خفگی کی عکاسی کر رہا تھا' نگاہ ملانے سے وہ گریز ہی کرتی تھی۔

''آپ آفس کیوں نہیں آ رہی ہیں؟'' حمدان پوچھے بغیر نہیں رہ سکا' فوراً ہی موضوع بھی بدل دیا ورنہ اسے پتہ تھا اریشماء کی بحث چھڑ گئی تو سوائے موڈ خراب ہونے کے کوئی فائدہ نہیں تھا۔

''آج موڈ نہیں ہو رہا تھا کل سے جوائن کروں گی''۔ بیگ اٹھا کر کھڑی ہو گئی۔ امی' عدین کے ساتھ چلی آئیں تو اسے رکنا پڑا۔

''حمدان! وہ لوگ تو جلدی رسم کرنا چاہ رہے ہیں اور اس عید پر ہی شادی کرنے کو کہہ رہے ہیں''۔ امی بہت خوش تھیں' انہیں مصباح کی رات دن فکر جو تھی۔

''ارے اریشماء بیٹا! کیسی ہو؟ مجھے تو عدین نے ابھی بتایا تم آئی ہو' اگر خبر ہوتی تو پہلے ہی آ جاتی''۔

''ارے نہیں آنٹی! ایسی کوئی بات نہیں' مجھے بہت خوشی ہوئی مصباح کی بات لگ گئی ہے''۔ اس نے بھرپور خوشی کا اظہار کیا۔ حمدان اس کے اتنے اپنائیت بھرے انداز پر متحیر رہ جاتا تھا۔ سب سے ہی اس کی خاصی دوستی ہو گئی تھی' جب ہی تو جب دل کرتا تھا وہ آ جاتی تھی' مگر حمدان اس سے فاصلے پر رہ کر بات کرتا تھا۔

☆

جب سے ذیشان نے بتایا تھا کہ لیل ماہ ملی تھی وہ بہت خوش تھی۔ اس کی لیل ماہ کو اور امی کو فکر تو ہے یہی اس کیلئے بہت تھا۔ ذیشان کو دیکھنے وہ تین دفعہ آ چکی تھی جو پڑھائی میں اس قدر منہمک تھا حرما کی آمد پر بھی سر اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا وہ دل مسوس کے چلی جاتی تھی۔ شیبا کچن میں تھی' بسمہ ٹیوشن گئی ہوئی تھی' محمد احمد حسب معمول ٹی وی دیکھنے میں

منہمک تھے' شہران چھت پر تھا۔
جانے کیا کرتا رہتا تھا کئی دفعہ اس نے سوچا اوپر جا کر تو دیکھے پھر اپنے گھر کی بالکونی سے چھت تو نظر آتی تھی' شہران بیٹھا ہوا نظر آتا تھا۔
''ارے شیبا! شہران کو بلا کب سے بجلی اور گیس کے بل آئے ہوئے ہیں جمع کروانے ہیں' ابھی وہ رکھ لے گا تو صبح جمع تو کرا دے گا''۔ حمیرا بیگم کو یاد آیا۔
''امی! آپ خود جا کر بلایئے' دروازہ تو کھولتے ہی نہیں ہیں''۔ حرما سمجھ گئی تھی سب ہی شہران سے نالاں ہیں' جب تک اوپر چھت پر ہوتا سکون رہتا ہے ورنہ نیچے رہ کر محمد احمد سے اس کی تکرار چلتی رہتی تھی۔
''میرے گھٹنوں کا درد مجھے چلنے پھرنے نہیں دیتا اور یہ اولاد مجھے سکون نہیں لینے دیتی ہے''۔ حمیرا بیگم دکھ و تاسف سے گویا ہوئیں۔
''آپ بیٹھیے میں بلاتی ہوں''۔ حرما نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ تو متحیر زدہ سی اسے دیکھتی رہ گئیں' آج پہلی دفعہ وہ گھر کے کسی معاملے میں بولی تھی۔
اورنج پرنٹڈ لان کے کپڑوں میں ملبوس سادہ سی حرما بہت پُروقار لگتی تھی' دروازہ اس نے زور زور سے بجایا۔
''کیا ہے میں سو رہا ہوں''۔ اس کی جھنجھلائی ہوئی آواز آئی۔
''دروازہ کھولو''۔ اس نے تیز لہجے میں حکمیہ انداز میں کہا۔ چہرہ اس کا سپاٹ تھا مگر آج سوچا تھا تھوڑی بہت شہران کی طبیعت صاف کر ہی دے' پورے گھر کو تنگ کر کے رکھا ہوا تھا۔ دروازہ کھٹ سے کھلا' شہران نے نگاہ ڈالی اور جھکا لی۔
''یہ کیا طریقہ ہے اور تم اوپر کا دروازہ لاک کر کے بیٹھ جاتے ہو امی نیچے پکارتی رہتی ہیں''۔ وہ برہم ہو رہی تھی۔ شہران کو تو یقین نہیں آ رہا تھا وہ اتنے پُراعتماد لب و لہجے میں اسے ڈانٹ بھی سکتی ہے۔
''آپ کو مجھ سے کوئی تکلیف ہے؟'' نا چاہتے ہوئے بھی لہجے میں تیزی لے آیا۔
''تکلیف مجھے نہیں گھر والوں کو ہے''۔ وہ تو لاجواب ہو گئی' مگر اس کے سامنے پھر بھی پُراعتماد بنی رہی کیونکہ اگر آج اس سے ڈر گئی تو یہ اسے بھی سب کی طرح دبا لے گا اور حرما نے سوچ لیا تھا کچھ تو وہ شہران کو سکھا کے رہے گی جس میں بڑے چھوٹے کی ذرا تمیز اور لحاظ نہیں تھا۔
''میں کام کر رہا تھا''۔ ناگواری سے منہ دوسری طرف گھما لیا۔
''تمہیں پتہ ہے کتنی لائٹ جاتی ہے' ہمیں بھی چھت پر جا کر بیٹھنا ہوتا ہے' روز تم شام میں آ کر دروازہ لاک کر کے بیٹھ جاتے ہو''۔
''ہمارے گھر کی چھت پر کوئی بہن نہیں چڑھتی ہے نہ بیٹھتی ہے اس لئے کبھی کسی نے لائٹ کا رونا نہیں رویا ہے' کیوں آپ کے گھر آپ کے والد صاحب چھت پر جانے دیتے ہیں''۔
''حد ہوتی ہے بدتمیزی کی' یہاں بات میں اس گھر کی کر رہی ہوں میرے باپ کو کیوں تم بیچ میں لاتے ہو''۔ حرما کا تو غصے سے چہرہ لال ہو گیا۔
''بیچ میں وہ آئے ہیں میں نہیں لایا ہوں' پلیز آپ نیچے جایئے''۔
''یہ مت بھولو میں تمہاری بھابی ہوں''۔ اس نے جتایا۔
''بھابی ہو تو کیا سر پر بٹھا لوں''۔ ہاتھ اٹھا کر گویا ہوا۔

''بڑوں کی کچھ عزت بھی ہوتی ہے''۔
''دیکھیے میں آپ سے بالکل بھی کوئی بحث میں پڑ کے ایسی کوئی بات نہیں کہنا چاہتا کہ آپ کو دکھ ہو' کیونکہ میں جو کہہ دیتا ہوں اس کا ملال کبھی نہیں کرتا''۔ وہ مڑ گیا۔
''جب ہی تو تم ایسے ہو''۔ حرما یہ کہہ کر رکی نہیں۔ شہران حیرت زدہ سا رہ گیا' کیسے اس کے منہ پر کہہ گئی تھی۔
''اور ہاں صبح جاتے ہوئے سارے بل جمع کروا دینا''۔ حرما کو یاد آیا تو پلٹ کے گویا ہوئی۔
''اور کوئی حکم؟'' وہ سر تا پا سلگ گیا۔
''آج کے لئے اتنا ہی کافی ہے''۔ وہ سیڑھیاں اتر گئی۔ شہران بھنا کے رہ گیا' پہلی دفعہ کسی نے اس کی غلطی پر اس طرح ٹوکا اور ڈانٹا تھا ورنہ کسی کی ہمت نہیں تھی۔

☆

روحیل سکندر نے اسے گھر بلایا تھا اسلام آباد کے پروجیکٹ پر ڈسکس کرنے کیلئے۔ حمدان اپنی ذمہ داری خوش اسلوبی سے نبھا رہا تھا اور روحیل سکندر اس کی قابلیت اور ذہانت کے معترف ہو گئے تھے' تیمور اکثر جلتا اور کڑھتا رہتا تھا۔
''یار! ڈنر تو کر کے ہی جاؤ گے''۔
''سر! کافی ٹائم ہو گیا ہے''۔ ہاف وائٹ پینٹ پر لائٹ اسکائی بلیو شرٹ میں ڈیسنٹ اور چارمنگ لگ رہا تھا۔
''ڈیڈی! ڈنر لگ چکا ہے' ممی نے بہت جلدی سب کچھ تیار کروایا ہے''۔ سی گرین پلین کاٹن کے ایمبرائیڈری کے لانگ شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس اریشماء نے اطلاع دی۔ حمدان کی اچٹتی نگاہ پڑی مگر وہ اس لمحے اتنی منفرد اور پیاری لگ رہی تھی نا چاہتے ہوئے بھی نگاہ نہیں بچا سکا۔
''سب ممی ہی تیار کرتی ہیں یہ خود کچھ نہیں کرتی''۔ وہ سوچنے لگا۔
روحیل سکندر نے اسے زبردستی ڈنر کر کے ہی جانے دیا' چکن پلاؤ اور کباب اور آلو قیمہ بھی تھا' چکن پلاؤ مزے کا بنا تھا' حمدان کو پسند آیا تھا۔ اریشماء سامنے والی چیئر پر بیٹھی کن انکھیوں سے اس کا جائزہ لے رہی تھی۔
''آخاہ...... یہاں تو بھئی ڈنر چل رہا ہے''۔ کامران اور مسز کامران پرجوش انداز میں اندر آئے تھے۔
''آ جائیں آپ لوگ بھی''۔ فوزیہ نے ان دونوں کو ہی بلایا۔ تیمور بھی بلیک پینٹ پر لیمن کلر کی شرٹ میں تیزی میں اندر آیا تھا' حمدان کو دیکھ کر رک گیا۔
''اچھا سر! میں چلوں''۔ تیمور کو دیکھ کر وہ فوراً ہی اٹھ گیا۔ فوزیہ نے بہت روکا چائے کیلئے مگر وہ نہیں رکا۔ حمدان اس لمحے تیمور کو کسی طرح سلگانا چاہتا تھا' اریشماء کوریڈور میں تھی دونوں کی نگاہوں کا تصادم ہوا۔ تیمور ان دونوں کو ہی بغور جانچ رہا تھا۔ حمدان نے اریشماء کو اشارے سے بلایا' اس پر تو شادی مرگ طاری ہو گیا۔
''باہر آیئے آپ سے کچھ بات کرنی ہے''۔ تیمور پر نگاہ ڈالتا ہوا اریشماء سے سرگوشی میں بول رہا تھا۔
وہ دونوں باہر نکلے۔ بائیک اس کی پورچ میں ہی کھڑی تھی۔ حمدان کو اندازہ تھا تیمور ضرور اٹھ کر باہر آئے گا۔
''آپ آفس کیوں نہیں آ رہی ہیں؟'' وہ اس کے قریب ہوا۔ تیمور کے قدم اس نے دیکھ لئے تھے وہ رک گیا تھا۔ حمدان جان بوجھ کر اب اسے غلط فہمی میں مبتلا کرنا چاہتا تھا' اس کی وہ بدتمیزی بھولا کب تھا۔
''آفس آنے کا فائدہ؟ آپ کو تو کچھ فرق بھی نہیں پڑ رہا ہو گا''۔ اریشماء نے نگاہ جھکائے رکھی۔
''خیر اب ایسی تو بات نہیں کریں' بہت فرق پڑ رہا ہے جب ہی پوچھ رہا ہوں''۔ وہ مبہم سا مسکرایا۔ اریشماء کو یقین

نہیں آیا' اس کی گمبھیرتا پر چونک گئی۔

''دل سے کہہ رہے ہیں؟''

''دل کے چکر میں پڑ کے کام خراب ہو جاتے ہیں' نیو پروجیکٹ اسٹارٹ ہوا ہے مجھے ڈسکس کرنا ہوتا ہے' بار بار تو آپ کے گھر آنے سے رہا''۔ جھٹ بات کو واضح کر دیا۔

''میرا بھی تو کام خراب ہوا ہے اس کی فکر نہیں ہے''۔ ذومعنی لہجے میں حسرت تھی۔

''آپ خود کر رہی ہیں' آپ آفس آیئے کیا پتہ کام آپ کا ہو جائے''۔

''اریشماء! کب تک یہاں کھڑی باتیں کرتی رہو گی''۔ تیمور کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا' رقابت کی آگ اندر ہی اندر اسے سلگاتی رہتی تھی۔

''میں کسی ضروری بات کو ڈسکس کر رہی ہوں' تمہیں تکلیف''۔ اچھی خاصی حمدان کے سامنے اس کی توہین کر دی۔

''اچھا اریشماء! میں چلتا ہوں' کل آپ کو آفس ضرور آنا ہے' سمجھیں''۔ انداز رعونت اور دھونس سے بھرا تھا۔ وہ سر ہلا کر رہ گئی۔ حمدان کے انداز اتنے الگ تھے اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا' خاصی لگاوٹ سے بھی بات کر رہا تھا' وہ خوشی سے سرشار تھی مگر تیمور کی آمد نے سب ختم کر دیا' وہ دانت پیس رہی تھی۔

''تم اتنا اسے کیوں سر چڑھا رہی ہو؟''

''تیمور پلیز! تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا مجھ سے یہ سب کہنے کا''۔ وہ تیمور سے کوئی مروت نہیں برتتی تھی۔

☆

جب سے لیل ماہ نے حرما کی خیریت کی خبر دی تھی امی پرسکون ہو گئی تھیں ورنہ تو چپکے چپکے روتی رہتی تھیں۔ اسد مرزا کے سامنے تو رونے تک کی اجازت نہیں تھی۔ کوئی حرما کا ذکر تک نہیں کرتا تھا۔ لیل ماہ نے امی سے چپکے سے کہہ دیا تھا وہ حرما کے گھر واپسی میں ہوتی آئے گی' اس وقت اسد مرزا بھی گھر میں نہیں ہوتے تھے۔

صبح وہ بڑے فریش موڈ میں اٹھی تھی۔ پنک پرنٹڈ لان کے کپڑوں میں ملبوس وہ یونیورسٹی اف ہونے کے بعد لائبہ کے ساتھ ہی نکل گئی۔

''لائبہ! مجھے یہ خوشی ہے ذیشان بھائی' آپی کا بہت خیال رکھ رہے ہیں''۔

''چل تیری فکر بھی ختم ہوئی' میں تو تجھے کہتی ہوں حرما باجی کو تسلی دے کر آنا کیونکہ مجھے پتہ ہے وہ ابھی بھی وہاں ایڈجسٹ نہیں ہوئی ہیں''۔ لائبہ ایک دفعہ ہی گئی تھی اس کے بعد اسے جانے کا ٹائم نہیں ملا تھا مگر بسمہ سے ساری خبریں ملتی رہتی تھیں۔

''سن وہ بدتمیز گھر میں ہوگا''۔

''تجھے اس سے کیا لینا' حرما باجی کے پاس بیٹھ کے آ جانا''۔ دونوں بس سے اتر گئی تھیں۔ لیل ماہ کا دل دھڑک رہا تھا' اپنے گھر کے آگے سے گزر کے وہ لائبہ کے گھر میں پہلے گئی' بیگ وغیرہ رکھا اور خود کو نارمل کر کے باہر آئی۔ پہلی بیل پر ہی گیٹ کھلا تھا۔ سامنے محمد احمد کی آنکھیں حیرانگی سے پھٹ گئی تھیں' لیل ماہ جز بزسی ہو کر رہ گئی۔

''ارے سنتی ہو تمہاری بہو کی بہن آئی ہے''۔ محمد احمد کی ہانک اتنی زوردار تھی یقیناً آس پاس کے گھروں میں بھی آواز گئی ہوگی' لیل ماہ نے ناگواری سے منہ بنایا۔

''السلام وعلیکم!'' یاد آنے پر سلام کیا۔

''ارے بیٹی اندر آؤ''۔ حمیرا بیگم کی تو خوشی سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔

لیل ماہ پورے گھر کا جائزہ لیتی ہوئی ان کی ہمراہی میں لاؤنج میں آ گئی۔

''تم بیٹھو میں حرما سے کہتی ہوں' نہا رہی تھی وہ''۔ اسے بٹھا کر حرما کے روم میں آ گئیں۔

نہا کر اسکائی بلیو لان کے پرنٹڈ کپڑوں میں اس کا سراپا دلکش لگ رہا تھا۔

''جلدی آ جاؤ لیل ماہ آئی ہے''۔

''کیا لیل ماہ......'' اس کے ہاتھ سے برش چھوٹ کر نیچے گرا۔ گیلے بالوں کو سمیٹتی ہوئی سر پر دوپٹہ جمائے باہر آئی۔ لیل ماہ کو دیکھ کر وہ تو لپٹ گئی اور روتی رہی۔

''آپی! کیا کر رہی ہو' کیوں رو رہی ہو''۔ لیل ماہ نے سرگوشی میں اس کے کان میں کہا۔

''تم اندر آ جاؤ''۔ اس کا ہاتھ تھام کے اپنے روم میں لے آئی۔ محمد احمد کی تنقیدی نگاہوں نے تو جائزہ لینا شروع کر دیا تھا۔

درمیانے سائز کا بیڈ ایک وارڈ روب چھوٹا سا ڈریسنگ ٹیبل جو لگتا تھا ابھی لیا تھا' بیڈ روم صاف ستھرا نک سک سے ترتیب دیا ہوا تھا۔

''آپی! تمہارا بیڈ روم تو بہت اچھا ہے''۔ لیل ماہ نے ستائشی لہجے میں اسے داد دی۔

''مگر میرا دل نہیں لگتا' تم بتاؤ گھر میں سب کیسے ہیں؟'' اس نے آنسو آنچل کے کونے سے خشک کیے۔

''سب ٹھیک ہیں' ایک امی اور میں ہی تمہیں یاد کرتے رہتے ہیں' ابو کو جانتی ہو کچھ نہیں آتی وہ غمزدہ ہیں یا مطمئن اور رہی بھابی' وہ تو اپنے بچوں اور میاں میں مگن ہیں اور ارباز بھائی وہ تو صبح کے گئے رات کو گھر آتے ہیں' چند گھڑی نیچے بیٹھتے ہیں پھر سیدھے اوپر' چاہے کچھ بھی ہو صبح ہی اترتے ہیں''۔ اس نے ساری تفصیل دی۔

''اور تم؟'' حرما کے چہرے پر رونق سی آ گئی تھی۔

''پہلے بہت فکر مند تھی مگر جب سے ذیشان احمد سے ملی ہوں تمہاری فکر کم ہو گئی ہے''۔ وہ مسکرائی تاکہ حرما بھی مطمئن ہو جائے۔

''عزت سے نام لو' ذیشان احمد کیوں بولتی ہو' بھائی بولو''۔ حرما نے ٹوکا۔ چوکھٹ میں کھڑا ذیشان سن کے مسکرانے لگا۔

''آپی! تم تو روایتی بیوی بن گئی ہو' ذیشان بھائی کی شان میں گستاخی بھی پسند نہیں''۔ وہ چھیڑنے لگی۔

''وہ بہت اچھے ہیں''۔ حرما ویسے بھی ذیشان سے محبت کرتی تھی' اس کی دل سے عزت بھی کرتی تھی کیونکہ وہ لمحہ لمحہ اس کا خیال رکھتا تھا۔

''شادی ہو گئی چاہے کیسے بھی ہوئی''۔

''آہم......'' ذیشان کھنکار کے اندر آیا۔ دونوں جھینپ گئیں۔ لیل ماہ سنبھل کے بیٹھ گئی۔ حرما نے بغور ذیشان کو دیکھا جو مسکرا رہا تھا۔

''معذرت آپ دونوں بہنوں کے درمیان مخل ہوا''۔

''اب خیر ایسی بھی بات نہیں''۔ لیل ماہ چمک کے بولی۔ حرما بیڈ سے اٹھ گئی۔ لیل ماہ نے بھی تقلید کی۔

''ارے لیل ماہ! بیٹھیے تو''۔ ذیشان نے اسے روکا۔

''چلتی ہوں کافی دیر ہو گئی ہے''۔ اسے وقت گزرنے کا احساس ہوا' یونیورسٹی سے سیدھی ادھر ہی تو آ گئی تھی۔ شیبا

ٹرے میں لوازمات وغیرہ لئے آ گئی۔

''ارے خوامخواہ آپ نے تکلف کیا' مجھے ویسے بھی جلدی ہے''۔ وہ ان سب کے اتنے اہمیت دیئے جانے پر حیران بھی تھی۔

''چپ کر کے بیٹھ جاؤ''۔ حرما نے ٹرے بیڈ پر ہی رکھ لی۔

''آپ کولڈ ڈرنک لیں گی یا چائے؟''

''شیبا کولڈ ڈرنک لے آؤ''۔ حرما نے ہی ہدایت کی۔ لیل ماہ' حرما کو بغور حیرت سے دیکھنے لگی' وہ کتنی جلدی ان سب سے اتنی بے تکلف ہو گئی تھی۔ ذیشان کے کپڑے اس نے واش روم میں لٹکائے' وہ اپنی چیزیں سائیڈ ٹیبل پر رکھ رہا تھا۔

''ذیشان بھائی! آپ بھی لیجیے نا''۔ لیل ماہ نے گھوم کر اسے دیکھا۔

''میں ذرا رک کر کھاؤں گا' آج کس قیامت کی گرمی تھی''۔ حرما پر نگاہ ڈالی وہ چپ بیٹھی تھی۔

''جی''۔ وہ بس اتنا ہی بولی۔ ذیشان روم سے نکل گیا' وہ کچھ دیر ان دونوں بہنوں کو باتیں کرنے کا موقع دے کر چلا گیا۔

''آپی! تم تو سب سے ہی اتنی جلدی فری ہو گئی ہو''۔ اسے خوشی بھی ہوئی۔

''جب رہنا ہی اس گھر میں ہے تو لوگوں سے مل کر ہی رہا جائے''۔ وہ پھیکی سی ہلکی ہنس کے رہ گئی۔

''اور وہ تمہارا دیور جسے مختلف تجربات کرنے کا شوق ہے' وہ تو ٹھیک سے بات کرتا ہے''۔ لیل ماہ نمکو منہ میں ڈالنے لگی۔

''ہوں......بس ٹھیک ہے مگر حد سے زیادہ بد دماغ ہے' اپنے ابو سے روز کا لڑائی جھگڑا اور طنز چلتا ہے''۔ اس نے بتایا۔

''میں نے تو کل اچھی طرح خبر لے لی''۔

''تمہیں ڈر نہیں لگا؟''

''اری او سنتی ہو' تمہارا لاڈلا آج جلدی گھر آ گیا ہے''۔ محمد احمد کی ہانک بھری آواز سنائی دی۔ وہ چونک کر رہ گئی' حرما نے اشارہ باہر کی طرف کیا۔

''شہران آیا ہے' پہلے دونوں لڑیں گے اور مجھے شہران کی ابو سے بدتمیزی بہت بری لگتی ہے' دیکھنا سدھار کے رکھ دوں گی''۔ حرما نے تو ارادہ باندھ لیا تھا۔ لیل ماہ کو گھبراہٹ ہونے لگی کیونکہ وہ گھر میں آ گیا تھا اور وہ کسی طرح کی بھی بکواس کر سکتا تھا۔

''بھابی! شہران بھائی پھر''۔ شیبا کولڈ ڈرنک لے آئی تھی۔

''تمہارے بھائی ہیں ناں' سنبھال لیں گے''۔ اس نے تسلی دی۔ لیل ماہ ایکدم ہی کھڑی ہو گئی۔ حرما نے بہت روکا مگر اسے گھبراہٹ ہونے لگی۔

دوپٹہ سر پر اچھی طرح اوڑھا۔ صحن میں وہ کھڑا تھا' اس پر نگاہ پڑی تو سکتہ ہو گیا۔

''اچھا آپی! اپنا خیال رکھنا''۔ اس نے شہران پر ذرا بھی نگاہ نہیں ڈالی۔

''ارے بیٹی! اتنی جلدی کیا ہے' رک کر جاتیں''۔

''آنٹی! پھر آؤں گی''۔ سلام کر کے وہ تیزی سے نکل گئی۔

شہران تو جیسے خواب کی دنیا میں چلا گیا۔ اسد مرزا کی دوسری بیٹی بھی اس گھر میں۔

''گھر میں کوئی آیا گیا ہوتا ہے' آواز کو نیچا رکھا کرو''۔ حرما نے ناگواری سے کہا۔ شہران خفیف سا ہو گیا۔ اس کے سامنے اس کی بولتی بند ہو جاتی تھی۔ وہ حیران تھا کیوں اس سے ڈر جاتا ہے' لحاظ کر جاتا ہے' شاید رشتے کی وجہ سے' وہ اس کے بھائی کی بیوی تھی اور رشتے میں بھابی تھی۔

''بھائی! آپ کی تو بھابی نے بولتی بند کر دی''۔ بسمہ نے اس کے کان میں کہا۔ وہ غصہ سے گھورنے لگا۔

☆
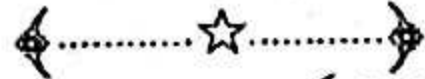
مصباح کا رشتہ پکا ہو گیا تھا۔ سادگی سے لڑکے کی بہن اور ماں نے مصباح کو مٹھائی وغیرہ کھلا دی اور ہاتھ پر پیسے رکھ دیئے تھے۔ عید کے بعد شادی کرنے کو کہا تھا۔ امی کی بھی فکر کم ہو گئی تھی۔ ان کی رات دن کی یہی فکر تھی مصباح جلدی اپنے گھر کی ہو جائے۔ اریشماء نے اسے ڈھیروں ڈھیر مبارکباد دی تھی' اسے بھی خوشی ہوئی تھی۔ عدین نے اسے چھیڑنا شروع کر دیا تھا۔ مصباح شرمائی ہوئی رہتی تھی۔ لڑکا نیٹ ورک کمپنی میں جاب کرتا تھا' تنخواہ بھی خاصی معقول تھی' اس لحاظ سے سب کو ہی لڑکا بھی پسند آ گیا تھا۔

''مصباح کے بعد میں تمہاری شادی کروں گی''۔ امی نے حمدان کو دیکھا وہ ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھا۔

''مجھے اتنی جلدی شادی نہیں کرنی ہے''۔ وہ ویسے ہی شادی سے بچتا تھا پھر اس پر ابھی روحیل سکندر کا قرضہ بھی تھا' وہ پہلے اتارنا تھا۔

''مصباح کے بعد میں اکیلی کیسے رہوں گی' میرا کوئی تو ہاتھ بٹانے والا ہو''۔ امی کو اس کی یہ ضد پسند نہیں آئی۔

''آپ جانتی ہیں ابھی مجھے روحیل سکندر کا قرضہ اتارنا ہے اور پھر مصباح کی شادی اچھی طریقے سے ہو جائے وہ زیادہ ضروری ہے''۔ اس نے ٹی وی کی آواز دھیمی کی۔

''وہ بھی انشاء اللہ ہو جائے گی مگر میں یہ چاہ رہی ہوں تمہارے لئے لڑکی دیکھ لوں کیونکہ ابھی مصباح ہے تو مجھے مشکل نہیں ہو گی''۔ انہوں نے توجیہہ پیش کی۔ حمدان کے ذہن میں اریشماء آ گئی۔ وہ بھی تو اس کی منتظر بیٹھی ہے اور وہ اسے اگنور کر رہا تھا' پھر ایسا موقع اسے کہیں نہیں ملے گا اریشماء سے پیچھا چھڑانے کا۔

''پھر ٹھیک ہے جو آپ مناسب سمجھیں وہ کریں''۔ یکدم ہی اس نے اپنی رضامندی دے دی۔ امی سے تو خوشی کے مارے بولا بھی نہیں گیا۔

''مگر شادی مصباح کی شادی کے ساتھ بالکل نہیں''۔ اس نے انہیں باور کرایا۔

''ہاں ٹھیک ہے جب تک تم روحیل سکندر کا قرضہ بھی اتار دو گے''۔ وہ تو خوش ہو گئی تھیں۔

''حمدان! یہ اریشماء کیسی لگتی ہے؟'' ایسا غیر متوقع سوال' وہ تو گڑبڑا گیا۔

''امی! آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟''

''کیوں ایسا کیا غلط کہہ دیا''۔ وہ بھی الٹا حیرت کا اظہار کرنے لگیں۔

''اریشماء کے بارے میں ایسا سوچئے گا بھی نہیں' کیونکہ میں ایسا کچھ نہیں سوچتا' وہ کہاں اور ہم کہاں''۔

''کیوں کیا ہوا؟ اریشماء کا جھکاؤ ویسے بھی تمہاری طرف لگتا ہے''۔

''میں اس جھکاؤ کو کوئی نام نہیں دینا چاہتا اور اسی لئے میں نے شادی کی رضامندی بھی دی ہے تاکہ اریشماء خود کو روک لے''۔ حمدان نے نگاہ چرا کے اِدھر اُدھر دیکھا۔ دل کے ایوانوں میں تو وہ بستی تھی' دل کی دھڑکن اس کا ہی راگ الاپنے لگی تھی۔

''مجھے وہ بچی بہت اچھی لگتی ہے' اس کے والدین سے بات کرلینے میں کوئی حرج نہیں ہے''۔

''امی! آپ بات کو سمجھئے' وہ کہاں اتنی امیر کبیر اور ہم ان کی برابری نہیں کرسکتے اور پھر روحیل صاحب اپنی بیٹی کو جان سے لگائے رکھتے ہیں' کچھ تو انہوں نے سوچا ہوگا ان کی بیٹی کی شادی کہاں ہوگی اور میں نہیں چاہتا آپ بات کریں اور مایوسی ہو''۔ حمدان سنجیدہ لہجے میں انہیں سمجھا رہا تھا۔ امی بھی گہری سوچ میں مستغرق ہوگئیں' یہ سب تو انہوں نے بھی نہیں سوچا کہ وہ ان کی برابری نہیں کرسکتے۔

''آپ اریشماء کا خیال دل سے نکال دیں' جہاں کہیں بھی آپ میری شادی کریں گی میں خوشی خوشی راضی ہوں''۔ اس نے امی کے افسردہ چہرے پر نگاہ ڈالی۔

''ہوں فائزہ سے ہی کہوں گی وہ کوئی لڑکی بتائے''۔

''امی! ایک بات اور......'' قدرے توقف کے بعد گویا ہوا۔

''آپ اریشماء کے سامنے یہ ظاہر کرتی رہیے گا کہ میرے لئے بھی لڑکی دیکھی ہوئی ہے اور جلدی شادی کروں گی کیونکہ اسی طرح ہی وہ پیچھے ہٹ سکتی ہے''۔ حمدان رک رک کے گویا ہوا۔ اپنی شادی کی بات کرنے میں جھجک بھی آرہی تھی۔

''ہوں ٹھیک ہے''۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

حمدان خود جس مرحلے سے گزر رہا تھا وہی جانتا تھا۔ محبت وعشق کے چکر میں پڑنا نہیں چاہتا تھا مگر اریشماء کی خوداعتمادی اور سادہ دلی اس کا دل لے گئی تھی۔

☆

زویا سے اس کی اچھی خاصی جھڑپ ہوگئی تھی کیونکہ وہ جب بھی فون کرتی تھی اریشماء کہیں نہ کہیں بزی ہوتی تھی' کب سے کال کررہی تھی وہ پک نہیں کررہی تھی' دھڑ سے ریسیور پٹخا تھا۔

آج وہ کافی دن بعد آفس آئی تھی' سب کچھ بہت عجیب لگ رہا تھا۔ جب سے ذہن ودل حمدان کی طرف ہوا تھا اس کا کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا' جھنجھلائی ہوئی رہتی۔

دروازہ ناک کرکے وہ اندر آیا تھا۔ اریشماء نے بغور نگاہ ڈالی۔ ہاف وائٹ پینٹ پر گرے شرٹ میں ڈیشنگ اور چارمنگ ہمیشہ کی طرح لگ رہا تھا۔

''ای میلز آپ چیک کریں گی یا میں کرلوں؟'' اس نے پوچھا۔

''آں ہاں''۔ سر ہلایا۔

''میں چیک کروں گی' آتی ہوں''۔ وہ پنک کپڑوں میں پریشان سی لگ رہی تھی۔ حمدان کو تشویش ہوئی' ضرور کوئی پریشانی ہے جب ہی وہ اتنی خاموش سی تھی۔

اریشماء چیئر سے اٹھی جبکہ وہ روم سے جاچکا تھا۔ زویا اس کی بیسٹ فرینڈ تھی اس سے اپنے دل کی تمام باتیں شیئر کرتی تھی وہ ناراض ہوگئی تھی۔ وہ واپس آیا۔

غائب دماغی سے ای میلز چیک کررہی تھی۔ حمدان تشویش بھری نگاہوں سے جانچ رہا تھا۔

''مس اریشماء! آپ لگتا ہے کچھ ڈسٹرب ہیں کل چیک کرلیجیے گا''۔ اریشماء نے چونک کر اسے دیکھا جو اس کی لیفٹ سائیڈ پر ہی کھڑا تھا۔

''ہوں......'' بس اتنا ہی کہہ سکی۔

''وہ اصل میں مجھے آج جلدی جانا ہے اگر میں ای میلز آج چیک نہیں کروں تو آپ کو اعتراض تو نہیں''۔

''کیوں آپ کو جلدی کیوں جانا ہے؟'' اریشماء کو اچنبھا ہوا۔

''کچھ لوگ مجھے دیکھنے آرہے ہیں''۔ حمدان نے جان بوجھ کر جتایا۔

''کس لیے''۔

''شاید رشتے کے لیے''۔ وہ عام سے لہجے میں اسے بتانے لگا۔ اریشماء کے چتون تن گئے' یہ دوسری ٹینشن' وہ گڑبڑا گئی۔

''ابھی تو مصباح کی شادی ہونی ہے''۔

''امی کو میری بھی جلدی کرنی ہے کیونکہ گھر میں ہاتھ بٹانے والا کوئی تو ہوگا''۔ وہ کمپیوٹر آف کرکے اپنا کی رنگ ڈھونڈنے لگا۔

''میں تھوڑی دیر میں نکلنے والا ہوں' سر کو میں نے بتادیا تھا''۔ وہ اریشماء کے پھیکے پڑتے چہرے کو اگنور کرنے لگا۔ اریشماء کا دل ایسا لگا مٹھی میں آگیا ہو۔ وہ کتنا سنگدل ہے اس کے بارے میں سوچنا تک نہیں چاہتا جبکہ وہ رات دن اس کے ہی سپنے دیکھتی ہے۔ وہ روم سے نکلا' اریشماء نے بھی تقلید کی۔

''آپ ایک منٹ میری بات تو سنئے''۔

''میں ... جلدی میں ہوں چھ بجے تک ان لوگوں نے آنا ہے''۔ ریسٹ واچ پر عجلت بھری نگاہ ڈالی اور آگے بڑھ گیا۔ اریشماء پیر پٹخ کے رہ گئی۔ اتنی جلدی وہ پرایا ہوجائے گا وہ کیسے رہے گی؟ ابھی تو محبت کا پودا بڑھا بھی نہیں تھا' اکھاڑنے کے درپے تھا۔

''حمدان احمد! تمہاری شادی میرے علاوہ کسی سے بھی نہ ہو''۔ وہ بڑبڑائی۔

سیل نکالا' عدین کو دو تین میسج کیے مگر اس کا بھی کوئی ریپلائی نہیں آرہا تھا' وہ جھنجھلاہٹ کا شکار ہوگئی۔

''اوہ......تم ادھر ہو''۔ تیمور اسے دیکھ کر چہکنے لگا۔

''ظاہر ہے میں ادھر ہی ہوتی ہوں''۔ ناگواری سے طنز کیا۔

''اریشماء! کم آن ہم اچھے دوست بن کے بھی تو بات کرسکتے ہیں''۔ وہ کھسیا گیا۔

''دوست صرف میری ایک ہی ہے' مجھے کسی اور دوست کی ضرورت بھی نہیں ہے''۔

''حمدان سے تو بڑی دوستی ہے تمہاری''۔

''شٹ اپ''۔ وہ دانت پیسنے لگی۔

''حمدان میں اور تم میں زمین آسمان کا فرق ہے''۔

''ہاہا...... بالکل ٹھیک کہا' میں آسمان وہ زمین ہوا''۔ تمسخر اڑایا۔

''آسمان خود کو سمجھتے ہو' ڈیری فنی''۔

''تم ہمیشہ میری انسلٹ کرتی ہو''۔ اس نے سرد لہجے میں دہائی دی۔

''اونہہ''۔ غصہ میں تو پہلے ہی تھی' آگے سے اس کی کسی بات کا جواب دیئے بغیر چلی گئی' مگر تیمور بھی اپنے نام کا ایک تھا۔

''اریشماء! میں آج تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں' ہمیشہ ہماری لڑائی ہی ہوتی ہے مگر اب دوستی ہوگی''۔

''پلیز تیمور! میرا پیچھا چھوڑ دو اور میری تم سے کوئی لڑائی نہیں ہے' تم یہ وہم اپنے دل سے نکال دو''۔ چہرے پر اتنی بے زاری تھی۔ تیمور تشویش میں پڑ گیا' اتنی جھنجھلائی ہوئی کیوں ہے؟

''آر یو او کے؟''

''میں بالکل ٹھیک ہوں' پلیز مجھے میرے حال پر چھوڑ دو''۔ وہ ٹھک ٹھک کرتی ہوئی لفٹ کی سمت دوڑی تھی۔

حمدان نے یہ کیا کہہ دیا؟ آنکھوں میں آنسو کانچ کی طرح چبھنے لگے' گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اس کی آنکھیں دھندلا گئی تھیں۔

گھر آ کر کمرے میں بند ہو گئی۔ فوزیہ روحیل تو پریشان ہو گئیں۔ اریشماء سیدھی اپنے کمرے میں کیوں گئی؟

''اریشماء! بیٹا کیا ہوا؟'' فوزیہ روحیل اس کے بالوں کو سنوارنے لگیں۔

''کچھ نہیں ممی! وہ زویا مجھ سے ناراض ہو گئی ہے''۔ اس نے اصل بات مخفی رکھی۔

''تم دونوں کی ایسی ہی ناراضی چلتی رہتی ہے' تم اتنی پریشان تو کبھی نہیں ہوئیں''۔ انہیں حیرانی بھی ہوئی۔

''ممی! وہ میری کال ریسیو نہیں کر رہی ہے''۔

''ارے بیٹا! تو تم اس کے گھر چلی جاؤ''۔ وہ اسے بہلانے لگیں۔ اریشماء نے سر ہلا کر ان کی گود میں سر رکھ دیا۔ فوزیہ روحیل اس کے بالوں میں نرم نرم سی انگلیاں چلانے لگیں۔

''ممی! میں کیا بہت بری ہوں''۔

''ہشت...... یہ کیسی بات کر رہی ہو؟ میری بیٹی دنیا کی سب سے حسین اور پیاری بیٹی ہے''۔

اریشماء کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حمدان کو کبھی بھی چھوڑنا نہیں چاہتی تھی' اسے پتہ تھا شادی وغیرہ وہ اس سے پیچھا چھڑانے کے لئے کر رہا ہے' مگر اریشماء نے بھی تہیہ کیا ہوا تھا حمدان کو اپنی طرف مائل کر کے رہے گی' وہ اس کا ہے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔

☆

صبح سے اسے ہلکا ہلکا بخار تھا جو اب تیز ہو گیا تھا۔ چادر اوڑھے ہوئے وہ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی' چہرے پر نقاہت اور زردی کھلی ہوئی تھی۔ وہ پریشان بھی ہو گیا۔ ایگزام کی وجہ سے وہ کچھ توجہ بھی نہیں دے سکا تھا مگر اسے یوں دیکھ کر پریشان ہو گیا۔

''حرما! اٹھو ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں''۔ وہ اسے اٹھانے لگا۔ حرما نے کسمسا کے آنکھیں کھولیں' عجیب چکر سے محسوس ہو رہے تھے۔

''اٹھو شاباش''۔ فکر مند سا ہو رہا تھا۔

''ذیشان! میں نے شہران کو کہہ دیا ہے ٹیکسی میں لے جائے گا''۔ حمیرا بیگم اندر داخل ہوئیں۔

حرما بمشکل اٹھی' اسکائی بلیو کاٹن کے کپڑوں میں مرجھائی ہوئی ہو رہی تھی' دوپٹہ شانوں پر برابر کیا۔

''میں بھی ساتھ چلوں''۔

''نہیں امی! میں لے جاؤں گا آپ شہران کو بلا لیں''۔ اس نے حرما کے سلیپر پاؤں سے آگے کیے' وہ پاؤں میں اڑستی ہوئی واش روم میں چلی گئی۔

ذیشان نے والٹ وغیرہ لیا' اتنے میں وہ بھی نکل آئی' وارڈ روب سے چادر نکالی اور اوڑھنے لگی' ذیشان کی نگاہیں اس کے سراپے پر تھیں۔ قریب آ کے اس کو تھام لیا' چکر آنے کی وجہ سے وہ لڑکھڑا گئی تھی۔ حرما کی سانسیں بہت تیز

چل رہی تھیں۔ ذیشان اس کے اتنے قریب تھا وہ گھبرا گئی۔

''تم بہت گرم ہو رہی ہو''۔

''مجھ سے چلا نہیں جا رہا''۔ وہ اس کے حصار سے نکلی۔

''گود میں اٹھا لوں''۔ لہجہ معنی خیزی اور شرارتی تھا۔

''ذیشان! آ جاؤ''۔ حمیرا بیگم کی آواز پر دونوں چونک گئے۔

اس نے حرما کا ہاتھ تھاما اور باہر لے آیا۔ محمد احمد کو دیکھ کر حرما نے سلام کیا۔ صبح سے کمرے سے نکلی کب تھی' روزانہ صبح اٹھ کر حمیرا بیگم اور محمد احمد کو سلام کرتی تھی۔

کتنے دنوں بعد وہ گھر سے باہر نکلی تھی۔ اپنے گھر پر حسرت بھری نگاہ ڈالی۔ اسد مرزا اس ٹائم مغرب کی نماز پڑھ کے گھر آتے تھے۔

شہران نے پیچھے کا ڈور کھولا' وہ اندر بیٹھ گئی جبکہ ذیشان فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ حرما کی آنکھوں میں آنسوؤں کی روانی تیز ہو گئی تھی۔

''آپ پیچھے بیٹھ جائیے' بھابی رو رہی ہیں''۔ شہران مرر سے دیکھ چکا تھا۔

''چپ کر کے گاڑی چلاؤ''۔ حرما نے اسے ڈانٹ دیا۔ وہ خفیف سا ہو گیا۔ حرما ذرا اس کا لحاظ نہیں کرتی تھی جھاڑ کے رکھ دیتی تھی اور وہ بھی حیران تھا کیوں اتنا دب جاتا ہے۔

ڈاکٹر سے دوائی وغیرہ لے کے وہ گھر آ گئی تھی' دیکھا تو لیل ماہ آئی بیٹھی تھی اسے دیکھ کر حیران رہ گئی۔

''میں نے آپ کو جاتے ہوئے دیکھا تھا سمجھ گئی تھی ضرور بیمار ہیں' پھر لائبہ کو کال کی اس نے بھی بتایا''۔

شہران کی تیکھی نگاہوں نے اس مغرور لڑکی کا جائزہ لینا شروع کر دیا' لان کے اورنج پرنٹڈ کپڑوں میں ملبوس سادے سے سراپے کے ساتھ حرما سے مخاطب تھی۔

''صبح تو ہلکا بخار تھا دوپہر سے تیز ہو گیا تھا''۔ اس نے تھکی تھکی آواز میں بتایا۔

''حرما! ایسا کرو تم اندر اپنے کمرے میں چلی جاؤ''۔ حمیرا بیگم اس کے بخار میں تمتمائے ہوئے چہرے کو فکر مندی سے دیکھنے لگیں۔

''نہیں امی! میں ادھر ہی بیٹھوں گی طبیعت گھبرانے لگی ہے کمرے میں لیٹے لیٹے''۔ وہ لاؤنج میں ہی لیل ماہ کو بھی لے آئی تھی۔

شہران اپنے کمرے میں چلا گیا تھا' ذیشان بھی سامنے ہی بیٹھ گیا۔

''آپ کی آپی کو زبردستی ڈاکٹر کے پاس لے کے گیا ہوں ورنہ یہ تو بہت ضدی ہیں''۔ ذیشان مسکراتے ہوئے حرما کی شکایت کرنے لگا۔ حرما نے ایک نگاہ اس پر ڈالی۔

''ویسے میری آپی ضدی نہیں ہیں' ہاں البتہ میں ہوں''۔ لیل ماہ نے اس کی نفی کی۔

شہران کو اپنے کمرے میں اس کی آواز واضح طور پر سنائی دے رہی تھی۔

''محترمہ! مجھ سے زیادہ ضدی تو تم بھی نہیں ہو گی اور دیکھنا عنقریب تمہیں بھی یہاں لے آؤں گا' پھر پتہ چلے گا تمہیں بھی اور تمہارے شریف النفس باپ کو بھی''۔ وہ تو ہر وقت بدلہ لینے کے پلان ہی بناتا رہتا تھا۔

(جاری ہے)

☆

شازیہ مصطفیٰ عمران
قسط نمبر 11
سلسلے وار ناول
کبھی عشق ہو تو پتہ چلے

میسج کر کے اسے بلایا تھا' کب سے مین روڈ پر اپنی گاڑی میں بیٹھی تھی' اتنے میں وہ تیزی سے بھاگتا ہوا اپنے آئی گلاسز ناک پر سنبھالتا ہوا ہاتھ ہلانے لگا۔

اریشماء نے فرنٹ ڈور کھول دیا وہ بیٹھ گیا' سلام فوراً کیا۔

''کب سے میسج کیا ہوا ہے اتنی دیر لگائی ہے''۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔

''گھر میں بھائی تھے پوچھنے لگے اس ٹائم کہاں جا رہے ہو؟''

''تم نے کیا کہا؟'' وہ پوچھنے لگی۔

''میں نے کہا دوست کے پاس جا رہا ہوں' آدھے ایک گھنٹے میں آ جاؤں گا''۔ اس نے بتایا۔ اریشماء نے گاڑی ریسٹورنٹ کے باہر روکی اور اسے لے کر اندر چلی آئی۔ عدین جھجک بھی رہا تھا مگر اریشماء نے اسے کونے کی ٹیبل پر لا کر بٹھایا۔

''ہاں اب بتاؤ حمدان کی شادی تم لوگ کہاں کر رہے ہو؟'' وہ اس کو یہی سب پوچھنے کیلئے یہاں لائی تھی۔

''ابھی تو امی نے نیچے والی فائزہ باجی کو کسی لڑکی کا بتانے کو کہا ہے' ابھی کہیں ہوئی نہیں ہے''۔ عدین سمجھ گیا تھا اس نے یہی سب پوچھنے کیلئے اسے یہاں بلایا ہے۔

''آپ کیوں اتنی پریشان ہو رہی ہیں؟'' اس نے استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''میں پریشان...... نہیں تو میں اس لئے پوچھ رہی تھی کہ جس طرح مصباح کی تم لوگوں نے چھپ چھپا کے رشتہ پکا کر لیا یہ بھی تم لوگ مجھے نہیں بتاؤ گے''۔ وہ گڑبڑا گئی تھی۔

''خیر یہ تو چھپانے کی بات ہے ہی نہیں''۔ وہ مسکرایا۔

''اچھا یہ بتاؤ کیا کھاؤ گے؟'' مینو کارڈ پر نگاہ ڈالنے لگی۔

''نہیں باجی! میں کھانا وغیرہ کھا کے آیا ہوں''۔ عدین اتنے مہنگے ترین ریسٹورنٹ کو دیکھ کر کافی مرعوب ہو گیا تھا۔

''میرے ساتھ کھاؤ آج میرا دل چاہ رہا ہے تم اور میں ایک ساتھ ڈنر کریں گے''۔ اس نے اشارے سے ویٹر کو بلایا اور دو تین چیزوں کا آرڈر دیا' عدین نہ نہ ہی کرتا رہ گیا۔

واپسی میں اسے گھر تک چھوڑنے آئی۔ دل کے ہاتھوں مجبور تھی مگر اوپر نہیں گئی۔ عدین نے بہت کہا بھی مگر اس نے ٹال دیا۔ آج گاڑی بھی وہ خود ہی ڈرائیو کر رہی تھی ورنہ جب سے اس کی گاڑی چوری ہوئی تھی ڈرائیور کے ساتھ ہی آتی جاتی تھی۔

کچھ تو ایسا کرنا ہے حمدان کی شادی کہیں اور نہ ہو جائے۔ زویا سے بھی رابطہ منقطع تھا' اسے پتہ تھا زویا کی ڈلیوری کے دن بھی قریب ہیں۔

گھر آئی تو چچی جان اور چچا جان کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ چچی جان تو فوراً اسے دیکھ کر پیار کا سمندر بن جاتی تھیں۔

''ارے اریشماء! زویا کا فون آیا تھا''۔ فوزیہ روحیل نے اسے بتایا۔

''زویا کا فون''۔ سن کے خوش ہو گئی۔

''ارے اریشماء بیٹی! ہمارے پاس تو بیٹھو آؤ ادھر''۔ چچا جان نے بھی اسے پکار لیا۔

روحیل سکندر کے پاس ہی وہ آ کر بیٹھ گئی۔ نگاہ تیمور کی تلاش میں دوڑائی' آج وہ نہیں آیا تھا اس نے تشکر بھرا

سانس لیا ورنہ وہ اس سے زچ ہی ہو جاتی تھی۔

''بھائی صاحب! امید ہے آپ ہماری بات کو رد نہیں کریں گے''۔ چچی جان نے جانے کس بات کا ذکر روحیل سکندر سے کیا۔ اریشماء تو چونک گئی' ضرور کوئی ایسی بات ہے جو چچی جان اور چچا جان اتنے مسرور بھی دکھائی دے رہے تھے۔

''کیوں نہیں مگر ہم اپنی بیٹی کی رضامندی کو پہلے اہمیت دیں گے''۔ روحیل سکندر کی وہ اکلوتی اولاد تھی۔ وہ بھی چاہتے تھے ان کی بیٹی جاننے والوں میں ہی جائے تاکہ وہ ان کی نظروں کے سامنے تو رہے گی۔

اریشماء کی پیشانی پر لکیریں پڑ گئیں اور اندر ہی اندر پیچ و تاب کھانے لگی' دانت پیسنے لگی' جھٹکے سے اٹھ کر چلی گئی۔ فوزیہ روحیل اس کی ناگواری سمجھ گئی تھیں۔

تیمور کو وہ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ جب سے حمدان کا اس کی سوچوں سے گزر ہوا تھا اس کی ہر سوچ میں حمدان تھا اور حمدان' اس نے تو اسے اہمیت نہ دینے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔ دل اتنا اداس ہو رہا تھا' آنکھوں میں آنسو آ گئے جانے کیوں وہ اتنی ضد کرتا ہے' اگنور کیے جا رہا ہے۔

☆
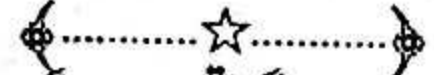
بخار اس کا کم ہو گیا تھا مگر کمزوری بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ عجیب گری پڑی رہتی تھی۔ ذیشان نے کروٹ لی تو اس نے بھی سوتے میں کروٹ لی اور اس کا دایاں ہاتھ ذیشان کے کشادہ سینے پر پڑا' وہ تو جاگ رہا تھا' مگر وہ بے خبر سو رہی تھی۔ حرما کا صبیح چہرہ اتنا کملا گیا تھا اس کے رخساروں کی سرخی بھی ماند پڑ گئی تھی۔ پندرہ بیس دنوں میں اس کی حالت کافی خراب ہو گئی تھی۔ جتنا وہ اس کا خیال رکھ رہا تھا مگر پھر بھی وہ افسردہ اور اداس رہتی تھی۔ ذیشان نے کبھی تصور تک نہیں کیا تھا وہ دونوں اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ بھی ہو سکتے ہیں۔ ہاتھ بڑھا کے اس کے رخسار پر آہستگی سے شہادت کی انگلی رکھی۔ حرما نے اس سے نفرت بھی نہیں کی بلکہ نگاہوں میں بھی حجاب رکھ کر اس سے مخاطب ہوتی تھی۔

''کاش یہ فاصلے تمام ہو جائیں اور تم اور میں ایک ہو جائیں''۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں' دل کی گہرائیوں سے دعا کی۔ جب سے حرما اس کی زندگی میں آئی تھی اسے اتنی تو تسلی ہو ہی گئی تھی وہ اس سے دور نہیں جا سکتی۔

حرما نے اسی وقت کروٹ دوبارہ لی اور آنکھیں پٹ سے کھولیں۔ کسی کے لمس کا شدت سے احساس ہوا' ذیشان کی نگاہوں سے تصادم ہوا وہ اٹھ کر بیٹھنے لگی۔ ذیشان نے گھسیٹ کے پہلو میں گرا لیا' وہ حواس باختہ شرمائی گھبرائی سٹپٹائی نگاہوں کو اِدھر اُدھر کرنے لگی۔

''اتنی رات کو اٹھ کر کہاں جانا ہے''۔

''ج...... جی...... مجھے پانی پینا ہے''۔ دوبارہ اٹھنے کیلئے اپنے حواس قابو میں کرنے لگی۔ اس لمحے ذیشان کی نگاہوں میں معنی خیزی' شرارت اور وارفتگی نظر آ رہی تھی۔ اتنے دن ہو گئے تھے وہ کبھی یوں اتنے قریب نہیں ہوا تھا۔

''ہوں''۔ وہ سیدھا ہو گیا' حرما کا بازو چھوڑ دیا۔

وہ پانی پینے کیلئے اٹھی' سامنے ٹیبل پر بوتل اور گلاس رکھا تھا مگر بوتل خالی تھی۔ کمرے میں نیلی نیلی بلب کی مدھم روشنی میں سبک خرامی سے چلتی ہوئی دروازہ کھول کے باہر چلی گئی۔

سیڑھیوں پر دیکھا کوئی چڑھ رہا تھا' زوردار چیخ ماری' شہران تو گھبرا گیا اور رک گیا' ذیشان کمرے سے نکل آیا تھا'

www.paksociety.com

حرما کا تیز تیز سانس چلنے لگا۔
''یار! تم اتنی رات کو کیا کر رہے ہو؟'' ذیشان اسے دیکھ کر حیران ہوا۔
''وہ......وہ......میں اوپر جا رہا تھا''۔ وہ بھی شرمندہ ہو گیا۔
''تمہیں رات میں بھی سکون نہیں ہے' سوتے بھی ہو یا نہیں''۔ حرما نے ہی اس کی ڈپٹ کے کلاس لینی شروع کر دی۔
''وہ مجھے نیند نہیں آ رہی تھی''۔ شہران اس دن سے حرما سے دب کے اور لحاظ سے بات کرنے لگا تھا' ورنہ وہ کب کسی کے قابو آتا تھا یا پھر وہ اسے احترام کے درجے پر رکھے ہوئے تھا یا پھر رشتہ کا خیال کر رہا تھا' ورنہ شہران جیسی شخصیت جو کبھی اپنے باپ تک سے ڈری نہیں اور بھاوج سے اتنا ڈر کے اور رک رک کے بات کر رہا تھا۔
ذیشان نے اتنی رات کو بھی دلچسپ نظروں سے حرما کا اتنا پر اعتماد انداز دیکھا جو شہران پر برہم ہو رہی تھی۔
''تم نے تہیہ کر لیا ہے سکون سے نہیں رہو گے' چلو کمرے میں' وقت پر سوتے نہیں ہو تو رات کو تو آرام کر لیا کرو''۔
وہ فریج سے پانی کی بوتل نکالنے لگی' پیاس اتنی لگ رہی تھی وہ ڈانٹنے کے چکر میں پانی پینا ہی بھول گئی تھی۔
''وہ اوپر میری کچھ چیزیں پڑی ہیں وہ لینے جا رہا ہوں''۔ وہ منمنایا۔ ذیشان کو شہران کی حالت پر ہنسی بھی آنے لگی کیونکہ حرما کے سامنے کیسے بھیگی بلی بن گیا تھا۔
''اتنی رات کو تین بجے تمہیں سوتے میں چیزیں نظر آ رہی ہیں' ڈرا کے رکھ دیا ہے مجھے''۔ وہ کچن کی لائٹ آف کر کے نکلی۔ شہران زچ ہو گیا۔ کرارہ سا جواب چاہتے ہوئے بھی اسے نہیں دے سکا۔
''چلو کمرے میں' صبح جا کر لینا چیزیں''۔ حرما اسے ڈپٹ کے بات کر رہی تھی جیسے وہ چھوٹا بچہ ہو۔ ذیشان نے شہران کے کان میں جانے کیا سرگوشی کی اور وہ اندر چلی گئی۔
''تم نے تو اچھا خاصا شہران کو رعب میں لے لیا ہے''۔
''چیخ و پکار کر کے سب کو ڈرا کے رکھا ہوا ہے''۔
''ہمارے گھر کے حالات تم سے مخفی نہیں ہیں' کس وجہ سے شہران ایسا ہے تم جانتی ہو''۔ ذیشان نے اسے دیکھا جو لیٹنے جا رہی تھی۔
''حالات اتنے بھی خراب نہیں تھے کہ سر پر سوار کر لیا جائے''۔ اس نے طنز کیا۔ ذیشان لاجواب ہو کر رہ گیا۔ کچھ لمحوں پہلے جو جذبات اس پر غالب تھے اب وہ بھی ایسی ناگوار گفتگو کی وجہ سے سرد پڑ گئے۔
''شہران سے آپ سب لوگ صرف ڈرتے رہے ہیں' کبھی اسے صحیح غلط بتایا ہی نہیں''۔
''تم آ تو گئی ہو تو بتاتی رہنا''۔ ذیشان کے لہجے میں تلخی اور خفگی آ گئی۔ ایک نگاہ اٹھائی وہ سیدھا ہو کر لیٹ گیا۔
''آپ کو برا لگا؟'' وہ فکر مند ہو گئی۔
''نہیں''۔ بس اتنا کہا اور کروٹ لے لی۔
حرما لب بھینچ کے رہ گئی۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا اسے برا لگا ہے جب ہی پشت پھیر کے لیٹ گیا ہے' جبکہ حرما کے کہنے کا مطلب اس پر طنز کرنا نہیں تھا بلکہ وہ تو خود جب اس گھر میں آ گئی ہے تو اس گھر کے سب لوگوں کو اپنا سمجھنے لگی تھی۔ پھر اس کے ابو جو اس گھرانے کو برا سمجھتے تھے وہ یہ چھاپ مٹانا چاہتی تھی کیونکہ اس نے ان بیس دنوں میں اندازہ کر لیا تھا کوئی بھی اتنا برا تو نہیں ہے جو ہر وقت ذیشان کے گھر

والوں کو برا کہتے رہتے تھے۔
لیل ماہ نے اسے اتنا سمجھایا تھا' اس گھر میں آ گئی ہو تو اب گزارہ کر کے ہی رہنا' کیونکہ امی کو دن رات حرما کی ہی فکر تھی۔
سوچ لیا تھا اپنی امی کی اس بات کو پورا کر کے ہی رہے گی چاہے اس کا دل یہاں لگے یا نہ لگے دکھاوے کا تبسم رکھنا ہے۔

☆

پورا دن اس نے اریشماء کو نوٹ کیا تھا وہ چپ چپ سی ہے' اس سے آج تو زیادہ بات چیت بھی نہیں کی تھی' کئی گھنٹوں سے اپنے روم میں ہی تھی' حمدان کو تشویش بھی تھی۔
''مس اریشماء! آپ ای میلز کب چیک کریں گی؟'' وہ اندر آیا۔
''آج میرا موڈ نہیں ہے''۔ خفگی دکھائی۔ اسکائی بلیو کاٹن کے سوٹ میں وہ اداس سی بھی لگی' وہ معمول کی طرح پورے اسٹاف سے ملی بھی نہیں تھی۔
''اوکے''۔ وہ جانے لگا۔
''حمدان''۔ اس نے پکارا۔ اس کے قدم رُکے اور گھوم گیا۔ سمجھ گیا کچھ تو ایسی بات ضرور ہے جب ہی اس نے پکارا بھی ہے۔
اسی وقت اریشماء کا سیل بیپ دینے لگا' کال زویا کی تھی۔ آج بہت دنوں بعد اس نے خود سے آخر کال کر ہی لی۔
''تو کہاں دفع رہتی ہے؟'' وہ عادت کے مطابق ترخ کے گویا تھی۔ اریشماء' حمدان کو دیکھنے لگی جو اس کا منتظر کھڑا تھا۔
''زویا! میں ابھی کچھ دیر میں کال کرتی ہوں''۔
''زیادہ میرے سامنے بھرم مت مارا کر' کچھ دیر میں اگر تو نے کال نہیں کی تو میں پھر بات نہیں کروں گی''۔ اس نے ہمیشہ کی طرح دھمکی دی۔
''میں آفس میں ہوں''۔
''مجھے پتہ ہے تو آفس میں ہے' اتنے دن میں نے کال نہیں کی' تو میرے گھر بھی نہیں آ سکتی تھی' کسی وقت بھی میری ڈلیوری ہونے والی ہے''۔ ساتھ ہی اسے سنانے کے ساتھ یہ خبر بھی دی۔
حمدان خود ہی روم سے چلا گیا۔ اریشماء ایزی ہو گئی۔
''سن میں بہت پریشان ہوں''۔ اریشماء نے سرد سی آواز میں کہا۔
''کیوں کیا ہوا' حمدان کی وجہ سے''۔
''گھر آ کر بتاؤں گی ساری بات''۔ وہ بولی۔ اتنے میں پھر حمدان اندر آیا تو وہ سیل بند کر چکی تھی' حمدان اس کی ٹیبل سے کوئی ڈاکومینٹس تلاش کر رہا تھا۔
''کیا ڈھونڈ رہے ہیں؟'' اس نے حیرانگی سے استفسار کیا۔
''لیٹرز کی فائل''۔
''اوہ......وہ میں گھر لے گئی تھی''۔ اس نے بتایا۔

واٹ...... آپ کرنے کی ہیں کس سے ڈھونڈ رہا ہوں اسلام آباد کالیٹر تھا''۔ وہ غصہ ہونے لگا۔

''پتہ ہے مجھے بھی' آپ سے زیادہ مجھے فکر ہے کیا کچھ کرنا ہوتا ہے''۔ وہ بھی تنک گئی۔

''سوری...... میں تو اس خیال سے بول رہا تھا......''

''بس رہنے دیں آپ' سب کا خیال کر سکتے ہیں جو آپ کا خیال کرتے ہیں ان کا خیال کبھی نہیں کیجیے گا''۔ لہجے میں تلخی' طنز اور خفگی سب عیاں تھا۔

''میں آپ کی اس بات پر کچھ نہیں کہہ سکتا''۔ نیوی بلیو ڈریس میں پینٹ پر وائٹ ہاف سلیو شرٹ میں وہ ڈیسنٹ اور معتبر لگ رہا تھا۔

''کیوں نہیں کہہ سکتے''۔ وہ جرح کرنے لگی۔

''اس لئے کہ بے موقع آپ ہر بات کرتی ہیں''۔ وہ اس کے تنے ہوئے چہرے کو دیکھنے لگا۔

''آپ کبھی موقع جو نہیں دیتے ہیں''۔ پھر طنز کیا۔

''پلیز اریشماء! آپ فضول بحث میں الجھ رہی ہیں''۔ وہ زچ ہو گیا۔

''فضول بحث اور ضد آپ کر رہے ہیں' میری طرف آپ کو دیکھنا تک گوارا نہیں ہے''۔ وہ روہانسی ہو گئی۔

''کیوں آپ خود کو اتنا گرا رہی ہیں' مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا' اتنے معتبر شخص کی اتنی سمجھدار بیٹی ایسی بچوں والی ضد کر رہی ہے''۔ وہ اریشماء کو جتنا ہرٹ کرتا تھا لگتا تھا وہ اس کے اتنے ہی قریب آتی جا رہی ہے۔ اس نے اول روز سے اسے سوبر اور سمجھدار سمجھا تھا مگر وہ سوبر تو ضرور تھی لیکن لگتا تھا سمجھدار بالکل نہیں تھی جو اس معمولی سے شخص کے لئے خود کو اتنا گرا رہی تھی۔

''آپ بھی تو سوبر اور سمجھدار ہیں' آپ کون سا سمجھداری کا ثبوت دے رہے ہیں''۔ وہ بھی ترکی بہ ترکی بولی۔

''میں چلتا ہوں''۔ وہ بےزار ہو گیا۔

''آپ مجھ سے بھاگتے ہیں اور جتنا بھاگیں گے حمدان! میں اتنا آپ کے نزدیک سے نزدیک تر آتی جا رہی ہوں' مجھے آپ کی ضد نے ضدی بنا دیا ہے''۔ وہ بھی ایک ایک لفظ جتا کے بول رہی تھی۔

''لڑکیوں کو اپنے جذبات چھپا کے رکھنے چاہئیں''۔ اس نے طنز کیا۔

''لڑکیاں جذبات اسی پر عیاں کرتی ہیں جنہیں وہ دل میں بساتی ہیں' جنہیں دل سے چاہتی ہیں''۔

''ضروری نہیں جو دل میں رہنے والے ہوں وہ مل بھی جائیں''۔ حمدان آہستگی سے گویا ہوا۔

''جذبات سچے ہوں اور لگن سچی ہو دل میں رہنے والے ایک دن اپنے دل میں بھی بسا لیتے ہیں''۔

''اریشماء! ابھی آپ نے زندگی کی تلخیوں کو دیکھا نہیں ہے جب ہی آپ عشق میں اندھی ہو رہی ہیں''۔

''میں صرف ایک شخص سے عشق کر رہی ہوں اور میری آنکھیں کھلی ہوئی ہیں' رہا تلخیوں کو دیکھا نہیں مگر ناپسندیدہ لوگوں کو دیکھا ہے جو ہم پر زبردستی مسلط ہو رہے ہیں''۔ اس کا ذہن تیمور کی طرف چلا گیا۔

''ٹھیک کہا میرے لئے بھی آپ ناپسندیدہ ہی ہیں''۔ حمدان نے جھٹ کہا مگر دل تو اریشماء کو پکار رہا تھا' وہ بھی تو اسے چاہنے لگا تھا مگر اپنی حیثیت سمجھتا تھا۔

''جھوٹ بولتے ہیں''۔ وہ اس کے سامنے آ گئی۔

''میں سچ بولتا ہوں جھوٹ نہیں بولتا''۔

''حمدان! آپ آنکھیں چرا کر کیوں بات کر رہے ہیں''۔ اریشماء نے اسے بغور جانچا تھا۔

''آپ مجھے الجھانے کی کوشش کر رہی ہیں' مجھے بہت کام ہے''۔ وہ تیزی سے نکل گیا۔

اریشماء اس کی آنکھیں بھی تو نہیں پڑھ پاتی تھی' وہ نگاہیں ہی اتنی چراتا تھا' وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو گئی تھی' وہ خود حیران تھی وہ اتنی شدت پسند اور لاابالی کیوں ہو گئی ہے۔

''حمدان! میں تمہارا راز جان کے ہی رہوں گی آخر تم اتنے رُوڈ اور سخت دل کیوں ہو''۔ وہ نڈھال سی چیئر پر بیٹھ گئی۔

چچی جان جواب لینے کے لئے روز ہی فون کر رہی تھیں مگر مسز روحیل انہیں ٹال ہی رہی تھیں صرف اریشماء کی وجہ سے' جبکہ روحیل سکندر کی تو پوری رضامندی تھی مگر وہ بھی اریشماء کی رضامندی چاہ رہے تھے پھر ہی معاملات آگے بڑھائے جاتے۔

☆
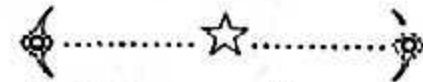
آج لائبہ نہیں آئی تھی تو اسے اکیلے ہی یونیورسٹی جانا پڑا تھا' واپسی پر وہ بس کے انتظار کے لئے کھڑی تھی جب وہ بالکل قریب ٹیکسی لے کے آیا' وہ تو اچھل ہی گئی۔ صبح سے ہلکی ہلکی پھوار بھی پڑ رہی تھی موسم اَبر آلود اور ٹھنڈا ٹھنڈا ہو رہا تھا۔

''جاہل انسان نظر نہیں آ رہا تھا''۔ وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔ ناگواری سے ڈرائیونگ سیٹ پر شہران کو بیٹھے دیکھا۔ بلیک پینٹ پر لیمن کلر کی ٹی شرٹ میں ہمیشہ کی طرح لاپرواہ سا لگا۔

''آ جاؤ گھر تک چھوڑ دوں گا''۔ وہ سر نکال کے بولا۔ لیل ماہ نے نخوت سے منہ دوسری طرف کر لیا۔ شہران سے تو اسے اتنی نفرت ہو گئی تھی اس کی طرف نگاہ تک ڈالنا نہیں چاہتی تھی۔

''آپ کے ساتھ گھر کبھی بھی نہیں''۔ لیل ماہ کے لب و لہجہ میں حقارت تھی۔ شہران نے اس پر کٹیلی اور خونخوار نگاہ ڈالی جو اپنے آپ کو جانے کیا سمجھتی تھی' اگر کچھ لحاظ کر رہا تھا تو صرف حرما کی وجہ سے۔

''تمہیں بھابی نے بلایا تھا مجھ سے کہا تھا لیل ماہ نظر آئے تو ساتھ لے آنا''۔

''آپی کا دماغ تو درست ہے' تم جیسے لفنگے کے ساتھ جاؤں' کبھی نہیں''۔ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئی۔

''دیکھو زیادہ میرے سامنے ہیروئن بننے کی ایکٹنگ نہیں کرو' اگر میں تمہارا لحاظ کر رہا ہوں تو صرف بھابی کی وجہ سے''۔ بھنا کے آگے بڑھا' بازو پکڑ کے گھسیٹ لیا۔ لیل ماہ کے تو آگ لگ گئی۔ ایک زوردار طمانچہ شہران کے بائیں رخسار پر پڑا' وہ تو وحشت زدہ سا آنکھیں پھاڑ کے دانت پیس کے رہ گیا۔

''آئندہ یہ حرکت کی تو منہ توڑ دوں گی''۔ شہادت کی انگلی اٹھا کر آنکھوں میں آگ' ناگواری لئے اسے وارن کر رہی تھی۔ آس پاس کے لوگوں نے یہ نظارہ دیکھا تو رک کر حیرانگی سے دیکھنے لگے۔ شہران اپنی کھلی تضحیک اور توہین پر جوابی بدلہ لے سکتا تھا مگر وہ اسے گھورتا ہوا ٹیکسی میں آ کر بیٹھ گیا۔

لیل ماہ کا پورا جسم لرز رہا تھا' ہونٹوں پر لگ رہا تھا چیونٹیاں رینگ گئی ہوں' ڈر بھی لگنے لگا' وہ شہران کے مزاج سے کچھ تو واقف تھی' حرما کو پتہ چلے گا تو وہ کیا سوچے گی۔ چادر لپیٹ کے لوگوں کے ہجوم سے نکلی۔ بس آ گئی تھی وہ اس میں سوار ہو گئی۔ پورے راستے ذہن منتشر سوچوں کے حوالے تھا۔ اسٹاپ آیا تو

وہ اتر گئی۔ رضویہ چورنگی کے سامنے والے ایریا میں سرسید کالج کی گلی میں آتے ہی اس نے رفتار تیز کر دی۔ 3 بجے عموماً گلیاں سنسان ہی ہوتی تھیں' ابھی اس نے گلی کا موڑ کاٹا ہی تھا وہ اپنے خطرناک تیوروں کے ساتھ ٹیکسی اس کے آگے روک کر کھڑا ہو گیا۔ لیل ماہ کا خوف سے چہرے کا رنگ اڑ گیا مگر خود میں پھر بھی اعتماد سموئے رکھا۔ اس نے ڈرائیونگ سیٹ کا ڈور زور سے بند کیا' اس کی آنکھوں میں غصہ سے لال ڈورے واضح نظر آ رہے تھے۔

''تمہاری اتنی ہمت مجھ پر ہاتھ اٹھایا' کیا کہا تھا میں نے ایسا جو تم نے میری بے عزتی کی ہے''۔ وہ تن کے اس کے دوبدو کھڑا تھا۔

''تمہاری کیسے ہمت ہوئی کہ میرا بازو پکڑا''۔ وہ بھی تن فن کرنے لگی۔

''میں تم سے سیدھے انداز میں بات کر رہا تھا' بھابی نے بلایا ہے آگے سے تم بکواس کرنے لگیں''۔

''پلیز ہٹ جاؤ میرے راستے سے''۔ لیل ماہ کو اس کے اتنے قریب آنے پر گھبراہٹ بھی ہو رہی تھی۔ گلی سے گھر تک کا فاصلہ بہت کم تھا۔ کوئی بھی نکل سکتا تھا' پھر فضول کی الٹی سیدھی باتیں کرنا شروع ہو جائیں گے' ویسے ہی خاندان والوں کی اب تک باتیں سن رہے تھے' حرما کی شادی اس طرح جو ہوئی تھی۔

''مجھے تمہارے ساتھ جانا ہی نہیں ہے''۔ وہ آگے بڑھی۔ شہران کو تو غصہ ہر وقت ہی سوار رہتا تھا۔ اس نے کلائی پکڑ کے خود سے قریب کر لیا۔ لیل ماہ کی بار بار کی حقارت' نفرت' تذلیل اس کے تن بدن میں آگ لگا رہی تھی۔

''کیوں مجھ میں ایسا کیا ہے جو نہیں جانا تمہیں میرے ساتھ''۔ مکمل اپنے حصار میں لے لیا۔ لیل ماہ تو چڑیا کی طرح پھڑ پھڑا کے رہ گئی۔ دل دھک دھک کرنے لگا' وحشت زدہ سی حواس باختہ رہ گئی' شہران کی اتنی جرات۔

''کیا بدتمیزی ہے' چھوڑو''۔ شہران کو دھکیلنے لگی۔

''اتنی اکڑ کیوں ہے تم میں اور تمہارے باپ میں؟ عزت کا جنازہ تو نکل چکا ہے ابھی بھی اکڑ نہیں گئی تم باپ بیٹی کی''۔ اس کا تمسخر اڑا کر لیل ماہ کا چہرہ اپنے مضبوط ہاتھ میں لے کر دبایا۔

''مجھے تو لگتا ہے یہ حرکت تمہاری ہی ہو گی''۔ وہ پھنکاری اور خود کو چھڑانے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔ شہران ویسے ہی نڈر طبیعت کا تھا اسے کبھی کسی کا خیال ہی نہیں تھا جب ہی تو اس کا راستہ روک کر یہ حرکتیں کر رہا تھا۔

''چھوڑ دو پلیز...... میرا دم گھٹ رہا ہے''۔

''کیوں ساری بہادری ہوا ہو گئی''۔ اس نے طنزیہ انداز میں تمسخر اڑایا۔

''تم جنگلی' آوارہ انسان ہو' میں تم سے نہیں ڈرتی' مجھے سمجھا کیا ہے منہ توڑ دیا کرتی ہوں''۔ وہ اس پر جھپٹ پڑی۔ مگر شہران نے اسے قابو کر لیا' اس کے دونوں ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے شکنجے میں جکڑ کے گاڑی سے اس کی پشت ٹکا دی' نگاہیں اس کی نگاہوں میں جما دیں۔ لیل ماہ کی رنگت اڑی ہوئی تھی۔ نازک سراپا ڈرا سہما اسے خاصا مسرور کرنے لگا۔

''اگر ابھی میں تمہارا حشر بگاڑ دوں تو کوئی نہیں یقین کرے گا کہ میں ایسا بھی کر سکتا ہوں''۔

''تم لفنگے انسان ہو تم سے سب امید ہے''۔ وہ حلق کے بل چیخی۔

''تمہارے باپ کو بہت اپنی شرافت کی پڑی رہتی ہے' دیکھنا تمہارے گھر کی بنیادیں ہلا دوں گا' ابھی تو بڑی بیٹی نکلی ہے اب دوسری کی باری ہے اور یاد رکھنا تمہیں بھی اُسی گھر میں آنا ہے رخصت ہو کر''۔ اسے لیل ماہ کی حالت پر

ترس آیا تو چھوڑ دیا۔

''جان سے مار دوں گی''۔ آنکھوں سے آنسو بھل بھل نکل رہے تھے۔

''آواز نیچی رکھو' آج کے لئے اتنا ہی سبق یاد رکھنا اور ہاں آئندہ مجھ سے الجھنے کی کوشش کی تو میں لحاظ نہیں کرتا ہوں' صرف میرے بتانے کا مقصد یہی تھا' مظاہرہ تو دیکھ لیا ہے اگر کبھی مجھ سے پھر فضول لفظ بولے یاد رکھنا تمہارے گھر کے سامنے ہی تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں دیکھ لے ناں''۔ وہ غرا کر اسے دھمکی دے رہا تھا۔ لیل ماہ تو پسینے پسینے ہو گئی تھی۔ شہران کی سوچ اور باتوں پر اسے بہت زیادہ دکھ و غم ہو رہا تھا۔ اس کی بہن واقعی برے لوگوں میں پھنس گئی ہے۔ وہ گاڑی میں بیٹھ چکا تھا اور وہ ساکت سی رہ گئی۔ آج اندازہ ہو گیا تھا شہران سب کچھ کر سکتا ہے۔

☆
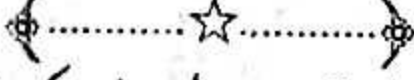
مصباح کی بات پکی کرنے آنے والے تھے۔ سسرال والوں کو سنڈے کو بلایا تھا۔ حمدان کی چھٹی بھی تھی' پھر سارے کام باہر کے حمدان کو ہی کرنے تھے۔ وہ رسم کرنے کے لئے مٹھائی وغیرہ لا رہے تھے۔ لڑکے کے گھر میں ماں اور لڑکا اس کی بڑی بہن تھی' والد کا دس سال پہلے ہی انتقال ہو گیا تھا' لڑکے کا نام فراز تھا۔ زیادہ لوگ تو آنے نہیں تھے اس لئے گھر میں ہی انتظام رکھا تھا۔

''امی! اریشماء باجی کو تو بلائیں گی؟'' عدین نے ان سے پوچھا۔

''نہیں وہ حمدان منع کر رہا ہے''۔

''یہ بھائی جان بھی اپنی ہی کرتے ہیں' وہ بہت ناراض ہوں گی''۔ اسے غصہ بھی آیا پھر اریشماء اس سے لڑے گی' بلایا بھی نہیں' ناراضی دکھاتی رہے گی۔

''امی! آپ پھر بھی اریشماء کو کہہ دیں وہ آتی ہی رہتی ہے اگر پتہ چلا تو ناراض ہو گی''۔ مصباح گویا ہوئی۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے بلانے کی' کہہ دینا گھر کے لوگ تھے زیادہ لوگ نہیں تھے اس لئے نہیں بلایا''۔ حمدان اندر آیا اور درمیان میں ہی ٹوک دیا۔ مصباح جھینپ کے چپ ہو گئی۔

''حمدان! وہ بچی اتنی محبت کرتی ہے' مجھے تو اپنے گھر کی لگتی ہے' اچھا ہے آ جائے گی تو مصباح کے پاس تو رہے گی' کوئی تو بہن ہو اس کی''۔ امی کو حمدان کی ضد پر بہت افسوس بھی ہوتا تھا جو اتنا اکھڑ اور روکھا ہوتا جا رہا تھا' ورنہ آج سے دس سال پہلے کتنا شوخ لڑکا تھا' اپنے ابو سے اس کی کتنی دوستی تھی مگر حالات نے اس میں ضرورت سے زیادہ سنجیدگی پیدا کر دی تھی۔

''میں آپ لوگوں کو جتنا کہتا ہوں اسے زیادہ اہمیت نہیں دیں جو وہ گھر کے معاملات میں بولے''۔

''حمدان! مجھے تمہاری سمجھ نہیں آتی ہے' اگر وہ چند گھڑی آ کر بیٹھ جائے گی تو کیا برا ہے''۔

''میں بالکل نہیں چاہتا وہ یہاں آیا کرے' آپ لوگ اگنور کریں گے تو وہ خود ہی یہاں آنا چھوڑ دے گی''۔ حمدان کی نگاہ عدین پر ٹک گئی جو سنگل صوفے پر بیٹھا مسلسل سیل کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ وہ جانتا تھا وہ اریشماء سے ہی sms پر بات کر رہا ہے۔

مصباح اٹھ کر اپنے روم میں چلی گئی' وہ بھی چاہتی تھی اریشماء کو ضرور بلایا جائے' مگر اپنے بھائی کی ضد کی وجہ سے چپ ہو گئی۔ اریشماء اسے بہت پسند تھی' اتنی امیر وکبیر تھی مگر اس کے مزاج میں غرور نام کو نہیں تھا اور وہ نوٹ بھی کرتی تھی اریشماء' حمدان میں دلچسپی لیتی ہے مگر حمدان بہت محتاط طبیعت کا تھا' اسے

کوئی موقع نہیں دے رہا تھا۔

''میں اکیلی کیا' کیا دیکھوں گی؟ آ جائے گی تو میرا ہاتھ بھی بٹالے گی''۔

''فائزہ باجی ہوں گی تو''۔ حمدان نے جھٹ کہا۔

''فائزہ کے اپنے بچے ہیں وہ کہاں اتنا دیکھ سکے گی' میں کچھ نہیں سنوں گی اریشماء کو بلاؤں گی''۔ امی نے ہاتھ اٹھا کر دوٹوک انداز میں اپنا فیصلہ دے دیا۔ حمدان لب بھینچ کے رہ گیا۔ عدین کے لب مسکرانے لگے۔ اسی وقت ڈوربیل بجی تھی' عدین اپنا سیل سینٹرل ٹیبل پر رکھ کر اٹھا۔ حمدان نے نگاہ اٹھائی گیٹ کھول کے کھڑا تھا۔

''امی! میں نیچے جا رہا ہوں عدیل آیا ہے کچھ دیر میں آ جاؤں گا''۔ وہ اندر ہانک لگا کے گیٹ بند کر کے نکل گیا۔ سیل وہ شاید بھول گیا تھا۔ مسلسل sms آ رہے تھے' سائلنٹ پر ہونے کی وجہ سے سیل تھرک رہا تھا۔ حمدان کی پرتجسس نگاہ اسی پر تھی' ڈرائنگ روم میں ہی بیٹھا تھا' عدین کا سیل اٹھالیا sms چیک کرنے لگا' سارے sms اریشماء کے تھے۔

''کہاں ہو بھائی؟ جواب تو دیا کرو''۔ اس نے sms پڑھا۔

دوسرا sms کھولا حمدان کی نگاہیں اسکرین پر جم گئیں۔

''آخر تمہارا بھائی مجھ سے اتنا الرجک کیوں ہے' کیوں کرتا ہے وہ ایسا؟'' حمدان ایک ایک کر کے سارے sms پڑھ رہا تھا۔

''تم لوگ مجھے مصباح کی منگنی پر نہیں بلاؤ گے میں خود آ جاؤں گی' حمدان بھی کچھ نہیں بول سکے گا''۔

''ہوں......'' حمدان نے لمبی سانس بھری سیل ٹیبل پر رکھ دیا۔ اسے اندازہ تو تھا عدین کی اور اس کی کافی دوستی ہو گئی ہے۔ عدین نے اسے سب کچھ بتا دیا ہے اور اب منع کرنا بھی ٹھیک نہیں تھا جبکہ اس نے خود آنے کا کہا تھا۔

اریشماء کی اتنی ضدی طبیعت سے اسے فکر بھی ہو رہی تھی اگر آگے جا کر حالات کچھ اور ہو گئے تو کیا ہو گا؟ وہ جلد از جلد اریشماء سے پیچھا چھڑانا چاہ رہا تھا اور بہترین حل شادی جو اسے کسی سے بھی کرنی تھی۔

☆

''تیرے پاس میرے لئے ٹائم بھی نہیں ہے' ہر وقت حمدان کے خیالوں میں کھوئی رہتی ہے''۔ زویا نے آج اسے آڑے ہاتھوں لے لیا۔

''فضول بکواس مت کرو' میں پہلے ہی پریشان ہوں''۔ لائٹ سی گرین پرنٹڈ کپڑوں میں سادہ سے سراپے میں متفکر اور پریشان سی لگ رہی تھی۔

''کیا ہوا؟'' زویا نے بمشکل اپنے وجود کو سنبھالا اور اس کے پاس ہی آ کر بیٹھ گئی۔

''وہی ہوا جس بات کا ڈر تھا' چچی جان اپنے لخت جگر کا میرے لئے رشتہ لے آئی ہیں''۔

''کیا......'' وہ تو حیران رہ گئی۔

''تیمور کو میں کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتی اور حمدان کے علاوہ میں کسی اور کو سوچ بھی نہیں سکتی''۔ وہ قطعیت بھرے لہجے میں گویا ہوئی۔

''حمدان کو بتایا؟''

''اسے نہیں بتایا وہ تو سن کے خوش ہو جائے گا اور مشوروں سے نوازنے لگے گا''۔ اسے اسی بات کا تو اور رونا تھا

حمدان کو اس کی مطلق پرواہ نہیں تھی اور تیمور کا رشتہ وہ قبول کرنا نہیں چاہتی تھی۔

''زویا! تجھے نہیں پتہ میں حمدان کے بغیر ایک پل نہیں رہ سکتی''۔

''سوچ لے اگر حمدان سے شادی کر بھی لی تو وہ تو تجھے خوشی نہیں دے سکے گا''۔ زویا اسے سمجھانے لگی۔

''مجھے بھی حمدان سے ضد ہے کچھ بھی ہو میں حمدان سے ہی شادی کروں گی''۔ وہ اٹل ارادوں سے گویا ہوئی۔

''وہ جب راضی ہی نہیں ہے' تمہاری طرف دیکھنا تک نہیں چاہتا' ایسا شخص کیسے شادی کے لئے تیار ہو سکتا ہے''۔ وہ اریشماء کی باتوں سے فکرمند بھی ہو گئی۔

''میں حالات ہی ایسے کر دوں گی''۔ انداز پُرسوچ تھا۔

''کیا مطلب' تم ولن والا کردار ادا کرو گی''۔ وہ چھیڑنے لگی۔

''شٹ اپ''۔ اریشماء نے تکیہ اس پر اچھالا۔

''پھر ایسا کیا کرو گی؟ مجھے ''ایسا'' ذرا واضح کرو''۔ زویا معنی خیز ہو گئی۔

''بکواس مت کرو''۔ وہ جھینپ گئی۔

''چل آج میں تجھے چند لمحوں کے لئے خوش کرتی ہوں' تو ذہن سے سب کچھ نکال دے بس یہ سوچ حمدان تجھ سے محبت کرتا ہے اور تیری شادی ہو گئی ہے وہ بیڈروم میں آیا تو سب سے پہلے کیا کرے گی؟''

''زویا! سدھر جاؤ ورنہ ابھی میں تمہاری حالت خراب کر دیتی اگر مجھے اس کا خیال نہیں ہوتا''۔ اریشماء نے اشارہ کیا وہ جھینپ کر سمٹ گئی۔

''بہت بدتمیز ہو''۔

''ہاں میں بہت بدتمیز ہوں ابھی تمہاری کیا بکواس تھی''۔ وہ مسکرائی۔

''میں تو تجھے خوش کر رہی تھی' حمدان کے ساتھ تو خوش خوش دن گزار رہی ہے''۔ وہ نان اسٹاپ شروع ہو گئی تھی۔ اریشماء حیا سے اٹھ گئی کیونکہ مزید زویا کے پاس رکی تو اس کی زبان چلتی ہی رہے گی۔

''اچھا مجھے یہ بتا دے میں خالہ کب بن رہی ہوں''۔ اس نے موضوع ہی بدل دیا۔

''یہی مہینہ ہے' میرا میاں تو انتظار کے دن کاٹ رہا ہے''۔ وہ بھی خوش ہو کر بتانے لگی۔

''چل میری دعا تیرے ساتھ ہے' پیارا سا منا دے اللہ تعالیٰ''۔ وہ خوش ہو کر دعا دینے لگی۔

''منا ہو یا منی مجھے قبول ہے میرا ہی بچہ ہو گا''۔ وہ خوش ہو کر بولی۔

''ارے بیٹھ تو کہاں چلی؟'' زویا نے اسے روکا۔

''آج آفس کا چکر نہیں لگایا ہے' میں پھر آؤں گی کیونکہ تیمور والا مسئلہ ڈسکس کرنا ہے' میں یہ رشتہ کیسے روکوں؟''

''اس کا حل ہے تو اپنی پڑھائی دوبارہ اسٹارٹ کر دے''۔ زویا نے معقول وجہ دی۔

''ہوں بات تو ٹھیک ہے مگر نہیں وہ لوگ کہیں گے پڑھائی شادی کے بعد بھی ہو سکتی ہے' مجھے کچھ اور ہی سوچنا ہے''۔ وہ اپنا بیگ اٹھا کر کھڑی ہو گئی۔

عدین کے ایکدم سے sms آنے بند ہو گئے تھے۔ اسے یہ بھی بے چینی تھی مصباح کی منگنی کا اسے سب کچھ عدین بتا دے تا کہ وہ بھی پہنچ جائے گی۔ حمدان سے تو اب ڈرنا ہی چھوڑ دیا تھا' اب تو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بات کرتی تھی۔

زویا سے گلے مل کر وہ چلی آئی تھی۔ گاڑی کا رخ حمدان کے گھر کی سمت کر دیا تھا۔ وہ حمدان کو زچ کر کے رہے گی۔ عدین نیچے ہی مل گیا' عدیل کو رخصت کر کے اوپر ہی جا رہا تھا' اریشماء گاڑی لاک کرتی نظر آ گئی۔

''ارے آپ......'' وہ حیران ہوا۔

''ہاں میں' مجھے یہ بتاؤ کیا پرابلم ہے تمہارے بھائی کو؟ مجھے بلانے پر آخر اتنی اکڑ کیوں ہے اس میں''۔ وہ سارے راستے سلگتے ہوئے دماغ کے ساتھ آئی تھی عدین کو دیکھ کر تو پھٹ پڑی۔

''اور جواب کیوں نہیں دے رہے تھے' کتنے میسج کیے' کال کرتی ہوں تو تم کال میری کاٹ دیتے ہو''۔ اسے بہت غصہ آ رہا تھا۔

''عدیل آیا تو میں نیچے ہی آ گیا تھا سیل اوپر ہی رہ گیا''۔ وہ اسے بتانے لگا' اریشماء خاصی بھنائی ہوئی لگ رہی تھی۔

''سوری یار!'' وہ معذرت خواہانہ انداز میں گویا ہوا۔

''کیا تم سوری کر رہے ہو جو کبھی اپنی غلطی نہیں مانتا ہے''۔ اسے حیرانگی کا شدید جھٹکا لگا۔

''اچھا اچھا بس دماغ نہ کھاؤ''۔ وہ جھینپ گیا۔

''تمیز سے بات کیا کرو میں تم سے بڑی ہوں''۔ وہ تیز لہجے میں اپنا رعب اور بڑے پن کا احساس دلانے لگی۔

''آئی بڑی......قد ناپ لو میں ہی بڑا ہوں''۔ وہ مذاق میں اڑانے لگا۔

''میں عمر کی بات کر رہی ہوں''۔

''کون ہے عمر؟ کب سے چکر چل رہا ہے؟''

''عدین! فضول بکواس نہیں کرو''۔ وہ چڑ گئی۔

عدین اسے اوپر سیڑھیوں پر چڑھنے کا اشارہ کرنے لگا وہ دھپ دھپ کر کے چڑھنے لگی۔

''بھائی جان ہیں گھر میں''۔

''میں نہیں ڈرتی''۔ دروازے کے آگے کھڑی ہو گئی۔

عدین نے بیل پر ہاتھ رکھا' دروازہ حمدان نے ہی کھولا' اریشماء پزل سی ہو گئی جبکہ اس کے چہرے پر کچھ ناگواری نظر آئی۔ بلیو ڈریس پینٹ پر نیوی بلیو ٹی شرٹ میں سوبر سا حمدان نگاہ پھیر کے اندر چلا گیا۔

''کیا زیادہ غصہ میں ہیں؟'' سرگوشی میں عدین کو مخاطب کیا۔ مصباح اور امی اسے دیکھ کر خوش ہو گئیں۔ اریشماء کو پھر آکورڈ فیل نہیں ہوا۔ حمدان اپنے روم میں تھا۔

''آنٹی! مصباح کی منگنی پر اگر آپ نے مجھے نہیں بلایا میں آپ سب سے ناراض ہو جاؤں گی''۔

''آہستہ بولئے اندر بھائی جان ہیں وہ سن لیں گے' مجھے پھر ڈانٹ پڑے گی میں نے آپ کو بتا دیا ہے''۔ عدین نے اشارے سے چپ کرایا۔

''بیٹا! تم فکر نہیں کرو' تمہیں ہم کیوں نہیں بلائیں گے' اگلے اتوار کو رسم ہے تم شام سے آ جانا' مصباح کی بہن بن کے سب کرنا ہے تمہیں''۔ امی نے خوش ہو کر اسے دعوت دی۔

''میری شادی پر کیا بن کے سب کریں گی؟'' عدین نے شوخی اور معنی خیزی سے لقمہ دیا۔ امی کی خشمگیں نگاہوں نے اسے لب بھینچنے پر مجبور کر دیا۔ اریشماء اس کی بات کا مطلب سمجھ گئی تھی مگر وہ حمدان کی روکھی طبیعت سے بہت پریشان تھی' پتہ نہیں کب تک وہ اگنور کرتا رہے گا۔

''مصباح کے بعد بھائی جان کی باری ہے''۔

''کیا کوئی لڑکی دیکھ لی ہے؟'' اس نے قدرے توقف کے بعد جھجک کے پوچھا۔

''ہاں دیکھ تو لی ہے مگر بات آگے نہیں بڑھائی ہے''۔ امی نے بھی جھوٹ بولا۔

اریشماء کا چہرہ اتر گیا مگر خود کو نارمل ہی رکھا' اگر ذرا بھی اپنے رویئے سے یہ ظاہر ہو گیا اسے ناگوار گزرا ہے یہ بھی ٹھیک نہیں تھا۔

''امی! کھانا کب لگائیں گی بھوک لگ رہی ہے''۔ حمدان اندر آیا۔

وہ تینوں ہی خاموش ہو گئے مگر حمدان نے پھر بھی سن لیا۔ اریشماء نے حسرت بھری نگاہ اس پر ڈالی' اتنا سوبر اور وجیہہ تھا وہ اس کی سحر انگیز شخصیت میں کھوسی جاتی تھی' مضبوط اور توانا مرد تھا اور خوددار بھی بہت تھا' اسے ایسے ہی شخص کی تلاش تھی۔

''جی ابھی لگاتی ہوں''۔ مصباح فوراً ہی اٹھ گئی۔ عدین اپنا سیل ڈھونڈنے لگا۔ حمدان نے ٹی وی آف کر دیا۔ وہ سنگل صوفے پر بیٹھی تھی' کن انکھیوں سے اسے بھی دیکھ رہی تھی۔ عدین ڈرائنگ روم سے نکل گیا۔

''آپ نے طے کر لیا خود کو تکلیف دیتی رہیں گی''۔ حمدان اسے بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

''تکلیف آپ دے رہے ہیں مجھے میں نہیں''۔ تڑخ کے گویا ہوئی۔

''آ جاؤ بیٹا! کھانا لگ گیا ہے''۔ امی نے اسے پکارا' وہ حمدان کو آگے جواب دینا چاہتی تھی مگر پھر خاموش ہو گئی۔

☆

آنکھیں بند کیے وہ لیٹی تھی مگر بار بار دوپہر کا منظر غصہ دلا رہا تھا۔ شہران کے ہاتھوں کی گرفت ابھی تک اپنے وجود پر محسوس ہو رہی تھی' کتنی بے دردی سے اس کے نازک ہاتھوں کو جکڑا تھا' بازو کو دبوچا تھا۔

''جنگلی' جاہل' بدتمیز''۔ کتنی ہی دفعہ وہ دل ہی دل میں اسے گالیاں دے چکی تھی۔

حرما کو بتانے کا سوچا تھا مگر نہیں' اگر اسے بتایا تو وہ ویسے ہی اتنی مشکل سے گھر میں سیٹ ہوئی ہے پھر وہ سوچے گی برے لوگوں میں پھنس گئی ہے۔ شہران کو سنائے گی' الٹا اس کے گھر میں ہی ہنگامہ ہو گا اور یہ بات پورے محلے کو پتہ چل جائے گی' کتنی سبکی ہو گی' پہلے ہی وہ لوگ کسی کو منہ دکھانے کے نہیں رہے تھے۔

''شہران! تمہیں تو اللہ پوچھے بے حس انسان''۔ دانت پیس کے رہ گئی۔ پھر اس کی دھمکی یاد آئی تو وہ کانپ کے رہ گئی۔ جو شخص سر راہ روک کے بدتمیزی کر سکتا ہے اس سے ہر بات کی اور ہر حرکت کی توقع تھی۔

''اگر ابو کو خبر ہو گئی تو کیا ہو گا......؟'' اس کا دل ڈر کے مارے دھک دھک کرنے لگا۔

پتہ نہیں کیوں شہران نے ان لوگوں سے بیر باندھ لیا تھا' ہر وقت اسکے ابو کو برے برے الفاظ سے پکارتا تھا' اس کے ابو ایک اصول پسند انسان تھے اور بہت سخت گیر بھی تھے' بچپن سے گھر میں روک ٹوک اور پابندیاں ہی لیل ماہ نے اپنے گھر میں دیکھی تھیں۔

پہلے وہ شہران کو پسند کرتی تھی مگر جب سے شہران کی حرکتیں سامنے آئی تھیں لیل ماہ کا دل خراب ہو گیا تھا۔

''تم اتنے کمینے انسان ہو گے شہران احمد! یہ مجھے اندازہ نہیں تھا اجڈ' جنگلی' جاہل''۔ وہ دانت پیس کے دل ہی دل میں اسے گالیاں دے رہی تھی۔ اب تو اس کے گھر جاتے ہوئے بھی ڈر لگ رہا تھا۔ آوارہ انسان سے کچھ بعید نہیں سب کے سامنے کوئی بھی حرکت کر دے۔

آنکھیں اس کی بھاری ہونے لگی تھیں' ملال' دکھ' رنگ سب ہی اسے تھا' اس کی بہن کے ساتھ بہت غلط ہوا ہے' وہ

بیچاری بے خبری میں ماری گئی ہے۔

''ابو! کاش کچھ تو صفائی میں سنتے' اتنے غصے میں تھے کہ آپ نے کچھ نہیں سنا''۔

حماد کا جانے کون سا دوست تھا جس نے یہ فضول بکواس کی تھی' وہ تو شہران پر ہی شک کر رہی تھی جو کچھ بھی کیا ہے یہ اسی کی حرکت ہوگی' اسے ہی سب خبر بھی تھی' مگر اسے کیسے خبر تھی؟ ذیشان احمد نے کسی کو کب بتایا ہوگا اور پھر نہ اس کی کوئی ایسی بات ظاہر کر رہی تھی کہ حرا میں اور اس میں کچھ بات ہے؟ لیل ماہ سر تھام کے رہ گئی' الجھ کے رہ گئی تھی' کس نے یہ بکواس کی ہے؟

''میں بھی پتہ لگا کے رہوں گی''۔ دعا اس کے برابر میں لیٹی سو رہی تھی۔

بازو میں تکلیف ہو رہی تھی اتنی زور سے اس کا بازو جکڑا تھا لال نشان پڑ گئے تھے۔

''شہران احمد! تمہیں اللہ سمجھے''۔ آستین اوپر کر کے وہ بازو سہلانے لگی۔

''آپی پتہ نہیں کیسے رہتی ہوں گی؟ یہ بدتمیز شخص یقیناً ان سے بھی بدتمیزی کرتا ہوگا''۔ پہلے تو وہ چلی بھی جاتی تھی مگر اب تو جاتے ہوئے ڈر لگ رہا تھا' وہ سوچے جا رہی تھی۔

''اونہہ...... میں کیوں ڈروں' یہ تو پھر مجھے اور ڈرائے گا' میں بھی اس شخص کو زچ کر کے رہوں گی' سمجھتا کیا ہے خود کو' اپنی مرضی سے سب کو اپنی مرضی پر چلائے گا یہ تو میں بتاؤں گی شہران احمد تمہیں بہت شوق ہے ہیرو بننے کا''۔ اس نے دل میں جتنا اسے برا بھلا کہنا تھا کہہ دیا مگر دوپہر کی اس کی حرکت اس کے تن بدن میں آگ لگا رہی تھی۔

اٹھ کر لائٹ آف کی' پردے برابر کیے اور لیٹ گئی' مگر یہ کیا لائٹ چلی گئی۔ وہ کوفت سے چلتے ہوئے پنکھے کو دیکھنے لگی جو رک گیا تھا۔

''اللہ سمجھے تمہیں kesc والو''۔ وہ بڑبڑائی۔ دعا بھی فوراً اٹھ کے بیٹھ گئی۔

''پھپھو! کیا لائٹ گئی؟''

''ہاں ابھی گئی ہے''۔ لیل ماہ نے اٹھ کر پھر پردے ہٹائے' دعا بھی اٹھ کے روم سے باہر چلی گئی کیونکہ اسے بہت ہی گرمی لگتی تھی۔

☆

وہ آ نہیں رہی تھی عدین نے اتنے میسج کیے پھر کال کی' امی نے بات کی جب کہیں آنے کو تیار ہوئی' اسے صرف حمدان کی رُکھائی اور بے مروتی پر دکھ ہو رہا تھا' ذرا بھی مروت نہیں برت رہا تھا۔

اسکائی بلیو آٹھ کلیوں کی فراک اور اس پر پرنٹڈ بنارسی شیفون کا ٹراؤزر' لائٹ لائٹ سے میک اپ میں نازک موہنی سی گڑیا لگ رہی تھی۔

اریشماء کی نگاہوں نے حمدان کو تلاشا جو کبھی کچن میں تو کبھی باہر آتا جاتا نظر آ رہا تھا۔ سی گرین جارجٹ کا ایمبرائیڈری کا قمیض دوپٹہ اور فان کلر کا ٹراؤزر میچنگ سینڈل اور جیولری' لائٹ میک اپ میں خاصی پرکشش اور منفرد نظر آ رہی تھی۔

مغرب کے بعد مصباح کے سسرال والے بھی آ گئے۔ فراز کی ماں اور بڑی بہن فائزہ اور دو اور خواتین بھی آئی تھیں۔ ان سب کو ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا گیا تھا۔

''آج بہت پیاری لگ رہی ہو''۔ اریشماء نے اس کے کان میں مسکرا کے کہا۔

''آپ تو سب سے زیادہ پیاری لگ رہی ہیں''۔ مصباح نے جھینپ کے اس کی بھی کھلے دل سے تعریف کی۔

''تمہارے بھائی کو فرصت ہی نہیں ذرا بھی مجھے دیکھنے کی''۔ اریشماء نے جل کے سوچا' نگاہیں بار بار باہر بھٹک رہی تھیں۔

''وہ لوگ آ گئے ہیں' کچھ دیر میں رسم کے لئے ڈرائنگ روم میں لے آنا''۔ امی اسے ہدایت دے کر چلی گئی تھیں۔

''مجھے تو گھبراہٹ ہو رہی ہے''۔ مصباح کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ پھر سب کے سامنے جانے کا سوچ کر ڈھیروں شرم آ رہی تھی۔

''اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے وہ صرف تمہیں مٹھائی کھلائیں گے' کھا لینا''۔ اریشماء نے اس کی گھبراہٹ کو کم کرنے کے لئے کہا۔

''بہت آسان ہے ناں' آپ کا ٹائم آئے گا تو جب پتہ لگے گا''۔ مصباح نے اپنا آنچل اور آگے تک کر لیا۔ وہ مسکرانے لگی۔ چوکھٹ پر کھڑے حمدان نے سب سنا تھا' اریشماء کے مسکراتے چہرے کو بھی دلچسپ نگاہوں سے دیکھا' وہ اتنی دلکش تھی ذرا سا سج سنور جاتی تو اس کا حسن دو آتشہ ہو جاتا تھا۔

''وہ وقت آئے تو' مجھے بھی انتظار ہے''۔

''اوہو بڑا شوق ہے شادی کا''۔ اس نے معنی خیزی سے چھیڑا۔

''جی نہیں اب ایسی بھی بات نہیں ہے''۔ جھینپ کے برا مان گئی۔

''آپ کو برا لگا''۔

حمدان تو اریشماء کے حسن میں اتنا محو تھا اسی وقت اریشماء کی نگاہ اٹھی شاید حمدان کی نگاہوں کی تپش تھی' وہ سٹپٹایا اور وہاں سے گزر گیا۔ اریشماء کے لب مسکرا اٹھے' آج حمدان نے اسے اتنی توجہ سے دیکھا دل مسرور سا ہو گیا۔

''سوری''۔

''ارے مصباح! اب میں اتنا بھی برا نہیں مانی''۔ اس نے پہلو بدلا۔ حمدان کو وہ سوچ رہی تھی' کچھ لمحوں پہلے اس کی چوری پکڑ لی تھی۔

''اریشماء! مصباح کو لے آؤ وہ لوگ رسم کے لئے بلا رہے ہیں' شہر کے حالات کچھ خراب ہو رہے ہیں انہیں جلدی جانا ہے''۔ امی پریشان سی اندر آئی تھیں۔

پہلے مصباح کو رسم کے لئے ڈرائنگ روم میں چھوڑ آئی اور خود روم میں آ کر ممی کو کال کرنے لگی' ایک تو یہاں سگنل بھی نہیں آ رہے تھے' وہ پریشان سی اِدھر اُدھر گھوم کر سگنل کا تعین کرنے لگی۔

سارے مہمان ڈرائنگ روم میں جمع تھے' رونق لگی ہوئی تھی' اس نے نگاہ اٹھائی عدین اندر آیا تو اریشماء کا پریشان چہرہ نظر آیا۔

''کیا ہوا؟'' استفہامیہ انداز میں پوچھا۔

''ممی اور ڈیڈی کو کال ملا رہی تھی! اِدھر سگنل ہی نہیں آ رہے ہیں''۔ سیل کو دوسرے ہاتھ میں دبایا۔

''آپ اِدھر آ کر کریں''۔ ساتھ والے روم کا دروازہ کھولا' حمدان کا روم تھا۔

''اِدھر گیلری بھی ہے یہاں ٹھیک سگنل آتے ہیں' میں بھی یہیں کھڑے ہو کر کال کرتا ہوں''۔ حمدان کے روم کے اندر ہی ساتھ گیلری تھی' اریشماء نے صاف ستھرے قرینے سے ڈیکوریٹ کیے روم کا تفصیلی جائزہ لیا۔ عدین چلا گیا

تھا وہ پھر گرل کے پاس آ کر کال کرنے لگی۔

''شکر ہے ممی! آپ کا نمبر ملا تو''۔ اس نے ممی کی آواز سن کر تشکر بھرا سانس لیا۔

''میں بھی کب سے تمہیں کال کر رہی تھی تمہارا نمبر بزی جا رہا تھا''۔

''یہاں نیٹ ورک کا مسئلہ ہے آپ بتایئے اُدھر کے حالات کیسے ہیں؟'' وہ پوچھنے لگی۔

''ادھر ڈیفنس کلفٹن کے تو ٹھیک ہیں مگر ٹاور کے سائیڈ پر فائرنگ ہے اور ہاں تم آنا مت' آج وہیں رک جاؤ''۔

''ممی! میں آ جاؤں گی آپ پریشان نہیں ہوں''۔ وہ انہیں تسلی دینے لگی۔

''میں خود کہہ رہی ہوں وہیں رکو آج''۔ انہوں نے حکمیہ انداز میں ڈانٹ کے کہا۔

''جی او کے''۔ اُسی وقت روم میں حمدان کی انٹری ہوئی' وہ گھبرا گئی' ممی کو جلدی سے اللہ حافظ کہا اور سیل بند کر دیا۔

''وہ میں کال کرنے آئی تھی یہاں سگنل نہیں آ رہے تھے عدین نے کہا یہاں پر کلیئر آتے ہیں''۔ نگاہ شرمندگی سے جھکا لی اور سائیڈ سے نکلنے لگی۔

''ہاں یہاں اکثر ہو جاتا ہے نیٹ ورک پرابلم''۔ وہ اس کی شرمندگی ختم کرنے کے لئے گویا ہوا۔

''آپ کے ڈیڈی کی کال آئی تھی شہر کے حالات ٹھیک نہیں ہیں' آج آپ یہیں رک جایئے گا''۔ وہ سپاٹ سے لہجے میں اسے بتانے لگا۔ اریشماء نے چونک کر سنا مگر وہ اس پر نگاہ ڈالے بغیر روم سے نکل گیا' اریشماء کو یہاں رکنا عجیب بھی لگ رہا تھا مگر مجبوری تھی۔

''یہ کیا آپ کی ہونے والی بہو تو نہیں ہے''۔ مصباح کی نند نے مسکرا کے معنی خیزی سے اریشماء کو دیکھ کر امی سے پوچھا' وہ تو گڑبڑا گئی مگر خود کو نارمل کیا۔

''نہیں میری بھتیجی ہے''۔ امی نے اریشماء کو ساتھ لگایا۔

''رشتے تو آسمان پر بنتے ہیں' ابھی حمدان کے بارے میں سوچا نہیں ہے کیونکہ گھر کی ذمہ داریاں بہت ہیں''۔ انہوں نے مصباح کی نند کو بتایا۔

اریشماء' مصباح کو لے کر روم میں چلی آئی۔ دل آج اس کا حمدان کے نام پر دھڑک کے جا رہا تھا' اس کا یوں دیکھنا پھر رک کر بات کرنا' جانے کیوں اتنی سی خوشی بھی اسے سرشار کرنے لگی۔

مہمان دس بجے چلے گئے تھے' پورا گھر پھیل گیا تھا' مصباح تو فوراً ہی صفائی میں لگ گئی اریشماء نے بھی ساتھ دینا چاہا۔

''آپ بیٹھیے آرام سے''۔ مصباح نے روکا۔

''امی! چائے تو بنوایئے''۔ حمدان نائٹ سوٹ میں روم سے باہر آیا۔

''چائے...... ایسا کریں اریشماء بنا لے گی' کیوں بنانی آتی ہے ناں؟'' مصباح نے پوچھا۔

''آں ہاں......'' گڑبڑا کے اثبات میں سر ہلایا۔

''رہنے دو میں خود بنا لوں گا''۔ وہ کچن میں چلا گیا۔

''تمہارے بھائی کو تو ہر وقت غصہ آتا رہتا ہے''۔ اریشماء سرگوشی میں بڑبڑائی' مصباح مسکرانے لگی۔

حمدان چائے بنا رہا تھا' اریشماء کو اس وقت پیاس بھی محسوس ہوئی' کولر کچن میں کاؤنٹر پر رکھا تھا وہ جھجکتی ہوئی اسکی موجودگی میں اندر آئی' حمدان نے اچٹتی نگاہ ڈالی اسی وقت لائٹ چلی گئی اریشماء جہاں تھی وہیں رک گئی۔

''اُف یہ لائٹ بھی ابھی جانی تھی' ساری صفائی پڑی ہے''۔ مصباح نے دہائی دی۔

''ارے عدین کہاں ہے؟ ایمرجنسی لائٹ بھی آن نہیں ہوئی آج تو''۔ امی بھی پریشان ہو گئیں۔

اریشماء کا سانس رکا ہوا تھا' کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ حمدان نے اندازے سے سائیڈ پر ہاتھ مارا چولہے کی لو واضح تھی' اریشماء روشنی کے ہیولے میں نکلنے لگی تو حمدان سے ٹکرا گئی' حمدان کا شانہ اس کی ناک کو سلامی دے گیا' اتنی زوردار ٹکر تھی وہ چیخی۔

''ارے کیا ہوا؟'' امی بھی گھبرا گئیں۔

حمدان حواس باختہ ہو گیا' عدین اسی وقت ایمرجنسی لائٹ آن کر چکا تھا' اریشماء کی ناک کے اندر سے خون نکل رہا تھا۔

''اوہ مائی گاڈ یہ کیا ہو گیا؟'' وہ گڑبڑایا۔

امی اسے ڈرائنگ روم میں لے گئیں' اریشماء کی نکسیر پھوٹ گئی تھی۔ روئی پانی سب ہی مصباح دوڑ کے لائی' حمدان اس کے بالکل سامنے بیٹھا تھا۔

''لیٹ جائیں''۔ صوفے پر کشن رکھا۔

''اتنی زور سے لگا کیا؟'' امی کو تشویش بھی ہوئی۔

''کچھ نہیں آنٹی! حمدان کا شولڈر لگ گیا''۔ وہ روئی سے ناک صاف کرنے لگی۔

''ڈاکٹر کے لے جاؤ حمدان! مجھے تو فکر ہو رہی ہے''۔

''ارے آنٹی! ٹھیک ہو جائے گا''۔ اریشماء نے روکا۔ حمدان پُرتشویش انداز میں اٹھا۔

''اٹھئے''۔ لہجے میں فکر بھی تھی۔

''اتنی رات کو ڈاکٹر کب ملے گا؟''

''ہوسپٹل تو ہے ناں''۔ وہ کی رنگ دیکھنے لگا۔

''آپ کی گاڑی کی چابی کہاں ہے؟''

''اس وقت میں بالکل نہیں جاؤں گی' شہر کے حالات خراب ہیں''۔ اریشماء کو ضد ہو گئی کیونکہ اس دن بھی تو اس کے پاؤں میں موچ آئی تھی وہ کب ہوسپٹل لے کر گیا تھا بلکہ اسے گھر چھوڑ کے چلا گیا تھا۔

''یہاں کے خراب نہیں ہیں''۔ وہ بھی اپنے نام کا ایک ضدی آدمی تھا اس کی سنی ہی نہیں۔

امی ساتھ ہی گئی تھیں' عدین کو گھر پر ہی رکنے کو کہا تھا۔

ایمرجنسی میں ڈاکٹر مل گئے تھے' کوئی خطرے کی بات نہیں تھی' دوائیاں لکھ کر دی تھیں۔

گھر آ کر امی نے تو اس کا اتنا خیال رکھا' اپنے روم میں ہی بیڈ پر لٹائے رکھا۔ حمدان کو بھی اس کی فکر ہو گئی تھی کیونکہ وہ یہاں مہمان تھی پھر اس کے ممی ڈیڈی اسے دیکھ کر تو پریشان ہو سکتے تھے' وہ کمرے سے باہر ٹہل رہا تھا۔

''تم سو جاؤ جا کر''۔ امی اس کی پریشانی بھانپ گئی تھیں۔

اریشماء کی شاید آنکھ لگ گئی تھی' وہ ایک نظر دیکھ کر سونے چلا گیا۔

''عدین بیٹا! دروازہ چیک کر دو پتہ نہیں لاک کیا یا نہیں''۔ امی نے اسے ہدایت کی' وہ بھی سونے کی تیاری کر رہا تھا' ڈرائنگ روم میں نیچے کارپٹ پر وہ بستر بچھا کے سوتا تھا۔

(جاری ہے)

☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
شازیہ مصطفیٰ عمران
قسط نمبر 12
سلسلے وار ناول
کبھی عشق ہو تو پتہ چلے
www.paksociety.com
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM

”بھابی! یہ ناممکن ہے‘ شہران بھائی تو طوفان مچادیں گے“۔ شیبا تو ڈرنے لگی۔
”دیکھتی ہوں میں بھی کیسا طوفان مچاتا ہے یہ لڑکا“۔ حرما کو شیبا کو کالج میں ایڈمیشن دلوانا تھا‘ وہ میٹرک کر کے گھر میں بیٹھی ہوئی تھی یہ بھی شہران کی وجہ سے‘ میٹرک سے آگے اس نے پڑھنے ہی نہیں دیا تھا۔
”بھابی! آپ نہیں جانتی ہیں وہ آپ سے بھی پھر بدتمیزی کریں گے‘ یہ مجھے اچھا نہیں لگے گا“۔
”کرتا ہے کرنے دو‘ میں بھی اسی کی بھابی ہوں دیکھوں گی کیا کرتا ہے‘ تم اپنے سارے ڈاکومنٹس نکالو کیونکہ ایڈمیشن فارم آگئے ہوں گے‘ ہم کالج جا کر پتہ کرلیتے ہیں‘ کالج کون سا دور ہے‘ سرسید کالج اور گورنمنٹ کالج کوئی مسئلہ بھی نہیں ہے دونوں گھر کے قریب ہیں“۔ حرما اسے سمجھانے لگی تاکہ وہ ریلیکس ہوجائے۔
حرما اپنے روم میں چلی گئی۔ ذیشان سے تو اس نے ذکر کر ہی دیا تھا اسے شیبا کی پڑھائی پر کوئی اعتراض نہیں تھا‘ شہران کا ہی کہا تھا وہ ایڈمیشن لینے نہیں دے گا۔
”ارے بیٹا! کیا تم جھمیلوں میں پڑ رہی ہو‘ پڑھائی وڑھائی کر کے یہ کیا کرے گی‘ سال دو سال میں اس کی شادی ہی کردینی ہے کوئی اچھا رشتہ مل جائے تو“۔ حمیرا نے بھی اسے منع کیا کیونکہ شہران کا غصہ وہ جانتی تھیں کتنا بدلحاظ اور بدتمیز ہوجاتا تھا اور حرما سے بدتمیزی کرے یہ انہیں بالکل گوارا نہیں تھا۔
”امی! آپ شہران کی فکر نہیں کریں اسے فیس میں کرلوں گی اور ہماری شیبا ابھی اتنی بڑی نہیں ہے کہ اس کی آپ اتنی جلدی شادی کردیں‘ اسے پڑھائی کرنے دیں پھر ہی اس کی شادی کا ہم سوچیں گے“۔ حرما نے انہیں بھی تسلی دی۔
”حرما! میری بچی وہ شہران غصہ کرے گا“۔
”آپ اس کی فکر نہیں کریں اس کا غصہ میں جانتی ہوں سب ٹھیک کردوں گی اس کا غصہ وغیرہ‘ میں ہوں ناں آپ کیوں ڈرتی ہیں“۔ اس نے حمیرا بیگم کے ہاتھوں کو دبایا۔ وہ کتنی فکرمند اور رنجور سی بیٹھی تھیں‘ سب سے زیادہ انہیں شہران کی ہی فکر تھی جو گھر میں آئے دن ہنگامے کرتا رہتا تھا۔
”اچھا دیکھ لو تم“۔ وہ خاموش ہوگئیں۔
”یہ بسمہ ابھی تک ٹیوشن سے نہیں آئی“۔ حرما نے کلاک پر نگاہ ڈالی سات بج رہے تھے‘ پانچ بجے وہ ٹیوشن جاتی تھی۔
”لگ گئی ہوگی حنا کے ساتھ کیونکہ وہ بہت لگاتی ہے بسمہ کو“۔ حمیرا بیگم نے بتایا۔
”ہوں“۔ حرما سر ہلا کے کچن میں چلی گئی۔ اب تو کچن کی ذمہ داری بھی اس نے اٹھالی تھی‘ شیبا کو آج کل پڑھائی کی طرف لگایا ہوا تھا۔ لیل ماہ کو کئی دن سے وہ بلوا رہی تھی وہ بھی نہیں آرہی تھی‘ اسے اپنے گھر کی بھی فکر تھی‘ ذیشان سے کئی دفعہ ذکر کرچکی تھی۔ ذیشان یونیورسٹی ختم ہونے کے بعد کہیں لیکچرار کے لئے درخواستیں دے چکا تھا‘ اسی کی بھاگ دوڑ میں صبح سے نکل جاتا تھا‘ اس کا بھی لیل ماہ سے ملنا نہیں ہورہا تھا‘ شہران سے بھی کہا تھا اگر اسے وہ نظر آئے تو کہہ دینا بلایا ہے۔
رات کا کھانا وغیرہ وہ خود بنانے لگی تھی۔ محمد احمد کو وہ سب سے پہلے کھانے وغیرہ کا پوچھتی تھی‘ وہ چاہے جیسے بھی تھے اس گھر کے سربراہ تھے اور وہ انہیں وہی عزت دیتی تھی۔
ذیشان رات دس بجے تھکا ہارا گھر پہنچا تھا‘ حرما نے اس کے چہرے سے اندازہ لگالیا تھا وہ بہت تھکا ہوا ہے۔
”کیا بات ہے آج آپ پورا دن گھر نہیں آئے“۔ حرما کا لہجہ تشویش بھرا اور شاکی تھا۔
ذیشان نے چونک کر اس کے لہجے پر غور کیا‘ انداز بالکل بیویوں والا تھا فکرمند اور پریشان۔

”ہاں...... وہ بس کچھ دوستوں کی طرف نکل گیا تھا“۔ رسٹ واچ اتار کے سائیڈ ٹیبل پر رکھی‘ شرٹ کے اوپری دو بٹن کھولے‘ پینٹ سے شرٹ باہر کی اور بیڈ پر دراز ہوگیا۔
”امی بہت فکرمند ہورہی تھیں“۔ حرما کی نگاہ نیچی تھی۔
”اور تم کتنی ہورہی تھیں؟“ شوخی اور معنی خیزی انداز میں چھلک رہی تھی۔
”جی میں بھی ہورہی تھی فکرمند“۔ گڑبڑائی۔
”کیوں؟“ برجستہ سوال کر بیٹھا۔
”اس لئے کہ میں آپ کی بیوی ہوں اور مجھے ہونا بھی چاہیے فکرمند“۔ اسے ذیشان کے سوال پر کچھ ناگواری بھی ہوئی۔ وہ سیدھا لیٹا ہوا پنکھے کو دیکھ رہا تھا۔
”بیوی ہو تو اس لئے فکرمند تھیں ورنہ نہیں ہوتیں“۔
”پلیز آپ کو اگر لڑائی کرنی ہے تو ایسے ہی کہہ دیں‘ طنز کیوں کررہے ہیں“۔ حرما کو کھسیاہٹ ہوئی۔
”ابھی ہماری دوستی ہوئی کب ہے جو نوبت لڑائی کی آئے“۔ وہ بڑے لاپرواہ انداز میں گویا تھا۔
حرما کو ذیشان کا ایسا رویہ اور باتیں کوفت میں مبتلا کرنے لگیں حالانکہ وہ کبھی بھی اس سے طنزیہ لہجے میں بات نہیں کرتا تھا۔
”آپ کی ان باتوں کا کیا مطلب ہے؟“
”مطلب واضح ہے تم اس گھر میں بہو بن کے آئی ہو‘ اپنے فرائض نبھا رہی ہو‘ چاہے دل سے نہیں مگر تمہیں یہ سب قبول کرنا پڑ گیا ہے“۔ کتنا تلخ اور روکھا ہورہا تھا جبکہ اس کی شخصیت میں ترشی تک نہیں تھی۔
”لگتا ہے باہر کسی سے جھگڑا ہوا ہے“۔ حرما نے اس کے چہرے کے تاثرات جانچنے کی کوشش کی۔ وہ سمجھ تو گئی تھی کب سے وہ جاب کے چکر میں مارا مارا پھر رہا ہے ابھی تک کہیں سے رسپانس نہیں ملا تھا۔
”میں جھگڑے نہیں کرتا کسی سے“۔ جھٹ گویا ہوا۔
”آپ فریش ہوجائیں میں آپ کے لئے کھانا لے کر آتی ہوں“۔ وہ اٹھنے لگی۔
اس کے کپڑے نکال کے بیڈ پر ڈالے اور نکل گئی۔ ذیشان جب باتھ لے کر فریش ہوا وہ ٹرے اٹھائے اندر آگئی۔
”میں باہر ہی آ کر کھانا کھاؤں گا کمرے میں نہیں“۔ اس نے اشارے سے روکا۔ حرما خفیف ہو کر رک گئی۔ ایزی سے اسکائی بلیو قمیض شلوار میں ملبوس سوبر سا ذیشان حرما کو بہت اچھا لگا۔
”کیا ہوا‘ اتنے غور سے کیا دیکھ رہی ہو؟“
”جی کچھ نہیں“۔ وہ جھینپ گئی۔ ٹرے لے کر روم سے نکل گئی۔ حرما کو شرمندگی بھی ہوئی وہ کیوں اتنی غور سے اسے دیکھ رہی تھی‘ وہ کیا سوچے گا۔ ٹرے تخت پر رکھ کر وہ شیبا اور بسمہ کے روم میں چلی گئی تھی‘ بسمہ تو سوگئی تھی شیبا لیٹی ہوئی تھی۔
حرما کو وہ ایکدم سے اور زیادہ پیارا لگنے لگا تھا‘ آج اس کی اتنی تلخ اور طنزیہ باتیں بھی بری نہیں لگی تھیں۔
”حرما! ذیشان کے لئے چائے بنا دینا‘ میں لیٹنے جارہی ہوں میرے سر میں بہت درد ہورہا ہے“۔
”جی اچھا“۔ حمیرا بیگم کی آواز پر فوراً ہی کھڑی ہوگئی۔
کچن میں آ کر اس کے لئے چائے بنانے لگی‘ شہران بھی آگیا۔ دیگچی کا ڈھکن ہٹا کے دیکھنے لگا وہ بھی ابھی

گھر لوٹا تھا۔

''کھانا کھاؤ گے میں گرم کر دیتی ہوں''۔ حرما کو اس پر کبھی کبھی بہت غصہ آتا تھا۔

''میں خود نکال لوں گا''۔ اکھڑ پن سے جواب دیا۔

''سیدھی طرح باہر نکل جاؤ' ہر وقت تمہارا رعب مجھ پر نہیں چل سکتا' نکلو باہر''۔ اس نے کڑے تیوروں کے ساتھ شہران کو جھڑک ہی دیا۔ وہ دانت پیس کے نکل گیا' اس نے کھانا بھی گرم کیا اور چائے بھی بنائی۔

''پانچ ہزار روپے کی مجھے ضرورت ہے صبح جانے سے پہلے مجھے دے جانا''۔ ٹرے اس کے سامنے ٹیبل پر رکھی جو ٹی وی آن کر کے بیٹھا تھا۔ شہران نے ناسمجھی کی کیفیت میں حیرانگی سے حرما کو دیکھا' اس کی سماعتوں نے کیا سنا تھا۔

''حیران نہیں ہو مجھے ضرورت ہے' تمہارے بھائی جان کی جاب لگ جائے گی تو واپس کر دوں گی''۔ یہ کہہ کر وہ رکی نہیں چلی گئی۔

شہران تو بھنا کے رہ گیا۔ آخر اسے اتنے پیسوں کی ضرورت کیوں پڑی اور کتنے رعب اور تحکم زدہ لہجے میں اس سے مخاطب ہوتی ہے۔ منہ ہی منہ میں بڑبڑا کے رہ گیا' بھوک بہت لگی تھی اس لئے کھانے سے منہ نہیں موڑا۔

☆

دو دن تو وہ آفس نہیں آئی تھی۔ حمدان موبائل پر روز اس کی خیریت پوچھتا رہا۔ آج بھی آفس نہیں آسکی کیونکہ زویا نے خوبصورت سے گول مٹول بیٹے کو جنم دیا تھا۔ وہ اسے دیکھنے گھر چلی گئی تھی جبکہ شہر کے حالات بھی ٹھیک نہیں تھے۔ پورا ٹریفک بلاک تھا گاڑی ایک جگہ آکر رک گئی تھی۔ اریشماء کے گھبراہٹ کی وجہ سے پسینے چھوٹ گئے تھے۔

حمدان کو کال کی' شکر ہے اس نے فوراً ہی ریسیو کر لی تھی۔

''میں آفس آرہی تھی پورا روڈ بلاک ہے' میں درمیان میں پھنسی ہوئی ہوں''۔ دل تو اس کا بہت چھوٹا تھا جبکہ بنتی بہت نڈر تھی مگر آج دوسری دفعہ وہ ایسے حالات میں پھنس گئی تھی۔

''آپ اس وقت کون سی جگہ پر ہیں؟'' حمدان بھی فکرمند ہو گیا۔

''شارع فیصل کے پاس جو برج ہے وہاں سے پورا روڈ بلاک ہے اور میں بینک کے پاس ہوں''۔ اس نے اطراف میں نگاہ دوڑا کے ساری تفصیل بتائی۔

''آپ ایسا کریں گاڑی سائیڈ پر ہی کہیں پارک کریں' میں آتا ہوں''۔ حمدان نے گویا اس کی مشکل آسان کی۔ اریشماء پر تو شادی مرگ طاری ہو گیا' حمدان اور اتنا نرم اور خیال کب سے کرنے لگا؟ موبائل آف کر کے وہ گاڑی کو نکالنے کے لئے جگہ تلاش کرنے لگی' مگر گاڑیوں کا ایک اژدھام تھا جو چیونٹی کی رفتار سے آگے سرک رہی تھیں۔ شہر کے حالات سدھرنے میں ہی نہیں آرہے تھے۔ ممی تو اسے باہر نکلنے ہی نہیں دیتی تھیں۔ آج بھی ضد کر کے نکلی تھی۔ زویا کا بیٹا بھی ایک ہفتے کا ہو گیا وہ ناراض ہونے لگی تھی اسی لئے ملنے اور دیکھنے چلی گئی تھی' واپسی میں وہ پھنس گئی تھی۔

موبائل پھر اس کا بیپ دینے لگا' اتنی کوفت ہو رہی تھی۔

''آپ کہاں ہیں؟'' حمدان کی جھنجھلائی ہوئی آواز آئی۔

''میں سائیڈ پر بینک کی طرف''۔ اریشماء نے بھی کان سے موبائل لگائے حمدان کو ڈھونڈنے کے لئے نگاہ دوڑائی۔

کال کٹ ہو گئی' اریشماء پریشان ہو گئی' اسی وقت حمدان سامنے نظر آیا۔ اریشماء نے ہارن دیا اس کی نگاہ پڑ گئی' گاڑیوں کے ہجوم کے درمیان سے وہ چلتا ہوا اُس تک پہنچا تھا' بمشکل ڈرائیونگ ڈور کھلا وہ لاک کر کے نکلی تھی۔

''ادھر گاڑی ایسے ہی چھوڑنا پڑے گی کیونکہ آگے کوئی ایکسیڈنٹ ہوا ہے''۔ حمدان نے اسے بتایا۔

اریشماء اس کی ہمراہی میں فٹ پاتھ عبور کر کے اس کی بائیک تک آگئی۔

''آپ کے ڈیڈی بہت پریشان ہو رہے تھے جب ہی میں نے آپ کو کال کی تھی''۔ وہ بائیک اسٹارٹ کر چکا تھا' اریشماء ہچکچانے لگی آج دوسری دفعہ اسے بیٹھنا تھا۔

''پلیز بیٹھ جائیے آفس کے باہر ہی آپ کو اتار دوں گا''۔ وہ سمجھ گیا وہ بائیک پر بیٹھنے سے جھجک رہی ہے۔

''دیکھئے مجبوری میں تو بیٹھنا پڑے گا کیونکہ بائیک واحد سواری ہے جو چھوٹی جگہوں سے بھی نکل جائے گی''۔ وہ آگے ہو کر بیٹھ گیا تھا۔

اپنے لائٹ پرپل کاٹن کے کپڑوں کو سمیٹ کر دوپٹہ اچھی طرح اوڑھ کے بیٹھ گئی۔ حمدان کا شانہ پکڑے بغیر بیٹھنا مشکل تھا' حمدان بڑی سنبھل کے بائیک چلا رہا تھا' آگے تک گاڑیوں کی قطار تھی' وہ چھوٹی چھوٹی جگہوں سے بائیک نکال رہا تھا۔ حمدان کو ڈر بھی لگ رہا تھا وہ کہیں گر نہ جائے' ایک تو اسے عادت بھی نہیں تھی بائیک پر بیٹھنے کی۔

آج وہ پھر اس کے اتنے قریب تھی دل کی دھک دھک حمدان بھی بخوبی محسوس کر رہا تھا' اگر وہ اس کے باس کی بیٹی نہیں ہوتی تو شاید وہ اس کے متعلق سوچنے بھی لگتا مگر وہ اسے اگنور ہی کر رہا تھا۔

''کہاں گئے تھے تم لوگ؟'' تیمور نے ان دونوں کو دیکھ لیا تھا۔ اریشماء تو جھینپ گئی جبکہ حمدان کچھ گڑبڑا گیا۔ تیمور کی تنقیدی اور فہمائشی نگاہوں نے دونوں کا جائزہ لیا۔

''تم سے مطلب''۔ اریشماء نے سارا اعتماد بحال کر کے اسے تڑخ کے جواب دیا۔

حمدان بائیک پارک کر کے اندر چلا گیا۔ وہ تیمور کے منہ لگ کے کوئی ہنگامہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''تم اس دو کوڑی کے ملازم کے ساتھ بائیک پر تھیں' تمہیں شرم نہیں آئی''۔ لہجے میں حقارت اور نفرت تھی۔

''جسٹ شٹ اپ''۔

''اگر کہیں تم دونوں گھومنے گئے تھے اس میں اتنا غصہ ہونے کی کیا بات ہے''۔ تیمور جتنی بری گفتگو کر سکتا تھا وہ کر رہا تھا۔ اریشماء نے مٹھیاں بھینچ لیں' دل کر رہا تھا تیمور کے رخسار پر طمانچہ جڑ دے۔

وہ اس کے منہ لگے بغیر اندر لفٹ کی سمت بڑھ گئی' آفس میں روحیل سکندر اسی کا انتظار کر رہے تھے۔

''بیٹا! آپ بتا کر تو جایا کرو کتنا میں پریشان تھا''۔ روحیل سکندر نے اسے دیکھ کر تشکر بھرا سانس لیا۔

''ڈیڈی! میں جب زویا کے گھر گئی تھی سب کچھ صاف تھا' یہ تو واپسی میں اتنا ٹریفک ہو گیا''۔ چیئر پر بیٹھی۔

''حمدان نے ہی تمہیں کال کی' بھلا ہو اس لڑکے کا وہ تمہیں جا کر لے بھی آیا ورنہ تم تو وہاں پھنسی ہی رہتیں''۔

''ڈیڈی! گاڑی کہیں پھر غائب نہ ہو جائے''۔ اسے گاڑی کی فکر ہوئی' پہلے ہی ایک گاڑی چوری ہو چکی تھی جو آج تک نہیں ملی تھی۔

''گاڑی سے زیادہ مجھے تمہاری فکر تھی' گاڑی کو چھوڑو قسمت میں ہو گی تو مل جائے گی''۔ انہوں نے اریشماء کو تسلی دی۔

حمدان بڑی عجلت میں تھا' مصروف تو وہ ہر وقت ہی رہتا تھا۔

''سر! میں اب چلتا ہوں''۔ وہ اجازت لینے آیا۔

''تایا ابو! اریشماء سے پوچھا یہ کہاں گھومنے گئی تھی''۔ تیمور دونوں کو مشکوک نظروں سے دیکھنے لگا۔

''ہاں وہ حمدان' اریشماء کو لینے گیا تھا روڈ بلاک تھا''۔ روحیل سکندر نے اتنے اطمینان سے جواب دیا کہ وہ لاجواب ہی ہو گیا۔

حمدان اور اریشماء کے لب مسکرانے لگے' تیمور زچ ہو گیا۔ جواب میں وہ کرارا سا جواب دینا چاہتا تھا حمدان سر ہلاتا ہوا نکل گیا۔

''ڈیڈی! میں بھی گھر جا رہی ہوں حمدان کے ساتھ''۔ وہ رکی نہیں' تیمور کو جلاتی ہوئی گئی تھی' تیمور حیران تھا روحیل سکندر' حمدان کو اتنی اہمیت کیوں دے رہے ہیں۔

☆
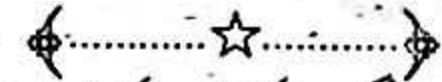
لائبہ نے اسے بتایا تھا حرما اسے بلا رہی ہے مگر اس کی شہران کی اُس حرکت کی وجہ سے جانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی' اگر گھر میں ابو اور ایاز بھائی کو ذرا بھی پتہ چل گیا کتنی سبکی ہو گی اور اسے ابو سے یہی امید تھی کہ حرما کی طرح اس کا بھی نکاح پڑھوا کے شہران کے ساتھ چلتا کر دیں گے' وہ تو منہ دکھانے کی نہیں رہے گی' پہلے ہی وہ حرما کی وجہ سے فکر مند رہتی تھی' شادی کو بھی اس کی تین ماہ ہو گئے تھے۔ حرما نے خود کو کافی حد تک وہاں ایڈجسٹ کر لیا تھا' اِسے یہی خوشی تھی مگر جب اسے شہران کی اُس حرکت کی خبر ہو گی تو کیا کرے گی۔

آج اس نے ہمت کر ہی لی۔ ایاز بھائی تو آفس گئے تھے' بھابی اپنی امی کے گھر دو دن کے لئے گئی ہوئی تھیں' ابو بھی کہیں ملنے والوں کی طرف گئے ہوئے تھے۔

''جلدی آ جانا اور ہاں یہ کپڑے اور چیزیں اس کے ہاتھ میں ہی دینا''۔ امی نے ایک بڑا سا شاپر اس کے حوالے کیا۔

''امی! اس کی ضرورت کیا ہے' آپی بالکل بھی نہیں لیں گی''۔ وہ شاپر رکھنے لگی۔

''میری بیٹی خالی ہاتھ رخصت ہوئی ہے کچھ تو اپنی خوشی سے مجھے بھیجنے دو''۔ ان کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔

''اچھا اچھا لائیے آپ تو اداس ہونے لگتی ہیں''۔ لیل ماہ نے جھٹ شاپر اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

وہ گیٹ سے باہر نکلی تو شکر تھا گلی میں کوئی نہیں تھا۔ تیز تیز قدم بڑھا کے جب وہ ان کے گیٹ تک آئی تو شہران کو اپنی ٹیکسی دھوتے ہوئے دیکھا' اسے دیکھ کر وہ جھجک گئی۔ گھر کے بالکل آگے ہی وہ پائپ لگائے ٹیکسی کی دھلائی کر رہا تھا' بلیک ٹراؤزر پر ڈھیلی سی پنک شرٹ میں وہ اسے گھورنے لگا۔

''یہ جنگلی گھر میں ہے ہائے کیا کروں؟ لوٹ جاؤں یا اندر چلی جاؤں؟'' وہ تذبذب کا شکار ہو گئی۔

''اگر واپس چلی گئی تو یہ سمجھے گا میں ڈر گئی ہوں''۔ نگاہ کو اٹھایا' شہران کی چمکتی بے باک نگاہوں سے وہ پزل ہو گئی۔

''مجھے اندر جانا ہے''۔ آواز کو مضبوط بنایا۔ چہرے پر درشتی اور سختی رکھے ہوئے تھی۔

شہران نے اسی وقت پانی کا پائپ اوپر کیا' پانی کی بوچھاڑ سے لیل ماہ کے چہرے پر چھینٹیں پڑنے لگیں' وہ برہم ہونے لگی۔

''آپ کو سنائی نہیں دیا مجھے اندر جانا ہے راستہ دیں''۔ شاپر دوسرے ہاتھ میں منتقل کیا۔ مگر وہ تو ایسے بن گیا جیسے سنائی نہیں دے رہا ہو۔ وہ اس کے اجڈ پن پر دل ہی دل میں برا بھلا کہنے لگی۔ گیٹ پورا گھیر کے کھڑا تھا' پوری گلی میں

پانی پانی ہو رہا تھا۔ یلو کیب چمک سی گئی تھی۔

''مسٹر! آپ کو لگتا ہے واقعی سنائی نہیں دیتا''۔ وہ سیڑھی پر چڑھ گئی۔ شہران چبوترے پر ہی کھڑا تھا۔ دونوں کے شانے مس ہو گئے' لیل ماہ جھٹکے سے پیچھے ہوئی جیسے کوئی موذی چیز چھو گئی ہو۔

''بدتمیزی کی حد ہے''۔ منہ میں بڑبڑائی۔

شہران نے ابھی تک بھی لب نہیں کھولے تھے مگر اس کی نگاہیں اس پر جمی ہوئی تھیں' ان میں اتنا کچھ تھا وہ سہم سی گئی تھی۔ اس نے گیٹ کھولا اسی وقت وہ اندر چلی گئی۔ وہ موٹر بند کرنے اندر گیا تھا' پورا صحن پانی پانی ہو رہا تھا' وہ تو پھسلتے پھسلتے بچی۔

''ارے لیل ماہ! بیٹی آؤ سنبھل کے''۔ حمیرا بیگم کی اس پر نگاہ پڑی انہوں نے مسکرا کے اس کا استقبال کیا۔

''شہران! تو نے پورے صحن میں پانی پانی کر دیا ہے''۔ انہیں شرمندگی بھی ہوئی۔

حرما بھی آواز پر نکل آئی مگر صحن کا حشر دیکھ کر اسے تو بہت غصہ آیا' کتنی محنت سے شیبا نے صفائی کی تھی اور اس نے پورا صحن پانی اور مٹی سے گندا کیا ہوا تھا۔

لیل ماہ پانی سے بچ کے برآمدے میں چیئر پر بیٹھ گئی۔ حرما وائپر لے آئی۔

''پانی صاف بھی کر دینا سمجھے''۔ اس نے تحکم سے کہا۔ شہران نے نگاہ ترچھی کی' لیل ماہ کے سامنے وہ اس پر رعب سے مخاطب ہو وہ کیسے برداشت کر لے۔

''ابھی میں جلدی میں ہوں''۔ پائپ لپیٹ کے گیٹ کے ساتھ ہی رکھ دیا۔ حرما کی تنقیدی نگاہیں اس پر تھیں جو اس وقت تنے ہوئے چہرے کے ساتھ تھا۔

''یہ سب صاف کر کے جانا سمجھے''۔ وہ بھی ڈٹی ہوئی تھی۔ لیل ماہ کا حیرانگی سے منہ کھل گیا' حرما کا اتنا رعب وہ بھی شہران پر' بصارت اور سماعت یقین نہیں کر رہی تھی۔

''حرما! بیٹی رہنے دو شیبا صاف کر دے گی''۔ حمیرا بیگم کو ڈر ہوا وہ لیل ماہ کے سامنے اس سے بدتمیزی نہیں کرے۔

''امی! یہ صاف کر دے گا آپ شیبا کو کیوں کہیں گی''۔

شہران وائپر لے کر صحن کا پانی صاف کرنے لگا۔ لیل ماہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔ اس جنگلی وحشی کو اس کی بہن نے اپنے رعب میں کیسے لے لیا۔

''آپی! یہ تم ہی ہو ناں؟'' لیل ماہ کو وہ اپنے روم میں لے آئی۔

''کیوں کیا ہوا؟'' اس نے پنکھا آن کیا۔

''شہران اجڈ کو تم نے اتنے رعب سے کہا' واؤ......'' وہ تو خوش ہونے لگی۔

''اچھا اچھا بس وہ میرا دیور ہے میں اس کی بھابی ہوں' جو غلط ہے اسے بتاؤں گی اور جو صحیح ہے وہ کرواؤں گی''۔

حرما اس کے اتنے خوش ہونے پر حیران تھی۔

''میں تو ایسے ہی کہہ رہی ہوں''۔ وہ خفیف سی ہو گئی۔

''یہ کپڑے ہیں آپ کے لئے امی نے بھیجے ہیں اور یہ کچھ پھل وغیرہ''۔ لیل ماہ نے شاپر اسے دیا۔

''کیا ضرورت تھی اس کی' میرے پاس سب کچھ ہے یہ سب میرا بہت خیال رکھتے ہیں''۔ حرما کے لہجے میں افسردگی در آئی۔ تین ماہ سے اپنے ماں باپ کی صورت نہیں دیکھی تھی کیسے اس کا دل بے چین ہوتا تھا' مگر اس نے

ناچاہتے ہوئے بھی اپنا دل یہاں لگالیا تھا جب یہیں اس کی زندگی گزرنی تھی۔
''پتہ ہے سب ہے تمہارے پاس''۔ وہ دونوں پاؤں اوپر کر کے بیٹھ گئی مگر اس کی کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی' کیسے پوچھے ڈانٹ بھی سکتی تھی۔
''امی ابو کیسے ہیں؟'' اس نے پوچھا۔
''سب ٹھیک ہیں''۔
''آپی! ایک بات پوچھوں ڈانٹو گی تو نہیں؟'' ڈرتے جھجکتے قدرے توقف کے بعد پوچھا۔
''ہوں''۔ اس نے سر ہلایا۔
''کوئی خوش خبری تو نہیں ہے؟''
''زیادہ دادی اماں نہیں بنو''۔ وہ جھینپ گئی۔
''چلو آؤ میں تمہیں چائے کے ساتھ رول کھلاتی ہوں' میں نے بنا کے رکھے تھے''۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کے باہر لے آئی۔
صحن بالکل صاف ستھرا پڑا تھا مگر وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ حرما کچن میں جانے لگی لیل ماہ نے تقلید کی مگر پیچھے سے گزرتا شہران اسے چھو گیا تھا' وہ تو سہم کے رہ گئی' ناگواری سے اسے گھورا مگر شہران کی نگاہوں میں ذرا بھی شرمندگی نہیں تھی' وہ تیزی سے کچن میں گھس گئی مگر وہ بھی بہانے سے اندر آ گیا' دوبارہ اس کا بازو لیل ماہ کی پشت سے مس ہو گیا۔ وہ تو زرد ہو گئی مگر اپنی زبان کو قابو میں رکھا۔
''چائے بنا کے بھیج رہی ہوں تم اندر جاؤ''۔ حرما سمجھ گئی تھی وہ چائے کے لئے اندر آیا ہے۔
حرما کی تو پشت تھی وہ نہ تو لیل ماہ کا برہم چہرہ دیکھ رہی تھی اور نہ ہی شہران کی حرکت دیکھ رہی تھی۔ وہ جاتے جاتے بھی اس کی پشت سے ہاتھ نکال کے اسے خود سے قریب کر گیا تھا۔
''آپی......'' وہ تو چیخ پڑی مگر شہران اسے ڈرا کے کچن سے نکل گیا۔ حرما نے چونک کر دیکھا لیل ماہ کا چہرہ حواس باختہ تھا' ماتھے پر پسینہ بھی تھا۔
''کیا ہوا؟''
''وہ کچھ نہیں مجھے یاد آیا دیر ہو گئی ہے' ابو نہیں آ گئے ہوں کہیں''۔ وہ مزید یہاں رکنا نہیں چاہتی تھی' حرما نے' حمیرا بیگم نے بہت روکا مگر وہ نہیں رکی۔ شہران کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ تھی' وہ لیل ماہ کو خوفزدہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا' وہ خود حیران تھا لیل ماہ کے ساتھ ایسی حرکت کیوں کی' اس دن بھی راستے میں روک لیا تھا اور آج اپنے گھر میں ہی اس نے اتنے نڈر انداز میں چھو لیا تھا۔

⟡..........☆..........⟡

''تم نے شہران سے 5 ہزار روپے کیوں مانگے ہیں؟'' ذیشان نے اس سے استفسار کیا' وہ اس کے لئے ناشتہ لگا رہی تھی۔
''میں نے آپ کو بتایا تو ہے شیبا کا کالج میں ایڈمیشن کروا رہی ہوں''۔ حرما کو اس کے بھولنے پر حیرانگی ہوئی۔
''اس سال رک جاؤ اگلے سال کروا دینا' میری جاب کا دیکھو کہیں سے بھی آج کل میں لیٹر آنے والا ہے''۔ وہ چیئر گھسیٹ کے بیٹھا۔
''یہ سال پھر اس کا ضائع ہوگا اور پھر شہران اس کا بھائی ہے اگر وہ پیسے دے دے گا تو کوئی غلط بات تو نہیں

ہے''۔ اس کا ذیشان کی بات پر منہ بن گیا۔
''تمہیں نہیں پتہ شہران بالکل شیبا کی آگے پڑھائی کے لئے راضی نہیں ہوگا''۔
''کیوں نہیں راضی ہوگا' کیا برائی ہے؟'' وہ اس سے دوبدو ہو گئی۔
''میں تمہیں سمجھا نہیں سکتا''۔ ذیشان نے اچٹتی نگاہ لائٹ سی گرین پرنٹڈ کپڑوں میں ملبوس حرما پر ڈالی جو اس وقت اس سے بحث کرتی بالکل عام بیویوں کی طرح لگ رہی تھی۔
''ایسی کیا بات ہے جو نہیں سمجھا سکتے''۔ اس کی آواز تیز ہو گئی۔ محمد احمد لاؤنج میں لیٹے ہوئے تھے' ان کی استفہامیہ نگاہ اٹھی' وہ جز بز سی ہو گئی ورنہ وہ ابھی تک اتنی آواز میں کسی سے بھی مخاطب نہیں ہوئی تھی۔
''آہستہ تو بولو ابو ہیں لاؤنج میں''۔ ذیشان آہستگی سے گویا ہوا کیونکہ محمد احمد اب لاؤنج سے باہر آ گئے تھے' حرما سنبھل کے بیٹھ گئی آنچل سر پر ٹھیک سے اوڑھا۔
''ابھی آپ کہاں جا رہے ہیں؟'' وہ خجل سی ہو گئی۔
''یونیورسٹی میں کچھ کام ہے ضروری جانا ہے دوپہر تک آ جاؤں گا''۔ ناشتے سے فارغ ہوا اور روم میں چلا گیا۔
''روزانہ ہی آپ کو کہیں نہ کہیں جانا ہوتا ہے''۔ حرما نے منمنا کے شکوہ کیا' وہ چونک گیا کیونکہ آج پہلی دفعہ وہ ایسے گویا ہوئی تھی۔
''رک کر کروں گا بھی کیا''۔ وارڈروب بند کی' والٹ اٹھا کر پاکٹ میں رکھا۔ حرما کی نگاہ جھک گئی' وہ جو مسکرا رہا تھا۔
''ماں باپ کا گھر تو چھوٹ ہی گیا ہے' میں تو کہیں بھی آ جا نہیں سکتی''۔ اس پر اداسی سی سوار ہونے لگی۔ ذیشان نے رک کر اس کی مغموم صورت دیکھی وہ خود اس کی اداسی سمجھتا تھا مگر اس نے اِس پر بھی شکر ادا کیا کہ حرما نے خود کو گھر میں ایڈجسٹ کر لیا تھا مگر آج پھر وہ اتنی افسردہ ہوئی' ذیشان کا دل پریشان ہو گیا۔
''حرما آئی ایم سوری! میں جانتا ہوں تمہیں ناکردہ گناہ کی سزا ملی ہے جبکہ اس میں قصور نہ تمہارا تھا نہ میرا''۔ اس نے حرما کا ہاتھ پکڑا اور بیڈ پر بٹھا دیا۔ حرما کی آنکھوں میں نمکین پانی تیرنے لگا تھا۔
''امی بہت یاد آتی ہیں''۔
''ہاں میں سمجھتا ہوں' تم اپنی امی سے ملنے جانا چاہو تو چلی جاؤ''۔
''نہیں نہیں بالکل نہیں' جب میرے باپ نے ہی رخصت کر کے رشتہ ختم کر دیا تو میں کیسے جا سکتی ہوں''۔ وہ ہمت گویا ہوئی۔
''میری امی تو ختم نہیں کر کے آئیں' وہ تو یہی کہہ کر آئی ہیں حرما کی طرف سے پابندی نہیں ہے مگر میرے ابو تو کبھی بھی میری صورت نہیں دیکھنا چاہیں گے''۔ یہ غم اسے اندر سے کھلا رہا تھا حالانکہ اس نے خود کو یہاں مصروف کر لیا تھا مگر ماں باپ' بہن بھائی تو اسے کسی لمحے نہیں بھولتے تھے۔
''اچھا ان سب باتوں کو چھوڑو' تم اپنا دل اداس نہیں کرو''۔ اس نے حرما کے آنسو اپنے ہاتھوں سے پونچھے۔
''مجھے اس ٹائم جلدی ہے''۔ عجلت میں اٹھا۔
''میں شیبا کا کالج میں ایڈمیشن کروا رہی ہوں آپ کا اعتراض میں بالکل نہیں مانوں گی''۔
''اچھا بھئی جو کرو مگر شہران کو تم ہی ہینڈل کرنا''۔ وہ مسکرایا۔
''اسے میں ہی ہینڈل کر رہی ہوں' سب کو اس نے پریشان کر رکھا ہے''۔ ذیشان اللہ حافظ کہہ کر نکل گیا تھا۔ حرما

گو بھی اب شہران سے ضد تھی اس نے سوچ لیا تھا شیبا کا ایڈمیشن وہ ضرور کروائے گی چاہے وہ کتنا ہنگامہ کرے۔

☆

چچی جان کب سے جواب مانگ رہی تھیں مگر فوزیہ روحیل مسلسل انہیں ٹالے جا رہی تھیں، مگر روحیل سکندر کو بھتیجے سے کچھ زیادہ ہی محبت تھی وہ رضامندی دینا چاہتے تھے مگر اریشماء کی چپ انہیں کوئی بھی قدم اٹھانے نہیں دے رہی تھی۔

''دیکھو تیمور گھر کا بچہ ہے دیکھا بھالا ہے، پھر ہماری اریشماء ہماری نظروں کے سامنے رہے گی، ہمیں یہ تو فکر نہیں رہے گی ہماری بیٹی غیروں میں گئی ہے''۔

''ایسا تو آپ سوچ رہے ہیں، جب تک اریشماء راضی نہیں ہوگی ہم آپ کچھ نہیں کہہ سکتے''۔ فوزیہ روحیل چڑنے لگیں۔

''اریشماء سے میں خود بات کرلوں گا، میری بیٹی بہت سمجھدار ہے انکار نہیں کرے گی''۔ روحیل سکندر نے سگار کو سلگا کے ہونٹوں میں لگایا۔ فوزیہ روحیل لب کچل رہی تھیں۔ وہ تو تیمور اور اپنے دیور دیورانی کی سوچ کو اچھی طرح سمجھتی تھیں۔

''تم پریشان نہیں ہو سب ٹھیک ہو جائے گا''۔ انہوں نے فوزیہ کو تسلی دی۔

''اریشماء مجھے منع کر رہی تھی وہ کہہ رہی تھی تیمور سے اس کی انڈراسٹینڈنگ نہیں ہے''۔

''انڈراسٹینڈنگ پیدا کی جاتی ہے منگنی کے بعد دونوں ساتھ گھومیں پھریں گے سب ہو جائے گی''۔ روحیل سکندر جیسے ان کی کسی بات کو اہمیت نہیں دینا چاہتے تھے۔

''وہ کہتی ہے جس سے میرا ذہن ملے گا میں اس سے شادی کروں گی''۔ وہ تو بے زار ہو کر زچ ہو گئیں۔

''تیمور سے بھی اس کا ذہن مل جائے گا روز ہی وہ آفس آتا ہے''۔

''آپ یہ نہیں دیکھتے دونوں میں بنتی نہیں ہے، اریشماء ذرا بھی اسے پسند نہیں کرتی ہے''۔

''فوزیہ! مجھے تو لگتا ہے تم تیمور کو پسند نہیں کرتیں کیونکہ تم ہی مسلسل کوشش میں ہو کہ میں یہ رشتہ ختم کر دوں''۔ انہوں نے سگار بجھایا اور اپنی ایزی چیئر پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے پہلو بدل کر حسرت بھری نگاہوں سے روحیل سکندر کو دیکھا۔

''میں ایسا کچھ نہیں چاہ رہی، آپ اپنی بیٹی سے تو پوچھ لیں وہ کیا چاہتی ہے''۔ وہ بھی غصیلے لہجے میں گویا ہوئیں۔

''پوچھ لوں گا''۔ وہ اپنا نائٹ گاؤن پہن کے روم سے نکل گئے۔

اریشماء نیٹ پر لگی ہوئی تھی انہیں دیکھ کر چونک گئی، رات میں اس ٹائم وہ بھی اس کے روم میں، اسے اچنبھا بھی ہوا۔

''خیریت تو ہے ڈیڈی؟'' وہ اٹھ کر آ گئی۔

''ہاں کچھ ضروری بات کرنی تھی تم اگر بزی ہو تو کل کرلیں گے''۔ اس نے کمپیوٹر آف کیا۔ روحیل سکندر نے قدرے توقف کیا اور پُرسوچ اور گہری سوچ میں سر اٹھایا۔ اریشماء کو بھی پریشانی ہوئی ایسی کون سی بات ہے جو ڈیڈی اتنے سنجیدہ بھی تھے۔

''بیٹا! میں تیمور کا پرپوزل تمہارے لئے قبول کر رہا ہوں''۔

اریشماء نے لب بھینچ لئے، وہ خاموش رہی ان سے نفی میں ایک لفظ بھی نہیں کہا کیونکہ وہ جانتی تھی ڈیڈی اس سے

ہاں کروا کے ہی رہیں گے۔

''تیمور پڑھا لکھا لائق لڑکا ہے پھر سب سے زیادہ تم ہم سے دور نہیں رہو گی، ہمارے پاس آتی جاتی رہو گی، کامران اور عفت دونوں تم سے محبت بھی تو بہت کرتے ہیں، تمہیں اپنی پلکوں پر بٹھا کے رکھیں گے اور پھر میں تو ان سے بہتر کسی کو سمجھ ہی نہیں سکتا''۔ وہ اریشماء کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کے تھپکی دے کر سمجھا رہے تھے۔

''ڈیڈی! کچھ دن مجھے سوچنے کا ٹائم دیں''۔

''کم آن بیٹا! دو ماہ سے زیادہ ہی ہو گئے ہیں انہیں پرپوزل دیئے ہوئے پھر اپنے لوگوں کو اتنا سوچ بچار کر کے جواب دینا ٹھیک تو نہیں ہے''۔

''ڈیڈی! آپ سے ایک بات کہوں؟'' اریشماء کے لہجے میں افسردگی در آئی۔

''ہوں......کہو''۔ وہ سر ہلانے لگے۔

''ڈیڈی! تیمور سے میرا مائنڈ نہیں ملتا ہے''۔ سر جھکایا ہوا تھا۔

''بیٹا! مائنڈ تو آگے جا کر سب کا مل جاتا ہے، پہلے کسی کا نہیں ملتا''۔ انہوں نے اس کی بات کاٹی۔

''مگر میں پھر بھی یہی کہوں گی شادی کے لئے لائف پارٹنر کا مائنڈ ملنا بہت ضروری ہے''۔ اریشماء کو ڈیڈی کی رُکھائی پر دکھ ہونے لگا۔

''تیمور خوش شکل پڑھا لکھا لڑکا ہے اور ہر لڑکی کا آئیڈیل ایسا ہی لڑکا ہوتا ہے، تم دونوں کی جوڑی بہت اچھی لگے گی''۔

''ڈیڈی! اگر میں یہ کہنا چاہوں کہ میں شادی اپنی پسند سے کرنا چاہوں تو آپ کو اعتراض ہوگا؟'' ڈرتے جھجکتے ہوئے گویا ہوئی۔ روحیل سکندر ایک لمحے کو چپ ہو گئے کیونکہ ان کی مرضی تو تیمور سے ہی کرنے کی تھی جبکہ وہ زبردستی کے قائل نہیں تھے، اریشماء ان کی اکلوتی اولاد تھی اور اس کے معاملے میں وہ کچھ خودغرض بھی ہو رہے تھے کہ اگر وہ غیر انجانے لوگوں میں چلی گئی تو وہ اپنی بیٹی پر سارے اختیارات کھو دیں گے اور وہ اریشماء کو اپنی نظروں کے سامنے رکھنا چاہتے تھے۔

''تمہاری کوئی پسند ہے تو مجھے آگاہ کرو، اس سے بولو مجھ سے آ کر ملے''۔ ان کا لہجہ سرد پڑ گیا جیسے انہیں اریشماء کی بات اچھی نہیں لگی ہو۔

''دو دن میں تم مجھے اس سے ملا دو جو بھی تمہاری پسند ہے ورنہ دوسری صورت میں تیمور کا پرپوزل میں قبول کر رہا ہوں''۔

''ڈیڈی! کچھ تو ٹائم دیں''۔ وہ روہانسی ہو گئی۔

''کیوں ٹائم کیوں؟'' وہ چونکے۔

''اس کے گھر میں پرابلمز ہیں اتنی جلدی تو پرپوزل وہ بھی نہیں بھیجے گا''۔ اریشماء تو گھبرا گئی۔

''اگر تم نے کسی مڈل کلاس کے لڑکے کو پسند کیا ہے تو میں بیٹا یہی کہوں گا آپ آسائشوں میں پلی بڑھی ہو، آپ نہیں رہ سکتی آسائشوں کے بغیر''۔ وہ اس کا ذہن ہر طرح سے ہٹانا چاہ رہے تھے۔

''ڈیڈی! میں بھی آپ ہی کی بیٹی ہوں، آپ نے کبھی میری ایسی تربیت کی ہی نہیں ہے کہ میں مادی چیزوں کو اہمیت دوں، صرف جذبات کی قدر کرتی ہوں''۔ ان کی نفی کی۔

''خیر جو بھی ہے دیکھ لو مگر تم میری خوشی سے شادی کرو تو مجھے زیادہ خوشی ہوگی''۔ وہ کھڑے ہو گئے۔ اریشماء کو

ڈیڈی اتنے اجنبی اور رُوڈ لگ رہے تھے‘ وہ حسرت بھری نگاہ ڈال کر رہ گئی۔

”ٹھیک ہے پھر جو آپ کی خوشی‘ آپ چاچو کو ہاں کہہ دیں“۔ لمحوں میں اس نے فیصلہ کرلیا۔

”نہیں پہلے تم مجھے اپنی پسند سے ملواؤ‘ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ آخر وہ کیسی ہستی ہے جس کو میری بیٹی نے پسند کیا ہے“۔ وہ اپنی بات پر قائم رہے۔

”تم کل پرسوں بلاؤ اسے“۔

”ڈیڈی! آپ اس کے متعلق پوچھیں گے بھی نہیں کون ہے؟“ اس نے حسرت بھری آواز میں کہا۔

”نہیں“۔

”کیوں ڈیڈی؟“ وہ تڑپ گئی۔

”اس لئے کہ مجھے اپنی بیٹی پر اعتماد ہے اس نے کسی اچھے انسان کو ہی پسند کیا ہوگا“۔ وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے مطمئن کرنے لگے۔ وہ ان کی بیٹی تھی اسے یوں اگنور بھی نہیں کرسکتے تھے‘ وہ جانتے تھے اریشماء کی پسند کون ہے اور اسی لئے مطمئن تھے‘ وہ کسی صورت بھی راضی نہیں ہوگا چاہے اریشماء اسے کتنا ہی مجبور کردے۔

”اوکے...... میں آپ کو ملوادوں گی“۔

”مگر دو دن کے اندر“۔ وہ اس کا سر تھپتھپا کے چلے گئے۔

اریشماء تو پریشانی اور بے قراری سے ناخن کترنے لگی۔ دو دن کے اندر تو حمدان کبھی بھی راضی نہیں ہوگا جبکہ کتنے مہینے گزر گئے تھے وہ اول روز کی طرح تھا اسے اگنور کرتا ہوا‘ مگر جب سے اریشماء کی ناک سے خون نکلا تھا اس دوران روز کال کرکے اس کی خیریت دریافت کرتا تھا مگر اس کا مطلب یہ نہیں تھا وہ اریشماء کو اہمیت دے رہا ہے۔

”حمدان احمد! تم سب سے مشکل ترین آدمی ہو‘ کیسے میں تم سے کہوں؟ مگر مجھے تیمور سے تم ہی بچا سکتے ہو“۔ بیڈ پر بیٹھ گئی۔ اتنی رات کو تو حمدان کبھی بھی اس موضوع پر بات نہیں کرے گا‘ کل ہی وہ کسی طرح باہر لے جاکر بات کرے گی‘ آفس میں بھی کرنا مناسب نہیں تھا‘ تیمور روز ہی آجاتا تھا اور وہ نہیں چاہتی تھی تیمور الٹی سیدھی بکواس حمدان کے سامنے کرے۔

☆

عدین ناشتہ کررہا تھا اور مسلسل میسج پر بھی وہ بات کررہا تھا۔ حمدان کی خشمگیں اور ناگوار نگاہوں نے گھورا۔ عدین نے سیل ٹیبل پر رکھ دیا۔

”ناشتہ تو سکون سے کیا کرو ہر وقت سیل پر لگے رہتے ہو“۔

”وہ میں ضروری میسج کررہا تھا“۔ وہ گڑبڑایا۔

”مجھے پتہ ہے یہ ضروری میسج کسے کرتے ہو“۔ حمدان ناشتے سے فارغ ہوکر کھڑا ہوگیا۔

”آپ کا مطلب ہے میرا افیئر چل رہا ہے“۔ عدین کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

شٹ اپ“۔ وہ تیز لہجے میں ڈپٹنے لگا۔

”اریشماء سے اپنی بات چیت ختم کرو‘ کیا ہر وقت اسی سے میسج پر لگے رہتے ہو“۔ اس نے سختی سے کہا۔

”اول تو اس ٹائم میں اریشماء باجی سے بات ہی نہیں کررہا‘ عدیل ہے اسی سے بات کررہا تھا‘ رہا اریشماء باجی سے بات چیت ختم کرنے کا سوال‘ یہ ناممکن بات ہے‘ وہ مجھ سے بہت بڑی ہیں ان سے تو میرا افیئر چل ہی نہیں سکتا“۔ عدین نے مضحکہ خیز انداز میں کیا۔ امی اور مصباح کی دبی دبی ہنسی نکلی۔

”فضول بکواس کروالو تم سے تو“۔ وہ لاجواب ہوگیا۔

وہ آفس کے لئے نکلنے ہی لگا تھا کہ سیل نے بیپ دی‘ پاکٹ سے سیل نکالا اریشماء کی کال تھی۔ حمدان نے جان کے ریسیو نہیں کی کیونکہ عدین کے سامنے وہ کوئی بات بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ سب کو اللہ حافظ کہہ کر وہ نکل گیا۔

وہ حیران رہ گیا اریشماء آفس میں پہلے سے موجود تھی۔ وہ اپنے کیبن میں ہی رہا۔ وہ اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا تھا مگر ذہن الجھ رہا تھا کہ اریشماء نے اتنی صبح کال کیوں کی ضرور کوئی بات ہی ہوگی۔

کچھ ہی دیر میں وہ سنجیدہ سی پریشان چہرے کے ساتھ کاٹن کے پرنٹڈ پنک کپڑوں میں نمودار ہوئی‘ حمدان کی تشویش بھری نگاہوں نے اس کا جائزہ لیا۔

”حمدان! مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے“۔ اتنی مضطرب اور پریشان تو وہ پہلے کبھی نہیں نظر آئی۔ حمدان نے پہلو بدلا اور متوجہ ہوگیا۔ اریشماء اس سے نگاہ نہیں ملارہی تھی۔

خیریت تو ہے؟“ وہ بھی فکرمند ہوا۔

”آپ مجھے آدھا گھنٹہ دے سکتے ہیں؟“ مضمحل لگی۔

”جی بولئے کیا بات کرنی ہے“۔ وہ ہمہ تن گوش ہوا۔

”یہاں نہیں کہیں باہر چل کر بات کرتے ہیں“۔

”دیکھئے اریشماء میم! ابھی میں آفس آیا ہوں اور فوراً ہی آپ کے ساتھ باہر تو نہیں چل سکتا‘ آپ کو جو بات کرنی ہے کیجیے میں سن رہا ہوں“۔ حمدان نرم اور دھیمے لہجے میں گویا ہوا۔

”میں آفس میں بیٹھ کے بات نہیں کرسکتی“۔

”بات کیا بہت سنگین ہے؟“ اس کے لہجے میں طنز دَر آیا۔

”میرے لئے تو ہے مگر آپ کے نزدیک شاید نہ ہو“۔ افسردگی اور غم سے گویا ہوئی۔ وہ حمدان کی نیچر جانتی تھی وہ اپنی بات پر قائم رہنے والا بندہ تھا‘ وہ اول روز سے اسے مایوس اور اگنور کررہا تھا‘ اگر وہ بات بھی کرے گی تو وہ حمدان کا جواب جانتی تھی مگر آخری کوشش کرلینے میں ہرج نہیں تھا۔

”آپ اتنے ضدی کیوں ہیں؟“ اریشماء کو غصہ آگیا۔

”جی......“ حمدان ناسمجھی کی کیفیت میں آگیا۔

”جب میں آپ سے کہہ رہی ہوں کہ مجھے آفس میں بات نہیں کرنی تو کیوں ضد کررہے ہیں“۔ وہ بے زاری سے زچ ہوگئی۔ حمدان کو اس کی ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی‘ وہ اس کی وہ ضروری بات خوب جانتا تھا کیا کرنی ہوگی۔

”اوکے...... میں لنچ کے بعد آپ کے ساتھ کسی ایسی جگہ پر چلوں گا جہاں آپ کی طبیعت بھی فریش ہوجائے“۔ اس نے اطمینان دلایا۔

”میری طبیعت فریش تو پتہ نہیں ہوگی بھی یا نہیں“۔ وہ حمدان پر حسرت بھری نگاہ ڈال کے سوچ کے رہ گئی۔

حمدان اپنا کام بڑی ذمہ داری اور خوش اسلوبی سے کررہا تھا۔ روحیل سکندر اور اسٹاف کے لوگوں کو اس سے کسی قسم کی کوئی شکایت نہیں تھی۔ روحیل سکندر بھی آفس آگئے تھے۔ اریشماء بہت پریشان تھی کیونکہ وہ اسے ہی نوٹ کررہے تھے‘ کل رات سے اس کا چہرہ بھی کچھ اتر گیا تھا۔

”ڈیڈی! میں گھر جارہی ہوں“۔ اس نے روحیل سکندر سے جانے کی اجازت لی اور اپنا بیگ اٹھا کر روم سے نکل

گئی اور حمدان کے روم میں جھانکا۔

''میں فارغ ہو گیا ہوں' آپ بتا دیں کہاں آنا ہے''۔ وہ کمپیوٹر آف کر رہا تھا۔

''آپ کول کارنر پر آ جائیں میں وہیں گاڑی میں بیٹھی ہوں گی''۔ وہ دھیمی آواز میں گویا ہوئی۔

''اوکے''۔

اریشماء نے تشکر بھرا سانس بھرا وہ راضی تو ہوا ورنہ حمدان کو کسی بات پر منوانا ناممکن ہی تھا۔

کول کارنر پر وہ پہنچ گئی تھی' شام کے پانچ بج رہے تھے' عموماً حمدان آفس سے چھٹی اسی ٹائم کرتا تھا۔ نگاہ اس کی ٹریفک پر تھی' گاڑیوں کا ایک ہجوم تھا' وہ اتنی محو تھی کہ حمدان نے ناک کیا تو وہ اچھل گئی' وہ بائیک سائیڈ پر پارک کر چکا تھا۔

''اندر چلیں گی یا یہیں بات کرنی ہے''۔ اس نے پوچھا۔

''آپ فرنٹ سیٹ پر آ جائیں''۔ وہ سنبھل کے بیٹھ گئی۔

حمدان فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گیا۔ اریشماء کی دھڑکنوں میں شور مچ گیا۔ مخصوص کلون کی خوشبو اس کے ناک کے نتھنوں میں گھس رہی تھی۔ اب وہ اس کے اتنے قریب آ کر بیٹھ گیا تھا تو اس سے الفاظ بھی ترتیب نہیں دیئے جا رہے تھے کہاں سے بات شروع کی جائے۔

''غالباً آپ کو بہت ضروری بات مجھ سے کرنی تھی''۔ حمدان کو اس کی خاموشی سے کوفت ہوئی۔

''ڈیڈی میرے لئے تیمور کا پرپوزل قبول کر رہے ہیں''۔ دل کی دھڑکن اس کی رک گئی تھی۔ حمدان نے لمبی سانس بھری' ناگواری اور سپاٹ سے انداز میں باہر دیکھا۔

''یہ آپ مجھے کیوں بتا رہی ہیں؟ آپ کی مرضی ہے آپ تیمور سے کریں یا نہیں''۔

''پلیز حمدان! اتنا بھی مجھے اگنور نہیں کریں' آپ سب جانتے ہیں میں تیمور کو کسی طور قبول نہیں کر سکتی''۔ وہ تیز لہجے میں آ گئی۔

''یہ آپ کا مسئلہ ہے اور پھر آپ کے ڈیڈی جو کہتے ہیں پلیز اس پر عمل کریں اسی میں بہتری ہے''۔ حمدان کے دل کو بھی کچھ ہونے لگا تھا۔ تیمور' اریشماء کے قابل تو بالکل بھی نہیں تھا' جتنی بری اس کی فطرت تھی اور پھر وہ اسے دو تین دفعہ لڑکیوں کے ساتھ دیکھ بھی چکا تھا' یہ تو اس نے اریشماء سے بھی مخفی رکھا تھا۔

''حمدان! میں آپ کے علاوہ کسی اور کا تصور بھی نہیں کر سکتی''۔ وہ روہانسی ہونے لگی۔ حمدان اس سے فاصلوں پر رہ کر بات کرتا تھا۔

''شٹ اپ''۔ وہ تو بھنا گیا۔

''کیوں گرا رہی ہیں خود کو میری نگاہوں میں' مجھے بالکل اچھا نہیں لگ رہا ہے''۔

''میں آپ کے آگے خود کو گرا نہیں رہی مگر آپ سے بس اتنا چاہتی ہوں کہ آپ مجھے تیمور سے بچا لیں' میں نے ڈیڈی سے کہا ہے میں کسی کو پسند کرتی ہوں' انہوں نے کہا کہ مجھ سے ملواؤ''۔

''سوری اریشماء! میں آپ کو بالکل بھی پسند نہیں کرتا''۔ حمدان نے قطعیت بھرے لہجے میں صاف انکار کیا۔

''آپ چاہے مجھے ناپسند کریں مگر میں چاہتی ہوں آپ ڈیڈی سے مل لیں' آپ وقتی طور پر رشتہ جوڑ لیں تاکہ تیمور سے میری جان چھوٹ جائے''۔ جلدی سے اس نے اپنا مدعا بیان کر دیا۔

''جی...... آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں''۔ وہ تو گنگ رہ گیا۔ اریشماء کا سر جھکا ہوا تھا' نگاہ ملاتے ہوئے بھی شاید اسے

ک اور حیا محسوس ہو رہی تھی' مگر وہ تو اتنی بولڈ تھی حمدان جیسے اتنے سنجیدہ شخص تک سے نہیں جھجکتی تھی' پھر آج وہ اتنی ڈر کیوں ہو رہی تھی۔

''پلیز حمدان! میری مجبوری سمجھئے''۔ لہجہ ملتجی اور حسرت بھرا ہو گیا۔

''اریشماء! آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہے''۔ وہ جان کے بھی انجان بننے لگا۔

''حمدان! آپ میرے تمام حالات سے واقف ہیں' تیمور کو میں ذرا پسند نہیں کرتی' میں کیسے زندگی بھر اسے اشت کروں گی''۔ وہ روہانسی ہو گئی' آنکھوں میں نمی آ گئی۔

''اگر آپ کو کچھ بھی کہنا ہے آپ اپنے ڈیڈی سے کہئے' مجھے کیوں درمیان میں لاتی ہیں' میں آپ کے ڈیڈی ی بہت عزت اور قدر کرتا ہوں' انہیں دھوکا دینے کا میں سوچ بھی نہیں سکتا''۔ وہ تفکر زدہ لہجے میں اپنی پیشانی ہلانے لگا۔ اریشماء کی اس فضول سی ضد کی وجہ سے اپنا امیج روحیل سکندر کی نظروں میں گرا نہیں سکتا تھا' وہ گاڑی ے اترنے لگا۔

''حمدان پلیز......'' اس کے مضبوط ہاتھ پر اپنا نازک ہاتھ رکھ دیا۔

''آپ کی یہ بچوں والی فضول سی ضد ہے' میں آپ کو پہلے بھی کہہ چکا ہوں مجھے الٹی سیدھی خرافات میں الجھانے ی کوشش نہیں کیجیے گا' مجھ پر ذمہ داریوں کا بوجھ ہے' میں آپ کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا''۔ اتنا سخت کھردرا نخوت زدہ لہجہ ا۔ اریشماء کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا۔ وہ بولتے ہوئے یہ تک نہیں سوچتا تھا اس کے اتنے سخت الفاظ کسی کے دل کو کے رکھ سکتے ہیں جانے کیوں وہ اتنا بےزار تھا اس پر نگاہ تک ڈالنا عبث سمجھتا تھا۔

گاڑی کا ڈور دھڑ سے بند کیا اور ونڈو پر جھک کر کھڑا ہو گیا۔ اریشماء کی آنکھوں میں نمی جھلملا رہی تھی' ہونٹ اس ے بھنچے ہوئے تھے' غازوں کی چمک ماند تھی۔

''کسی کی مجبوری کا اتنا فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے کہ وہ آپ کو اتنے سخت الفاظ بولے''۔ شاید اسے اپنے لہجے کا اساس ہو گیا تھا۔

''آپ بھی یاد رکھئے گا میں تیمور سے ہرگز ہرگز شادی نہیں کروں گی' کیونکہ میں نے آپ کو سوچا ہے اور آپ کو ہی یشہ سوچتی رہوں گی''۔ وہ جانے کیوں اتنی ضدی ہو گئی تھی ورنہ ضد اس کی سرشت میں شامل تو نہیں تھی' وہ اتنی کول اور ھدار تھی مگر جب سے حمدان کو چاہنے لگی تھی اس پر ضد سوار ہو گئی تھی۔

''آپ سراب کے پیچھے بھاگ رہی ہیں''۔ حمدان کا دل بھی عجیب پریشان سا ہونے لگا۔ اریشماء کا ستا ہوا چہرہ ردگی سب نظر آ رہی تھی۔

''یہ آپ کی سوچ ہے میری نہیں' میں کم عمر نادان لڑکی نہیں ہوں جو سوچ سمجھ نہیں رکھتی' میں ایک سوبر اور سنجیدہ کی ہوں جو آپ جیسے سوبر شخص کو پسند کرنے لگی ہوں''۔

''شٹ اپ''۔ وہ ہاتھ اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔ اسے اریشماء کی دماغی حالت پر شبہ ہونے لگا جسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

''گھر جائیے اور جو آپ کے ڈیڈی کہتے ہیں اس پر عمل کریں' کیونکہ بڑوں کے فیصلے کبھی غلط نہیں ہوا کرتے''۔ مجھانے کی آخری کوشش کرنے لگا۔

''کچھ بڑوں کے فیصلے چھوٹوں کے لئے بہتر ثابت نہیں ہوتے ہیں''۔ افسردگی' دکھ' حسرت' محرومی لہجے کی گہرائیوں میں تھی۔

''ایسا آپ سوچ رہی ہیں جبکہ ایسا ہوتا نہیں ہے''۔ حمدان نے اس کی سوچ کی نفی کی۔

''تیمور کا کریکٹر آپ سے چھپا ہوا تو نہیں ہے''۔ الٹا سوال کیا۔
''تیمور آپ کا کزن ہے' میں ان کے متعلق کچھ بھی کہنے کا کوئی حق نہیں رکھتا''۔ حمدان فرنٹ ڈور کھول کے بیٹھ گیا۔
''دیکھئے آپ تیمور کو سمجھنے کی کوشش کیجیے' وہ اتنا برا شخص بھی نہیں ہے''۔
''اتنا برا نہیں ہے تو اور کتنا برا ہو سکتا ہے''۔ ترکی بہ ترکی طنزیہ کہنے لگی۔
''کہتے ہیں اگر برے شخص کو پیار محبت اور توجہ دی جائے تو وہ ٹھیک ہو جاتے ہیں' تیمور میں صرف جلن او
ہے آپ یہ بھی دور کر سکتی ہیں''۔ حمدان نے اسے نرم اور مدھم لہجے میں سمجھایا۔
''Enough پلیز''۔ وہ بے زار اور اکتائے انداز میں ہاتھ اٹھا کے گویا ہوئی۔ وہ لب بھینچ کے رہ گیا۔ ا
مغموم اور افسردہ ہو گئی تھی۔ حمدان کے دل کے ایوانوں میں اسی طرح چھپی بیٹھی تھی وہ چاہ کر بھی دل سے نکا
کامیاب نہیں ہوا تھا' وہ سب سے الگ اور اتنی معصوم بھی تھی ہر بات بالکل سیدھے اور سادہ انداز میں کرتی تھی ا
یہ خوبی اور اسے منفرد بناتی تھی۔ وہ کئی لمحے اسی کو سوچنے لگا' اسے سوچنا ناگوار بھی نہیں لگتا تھا۔ ضروری نہیں جس
محبت کی جائے وہ مل بھی جائے۔ اس نے سوچ لیا تھا اریشماء کو کبھی بھی احساس نہیں ہونے دے گا وہ بھی اسے
لگا ہے ورنہ پھر شاید اریشماء سے آگے کی زندگی گزارنا مشکل ہو جائے۔
''اریشماء! ضروری نہیں جنہیں ہم پسند کریں وہ مل بھی جائیں''۔ وہ یہ کہہ کر رکا نہیں گاڑی سے اتر گیا۔ ا
نے اس کی چوڑی پشت کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا۔

☆

''کمینہ' لفنگا...... تمہیں تو اللہ پوچھے' پتہ نہیں آپی سے کس طرح بی ہیو کرتا ہوگا''۔ لیل ماہ کو سوچ سو
پسینے آ رہے تھے۔ شہران کی یہ دوسری حرکت تھی جو اس کے تن بدن میں آگ لگا گئی' اگر وہ حرما کو بتاتی تو ا
شک نہیں شہران سے ہی لڑ پڑے اور پھر نیا ہنگامہ تیار ہو جائے' محلے میں پہلے ہی لوگ اتنی باتیں بنانے لگے
اب اگر دوبارہ ایسا کوئی موقع مل گیا تو ابو تو یہ محلہ ہی چھوڑ دیں گے اور پھر وہ اور امی' حرما کی خیریت سے بھی
رہ جائیں گی۔
''کمینے' ذلیل' آوارہ انسان' تمہیں چپ رہ کر ہی برداشت کرنا ہوگا''۔ غصہ اور غم کے مارے نیند بھی نہیں آ
تھی۔ امی کو تو اس نے حرما کی خیر خیریت بتا کر مطمئن کر دیا تھا' مگر اسے جانے کیوں تسلی نہیں ہو رہی تھی۔
''ذیشان بھائی کتنے اچھے ہیں مگر یہ آخر کس پر چلا گیا ہے' ظاہر ہے باپ کا اثر تو آنا ہی ہے''۔ اس کا بھی
شہران کی طرف سے خاصا بدگمان ہو گیا تھا' پہلے ہی وہ محبت جانے کیسے ہو گئی تھی وہ بھی حیران تھی بلکہ خود کو کئی دفعہ
ملامت کر چکی تھی' وہ بھی کس شخص کو سوچنے لگی تھی۔
''پھپھو! لائٹ تو آف کر دیں''۔ دعا کی آنکھ کھلی تو اسے یوں جاگے ہوئے دیکھا۔
وہ فوراً اٹھی اور لائٹ آف کر کے لیٹ گئی' مگر آج اس کا اپنے کمرے میں بھی دل نہیں لگ رہا تھا' حرما
اس سے باتیں ہی کر لیتی تھی' یونیورسٹی سے آ کر وہ ایسی تھک کر سوتی شام میں ہی اٹھتی تھی' اب تو رات کے کھا
بنانے کی ذمہ داری حرما کے بعد امی نے اس کے ذمہ لگا دی تھی اور بھابی دن کا کرتی تھیں' مگر وہ بھی اٹ
چڑھے کام شروع کرتی تھیں لیل ماہ کی جان جل جاتی تھی۔ امی نے تو اسے ڈپٹ کے چپ کرایا ہوا تھا ور
بھابی کو بھی سنا دیتی۔

کروٹیں بدل بدل کے اس کی آنکھ جانے کس پہر لگی تھی۔ صبح یونیورسٹی نہیں گئی کچھ طبیعت بھی جاگنے سے
بل ہوگئی تھی۔
''اتنی رات کو جاگ کر پڑھتی کیوں ہو؟'' امی اس کا ستا ہوا چہرہ فکر مندی سے دیکھنے لگیں۔ کل سے وہ چپ
پ بھی تھی۔
''امی! رات کو پتہ نہیں کیوں نیند نہیں آ رہی تھی' پڑھتی تو نہیں رہی تھی بس لیٹی رہی تھی''۔ اس نے بتایا۔
''لائبہ پوچھنے آئی تھی میں نے ہی خود کہہ دیا طبیعت ٹھیک نہیں ہے''۔ انہوں نے کہا۔
''ابو ہیں یا گئے؟'' اس نے قدرے توقف کے بعد پوچھا۔
''ابھی نکلے ہیں' بینک گئے ہیں''۔
''ہوں' وہ میں لائبہ کے پاس چلی جاؤں؟ پوچھ لوں گی آج لیکچر کیا تھا''۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔
''آج نہیں جاؤ تمہاری بھاوج پھر بولے گی صبح سے بیمار پڑی ہے اور اب لائبہ سے ملنے چلی گئی''۔ انہیں ہر
ت اپنی بہو سے ڈر ہی لگا رہتا تھا۔
''امی! یہ کیا بات ہوئی' میری طبیعت اب ٹھیک ہے میں کام سے جا رہی ہوں''۔ اسے فوراً غصہ آ گیا۔
''کچھ بھی ہے آج نہیں جاؤ''۔ وہ اس کے روم سے نکل گئیں۔
لیل ماہ زچ ہو گئی۔ عجیب اس کی قیدیوں والی زندگی تھی ہر بات پر پابندی' روک ٹوک' وہ جھنجلائی ہوئی سی رہنے
لگی تھی۔ سیل رکھنے تک پر بھابی کو اعتراض تھا' وہ بھی اس نے آف کر کے رکھ دیا تھا' پھر ابو کا مزاج بھی ٹھیک نہیں تھا۔
اب بھی وہ فون کرتی بھابی کے کان اس کی گفتگو پر لگے رہتے تھے۔ روم سے نکل گئی ٹیلی فون سیٹ اٹھایا ہی تھا بھابی
جانے کہاں سے آ گئیں۔
''کیوں طبیعت ٹھیک ہو گئی؟'' نگاہ اور لہجے میں طنز تھا۔
''جی اب بہتر ہے''۔ آہستگی سے گویا ہوئی۔
''کیوں اچانک سے طبیعت کیسے خراب ہو گئی؟''
''طبیعت جان کے ہر کوئی خراب نہیں کرتا ہے اور مجھے بیمار ہونے کا شوق بھی نہیں ہے''۔ فون پٹخ کر وہ اٹھ گئی'
بلکہ ان کے سامنے بات کرنا تو ناممکن ہی تھا' ہر وقت وہ شکی نگاہوں سے دیکھتی جو رہتی تھیں۔

☆

کل سے وہ بہت مغموم اور بے چین تھا' اریشماء کے بارے میں سوچ سوچ کے دل کے اندر ایک توڑ پھوڑ مچی
ہوئی تھی' جبکہ وہ چاہتا بھی ایسا ہی تھا وہ اس کا خیال چھوڑ دے مگر اب جبکہ اس کا رشتہ تیمور کے ساتھ ہونے والا تھا وہ اتنا
بے کل کیوں ہو رہا تھا؟
آج آفس میں بھی دل نہیں لگ رہا تھا۔ اریشماء آفس نہیں آئی تھی۔ روحیل سکندر ہی صبح سے آفس میں موجود
ان کا انداز بھی نارمل ہی تھا۔
''سر! میں آج جلدی جانا چاہتا ہوں''۔ حمدان نے قدرے جھجک کے انہیں مخاطب کیا۔
''ہوں''۔ روحیل سکندر کی جانچتی اور گہری نگاہوں نے اس کے الجھے بکھرے انداز کا جائزہ لیا۔
''بیٹا! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' انہیں فکر بھی ہوئی۔
''سر! وہ کچھ تھکن سی فیل ہو رہی ہے شاید آرام کروں گا تو بہتر ہو جاؤں''۔ بلیک ڈریس پینٹ پر آف وائٹ

شرٹ میں ڈیسنٹ سا حمدان واقعی تھکا تھکا لگ رہا تھا۔

''ٹھیک ہے آپ چلے جایئے مگر بیٹا! آپ کو ہی اب زیادہ تر آفس سنبھالنا ہوگا' اریشماء تو نہیں آ رہی ہے''۔

''کیوں سر؟'' اس نے انجان بن کے پوچھا۔

''میں اس کا رشتہ تیمور سے پکا کر رہا ہوں' وہ کہتی ہے کہ میں پھر بعد میں آفس نہیں آؤں گی''۔

''سر! رشتہ پکا ہونے سے آفس نہ آنے کا تعلق کیا بنتا ہے؟'' وہ سن کے کچھ گھبرایا بھی' سمجھ گیا اریشماء کو اس کے رویئے سے مایوسی ہوئی ہے۔

''کہتی ہے ابھی شادی نہیں کروں گی''۔ روحیل سکندر اسے سب کچھ اتنے آرام سے بتا رہے تھے وہ حیران تھا۔

''اچھا''۔ وہ پہلو بدل کر رہ گیا۔

''پتہ نہیں کسے پسند کرتی ہے' میں نے کہا بھی مجھ سے ملواؤ مگر ملوایا بھی نہیں''۔ روحیل سکندر نے اسے بغور دیکھا۔ حمدان پر اعتماد انداز میں نارمل ہی تھا۔ ایسا کوئی تاثر نہیں دینا چاہتا تھا کہ اس کی اریشماء سے بات ہوئی ہے۔

''سر! میں چلوں''۔ وہ بات کاٹ کے اٹھا۔

''نہیں بیٹھو' میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں''۔ روحیل سکندر نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ حمدان مودب انداز میں چیئر پر بیٹھ گیا۔ اسے یقین تھا وہ اریشماء کی ہی کوئی بات کریں گے۔

''حمدان! آپ کیا سمجھتے ہیں بچوں کے فیصلے ماں باپ کو کرنا چاہئیں یا بچوں کو اس کا اختیار دینا چاہیے؟'' ایکدم ہی غیر متوقع سوال اسے چونکا گیا۔

''جی سر! میں سمجھا نہیں''۔ وہ بوکھلایا۔

''آپ نے اپنی زندگی کے بارے میں کیا سوچا ہے' کب تک شادی کریں گے؟'' وہ پھر ایسا سوال کرنے لگے وہ پریشان ہوگیا۔

''سر! میں ابھی شادی کے بارے میں بالکل نہیں سوچتا''۔ سر جھکا لیا۔

''کیوں اب تو آپ ماشاءاللہ برسر روزگار ہیں''۔

''سر! ابھی مجھ پر گھر کی ذمہ داریاں ہیں' بہن کی شادی کرنی ہے' بھائی ابھی پڑھ رہا ہے اور کچھ ایسے کام ہیں جنہیں مجھے ہی کرنا ہے''۔ تساہل پسندی سے اس نے سب واضح کر دیا۔

''ہوں''۔ انہوں نے ہوں کو لمبا کیا۔ وجہ اب سمجھ آئی تھی' اریشماء نے اتنی آسانی سے رضامندی کیسے دے دی اور صرف اس نے جواب میں یہی بتایا تھا جسے وہ پسند کرتی ہے اس پر ذمہ داریاں ہیں۔

''یہ تو بہت اچھی بات ہے''۔ وہ مطمئن سے ہوگئے۔

''سر! ماں باپ جو فیصلہ کرتے ہیں وہ بہترین اور اچھا فیصلہ ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنی اولاد کا برا نہیں چاہتے ہیں۔ میں نے بھی اپنا ہر فیصلہ اپنی امی پر چھوڑا ہوا ہے' وہ جس کسی بھی لڑکی سے میری شادی کریں گی میں ان کی خوشی کے لئے سر جھکا دوں گا''۔ وہ اپنی سوچ سے انہیں آگاہ کرنے لگا۔

روحیل سکندر کو حمدان کی یہی سعادت مندی اچھی لگتی تھی' وہ کبھی کسی بات کی نفی نہیں کرتا تھا' مگر تیمور ان کا بھتیجا تھا ان کی پہلی پسند وہی تھا اور حمدان اس کے بعد تھا۔

(جاری ہے)

شازیہ مصطفیٰ عمران
قسط نمبر 13
سلسلے وار ناول
کبھی عشق ہو تو پتہ چلے

ڈیڈی کو خوشی دے کر وہ مغموم اور افسردہ ہو گئی تھی، ممی کے گلے لگ کے وہ بہت روئی تھی، پہلی دفعہ اس نے اپنی مرضی کے خلاف کوئی فیصلہ کیا تھا، پھر ڈیڈی بھی تو اس کی مرضی اور پسند کو اہمیت دیتے تھے، اس دفعہ ڈیڈی نے جیسے صرف ایک فارملیٹی نبھائی تھی، اس کی مرضی پر چھوڑا تو تھا مگر کچھ بھی اس کی مرضی اور پسند پر نہیں ہو سکا تھا، حمدان کی بے رُخی، سرد مہری اور انکار نے اس کا دل مٹھی میں لے لیا تھا، وہ اسے چاہ کر بھی بھول نہیں سکتی تھی، وہ اس کے حواسوں پر چھایا ہوا تھا۔ دو دن سے اپنے بیڈ روم میں ہی بند تھی، آفس بھی جانے سے منع کر دیا تھا، سیل بھی پتہ نہیں کہاں ڈالا ہوا تھا، دو دن سے ہاتھ میں تک نہیں لیا، یکدم ہی خیال آیا سیل تلاش کیا، سائیڈ ٹیبل سے نیچے نہیں پیچھے کی سائیڈ پر گر گیا تھا، اُٹھا کر چارجنگ پر لگایا، بیٹری بھی ختم تھی، بیڈ روم اس کا بے ترتیب پڑا تھا، صرف کھانے کے لئے روم سے مارے باندھے نکلتی تھی، ڈیڈی تو جیسے جان کے اس سے نگاہیں چُرا رہے تھے۔ موبائل کچھ چارج ہوا تو آن کیا، کچھ ہی منٹ میں اتنے ڈھیر سارے میسجز آئے، سیل مسلسل بجے جا رہا تھا، عدین کے بائیس میسج تھے، جس میں یہی تھا۔

''کہاں ہیں، جواب کیوں نہیں دے رہی ہیں؟ باجی پلیز! کچھ تو بولیں''۔ اریشما حیران رہ گئی، عدین نے مختلف ٹائم میں اتنے میسج کئے تھے، جلدی جلدی اس نے عدین کو دو تین میسج کئے، مگر اس کا جواب نہیں آ رہا تھا، کیوں؟ وہ پریشان ہو گئی، کال کرنے کے لئے سیل چارجنگ سے باہر نکالا، بیل مسلسل جا رہی تھی، وہ کال پک نہیں کر رہا تھا، اسے یقین تھا عدین ناراض جب ہوتا ہے اسے غصہ بھی بہت آتا ہے اگر اس کے میسج کا کوئی جواب نہیں دیتا ہے، تین چار دفعہ وہ ٹرائی کر چکی تھی، تھک ہار کر سیل دوبارہ چارجنگ پر لگا دیا، اسی وقت میسج آیا، اریشماء نے چونک کر دیکھا عدین کا ہی تھا۔

''پورا پورا دن غائب رہتی ہیں، کل سے کتنے میسج کئے ہیں، کال کی، مگر آپ کا سیل آف تھا، اب میں بھی کال ریسیو نہیں کروں گا''۔ عدین کا ناراضی بھرا میسج تھا۔ اس نے میسج ٹائپ کیا اور سینڈ کر دیا، کچھ دیر میں کال کی جو اس نے بہت دیر میں ریسیو کی۔

''کیا بات ہے، تم کال کیوں ریسیو نہیں کرتے ہو؟'' اریشماء کو اس پر غصہ آ گیا۔

''میں بزی ہوں''۔ بے رُخی سے جواب دیا۔

''میں کال بند کر دوں؟'' اسے پھر غصہ آیا۔

''مرضی ہے آپ کی''۔

''عدین! کیا ہو گیا ہے، میں کل سے کتنی ٹینشن میں ہوں، تمہیں اس کا اندازہ بھی نہیں ہو گا''۔ وہ تھکی تھکی روہانسی ہو کر گویا ہوئی، ناراضی بھی دکھا رہا تھا، کل سے دسیوں میسج جو کر چکا تھا اور اریشماء کا کچھ اتا پتہ نہیں چل رہا تھا۔

''تم تو ایسے نہیں بولو بھائی!'' اسے عدین کا ایسا انداز افسردہ کرنے لگا۔

''پھر کیسے بولوں، کل سے پاگلوں کی طرح آپ کو میسج کئے جا رہا ہوں اور آپ پتہ نہیں کیوں سیل آف کر کے بیٹھی ہوئی ہیں، وہ تو میں نے آپ کو کال کی تو پتہ چلا سیل آف ہے''۔

''میں بہت اُداس ہوں عدین!'' وہ رونے والی ہی ہونے لگی۔

''پلیز رونا نہیں، آپ کال آف کریں، میسج پر بات کریں''۔ عدین کو اندازہ ہو گیا وہ رونے کا بہانہ تلاش کرے گی اور اس سے رونا برداشت نہیں ہوتا تھا۔

''مجھ سے میسج پر بات نہیں ہوتی ہے''۔ وہ تیز لہجے میں گویا ہوئی۔

''ایسا کریں، آج آپ آرام کریں، کل فریش موڈ کے ساتھ مجھے میسج کیجئے گا''۔

''عدین! تم کیا مجھے بچی سمجھتے ہو؟ تم سے میں بہت بڑی ہوں''۔ اسے جھنجھلاہٹ ہونے لگی۔

''میں آپ کو بچی نہیں سمجھ رہا، آپ کی ٹینشن کو کم کرنا چاہتا ہوں، اس طرح رو رو کے مجھ سے بات کریں گی تو مجھے کوفت ہوتی ہے''۔ وہ نرم سے لہجے میں اسے سمجھانے لگا۔

''جب تک تمہیں نہیں بتاؤں گی میرا دل ہلکا نہیں ہو گا''۔

''دل ہلکا ایسے بالکل نہیں ہو گا، جو بھی بات ہے آپ کل کیجئے گا میں سب سنوں گا، مگر اس ٹائم نہیں، کیونکہ آپ اتنا روئیں گی، پھر مجھے غصہ آئے گا، آپ جانتی ہیں مجھے''۔ وہ اسے پھر سمجھانے لگا۔

''او کے کل بات ہو گی، ذہن تو فریش کریں اور سونے کی کوشش کریں''۔

''ہاں جیسے مجھے بہت جلدی نیند آتی ہے''۔ وہ چڑ گئی۔

''مگر مجھے تو آ رہی ہے نیند''۔ وہ منہ بنانے لگا۔

''تم ہو ہی سونے کی دوکان، اور تمہارا بھائی اجنبیت کی دیوار''۔ یہ کہہ کر سیل بند کر دیا، چہرہ چھپا کے روتی رہی، اتنا بڑا فیصلہ کر تو لیا تھا، مگر دل راضی نہیں تھا، حمدان کی جگہ وہ تیمور کو سوچ بھی کیسے سکتی تھی، وہ مر تو جائے گی، مگر تیمور کے حوالے خود کو نہیں کرے گی، وہ چاچو، چاچی سب کی فطرت جانتی تھی، مگر ڈیڈی کو جیسے کچھ دکھائی ہی نہیں دے رہا تھا۔ ممی تک جانتی تھیں چاچو کی چالاک فطرت، اور وہ تیمور کو بھی سمجھتی تھیں، شادی کر کے اسے اس گھر میں قبضہ جمانا تھا، اریشماء کو آج اپنی بے بسی پر بہت رونا آ رہا تھا، حمدان نے اسے صاف جواب دے دیا تھا، کوئی راہ نہیں تھی، ڈیڈی نے رشتہ پکا کر دیا تھا، کسی دن بھی منگنی بھی ہونے والی تھی اور وہ جانتی تھی، ڈیڈی شاندار انداز میں فنکشن کریں گے۔

☆
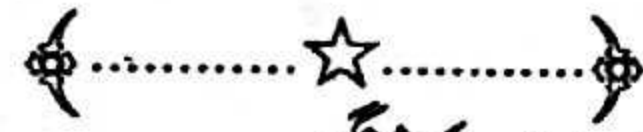
عدین نے امّی اور مصباح کو بتا دیا تھا، اریشماء کی منگنی ہو رہی ہے اور وہ ذرا بھی خوش نہیں ہے، وہ بھائی جان کو پسند کرتی ہیں، اس کا اظہار اس نے عدین سے کر دیا تھا۔

''بہت رو رہی تھیں''۔

''کیا تھا اگر ہم ایک دفعہ بات ہی کر لیتے؟'' مصباح کو ملال و دکھ ہو رہا تھا، اریشماء اسے بھی بہت اچھی لگتی تھی۔

''آہستہ بولو، ڈرائنگ روم میں ہے، ٹی وی دیکھ رہا ہے''۔ امّی نے شہادت کی انگلی ہونٹوں پر رکھی، مگر اندر بیٹھا حمدان بھی جیسے اُلجھا ہوا تھا، وہ چینل پر چینل سرچ کر رہا تھا، اریشماء کا حسرت بھرا لہجہ اسے بار بار ڈسٹرب کر رہا تھا، اس کی نگاہوں میں جو بے چینی، دکھ، افسردگی تھی حمدان سے کچھ بھی مخفی نہیں تھا، مگر وہ اپنی حیثیت کی وجہ سے اس کی کوئی حوصلہ افزائی نہیں کرنا چاہتا تھا، پھر اس نے روحیل سکندر کی باتوں سے بھی اندازہ کر لیا تھا، وہ جیسے اریشماء کا رشتہ اس سے کبھی بھی نہیں کرنا چاہتے، بلکہ تیمور ہی ان کے لئے اہم ہے، کیونکہ وہ ان کا بھتیجا تھا اور پھر غیر پر بھروسہ کیسے کر سکتے تھے، ان کی بیٹی آسائشوں کی عادی وہ کہاں یہاں ایڈجسٹ کر سکتی تھی۔ اس نے ریموٹ سے ٹی وی آف کر دیا، صوفے پر وہ ٹانگیں سیدھی کر کے لیٹ گیا، دل کی دنیا میں بہت ہلچل تھی۔

''اریشماء باجی! بہت رو رہی تھیں اور ہمارے بھائی جان پتہ نہیں کیوں اپنا دل اتنا پتھر کر کے بیٹھ گئے ہیں''۔ عدین کو تو اریشماء کا چہرہ پریشان کر رہا تھا، جو بار بار نگاہوں میں آ رہا تھا۔

''حمدان سمجھتا ہے جب ہی وہ اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا اور پھر ٹھیک ہی تو کیا' ہم لوگ کہاں ان کے مقابلے کے ہیں''۔ امی نے ان دونوں کی ہی نفی کی اور سمجھایا' وہ یہ بھی نہیں چاہتی تھیں کہ دونوں بہن بھائی حمدان کو کچھ بولیں۔

''امی! اریشماء تو اب یہاں آئیں گی بھی نہیں''۔

''ایسا کچھ وہ نہیں کریں گی' آئیں گی وہ ضرور یہاں' اس گھر کے علاوہ وہ جاتی بھی کہاں ہیں؟'' عدین گویا ہوا۔

اسی وقت حمدان نے امی کے بیڈروم میں دیکھا' وہ لوگ چپ ہوگئے' عدین نے اپنا سیل پاکٹ میں رکھ لیا' وہ چلتا ہوا اندر آ گیا۔

''امی! ایک کپ چائے بنا دیں' سر میں بہت بھاری پن ہو رہا ہے''۔ اس نے آہستگی سے کہا' مصباح اور عدین کی گہری نگاہیں اس پر تھیں' اتنا تو انہیں بھی اندازہ ہو رہا تھا' حمدان کے دل کی بے چینی کیسی ہے۔

''کوئی ٹیبلٹ وغیرہ لے لو دودھ کے ساتھ' چائے نہیں پیو''۔ انہیں رات میں چائے پینا پسند نہیں تھا۔

''آج چائے کا موڈ ہو رہا ہے''۔ وہ یہ کہہ کر روم سے نکل گیا' لہجے میں جھنجھلاہٹ سی تھی' تینوں ایک دوسرے کی جانب دیکھنے لگے' ڈھیلے اعصاب کرکے وہ دھڑ سے بیڈ پر لیٹا' آفس سے جب سے آیا تھا الجھا ہوا تھا' نیکسٹ فرائیڈے کو اریشماء کی انگیجمنٹ تھی' روحیل سکندر نے ساری ذمہ داری اس پر ڈال دی تھی اور حمدان نے سعادت مندی سے یہ سب قبول کرلیا تھا' وہ ایسا تاثر نہیں دینا چاہتا تھا کہ وہ خوش نہیں ہے۔ سیل کی بیپ نے اسے چونکا دیا' اریشماء کی کال تھی' کافی دیر تک سیل کو دیکھتا رہا' شاید بند ہو جائے مگر اریشماء بھی مستقل مزاج تھی' بار بار ٹرائی کیا۔

''یس!'' گھمبیر اور سرد آواز میں گویا ہوا۔

''آپ جاگ رہے تھے''۔ وہ خوش ہوگئی۔

''سونے کی تیاری تھی' کہیئے کیا کام ہے؟'' وہ آواز اور لہجے کو نرم بنا کے گویا ہوا تاکہ وہ مشتعل نہ ہو جائے۔

''کچھ دیر مجھ سے بات کر سکتے ہیں؟'' وہ اتنی افسردہ اور دھیمی ہو رہی تھی' حمدان نے آنکھیں بند کر کے اسے محسوس کیا' وہ اتنی نرم و نازک کانچ کی طرح تھی' بالکل صاف شفاف جو دل میں ہوتا وہی اس کے لب و لہجے میں بھی واضح ہوتا۔

''اس وقت بات.... ٹائم دیکھئے بارہ بجنے والے ہیں''۔ اس نے فہمائشی لہجے میں اس کی توجہ ٹائم پر مبذول کروائی۔

''اچھی باتیں کرنے کے لئے کوئی بھی ٹائم ہو سکتا ہے''۔ لہجہ ذومعنی اور حسرت بھرا تھا۔

''اریشماء! لگتا ہے آپ ابھی تک نارمل نہیں ہوئی ہیں''

''ہوں.... بالکل ٹھیک کہا حمدان! آپ نے تو''۔ وہ پھیکی ہنسی کے ساتھ استہزائیہ لہجے میں گویا ہوئی۔

''میں اگر اب نارمل ہوگئی تو یاد رکھیئے گا' اس کے ذمہ دار آپ ہوں گے''۔ وہ اپنے دل کی بھڑاس کسی طرح بھی اس پر نکالنا چاہتی تھی۔

''اریشماء! آپ نفسیاتی باتیں نہیں کریں''۔ وہ تو حواس باختہ ہوگیا' پہلو بدل کر بیٹھ گیا' اس وقت اریشماء کو سمجھانا اور وہ بھی کال پر' سمجھانا بڑا مشکل تھا' وہ اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا' وہ بار بار اس کی جانب رخ کر رہی تھی' اور اسے اسی بات کا ڈر تھا' اگر تیمور کے سامنے کوئی ایسی ویسی جذباتی حرکت کردی تو وہ تو روحیل سکندر کی نظروں میں

بھی گر جائے گا' اسے کچھ تو کرنا ہوگا' یا جاب چھوڑنی ہوگی یا پھر ٹرانسفر کروانا ہوگا۔

''حمدان! آپ بنا دیں گے مجھے نفسیاتی' پلیز ایک دفعہ میرے متعلق سوچیئے تو' میں نہیں رہ سکتی تیمور کے ساتھ' میرا دم گھٹ جائے گا' مر جاؤں گی''۔ وہ تو روہانسی ہوگئی آواز بھی بھرا گئی۔

''آپ اس وقت آرام سے سوئیے' ہم کل بات کریں گے' کسی اچھی سی جگہ پر''۔ وہ تو گھبرا گیا۔

''آپ مجھے ٹال رہے ہیں''۔ وہ مشتعل ہوگئی۔

''آپ سمجھنے کی کوشش تو کریں''۔

''سمجھ آپ نہیں رہے ہیں' ٹھیک ہے' آپ کو ضد ہے تو مجھے بھی ہوگئی' میں صرف آپ کے سپنے دیکھتی ہوں' اگر کوئی میرے جسم و جاں کا مالک ہے تو حمدان وہ آپ ہیں''۔

''شٹ اپ....!'' وہ تو دھاڑ اٹھا۔ امی کے قدم چوکھٹ پر رک گئے' حمدان نے موبائل آف کیا اور تکیہ کے نیچے رکھ دیا' دماغ تو پہلے ہی بھاری تھا' اب تو دل پر گھبراہٹ ہوگئی' واش روم میں چلا گیا' امی نے ساری گفتگو سن لی تھی۔

☆

وہ اتنی سمجھدار' ریزروی تھی پتہ نہیں کہاں سے اس میں اتنی سرکشی اور ضد آ گئی تھی' وہ خود پر حیران تھی' یہ تو نہیں تھی اس کی شخصیت' سمجھ بوجھ رکھنے والی' ہر معاملے کو کتنے اچھے طریقے سے وہ ہینڈل کرتی تھی' حتیٰ کہ حمدان تک کو اس نے ہینڈل کرلیا تھا' جب وہ ڈیڈی کی گاڑی کے آگے آیا تھا' کتنی مشکل سے باتوں میں الجھا کے ہوسپٹل میں روکا' پھر اسے جاب پر بھی لگایا' وہ اتنی ڈیسنٹ طبیعت کی تھی' پھر وہ ایسی کیوں ہوگئی تھی؟ چہرہ تکیہ میں چھپا کے رونے لگی' اپنی شخصیت گم ہونے کا ملال بھی تھا اور اپنے جذباتیت بھرے انداز پر بھی دکھ تھا' ان سب کا ذمہ دار وہ حمدان کو ٹھہرا رہی تھی۔

''حمدان احمد! تم نے میری شخصیت بدل دی ہے' اور تم اپنی شخصیت کو سنبھالے بیٹھے ہو' میرا تو نقصان کر دیا' تمہاری نظروں میں گر تو میں گئی' کتنی سوبر میری سوچیں تھیں' سب تم نے بگاڑا ہے''۔ وہ لب کچل رہی تھی' اتنا بڑا نقصان اس سے برداشت نہیں ہو رہا تھا' پھر تیمور کو جب جب سوچتی اسے اور بھی غصہ آتا' ڈیڈی اتنے خوش تھے ایک دفعہ بھی اس سے نہیں پوچھا' پھر دوبارہ اس نے یہ دل سے فیصلہ کیا ہے یا نہیں۔

''ڈیڈی! آپ نے مجھے لاڈ نخروں میں پالا' اعلیٰ تعلیم دلوائی' ہر طرح کی آزادی دی' مگر جب جیون ساتھی کا فیصلہ کرنے کا وقت آیا' وہ آپ نے خود کرلیا''۔ اسے یہی دکھ و غم احساس سب مارے ڈال رہا تھا۔

''ممی بے چاری' وہ تو میری طرف دیکھتے ہوئے ڈرتی ہیں''۔ اسی وقت دروازے پر ناک ہوئی' اریشماء چونک گئی' جھٹ چہرہ صاف کیا' ضرور ممی ہوں گی اور وہ اسے دیکھ کر پریشان ہو جائیں گی۔

''اریشماء بیٹا! آپ ابھی تک سوئی نہیں''۔ فوزیہ روحیل اندر آ گئی تھیں۔

''ممی! مجھے نیند ہی نہیں آ رہی''۔ وہ تکیہ درست کر کے پیچھے ہوئی' فوزیہ روحیل نے اس کا چہرہ جانچ لیا تھا' وہ رو رہی تھی' اور ان کا دل تو پہلے ہی بے چین تھا۔

''جب ہمت نہیں تھی تو اب رونا بے کار ہے''۔ ان کے لہجے میں بھی دکھ اور افسردگی پنہاں تھی' نہیں تو یہ بھی نہیں پتہ تھا' ان کی بیٹی پسند کسے کرتی ہے' جو اتنا خود کو ہلکان کئے ہوئے ہے' کون تھا جو اسے دکھ دے گیا' اور اس نے اپنے دل و دماغ کے خلاف اتنے بڑے فیصلے پر رضامندی دے دی' مسز روحیل اس کا سر اپنی گود میں رکھ کر

بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگیں' اریشماء کی آنکھیں بھرا گئیں۔

''مجھے بتاؤ گی کون تھا جسے میرے بیٹی نے پسند کیا تھا؟'' اریشماء نے کروٹ لی' دل میں جو بسا ہوا تھا وہ اسے چاہ کر بھی بھلا نہیں سکی تھی' حمدان کی باتیں' رویہ اسے ہرٹ کر رہا تھا۔

''اریشماء بیٹا! مجھے بھی تو بتاؤ کون ہے وہ؟''

''ممی! کوئی فائدہ نہیں بتانے کا''۔ آواز بھرا گئی۔

''کہتے ہیں دل کی باتیں کر لینے سے دل میں جو بوجھ ہوتا ہے وہ کم ہو جاتا ہے' میں اندازہ کر سکتی ہوں میری بیٹی کے دل پر اس وقت کیا گزر رہی ہے' وہ اتنی مجبور ہو گئی ہے اپنے باپ کے آگے' کمزور پڑ گئی ہے' ضرور کوئی ایسی بات ہے جو تم نے اتنا بڑا فیصلہ اپنی مرضی کے خلاف کیا ہے''۔ مسز روحیل کی بھی آنکھوں میں نمی آ گئی' وہ ماں تھیں اور ان کی ایک ہی تو اولاد تھی' اس کی خوشی نہیں پوری ہو رہی تھی' تکلیف انہیں ہی ہو رہی تھی' کتنی دفعہ روحیل سکندر سے بھی بات کرنا چاہی' مگر وہ اپنے بھتیجے کی محبت میں جیسے کچھ سننا ہی نہیں چاہتے تھے' وہ سمجھ رہے تھے ان کی بیٹی کے لئے ان کا بھتیجا ہی بیسٹ رہے گا' جبکہ وہ تیمور کی فطرت کو سمجھتی تھیں' اسے اریشماء سے محبت وغیرہ کچھ نہیں تھی' وہ گھر اور آفس پر قبضہ جمانا چاہتا تھا۔

''جب وہ مجھے مل ہی نہیں سکتا' دل کی باتیں کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں''۔ کچھ دیر پہلے حمدان کی باتوں نے اسے اور اُداس اور غمگین کر دیا تھا۔

''کیا پتہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اسے ہی رکھا ہو' کیونکہ جب محبت میں شدت زیادہ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ بھی ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے''۔ وہ اس کے دل میں امیدیں باندھ رہی تھیں' اریشماء حیرانگی سے چونک کر اٹھ کر بیٹھ گئی' ممی اور ایسی باتیں....وہ تو سمجھی تھی ممی اسے یہی کہیں گی تم بھول جاؤ' وہ تو اس کی محبت کو اور ہی آگے تک لے جانے کی بات کر رہی تھیں۔

''ممی! آپ کیا کہہ رہی ہیں؟''

''میں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں' کیونکہ میں چاہتی ہوں میری بیٹی جسے چاہتی ہے' اگر وہ بہت اچھا ہے تو اسے تمہارا نصیب بنا دے''۔ انہوں نے اریشماء کا ماتھا چوم لیا' وہ ممی کے گلے سے لگ گئی' اسے نہیں پتہ تھا ممی اس کے دل کے درد کو اتنی گہرائی سے سمجھیں گی۔

''جلدی سے بتاؤ کون ہے وہ خوش نصیب جس کے لئے میری بیٹی اتنی اُداس ہے؟ اپنی خوبصورتی کو بھی خراب کرنے پر تلی ہوئی ہے' رو رو کے''۔ لہجے میں بشاشت رکھ کر اسے دیکھا۔ اریشماء جھینپ گئی' جب بھی اس ستم گر کے بارے میں سوچتی اور بے چین ہو جاتی۔

''حمدان احمد!'' نگاہ نیچی رکھی ہوئی تھی۔

''حمدان....!'' حیران تو وہ ذرا بھی نہیں ہوئی تھیں بلکہ مسکرا رہی تھیں۔

''مجھے تو بہت پہلے پتہ تھا''۔

''کیا....ممی آپ!'' اریشماء حیران ہوئی۔

''ہاں مجھے سب خبر تھی' مگر پہلے میں پسند نہیں کر رہی تھی' مگر میں نے تمہارا جھکاؤ شروع سے حمدان کی طرف دیکھا ہے''۔ مسز روحیل نے ذرا بھی اچنبھا اور حیرانگی ظاہر نہیں کی تھی۔

''تم نے حمدان سے بات کی کیا کہتا ہے؟''

''وہ پتہ نہیں ممی! میری طرف توجہ ہی نہیں دیتا' مجھے ہرٹ کر کے رکھا ہوا ہے''۔ اس نے آہستہ آہستہ سب کچھ بتا دیا۔ مسز روحیل گہری سوچ میں پڑ گئیں' وہ اسے اپنے گلے سے لگا کر تھپکی دینے لگیں' ان کی جان تھی' وہ اس کی خوشی کے لئے کچھ تو کریں گی' پھر حمدان جیسا خوددار نوجوان اس زمانے میں بہت مشکل سے ملتا ہے۔

☆

خود کو سنبھالنے میں اس نے تین دن لگائے' رو رو کے وہ آدھی ہو گئی تھی' مگر رونے سے ٹینشن اس کی ختم نہیں ہوئی تھی' وہ وہی تھی' ڈیڈی بہت خوش تھے' وہ جیسے اس سے پوچھنے کی دوبارہ غلطی بھول کے بھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اریشماء نے خود کو مضبوط بنانے کی پوری کوشش کی ہوئی تھی' حمدان کے سامنے خود کو کمزور نہیں کرنا چاہتی تھی' آفس تو چھوڑ ہی رہی تھی' مگر ممی نے سمجھایا تو آنے پر راضی ہو گئی' خود کو مصروف بھی رکھنا چاہتی تھی۔ لیمن کلر کے پرنٹڈ شرٹ اور دوپٹہ اور پلین ٹراؤزر میں وہ شاٹ کٹ بالوں کو کیچر میں مقید کئے خاصی سنجیدہ اور خاموش لگ رہی تھی' حمدان اس کی خاموشی نوٹ کر رہا تھا جو اس کی جانب دیکھنے سے گریز کر رہی تھی' روحیل سکندر سے وہ کسی بات پر ڈسکس کر رہی تھی' اور وہ دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔

''حمدان! آپ وہاں کا وزٹ کر لیں' دیکھ لیں کام ٹھیک طرح تو ہو رہا ہے یا نہیں؟'' روحیل سکندر اپنی گفتگو سے فارغ ہو کر مخاطب ہوئے۔

''سر! آپ مس اریشماء کو بھیج دیں' یہ بھی دیکھیں وہاں ان کے ڈیزائن کئے پروجیکٹ پر کیسا کام ہو رہا ہے''۔ حمدان نے انہیں یاد دلایا۔

''مجھے جب دیکھنا ہو گا میں دیکھ لوں گی' آپ کو ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں ہے''۔ وہ اگلی پچھلی تمام باتوں کا بدلہ لینا چاہتی تھی' اسے بھی غصہ آ گیا تھا' حمدان کو زچ کرتی رہے گی وہ اگر اسے اگنور کر رہا ہے تو وہ اسے ٹینشن دیتی رہے گی۔ حمدان سے ایسا سرد رویہ اتنی ناگواریت وہ سمجھ تو رہے تھے' حمدان نے اسے ہرٹ کیا ہے' اور وہ جوابی طور پر غصہ ہی دکھا رہی ہے۔

''اریشماء بیٹا! آپ حمدان کی بات کا غلط مطلب لے رہی ہیں''۔ انہیں حمدان پر جیسے ترس آیا۔

''سر! کوئی بات نہیں' میڈم کی مرضی جب بھی دل کرے یہ چلی جائیں''۔ وہ اکثر اسے کبھی میم' میڈم اور مس کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔

''ڈیڈی! میں جو بہتر سمجھتی ہوں وہ کہا ہے' انہیں پریشان ہونے کی قطعی ضرورت نہیں ہے' یہ اپنے کام سے کام رکھیں''۔ وہ حمدان کے سرد پڑتے چہرے کو دیکھنے لگی' مگر وہ پھر بھی تحمل کا مظاہرہ ہی کر رہا تھا' اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی جو آج اتنی سادگی میں بھی دلکش لگ رہی تھی' سرخ و سپید رنگت' غازوں کی سرخی' گلاب کی پنکھڑی ہونٹ' حسن سے تو وہ مالا مال تھی' حمدان نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی دلکشی میں کھو گیا تھا' کتنے دنوں سے وہ بھی دل کی عدالت میں کھڑا تھا' وہ پرائی ہونے جا رہی تھی' اور اس کے دل و دماغ میں ہلچل مچی ہوئی تھی' اتنی سنجیدہ طبیعت کا تھا اس پر بھی کسی صنفِ نازک نے اپنا قبضہ کر لیا تھا۔

''اوکے''۔ وہ سر اُٹھا کے گویا ہوا۔

''حمدان بیٹا! آپ کل سے اپنے کام پر لگ جایئے' تین دن بعد اریشماء کی انگیج منٹ ہے' ساری ذمہ داریاں آپ نے سنبھالنی ہیں' کیونکہ مجھے آپ پر پورا بھروسہ ہے''۔

''آپ بے فکر رہیے' تمام کام بہت اچھے طریقے سے انجام دوں گا''۔ وہ کھڑا ہو گیا۔

''ڈیڈی! آپ انگیج منٹ کے فنکشن کا کوئی کام ان سے نہیں کروائیے''۔ یکدم ہی وہ گویا ہوئی' وہ دونوں ہی چونک کر دیکھنے لگے' حمدان تو سمجھتا تھا وہ کبھی بھی نہیں چاہے گی' میں ایسا کوئی کام کروں' کونسا حمدان کا بھی دل تھا وہ کچھ کرے' وہ تو اس کی انگیج منٹ میں بھی نہیں جانا چاہتا تھا' مگر پھر یہ سوچا کہ اگر نہیں جائے گا تو اریشماء سوچے گی وہ اسے پسند کرتا ہے' جب ہی کسی اور کے ساتھ نہیں دیکھ سکتا' ایسی خوش فہمی میں اسے ڈالنا نہیں چاہتا تھا۔

''کیوں....؟'' وہ گویا ہوئے۔

''انہیں پروجیکٹ کو دیکھنے دیں' میں بھی نہیں جاسکتی' آپ کی بھی مصروفیت ہے''۔ اریشماء نے خود ہی ریزن بھی دیا اور بات کو سنبھالا' وہ خود بھی چاہتی تھی حمدان یہ سب نہیں کرے اور اگر وہ انگیج منٹ میں آئے گا تو وہ کہیں خود پر کنٹرول نہ کھودے اور ڈیڈی کی سب کے سامنے انسلٹ ہوجائے' مگر تیمور کو حمدان کی جگہ دینا کتنا مشکل ہے۔

''ہوں.... یہ بھی ٹھیک ہے''۔ روحیل سکندر کی بھی سمجھ میں آ گیا۔ حمدان ان سے اجازت لے کر روم سے نکل گیا' مگر ذہن منتشر ہوگیا' اریشماء کا ایسا رویہ جانے کیوں دل کو دکھ اور افسوس کیوں ہورہا تھا' جبکہ وہ تو یہی چاہتا تھا' پھر اب جبکہ اریشماء نے خود ایسا کہا تو پھر کیوں مضطرب ہورہا تھا؟ چیئر پر بیٹھ گیا تھا' مانیٹر اسکرین آن تھی' حالانکہ بہت کام تھا اور اسے اریشماء سے ڈسکس بھی کرنا تھا' ذہن کو جھٹکا اور اپنے کام میں لگ گیا' لنچ تک وہ بہت بزی رہا' جب اریشماء ناک کرکے روم میں آئی تو اس نے سرسری نگاہ اُٹھائی' اس کی مخصوص مہک حمدان کے اطراف میں پھیل گئی' وہ اور ڈسٹرب ہوگیا' اریشماء اس کی پشت کے پیچھے آ کر کھڑی ہوگئی تھی۔

''حمدان! آپ خود کو بہت مضبوط سمجھتے ہیں؟'' طنزیہ انداز میں پوچھا۔

''میں اس وقت آپ کی کسی بات کا جواب نہیں دے سکتا''۔ لہجہ سپاٹ اور ناگوار تھا۔

''کیوں نہیں دے سکتے؟ سچ نکل جائے گا آپ کے منہ سے''۔ وہ سینے پر باز و لپیٹ کے اس کے سامنے آ گئی' نگاہوں میں تنقید تھی' وہ ایک نظر ڈال کر رہ گیا۔

''جو سچ تھا میں آپ کو دس ہزار مرتبہ سمجھا چکا ہوں' مجھے آپ کی ذات سے ذرا بھی دلچسپی نہیں ہے' آپ خواہ مخواہ خود کو میری نظروں میں گرا کر بے وقعت کررہی ہیں''۔ لہجہ تیز اور درشت ہوگیا۔

''محبت کا اظہار کرنا خود کو گرانا ہوتا ہے؟''

''پلیز اسٹاپ اِٹ!'' وہ زچ ہوگیا' روز کی انہی باتوں سے وہ چڑنے لگا تھا۔

''اگر آپ کا دل صاف ہے' تو مجھ سے بات کریں' بچ کیوں رہے ہیں؟'' اریشماء جزبزسی ہوگئی۔

''بچ نہیں رہا' آپ غلط سوچتی ہیں' ہمیشہ میرے متعلق''۔ نرم لہجے میں گویا ہوا۔

''میں تو ہمیشہ اچھا ہی سوچتی ہوں آپ کے متعلق' مگر شاید آپ مجھے غلط سمجھتے اور سوچتے ہیں''۔ لہجے میں محرومی' حسرت اور افسردگی سب ہی عیاں تھی' حمدان پہلو بدل کر رہ گیا' اریشماء بالکل سادہ بات کرتی تھی' اسے اس کی یہی سادگی اور دلکش بنائے ہوئے تھی۔

''میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں' اور آپ میری باس ہیں' اور میں آپ کے متعلق ایسا ویسا غلط سوچنے کی جرأت کر بھی نہیں سکتا''۔ اس نے جواب میں یہ کہا۔ اریشماء لب بھینچ کر رہ گئی' آنکھیں چھلکنے کو تیار ہورہی تھیں' مگر وہ رو رو کے خود کو بے وقعت نہیں کرے گی' بہت آنسو بہا لئے' اب اسے سب برداشت کرنا ہے' جب سے ممی نے اس کی امیدیں بڑھائی تھیں اسے گونا گوں سکون مل گیا تھا۔

''پھر آپ کو میں نظر کیوں نہیں آتی؟''

''مجھے آپ سے زیادہ بہت کچھ ایسا نظر آرہا ہے جو شاید آپ کو ابھی نظر نہیں آرہا ہے''۔ حمدان نے ذو معنی لہجے میں اسے جتایا۔

''میں سب سمجھتی اور جانتی ہوں' اگر آپ میرا ساتھ دیتے تو جو کچھ آپ کو نظر آرہا ہے اس کا ہم مل کر مقابلہ کرتے''۔

''مس اریشماء! ایسی باتوں کا اب کوئی فائدہ نہیں' آپ نئی زندگی شروع کرنے جارہی ہیں' سچے دل سے تیمور کو قبول کریں' صرف تیمور کو سوچیئے' آپ کے ذہن میں پھر آس پاس کی چیزوں کا خیال تک نہیں آئے گا''۔ اس نے مدبرانہ انداز میں اسے سمجھانے کی پھر کوشش کی۔

''کسی کو مشورہ دینا بہت آسان ہوتا ہے اور جب عمل کرنے کی خود کی باری آتی ہے' سب سے کٹھن اور مشکل ترین مرحلہ ہوتا ہے' سوچیئے گا میری بات کو' آپ کیا مجھے بھول سکیں گے؟ مجھے تیمور کے ساتھ دیکھ سکیں گے؟'' وہ بولتی جارہی تھی اور حمدان گنگ سا اس کی سنے گیا' وہ ہر بات کتنی آسانی سے کہہ دیتی تھی جبکہ وہ ناپ ناپ کے گفتگو کرنے والا شخص تھا اسے تو آگے کی فکر تھی' اگر اریشماء نے جذبات میں آ کر کچھ اُلٹا سیدھا کردیا تو یہ تو حمدان کے لئے بھی شرمندگی کی بات ہوگی' اسے اریشماء کو نارمل کرنا تھا۔

☆
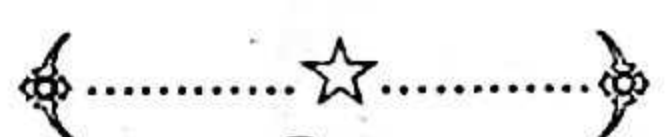
اس نے شیبا کا ایڈمیشن کروا دیا تھا' شہران کو اس نے اچھی طرح سنا کے اس سے پیسے بھی لے لئے تھے' وہ پتہ نہیں کیوں حرما سے دب گیا تھا' یہی سب کے لئے حیران کن تبدیلی بھی تھی' پہلے گھر میں الگ ڈرے سہمے رہتے تھے' شہران جب بھی گھر میں ہوتا' بہنیں ڈری ہوئی رہتی تھیں' مگر بسمہ پھر بھی شہران سے فری تھی' اسے ترٹر جواب دے کر لاجواب کردیتی تھی' شہران واحد بسمہ کو کچھ نہیں کہتا تھا' یا اب حرما جب سے اس گھر میں آئی تھی وہ ادب ولحاظ میں رہنے لگا تھا' چیخ وپکار کچھ کم ہوگئی تھی' مگر محمد احمد سے اس کی طنزیہ تکرار چلتی ہی رہتی تھی' کب سے وہ کچن میں تھی اور وہ روم میں تھا' آج بہت خوش بھی تھا۔ اسے مقامی کالج میں لیکچرار کی جاب مل گئی تھی' تنخواہ بھی ٹھیک ٹھاک تھی' حرما کو وہ یہ خبر سنانا چاہتا تھا مگر وہ ایسی مصروف تھی کہ ایک دفعہ بھی روم میں نہیں آئی تھی۔

''بسمہ.... بسمہ!'' اس نے صحن میں گزرتی بسمہ کو آواز دی۔

''جی بھائی جان!'' وہ دوڑ کے اندر آئی۔

''اپنی بھابی کو اندر بھیجو''۔ اسے یوں بلانا بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا' مگر جب صبر نہیں ہوا تو بلانا پڑا۔ وہ سر ہلاتی ہوئی چلی گئی' وہ وارڈروب کھول کے کپڑے نکالنے لگا' آج حرما نے وہ بھی نہیں نکالے تھے' کچھ ہی دیر میں اورنج پرنٹڈ کاٹن کے کپڑوں میں ملبوس تھکی تھکی اندر آئی' اپنا حلیہ اس نے بالکل گھریلو سا بنالیا تھا' ذرا بھی خود پر توجہ نہیں دیتی تھی' پھر ذیشان بھی خود نہیں بولتا تھا' کیونکہ ابھی وہ برسر روزگار نہیں ہوا تھا' اسے خود سے کوئی شاپنگ بھی نہیں کروائی تھی' حمیرا بیگم نکاح پر جو چند سوٹ لے کے گئی تھیں' وہی وہ پہنتی تھی یا پھر گھر سے رخصت ہوتے وقت اس کی امی نے ایک سوٹ کیس دیا تھا' جس میں اس کے کپڑے اور ضرورت کی چند چیزیں تھیں۔

''سوری میں کچن میں ہی لگی رہی' آپ کے کپڑے نکالنا بھول گئی''۔ حرما کو شرمندگی ہوئی۔

''کچھ وقت مل سکتا ہے' آپ کے اس مظلوم شوہر کو؟'' لہجے میں شوخی وارفتگی سموئے اسے میٹھی میٹھی نظروں سے دیکھا۔

(جاری ہے)

شازیہ مصطفیٰ عمران

قسط نمبر 14

سلسلے وار ناول

کبھی عشق ہو تو پتہ چلے

حرما نے جھینپ کے سر جھکا لیا' وہ آج تک اتنا شوخ تو کبھی نہیں ہوا تھا' نگاہوں میں بھی معنی خیزی تھی' دونوں ساتھ تو تھے مگر ابھی بھی دونوں میں جھجک سی تھی' دونوں فاصلے پر ہوتے تھے' ذیشان نے خود کو سمجھایا ہوا تھا' جب تک

جاب نہیں لگے گی وہ حرما سے کسی بھی حقوق کا مطالبہ نہیں کرے گا۔

''بیٹھو''۔ اس نے بیڈ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''وہ میں پلاؤ بنا رہی تھی' دم پر لگایا ہے' برنر کی آنچ ہلکی کر کے آجاؤں''۔ اتنی معصومیت سے وہ بولی ذیشان کو ہنسی آ گئی۔

''اوکے''۔

جلدی سے روم سے نکلی مگر واپس وہ پندرہ منٹ میں آئی تھی جب تک ذیشان فریش ہو کر واش روم سے نکل چکا تھا۔

''اب تو کوئی کام باقی نہیں ہے نا؟'' اس سے پوچھا۔ تنی میں سر ہلاتی ہوئی چیئر پر بیٹھ گئی اور وہ بالوں کو تولیے سے رگڑ رہا تھا۔

''مجھے جاب مل گئی ہے''۔

''سچ......'' وہ تو خوشی سے بھرپور آواز میں گویا ہوئی۔

''ہوں...... کالج بھی قریب ہے تنخواہ ٹھیک ٹھاک ہے''۔ اس نے بتایا۔

''مبارک ہو''۔ حرما کو ایسا لگا جیسے بہت بڑی مشکل حل ہو گئی ہو۔

''آپ نے امی کو بتایا؟''

''امی کو سب سے پہلے بتایا ہے' مگر تمہیں اب بتایا ہے کیونکہ تم سامنے نہیں آتی ہو' بلانا پڑتا ہے''۔ اس نے تولیہ حرما پر ڈالا' دوسری شوخ سی حرکت حرما کو اس کے انداز بدلے بدلے کسی اور ہی بات کا اشارہ کر رہے تھے۔

''میں کچن میں تھی لائٹ نے تنگ کر کے رکھا ہوا ہے' کوئی کام ٹھیک طرح سے ہوتا ہی نہیں ہے''۔ اس نے بات نکالی۔

''فکر نہیں کرو جنریٹر بھی لے لیں گے تاکہ تمام کام ہو جائیں''۔ وہ معنی خیزی سے گویا ہوا اور اس کے قریب آ گیا' حرما کا دل دھڑکنے لگا۔

''آپ کچھ دیر آرام کر لیں جب تک کھانا بھی ریڈی ہو جائے گا' میں آپ کو بلانے آجاؤں گی''۔ حرما اس کی معنی خیز باتوں سے بچنے کے لئے عذر تراشنے لگی۔

''مجھے ابھی ایسی خاص بھوک نہیں ہے''۔ وہ مسکرایا۔

''باقی لوگوں کو تو ہے' شہران بھی گھر آ رہا ہے' آپ جانتے ہیں اسے بھوک کے معاملے میں وہ کتنا کچا ہے''۔ وہ گڑبڑا گئی۔

''سب کی فکر کرتی ہو میری بھی فکر کر لو گی تو کچھ ہرج تو نہیں ہے''۔ ذیشان نے اس کے ہاتھوں کو بڑے پریم سے اپنے مضبوط ہاتھوں میں جکڑ لیا' وہ تو گھبرا گئی دل کی دھڑکن تیز سے تیز تر ہونے لگی' پلکیں لرزنے لگیں' شرم و حیا کا وہ پیکر تھی' ذیشان سے کب وہ اتنا بے تکلف تھی' شادی کو بھی مہینہ ہی گزرا تھا۔

''جی''۔ حرما نے حیرانگی سے اس کا چہرہ دیکھا وہ مسکرا رہا تھا۔

''میں تو اپنا احساس دلا رہا ہوں' ہم بھی آپ کے بہت کچھ لگتے ہیں' ایک نظر اگر ہم پر بھی ہو جائے تو مضائقہ نہیں''۔ ذیشان کے ہاتھوں میں اس کے ہاتھوں کی کپکپاہٹ وہ محسوس کر رہا تھا' شرم و حیا سے اس کے رخساروں پر سرخیاں دوڑ گئی تھیں۔

''بھابی! بھابی کھانے میں کتنی دیر ہے''۔ بسمہ کی تیز آواز پر ذیشان نے اس کے ہاتھ چھوڑ دیئے وہ بھی بوکھلا گئی۔

''آتی ہوں بسمہ!'' وہ مڑی ہی تھی کی ذیشان نے اس کا آنچل پکڑ لیا وہ جھٹکا کھا کے رہ گئی۔

''ہر دفعہ بچ کے نہیں جا سکتی ہو' میں نے اپنی بات تمہیں سمجھا دی ہے' اب عمل کرنے کی باری تمہاری ہے''۔ معنی خیزی سے کہہ کر اس کا آنچل چھوڑ دیا۔ حرما نے چونک کر اس کی بات پر غور کیا' وہ رکی نہیں روم سے نکل گئی مگر دل کی دھڑکنوں میں شور مچ گیا تھا' ذیشان کی نگاہوں کا پیام سمجھ آ گیا تھا۔

◆..........☆..........◆

وہ زویا کے گھر جانے کے لئے نکل رہی تھی' نیچے پارکنگ میں آئی تو دیکھا گاڑی کا ٹائر پنکچر تھا' وہ پھر واپس آفس میں آئی' ڈیڈی آفس میں بزی تھے ان کی گاڑی وہ لے جانا چاہ رہی تھی' ناک کر کے اندر آ گئی' حمدان اور وہ کسی اہم فائل پر ڈسکس کر رہے تھے۔

''ڈیڈی! میری گاڑی کا ٹائر پنکچر ہو گیا ہے' مجھے زویا سے ملنے جانا ہے''۔ ٹی پنک کلر کے جدید تراش خراش والے لباس میں وہ سنجیدہ سی ان کے سامنے تھی۔

''مے آئی کم ان؟'' تیمور کی آواز پر تینوں چونکے۔ جبکہ اریشماء کو سخت کوفت اور ناگواری ہوئی' کافی دن بعد وہ آفس میں نظر آ رہا تھا' جب سے دونوں کا رشتہ ہوا تھا اور منگنی میں بھی ایک دن باقی بچا تھا' اسے تو کوئی دلچسپی ہی نہیں تھی' ممی اکیلی ہی شاپنگ وغیرہ کر رہی تھیں' اریشماء کے کپڑے وغیرہ سب چاچو اور چاچی کی طرف سے آنے تھے' مگر اسے ذرا بھی خوشی نہیں تھی' وہ دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے زویا کے پاس جا رہی تھی' ایک واحد اس کی فرینڈ تھی جو اسے اچھی طرح سمجھتی تھی اور وہ اس کے پاس جا کر ریلیکس بھی محسوس کرتی تھی۔

''ارے تیمور بیٹا! کب آئے سنگاپور سے''۔

''اچھا تو یہ گیا ہوا تھا''۔ اریشماء سوچ کے رہ گئی' اس نے جاننے کی کوشش ہی نہیں کی تھی' تیمور اتنے دن سے نظر کیوں نہیں آ رہا ہے۔

تیمور نے انہیں سلام کیا' حمدان پر اس کی تنقیدی فہمائشی تمسخرانہ نگاہیں تھیں جیسے کہہ رہا ہو دیکھا میری جیت ہو گئی' حمدان نارمل پر اعتماد انداز میں بیٹھا رہا۔

''ڈیڈی! آپ اپنی گاڑی کی چابی دے دیں' پہلے ہی خاصی دیر ہو گئی ہے''۔ اسے تیمور کی موجودگی سے ایکدم دم گھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

حمدان سے اس کی کیفیت مخفی نہیں تھی' وہ سمجھ بھی رہا تھا تیمور کی وجہ سے رکنے کو تیار نہیں ہے۔

''کیسی ہو اریشماء؟'' تیمور نے اسے بھی مخاطب کر ہی لیا۔

''ٹھیک ہوں''۔ ڈیڈی کی وجہ سے زبردستی مارے باندھے خود کو نارمل کر کے جواب دیا مگر وہ اس کی سمت دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔

''بیٹا! مجھے کہیں اور ضروری جانا ہے' آپ ایسا کرو تیمور آپ کو ڈراپ کر دے گا' کیوں تیمور؟'' ڈیڈی نے جیسے اس کا مسئلہ حل کیا اور وہ چاہتے بھی تھے دونوں جتنا وقت ایک دوسرے کے ساتھ گزاریں گے ایک دوسرے کو سمجھنے میں آسانی ہو گی۔

''ڈیڈی! مجھے نہیں جانا''۔ وہ پیر پٹختی ہوئی تمتماتے روم سے نکل گئی۔

ڈیڈی کو اریشماء کی حرکت پر شرمندگی ہوئی' تیمور جزبز سا ہو گیا' جبکہ حمدان پہلو بدل کر لب بھینچ کے رہ گیا' تیمور کو

اپنی انسلٹ لگی وہ بھی حمدان کے سامنے اور اسے حمدان سے سخت نفرت تھی' اریشماء اسے اہمیت جو دیتی تھی اور اس کی کوشش تھی' حمدان کو کسی طرح بھی اریشماء اور روحیل سکندر کی نظروں میں گرا دوں' مگر اسے موقع ہی نہیں ملتا تھا اریشماء حمدان کی ڈھال بن کے جو کھڑی تھی۔

''سوری بیٹا! وہ ایسے ہی غصہ میں آجاتی ہے جب بھی اس کی گاڑی خراب ہو جاتی ہے''۔ روحیل سکندر نے گویا بات بنائی' وہ تیمور کے دل میں ایسی بات نہیں رہنے دینا چاہتے تھے جو آگے جا کر دونوں کی زندگی میں تلخی بڑھاتی جائے۔

''اسے اپنی فرینڈ کے جانا ہے''۔

''میں دیکھتا ہوں''۔ تیمور تیزی سے نکل گیا۔

حمدان کو پوری امید تھی اریشماء کبھی بھی اس کے ساتھ نہیں جائے گی۔

''آؤ میں ڈراپ کر دوں گا''۔ تیمور کی نگاہوں کے زاویے تک بدل گئے تھے وہ پارکنگ ایریا میں بینچ پر بیٹھی تھی۔

''نو تھینکس''۔ سرد مہری اور روکھے لہجے میں بولی۔

''ابھی اگر حمدان کہتا میں ڈراپ کر دوں تو چلی جاتیں''۔ اسے غصہ آگیا اریشماء نے دانت پیسے۔

''شٹ اپ''۔

''کیوں یہ سچ نہیں ہے حمدان کے ساتھ بڑی خوش رہتی ہو''۔ وہ اس سے دوبدو ہو گیا۔

''اگر پتہ ہے تو تم کیوں بیچ میں آتے' منع کر دو گی سے''۔ ترخ کے گویا ہوئی۔

''اونہہ..... وہ اچار بنانے والی کا دو کوڑی کا آدمی تمہیں مجھ سے جیت لے' ایسے تو میں کبھی ہونے نہیں دوں گا''۔

''جسٹ تیمور لیفٹ''۔ اس کے تو دماغ پر جا لگی حمدان کی ایسی بے عزتی وہ بھی تیمور کے منہ سے وہ برداشت نہیں کر سکی تھی' شدت غم سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

''کیوں سچ سننے کی ہمت نہیں ہے''۔ وہ استہزائیہ ہنسی لئے ہوئے تھا۔

''جیسے تم ویسے تمہاری گھٹیا سوچ ہے''۔ وہ پھنکاری۔

''وہ گھٹیا انسان اس سے زیادہ کون ہو گا تمہارے ذریعے تمہاری جائیداد پر قبضہ کرنا چاہتا ہے اور ایسے میں کبھی بھی نہیں ہونے دوں گا''۔

''تیمور! کب سے تم بکواس کیے جا رہے ہو''۔ وہ چیخی تھی۔ ایک دو لوگوں کی آمد و رفت وہاں ہوئی تو وہ چپ ہو گئی۔

''تمہارا کلاس فیلو ہے مگر دیکھو تایا ابو نے اہمیت مجھے ہی دی''۔

''ڈیڈی کو پتہ نہیں ہے تمہاری گھٹیا سوچ کا''۔

''بلکہ انکل کو نہیں پتہ ہے ان کا ایمپلائی ان کی بیٹی کے خواب دیکھ رہا ہے''۔ وہ دانت پیس کر اریشماء کو زچ ہی کر رہا تھا۔

''وہ خواب نہیں دیکھ رہا ہے' میں اس کے خواب دیکھ رہی ہوں' اسے مجھ میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے مگر مجھے حمدان میں انٹرسٹ ہے' حمدان کی جگہ تم نہیں لے سکتے''۔ آج تو اس کے اندر کا سارا غبار نکل آیا' تیمور حیرانگی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

''تم مجھ سے شادی تو کر لو گے مگر میرا دل حمدان کے پاس ہے' سنا تم نے''۔ وہ سر پکڑ کے روتی چلی گئی اور وہ

دھواں دھواں چہرے کے ساتھ رہ گیا۔

☆
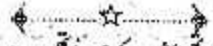
جلدی جلدی قدم بڑھاتی ہوئی وہ جا رہی تھی' شہران کو جیسے خبر تھی وہ اسی راستے سے ہی جاتی ہے' آج کل لائبہ اس کے ساتھ آتی جاتی ہوئی نظر نہیں آتی تھی' چادر اچھی طرح خود پر لپیٹے وہ تیز تیز چل رہی تھی' شہران نے راؤنڈ اباؤٹ سے اپنی کیب ٹرن کی اور سرعت سے نکل کر اس کا بازو پکڑ لیا' وہ اپنے ایریا میں پہنچ گئی تھی۔ لیلٰی ماہ کا سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا' دم سادھے وحشت زدہ سی اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

''کیوں مجھ سے بھاگ رہی ہو؟'' بازو جھٹکے سے چھوڑ کے اسے اپنے حصار میں لے کر کھڑا ہو گیا تاکہ وہ بھاگنے کی کوشش نہ کرے' چوڑی سی گلی تھی تین بجے عموماً سناٹا ہی ہوتا تھا' لوگ اپنے اپنے گھروں کے مین گیٹ بند کر کے رہتے تھے' اس نے سراسیمگی سے اطراف میں نگاہ دوڑائی' کوئی ذی روح نظر نہیں آ رہا تھا۔

''دیکھو میرے راستے سے ہٹ جاؤ' کیوں تم میرا راستہ روکتے ہو مجھے ڈراتے ہو''۔ آواز اور لہجہ کو مضبوط بنا کے مخاطب ہوئی۔

''راستہ روکنے کی وجہ ہے اور ڈرانا میں تمہیں بالکل نہیں چاہتا''۔ شہران کی نگاہیں اس کے خوبصورت سراپا میں الجھ رہی تھیں' نازک سا نکھرا' آنکھوں میں بلا کی چمک' وہ اکثر ان آنکھوں کی وجہ سے ڈسٹرب ہو جاتا تھا۔

''کیا وجہ ہے؟'' وہ حیرانگی سے پوچھنے لگی۔

''مجھ سے دوستی کر لو''۔

''شٹ اپ' میں تمہارا منہ توڑ دوں گی' تم سے دوستی کر لوں' شکل دیکھی ہے اپنی' لعنتیں پڑتی ہیں پھر بھی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے ہو''۔ وہ چیخنے لگی۔

''منہ سنبھال کے بات کرو ورنہ یہ جو تمہارا گھمنڈ ہے توڑنے میں دیر نہیں لگے گی اور تمہارے والد صاحب شرافت کا مینار بنائے پھرتے ہیں' ان کی عقل بھی ٹھکانے آ جائے گی''۔ شہران کی جنگ تو اسد مرزا سے تھی جن کی فہمائشی نگاہوں میں ہر وقت تضحیک ہی نظر آتی تھی' جب بھی مسجد میں ملتے ایک دو طنز کی باتیں سننے کو ضرور ملتی تھیں۔

''میرے ابو کا نام تمیز سے لیا کرو''۔ لیلٰی ماہ کے تو پتنگے لگ گئے۔

''ہاں ایک تمہارے باپ کو کھلی آزادی ہے وہ جیسا چاہے جس طرح چاہیں بے عزت کریں اور میں تمیز سے نام لوں' ارے تمہارے باپ کو تو خود تمیز نہیں ہے''۔

''بکواس بند کرو''۔ لیلٰی ماہ کا ہاتھ اٹھنے والا تھا جو اس نے اپنے مضبوط ہاتھ میں جکڑ لیا' وہ تکلیف سے کراہ کے رہ گئی۔

''جیسا باپ ویسی اس کی بیٹی''۔ شہران نے ہاتھ گھسیٹ کے قریب کر لیا' وہ گرتے گرتے بچی' توازن برقرار نہیں رہ سکا تو اسی کا بازو سہارے کے لئے پکڑا۔

''میں تمہاری شکایت ذیشان بھائی سے کروں گی''۔ آخری دھمکی بے زاری سے ہی دی۔

''شوق سے لگانا مجھے کسی کا ڈر نہیں ہے''۔ اس نے نڈر انداز میں اسے جتایا اور چھوڑ دیا۔

''دوستی کر لو بہتری اسی میں ہے کیونکہ شادی تم سے ہی کروں گا یہ میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں''۔

''شکل دیکھی ہے اپنی' تم سے شادی کرنے سے پہلے میں مر جاؤں گی''۔ نخوت' نفرت اس کے لہجے میں

چھلک رہی تھی۔

"تم اپنی شکل دیکھنا جا کر آئینے میں اچھی طرح' اگر یہ کسی دن کملا گئی میری وجہ سے' آئینہ دیکھنے کے قابل بھی نہیں رہو گی"۔

"جسٹ شٹ اپ' کیوں مجھے ڈرا رہے ہو"۔ وہ روہانسی ہو گئی۔

"سوچنے کا ٹائم دے رہا ہوں' تین دن بعد گھر میں گھس کے تمہارے ہاتھ میں منگنی کی انگوٹھی پہنانے آؤں گا"۔

"کک...... کیا......" وہ تو کرنٹ کھا کے رہ گئی۔

"تم کیوں کر رہے ہو ایسا؟"

"تم سے محبت ہو گئی ہے پیار کرنے لگا ہوں"۔ شہران نے بڑی لگاوٹ اور محبت سے چور نگاہوں سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"کک...... کیا......" اس پر تو ایسا لگا پہاڑ ہی آن گرا ہو۔

"ہاں تم سے پیار کرنے لگا ہوں"۔ وہ مبہم سا مسکرایا۔

لیل ماہ بے یقینی سے اسے دیکھے گئی یقین تو وہ اس پر کبھی کر ہی نہیں سکتی تھی' جیسا وہ بدتمیز بدمعاش تھا یہ اور پیار۔

"دماغ تو درست ہے"۔

"تمہیں جب سے پیار کرنے لگا ہوں' دماغ ہی تو درست نہیں ہے"۔ شہران خود بھی حیران تھا' کیسے اس نے یہ سب اس سے کہہ دیا' جبکہ وہ تو پیار و محبت کے چکر میں پڑنا ہی نہیں چاہتا تھا مگر اسے اسد مرزا سے ضد ہو گئی تھی' ان کا غرور کسی طرح بھی اسے توڑنا تھا' اس کے لئے اسے چاہے کسی حد تک جانا پڑتا۔

"اونہہ...... پیار تم جیسے شخص پر یہ سب بالکل اچھا نہیں لگ رہا ہے' ہٹو راستے سے"۔ وہ چادر سمیٹ کے آگے بڑھ گئی۔ شہران نے پیچھے سے پھر اس کا بازو پکڑ لیا۔

"یاد رکھنا تین دن دیئے ہیں' اس کے بعد مجھے الزام نہیں دینا"۔ وہ اس کے کان میں سرگوشی کرنے لگا۔

لیل ماہ کو بار بار اس کا بازو پکڑنا' تنگ کرنا' اس دن اپنے گھر میں بھی اس نے جو حرکت کی تھی' اس دن سے تو وہ شہران سے اور زیادہ نفرت کرنے لگی تھی۔

"تم تمیز سے بات نہیں کر سکتے' کیوں بار بار میرا بازو پکڑتے ہو"۔ وہ تو دانت پیس کے اس کے روبرو آ گئی۔

"جب محبت اور پیار ہو جاتا ہے دل کرتا ہے بار بار چھوا جائے"۔ وہ مخمور نگاہوں سے مسکرانے لگا۔

"بدمعاش' آوارہ لوگ تم جیسے ہی ہوتے ہیں"۔ لیل ماہ کے تو خوف کے مارے پسینے چھوٹ گئے' وہ تیزی سے بھاگ لی۔ شہران نے بھی اسے پھر نہیں روکا' دور سے اسے جاتا دیکھتا رہا۔

"لیل ماہ اسد! تمہیں شکار کر کے ہی رہوں گا' مجھے بھی ضد ہے خود سے"۔ وہ خود سے ہمکلام اپنی کیب میں بیٹھ گیا۔ اس کی فطرت میں غصہ بدلہ جانے کیوں آ گیا تھا' ورنہ وہ نارمل زندگی گزار رہا تھا۔

☆

"مجھے کیوں اپنی منگنی پر نہیں بلا رہی ہو"۔ زویا کو تو سن کے ہی غصہ آ گیا۔

اریشماء ڈرائیور کے ساتھ اس کے گھر چلی آئی تھی' گھر میں ہر وقت ممی اور ڈیڈی منگنی کے انتظامات کی باتیں کرتے رہتے تھے۔ کل ہی تو اس کی منگنی بھی تھی اور وہ اس ماحول سے گھبرا کے زویا کی طرف آ گئی تھی۔

"اگر حمدان سے ہوتی تو ضرور بلاتی' تیمور سے تو میں بھی خوش نہیں ہوں"۔ اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی آ گئی۔

"اریشماء! میں تیری فرینڈ ہوں' میرا ہونا تیرے ساتھ بہت ضروری ہے"۔ زویا نے ننھے افہام کو گود میں اٹھایا۔

"اگر تم پاس ہو گی میں روتی رہوں گی اور یاد ہے میں نے کیا کہا تھا ایسا کچھ کروں گی یہ منگنی ہو ہی نہیں سکے گی"۔

"مطلب......؟" زویا نے حیرانگی سے پوچھا۔

"میں تیمور کو انگوٹھی پہنانے ہی نہیں دوں گی' میں نے بھی ایک ڈرامہ سوچا ہے"۔ اریشماء نے اپنے ذہن میں پلان ترتیب دے لیا تھا۔

"پاگل ہو گئی ہے اتنی بڑی محفل ہو گی' انکل آنٹی کی ناک کٹوائے گی"۔ اس نے اریشماء کے چپت لگائی۔

"ایسا کچھ نہیں کروں گی ہاں میں تیمور سے انگوٹھی نہیں پہنوں گی"۔ وہ تیمور کو ایسا کوئی حق دینا نہیں چاہتی تھی' دل و دماغ میں حمدان تھا' کیسے تیمور کو اس کی جگہ دے۔

"میرا دل پتہ نہیں حمدان سے ہٹ ہی نہیں رہا ہے"۔

"اریشماء! تو پاگل ہو گئی ہے کیوں اس کے لئے خود کو اتنا گرا رہی ہے"۔ زویا کو اس کی حرکتیں سخت ناگوار گزر رہی تھیں جو خود کو حمدان کے لئے ہلکان کر رہی تھی۔

"حمدان کی خودداری اور ریزرو طبیعت نے مجھے اسیر کر لیا ہے' مجھے ذرا سا بھی ملال نہیں ہے اس کے آگے خود کو گرانا"۔

"محبت میں ٹھیک کہتے ہیں انسان عقل سے پیدل ہو جاتا ہے جیسے تو ہو گئی ہے"۔

"تو میں کیا کروں' نہیں رہ سکتی اس کے بغیر"۔ وہ زویا کی بات پر زچ ہو گئی جو اسے کب سے تحت سست سنا رہی تھی اور وہ جیسے اس پر ذرا اثر ہی نہیں ہو رہا تھا۔

"تو اس کا ایک ہی حل ہے حمدان سے گن پوائنٹ پر شادی کروا لے' کیونکہ ایسے تو وہ کبھی ماننے کا نہیں"۔ زویا چڑ گئی۔

"وہ گن پوائنٹ پر بھی کبھی مجھ سے شادی نہیں کرے گا"۔ وہ حمدان کی نیچر کو اچھی طرح جان گئی تھی' وہ کیسا تھا مر تو جائے گا اپنی خودداری کو نہیں چھوڑے گا۔

"ناس بندہ سے تمہارے ساتھ جوڑی بھی جچتی ہے"۔ زویا نے ستائشی لہجے میں سراہا۔

"زویا! مجھے زندگی میں ہر چیز ملی' میرے ڈیڈی نے میری ہر خواہش پوری کی ہے' جو میں منہ سے نکالتی تھی فوراً پورا کرتے تھے' آفس میں بھی اپنی ضد اور خواہش سے آئی' ڈیڈی نے کبھی منع نہیں کیا مگر جب مجھے لائف پارٹنر کا انتخاب کرنا تھا' ڈیڈی نے یہ اختیار جانے کیوں چھین لیا"۔ ڈیڈی اس کی خوشی کو کیوں نہیں سمجھ رہے تھے۔

"تم ڈیڈی کو حمدان کا نام بتا دیتیں"۔

"جب حمدان نے منع کر دیا تو نام بتا کے کیا ہوتا"۔ وہ لب کچلنے لگی۔

"حمدان آفس چھوڑ دیتا اور میں یہ نہیں چاہتی وہ کہیں اور جائے"۔

"اریشماء! ایسے تو اور تم گھٹ گھٹ کے... بلکہ حمدان کو کہہ دو وہ چلا جائے ورنہ تمہاری آگے کی زندگی پر بہت اثر پڑے گا"۔ زویا اس کی بہت مخلص دوست تھی وہ بھی اس کے لئے ہر وقت فکر مند رہتی تھی۔

"اس کے جانے سے پتہ ہے کیا ہو گا میں مر جاؤں گی' وہ سامنے رہے گا تو مجھے سکون رہے گا"۔

"یہ تو غلط کر رہی ہے حمدان ساری زندگی تو اکیلا نہیں رہے گا' وہ بھی تو ایک دن شادی کرے گا' جب تو برداشت کر سکے گی؟" اس نے اریشماء کا افسردہ اداس چہرہ فکر مندی سے دیکھا' وہ اتنی مغموم سی لگ رہی تھی' اس کی صحت پر بھی اثر

پڑ رہا تھا۔

''مجھے یہی سوچ کے تو اور گھبراہٹ اور بے چینی ہوتی ہے وہ شادی کرے گا''۔

''تم سے نہ سہی کسی سے بھی کرے گا تو وہ ضرور''۔ اس نے انہام کو سلا کے اس کے بستر پر لٹایا۔

''میں نے ڈیڈی سے کہہ دیا ہے حمدان سے ارینجمنٹ وغیرہ بالکل نہیں کروایئے''۔

''انکل کو شک تو نہیں ہو گیا؟'' زویا نے پھر پوچھا۔

''شاید مجھے لگتا ہے ڈیڈی کو پتہ ہے میں حمدان کو لائک کرتی ہوں''۔ وہ اطمینان سے تھی۔

''اور اچھا ہی ہے ڈیڈی کو اگر پتہ ہے تو مجھے بتانے کی بعد میں ضرورت نہیں رہے گی''۔

''بعد میں مطلب؟'' زویا چونکی۔

''ہو سکتا ہے کبھی حالات ایسے ہو جائیں کہ حمدان سے میری شادی ہو جائے تو''۔ لہجے میں اس کے ابھی بھی بجھی سی امید تھی۔

''کیا پاگل تو نہیں ہو گئی ہے''۔

''پاگل پن کی کیا بات ہے پتہ نہیں مجھے ایسا بھی لگتا ہے حمدان ایک دن خود میری طرف بڑھے گا''۔

''اریشماء! تو پاگل ہو گئی ہے''۔ زویا کو اس کی باتوں سے ڈر بھی لگنے لگا جو حمدان کے لئے اتنی دیوانی ہو رہی تھی۔

''کیوں تم نہیں چاہتیں میں جسے چاہتی ہوں اس سے شادی کروں''۔ سائے زوفیا کی یہ بات پسند نہیں آئی۔

''میری تو دعائیں تمہارے ساتھ ہیں اگر حمدان تمہارے نصیب میں ہے تو اسے تمہارا کر دے ورنہ تم حمدان کو بھول جاؤ' کیونکہ میں تمہیں ٹوٹتا بکھرتا ہوا نہیں دیکھنا چاہتی''۔ اس نے اریشماء کو اپنے گلے سے لگا لیا' اس کی یہ معصوم سی دوست جس نے اپنے جذبے تک سنبھال کے رکھے ہوئے تھے اگر وہ کسی کے لئے اتنی دیوانی ہوئی تھی تو وہ بھی ایک خوددار انسان تھا۔

☆

ذیشان نے کالج جوائن کر لیا تھا' صبح آٹھ بجے نکلتا تھا اور تین بجے تک وہ گھر آ جاتا تھا' پھر آ کر وہ تین گھنٹے سو جاتا تھا۔ حرما شام میں اس کے لئے چائے کے ساتھ کچھ نہ کچھ اسنیکس وغیرہ بنا کے لاتی تھی۔

کب سے وہ بے خبر سو رہا تھا' وہ اس کی چوڑی پشت کو دیکھ رہی تھی' صبح کا اٹھا ایسے تھک کے سوتا تھا کروٹ تک نہیں بدلتا تھا' اسی لمحے ذیشان میں حرکت پیدا ہوئی' وہ سیدھا ہوا نگاہ حرما پر پڑی' گلابی کاٹن کے پرنٹڈ کپڑوں میں نکھری نکھری مسکراتی ہوئی نظر آئی' مگر وہ جھینپ کے رخ موڑ گئی۔

''آج آپ کو جلدی فرصت مل گئی''۔ مسکرا کے طنز کیا' حرما نے اسے گھورا جو کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا طنز کرنے کا۔

''اب ایسی بھی بات نہیں ہے' میں کئی چکر لگا چکی ہوں آپ تو ایسے بے خبر ہو کر سوتے ہیں' آس پاس کا خیال تک نہیں رہتا''۔ اس نے بھی خفگی سے شکوہ کیا۔

''اچھا مجھے یقین تو نہیں آ رہا''۔ وہ اٹھ کر بیٹھا' کپڑے بھی اس نے چینج نہیں کیے تھے آتے ہی لیٹ گیا تھا۔

''مجھے آپ کو یقین دلانا بھی نہیں ہے''۔ وہ روم سے جانے لگی۔

''جہاں میری بات شروع ہوتی ہے تمہیں کھانے کی پڑ جاتی ہے' ادھر تک کر بیٹھو میرے پاس''۔ تیز لہجے میں رعب سے گویا ہوا' حرما کے قدم رک گئے۔

''ادھر آ جاؤ''۔ اس نے اپنے قریب بیڈ پر جگہ بنائی۔

حرما اس کے انداز پر پزل سی ہو گئی' ذیشان لگتا تھا اجنبیت کی دیوار گرانا چاہتا تھا' یونیورسٹی میں کیسے فاصلے پر رہ کر بات کرتا تھا اور وہ فاصلوں کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ وہ جھجکتی شرماتی ہوئی اس سے قدرے فاصلے پر بیٹھی مگر ذیشان نے ہاتھ پکڑ کے خود سے قریب بٹھا لیا' وہ حواس باختہ سی ہو گئی۔

''پہلے بھی دوریوں پر رہ کر مخاطب ہوتی تھیں اور ابھی بھی اسی طرح کر رہی ہو''۔ اس نے حرما کے نرم و ملائم ہاتھ کی پشت کو سہلایا۔

''یہ دوریاں اسی طرح قائم رہیں تو بہتر ہیں' آپ کو بھی پچھتاوا اور دکھ ہو گا''۔ لہجے میں اس کے افسردگی تھی۔

''مجھے کوئی دکھ پچھتاوا نہیں ہے' ہاں مجھے اس بات کا بہت دکھ ہوتا ہے تمہارے ابو نے صفائی کا ایک موقع تک نہیں دیا' تمہیں اتنی بڑی سزا دے دی''۔ وہ بھی افسردہ ہوا۔

''ساری زندگی میرے دل پر یہی بوجھ رہے گا' میں اپنے ابو کے لئے ایک بری بیٹی ہوں''۔ اس کی آواز بھرا گئی۔

''حرما! حرما کیا ہو گیا ہے' ایسی بات تم سوچ بھی کیوں رہی ہو؟'' اس نے حرما کو اپنے شانے سے لگا لیا۔

''میں ایسے آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتی''۔ وہ جھٹ الگ ہو گئی۔

''ایسے ساتھ نہیں رہ سکتی' کیا کہہ رہی ہو؟'' سن کے جھٹکا کھا کے رہ گیا' حرما بیڈ سے اتر گئی تھی' آنسو اس کے رخساروں کو گیلا کر رہے تھے۔

اس کی یہ بات ذیشان کے دل و دماغ کو ہلا کے رکھ گئی تھی' اس نے ایسی بات کیوں کی۔

''وہ میرا مطلب ہے میں جب تک......'' آگے بولنے کی اس میں اتنی ہمت نہیں تھی' ذیشان اس کے سامنے آ گیا' چہرہ اس کا کچھ برہم ہو رہا تھا۔

''حرما! تمہارا مطلب ہے میں اس قابل نہیں ہوں' میری وجہ سے تمہیں رسوائی ملی''۔

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے' پلیز آپ میری بات کو سمجھنے کی کوشش کریں''۔ وہ روہانسی ہو کر گھبرا گئی' ذیشان مشتعل جو ہونے لگا تھا ورنہ وہ تو اتنا کول مائنڈڈ تھا' اس نے ابھی تک بھی اس کی مرضی کے خلاف ایسی کوئی حرکت نہیں کی تھی جو حرما کو بری لگے۔

''اگر تم سمجھ رہی ہو کہ میری وجہ سے......''

''پلیز آپ میری بات کو سمجھنے''۔ اسے کہتے ہوئے بھی حیا آ رہی تھی۔ ہاتھوں کو آپس میں رگڑنے لگی' اتنی بے کل اور بے چین سی لگی' ذیشان نے اس کے ہاتھوں کو تھام لیا۔

''آخر بات کیا ہے تم نے ایسا کیوں کہا؟''

''میں یہ چاہتی ہوں جب تک ابو مجھے معاف نہیں کریں گے میں آپ کے قریب نہیں آؤں گی''۔ یہ کہہ کر نگاہ اور سر جھک گیا۔ وہ گنگ سا بے یقینی سے اسے دیکھے گیا' کتنا خوش تھا وہ اپنی زندگی کی ابتدا کرے گا مگر حرما نے یہ کیا کہہ دیا تھا وہ لب بھینچ کے رہ گیا اور پشت پھیر کے کھڑا ہو گیا۔

''آپ ناراض ہو گئے ہیں؟'' وہ فکرمند بھی ہو گئی' ذیشان کو وہ ناخوش نہیں کرنا چاہتی تھی' اس کے گھر والوں نے تو اسے سر آنکھوں پر بٹھا کے رکھا تھا اور خود ذیشان اس کی کتنی قدر کرتا تھا۔ محبت اس کے لب و لہجے اور آنکھوں سے عیاں ہوتی رہتی تھی۔

''نہیں ناراض تو نہیں ہوا''۔ آہستگی سے گویا ہوا۔

''میں آپ کے جذبات' محبت سب سمجھتی ہوں اور محسوس کرتی ہوں' آپ میری اتنی بات تو مان سکتے ہیں''۔ لہجے میں التجا اور حسرت تھی۔

''حرما! تم مجھ سے ایسی چیز مانگ رہی ہو جس کا رزلٹ تم بھی جانتی ہو' تمہارے ابو بہت اصول پرست ہیں' مجھے نہیں لگتا وہ ہمیں معاف کریں کیونکہ ہماری پہلے ہی اس محلے میں بہت عزت ہے یہ تم بھی جانتی ہو''۔ ذیشان کا لہجہ طنزیہ اور تلخ ہو گیا۔

حرما جز بز ہو گئی' اس کے گھر میں ہی تو ابو ہر وقت محمد احمد کی برائیاں کرتے تھے' ان کے بیٹوں کا سامنا تک کرنا گناہ سمجھتے تھے' مگر قسمت دیکھو انہی کی بیٹی اس گھر میں بہو بن کے آ گئی تھی' یہ تو حرما نے بھی تصور نہیں کیا تھا حالات ایسے ہو جائیں گے۔

''امید اور یقین بھی تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے''۔ وہ گویا ہوئی۔

''ہاں یہ تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو' اللہ تعالیٰ کیا سے کیا کر سکتا ہے' اب دیکھو ہماری شادی بھی اسی نے ممکن بنا دی چاہے کسی طرح بھی ہوئی' ہو تو گئی ورنہ تمہارے ابو میرا رشتہ کبھی بھی قبول نہیں کرتے''۔ ذیشان نے بھی اس کی تائید کی۔

''مجھے یقین ہے ایک دن ابو کو بے گناہی کا یقین آ جائے گا''۔

''انشاء اللہ تعالیٰ''۔ ذیشان نے دل سے کہا۔

وہ بہت طول سا ہو رہا تھا' ایک دم ہی بے زاری سی ہونے لگی' اپنا والٹ اٹھایا' آئینے میں دیکھ کر بالوں میں برش چلایا' حرما حیرانگی سے اس کی حرکات و سکنات دیکھ رہی تھی' جو ایکدم چپ سا ہو گیا تھا۔

''آپ کہاں جا رہے ہیں؟''

''کچھ دیر کے لئے باہر جا رہا ہوں' رات تک آؤں گا''۔ اس کی سمت وہ نگاہ تک نہیں کر رہا تھا۔

حرما سمجھ گئی تھی وہ پریشان سا ہو گیا ہے اور کچھ خفا خفا بھی ہے۔

''آپ ناراض ہو گئے ہیں؟'' وہ راہ میں حائل ہو گئی۔

''نہیں تو میں ناراض تو نہیں ہوا بلکہ مجھے خوشی ہے کہ تم نے مجھے اس قابل جانا کہ سب کچھ مجھ سے شیئر کیا''۔ وہ اس کا نازک سا مکھڑا مسکرا کے دیکھنے لگا۔

''نہیں آپ ناراض ہیں' ٹھیک ہے آپ کو بھی میں ناراض نہیں کروں گی' میں آپ کی خوشی کے لئے راضی ہوں''۔ اس کے سامنے سر جھکا دیا۔

''بالکل نہیں' اب تو میں نے بھی ٹھان لی ہے تمہاری خوشی پہلے ہے میری تو اس کے بعد آتی ہے' اور اس خوشی میں زیادہ مزا ہے جب دونوں فریق خوش خوش ایک دوسرے کو سمجھیں''۔ اس نے حرما کے شانے پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے۔

''آپ دل سے کہہ رہے ہیں؟'' جانے کیوں حرما کو بے چینی ہو گئی تھی' وہ اس کا دل توڑ گئی ہے اور وہ اتنی محبتوں کا شخص یوں خاموش افسردہ سا بالکل اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

''بالکل دل سے کہہ رہا ہوں''۔ حرما کے رخسار پر لب رکھ دیئے۔

''اتنی تو اجازت ہے ناں؟''

حرما مارے حیاء کے چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر رہ گئی' وہ مسکرانے لگا۔

''اس سے آگے بھی کرنے کی اجازت ہے''۔ حرما کو حصار میں لے لیا' وہ بوکھلا گئی۔

''یہ تو بالکل نہیں' اس کے آگے تو آپ خود کی بھی نہیں سنیں گے''۔ حصار توڑ کے دور ہو گئی' ذیشان نے بھرپور قہقہہ لگایا۔

''جناب بڑی چالاک ہیں' آپ تو سب سمجھتی ہیں''۔

''میں آپ کے لئے چائے لے کے آتی ہوں' کوئی ضرورت نہیں ہے جانے کی''۔ وہ حکمیہ لہجے میں کہتی ہوئی ذیشان کو بہت پیاری لگی۔

☆

چچی نے سارا سامان اس کا ایک دن پہلے ہی بھجوا دیا تھا' کامدانی کلیوں کا فراک اور پاجامہ' جیولری سب کچھ تھا' مگر اسے سب دیکھ کر غصہ آ رہا تھا' ایک ایک چیز اٹھا کے پھینک دی تھی ممی تو گھبرا گئی تھیں۔

''اریشماء! میری بچی یہ کیا کر رہی ہو؟'' انہوں نے حیرانگی سے اس کی حالت کو دیکھا۔

''ممی! مجھے نہیں پہننا یہ سب لے جائیں''۔ چہرہ تکیہ پر رکھ کر رونے لگی' اپنی بے بسی پر زندگی بھر اسے رونا ہی تھا' احتجاج کا حق تک نہیں تھا' ڈیڈی نے اس کی زبان بند کر دی تھی۔

''جب سب کچھ تم نے طے کر لیا ہے تو پھر ان چیزوں سے انکار تو فضول ہے''۔ ممی نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

''مجھ سے نہیں ہو گا یہ سب ممی! مجھے تیمور نہیں پسند' میں حمدان کے بغیر مر جاؤں گی''۔

ممی نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا' وہ تو ڈر رہی تھیں اگر روحیل سکندر نے سن لیا تو ہنگامہ ہو سکتا ہے' جتنا وہ خوش تھے یہ وہی جانتی تھیں' انہیں سب سے زیادہ یہی خوشی اور بے فکری ہو گئی تھی ان کی بیٹی ان کی آنکھوں کے سامنے رہے گی۔

''اریشماء! بس ایک لفظ نہیں بولنا بیٹا تمہارے ڈیڈی گھر میں ہیں' انہوں نے سن لیا تو اچھا نہیں ہو گا''۔ انہوں نے اس کے آنسو اپنے آنچل سے صاف کیے۔

''ممی! مجھے ڈیڈی سے کچھ بات کرنی ہے''۔ اس نے ایکدم سر اٹھایا' آنسو ہاتھوں کی پشت سے صاف کیے' اس کا حلیہ بھی عجیب الجھا سا ہو گیا تھا۔

''میری بہادر بیٹی کی آنکھوں میں آنسو مجھے بالکل اچھے نہیں لگ رہے ہیں' میں نے تمہیں اس دن سمجھایا تھا اگر حمدان تمہارا نصیب ہوا تو وہ تمہیں ضرور ملے گا''۔ انہوں نے پھر اسے تسلی دی۔ مگر اریشماء تو بپھری جا رہی تھی اسے ڈیڈی سے بات کرنی تھی' وہ ممی کی بھی بات نہیں سن رہی تھی' تیزی سے وہ روم سے نکلی تھی ممی بھی اس کے پیچھے ہی آئی تھیں۔

دروازے پر ناک کر کے وہ اندر آ گئی تھی' روحیل سکندر ٹی وی پر کوئی ٹاک شو دیکھ رہے تھے' اسے یوں پریشان حال دیکھ کر چونک گئے' ٹی وی کی آواز کم کی' وہ ان کے سامنے خاموشی سے کھڑی ہو گئی' ان کی سوالیہ نگاہوں نے اسے بانچ لیا وہ کچھ کہنے ہی آئی ہے۔

(جاری ہے)

☆

شازیہ مصطفیٰ عمران
قسط نمبر 15
سلسلے وار ناول
کبھی عشق ہو تو پتہ چلے
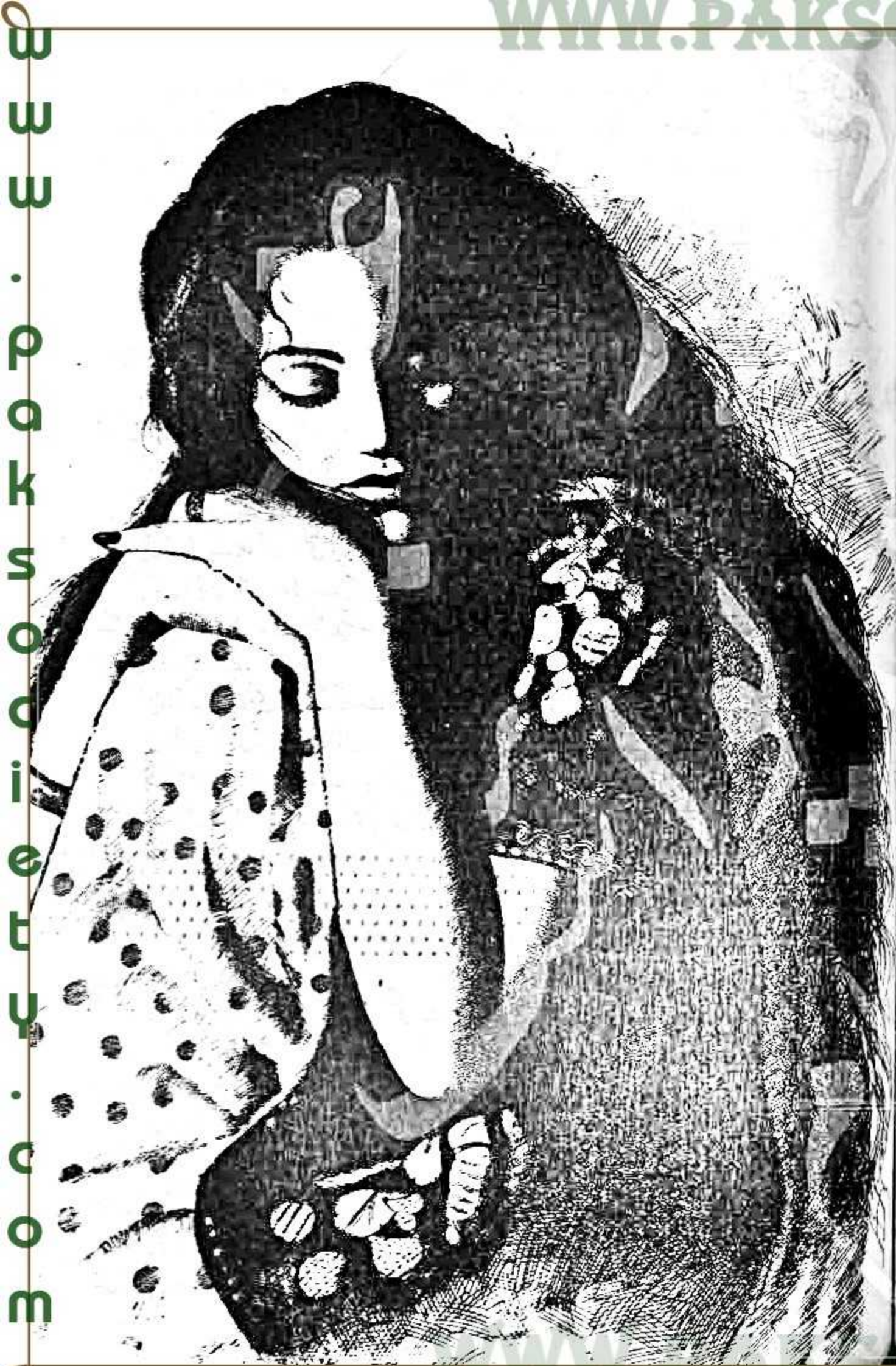
''کیا بات ہے میرا بیٹا! کچھ پریشان ہے' ادھر آؤ''۔ انہوں نے اسے اپنے قریب بلایا' اریشماء لب کچلتی ہوئی ان کے پاس ہی آ کر بیٹھ گئی' روحیل سکندر نے اس کا سر اپنے شانے سے لگا لیا۔ مسز روحیل بھی اندر آ گئی تھیں' انہیں یہ ڈر ہو رہا تھا اریشماء ان سے انکار کرنے تو نہیں آئی ہے۔

''ہاں اب بولو کیا بات ہے'' یہ انہوں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

اریشماء الفاظ ترتیب دے رہی تھی کہاں سے وہ بات شروع کرے' کس طرح ڈیڈی کو بولے۔

''اریشماء گڑیا! بولو کیا بات ہے؟'' انہوں نے اسے کچھ ریلیکس کیا۔

''ڈیڈی! میں آپ سے کچھ بولوں تو آپ میری اتنی بات تو مانیں گے''۔ وہ قدرے توقف کے بعد رک رک کر گویا ہوئی۔

''ہاں بولو کون سی ایسی بات ہے جو میری اتنی پُراعتماد بیٹی کو بولنے میں اتنی جھجک آ رہی ہے''۔ انہوں نے فریش سے لہجے میں اس کے ہاتھوں کو دبایا۔

''ڈیڈی! میں ماسٹرز کرنا چاہتی ہوں''۔

''یہ کوئی ایسی بات ہے جو میں نہیں مانوں گا' گڈ یہ تو آپ نے بہت اچھا سوچا آگے اسٹڈی کرنے کا اور یہ تو آپ اپنی شادی کے بعد بھی کر سکتی ہیں''۔ وہ خوش ہو کر گویا ہوئے۔

''نہیں ڈیڈی! میں شادی سے پہلے پوری کروں گی' کیونکہ بعد میں اسٹڈی کرنا مشکل ہوتا ہے''۔ وہ سنجیدہ سے لہجے میں ان سے مخاطب تھی' روحیل سکندر بھی سمجھتے تھے وہ کیوں ایسا کر رہی ہے' شادی سے بچنے کے لئے اس نے اسٹڈی کا ذکر نکالا ہے۔

''بیٹا! آپ کی شادی میں نے نیکسٹ ایئر رکھی ہے''۔

''ایسا آپ بالکل نہیں سوچئے' میں نے آپ کی بات مانی ہے آپ میری اتنی تو مان ہی سکتے ہیں''۔

''مجھے کامران سے اور شاہدہ سے بات کرنی پڑے گی''۔ وہ جیسے گہری سوچ میں پڑ گئے تھے اور وہ جانتے تھے اریشماء ٹیکسٹائل ڈیزائننگ کا کورس کرنا چاہتی تھی' وہ آفس میں لگ گئی تو اپنی پڑھائی بھی ادھوری چھوڑ دی تھی اور یہ کورس چار سال کا تھا اور اتنے سال رکنا روحیل سکندر کو فکر و پریشانی میں مبتلا کر رہا تھا۔

''ڈیڈی! کیوں ان سے بات کریں' ابھی سارے اختیارات آپ رکھتے ہیں چاچو اور چاچی سے تو پوچھنے کی کوئی بات ہی نہیں ہے''۔ وہ سن کے بھنا گئی' غصہ بھی آنے لگا' اس کی زندگی کیا اس کی نہیں رہی' سارے اختیارات چاچو چاچی کو کیوں حاصل ہونے لگے۔

''پھر بھی بات کرنی ہے کل آپ کی منگنی ہے اور میں ابھی ایسی کوئی بات نہیں کرنا چاہتا کہ رشتے میں فرق آئے''۔ لہجہ ان کا درشت اور سخت ہو گیا۔ مسز روحیل پہلو بدل کر رہ گئیں' روحیل سکندر کی تنقیدی نگاہ ان پر بھی اٹھی تھی' جانے کیوں انہیں ایسا لگ رہا تھا اریشماء کو اکسانے والی وہی ہیں۔

''ڈیڈی! میں شادی سے انکار نہیں کروں گی مگر مجھے سنبھلنے کے لئے کچھ تو وقت دیں' ہو سکتا ہے میں کچھ عرصے میں ہی سنبھل جاؤں اور آپ کو پھر اختیار ہے میری شادی فوراً کر دیجیے گا مجھے اعتراض نہیں ہو گا مگر پلیز میں آپ سے صرف یہی تو کہہ رہی ہوں مجھے پڑھنا ہے''۔ لہجہ اتنا بھیگا ہوا تھا وہ اس کی جانب دیکھ کر کمزور نہیں پڑنا چاہتے تھے' ان کی وہ کل کائنات تھی اس پر تو وہ اپنی جان تک لٹا سکتے تھے مگر وہ اسے ایسا کوئی فیصلہ نہیں کرنے دینا چاہتے تھے جو بعد میں نقصان دہ ہو۔

اگر حمدان کا مستقبل بہتر نظر آتا وہ اس سے رشتہ کرنے میں عار نہیں سمجھتے' کیونکہ ان کی بیٹی آسائشوں میں پروان چڑھی تھی وہ کیسے چھوٹے سے گھر میں رہ سکتی تھی' وہ اسے اس کے شاہانہ مزاج جیسا ہی گھرانہ دینا چاہتے تھے' جہاں اسے اپنی ضروریات کے لئے اپنا دل نہیں مارنا پڑے' وہ باپ تھے وہ بھی اس کا برا نہیں سوچ رہے تھے۔

☆
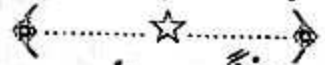
''آپ مجھے بھی نہیں بلائیں گی؟'' عدین نے خفگی اور ناراضی سے اس سے شکوہ کیا۔

حمدان کے کان عدین کی گفتگو پر لگے ہوئے تھے' وہ سمجھ گیا تھا اریشماء ہے' ضرور اپنی منگنی کا بتا رہی ہوگی جبکہ اس نے گھر میں ابھی تک بھی کسی کو نہیں بتایا تھا اور پھر وہ کس دل سے بتاتا' جب دل کی بستی میں ویرانگی چھائی ہوئی تھی وہ کل کسی اور کی ہونے جا رہی تھی' کیسے اریشماء اس کے آگے گڑگڑائی تھی اور وہ دل پر پتھر رکھ کر سرد مہری سے آگے بڑھ گیا تھا' اسے بھی اگر کوئی لڑکی پسند آئی تھی تو ایسی جس سے اس کا ملاپ ہی مشکل تھا۔

''دیکھئے اریشماء باجی! میں آپ کو اپنی سگی بہن ہی سمجھتا ہوں اور آپ اپنے سگے بھائی کو ایسے کیسے بھول سکتی ہیں''۔ وہ تیز لہجے میں غصہ کرنے لگا۔

''ٹھیک ہے پھر مجھ سے بات کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے''۔ عدین نے موبائل آف کر دیا' اس کا چہرہ تپا ہوا تھا۔

حمدان کو اندازہ تھا وہ اسے بھی نہیں بلا رہی ہے جب ہی عدین کو اتنا غصہ آ گیا ہے۔

''آپ اپنی اکڑ میں رہے گا' وہ پتہ نہیں کیا کیا کر رہی ہیں''۔ حمدان اس کے سر پر پہنچ کے غصہ نکالنے لگا۔

''کیا بکواس کر رہے ہو''۔ وہ برہم ہوا' چتون تیکھے کر کے ایسا ظاہر کیا جیسے اس کی بات خاک بھی پلے نہیں پڑی ہو۔

''بھائی! میں اریشماء باجی کی بات کر رہا ہوں' وہ منگنی کر رہی ہیں وہ بھی زبردستی کی' آپ جانتے ہیں وہ آپ کو لائک کرتی ہیں''۔

''عدین! اگر تمہاری یہ بکواس بند نہیں ہوئی تو میں رکھ کر جھانپڑ لگاؤں گا''۔ اس نے وارننگ دی' وہ تو شکر تھا اس وقت امی اور مصباح گھر پر نہیں تھیں' وہ نیچے والوں کے گئی ہوئی تھیں کسی کی عیادت کو' حمدان آفس سے جلدی آ گیا تھا اور عدین نو بجے گھر میں گھسا تھا۔

''بھائی! آپ کو ذرا بھی ان پر رحم نہیں آ رہا''۔ عدین تو خود افسردہ ہو رہا تھا' اریشماء جتنی دیر اس سے باتیں کرتی رہی روتی رہی تھی' مگر آج اسے اپنے بھائی کی بے حسی پر بھی رونا آ رہا تھا۔

''میں جو بہتر سمجھتا ہوں وہ کرتا ہوں اور تم اتنے بڑے نہیں ہوئے ہو کہ ایسی باتیں کرو' اپنی پڑھائی پر زیادہ سے زیادہ توجہ دیا کرو سمجھے''۔ وہ ڈانٹ کے اندر چلا گیا۔

حمدان کا سر دکھنے لگا تھا' وہ سوچ رہا تھا یہ جاب ہی چھوڑ دے گا تا کہ اریشماء اسے بھول جائے' وہ جتنا اس کے سامنے رہے گا اسے غصہ ہی رہے گا اور تیمور بھی کون سا یہ سب برداشت کرے گا۔

''حمدان احمد! تم اسے بھول جاؤ گے' وہ تمہیں نظر نہیں آئے گی تم پھر کیا کرو گے؟'' اندر سے کوئی چیخ رہا تھا' وہ گھبرا کے کھڑا ہو گیا' کھڑکی کے پردے ہٹا دیئے باہر کے منظر پر نگاہ جما دی۔

وہ نازک کانچ سی کانچ کی گڑیا اتنی پُراعتمادی ساری لڑکیوں سے اس کی ادا الگ تھی' اس کا دیکھنا بات کرنا ہنسا سب کتنا منفرد تھا' وہ نا چاہتے ہوئے بھی اس سے نگاہ نہیں چرا سکا تھا' کبھی سوچا ہی نہیں تھا یوں اچانک سے کوئی اتنا

اچھا بھی لگ سکتا ہے اسے سوچنا ہر وقت خیالوں میں رکھنا کتنا اچھا لگتا ہے۔

''اریشماء! میں بھی تمہیں شدتوں سے چاہنے لگا ہوں' میرے دل پر بھی تو قیامت گزر رہی ہے یہ میں ہی جانتا ہوں''۔ وہ دل ہی دل میں خود سے ہمکلام تھا۔

''اگر میرے جسم و جاں کے مالک ہیں تو حمدان وہ آپ ہیں''۔ کانوں میں اریشماء کے الفاظ گونجے' اس دن جب کال آئی تھی کتنی اداس اور غمزدہ سی ہو رہی تھی اور وہ اسے ہرٹ کیے جا رہا تھا۔

''اریشماء! کیسے تم رہو گی بعد میں تیمور سے تمہاری ایک لمحے کو نہیں بنتی ہے اور ساری زندگی کیسے گزرے گی''۔ اسے یہ بھی فکر اور پریشانی تھی تیمور سے اس کی دو بدو لڑائی ہوتی رہتی تھی جبکہ حمدان بھی اریشماء کو کئی دفعہ ہرٹ کر چکا تھا مگر وہ اس سے کبھی نہیں لڑی تھی بلکہ افسردہ ہی نظر آتی تھی۔

''اف...... توبہ بڑی مشکل سے آنے دیا ہے''۔ امی کی آواز پر وہ چونکا تھا۔

''مصباح کھانا لگا لو عدین بھی آ گیا ہے''۔

''جی اچھا امی''۔ مصباح کچن میں چلی گئی تھی' حمدان بھی روم سے نکل آیا تھا۔

''عدین' عدین......'' امی نے اسے آوازیں دی تھیں مگر وہ ایسے بنا ہوا تھا جیسے آواز ہی نہیں جا رہی ہو۔

حمدان نے امی کے روم میں جھانکا' وہ میز پر تکیہ رکھے ہوئے لیٹا تھا۔

''عدین! تمہیں سنائی نہیں دے رہا ہے امی کب سے آوازیں دے رہی ہیں''۔

''مجھے بھوک نہیں ہے''۔ اس نے ہنوز لیٹے ہوئے جواب دیا۔

''یہ بچوں کی طرح حرکتیں کم کیا کرو' بڑے ہو گئے ہو' اٹھو چل کے کھانا کھاؤ''۔ اس نے تکیہ میز پر سے ہٹا کے سائیڈ پر رکھا۔

''جب کہہ دیا نہیں کھانا تو نہیں کھانا' آپ کیا چاہتے ہیں ہر کوئی آپ کی مرضی سے ہر کام کرے''۔ وہ تو تنک کر رہ گیا۔ حمدان ہکا بکا سا اس کی بات پر رہ گیا' وہ اس سے کتنی ترشی سے مخاطب ہو رہا تھا۔

''حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے' جو سچ ہے وہ کہہ رہا ہوں ابھی تو آپ کو سمجھ نہیں آ رہی ہے مگر بعد میں احساس ہو گا سب آپ سے کتنی محبت کرتے ہیں اور آپ جواب میں کیا کرتے ہیں' صرف دل توڑتے ہیں دل دکھاتے ہیں''۔ اسے تو اریشماء کا خیال بار بار آ رہا تھا جس نے اپنے دل کی تمام باتیں اسے بتائی ہوئی تھیں' اسے اریشماء اپنے بھائی کے لحاظ سے بہت پسند تھی کتنا اپنائیت اور محبت و پیار سے بھرا ہوا اس کا انداز تھا' مغروریت کا شائبہ تک نہیں تھا۔

''ان فضول اور بے کار باتوں کا میرے پاس جواب نہیں ہے''۔ چہرہ اس کا سپاٹ تھا۔

''بھائی جواب آپ کے دل میں موجود ہے مگر زبان پر لاتے ہوئے ڈرتے ہیں آپ حقیقت سے کیوں نگاہ چرا رہے ہیں''۔ وہ بیڈ پر اٹھ کر بیٹھ گیا آواز اس نے دھیمی رکھی ہوئی تھی تاکہ امی اور مصباح تک نہیں پہنچ جائے۔

''حقیقت سے تم نے بھی نگاہ چرائی ہوئی ہے' دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا' جب سے تمہاری اریشماء سے دوستی ہوئی ہے وہی تمہارے دماغ میں یہ سب بھر رہی ہے''۔ وہ اسے ڈانٹنے لگا۔

''وہ مجھے کچھ نہیں کہتی ہیں' مجھے بھی اندازہ ہے''۔

''میں اس بحث میں نہیں الجھنا چاہتا' کھانا کھانے آ جاؤ اور میں یہ نہیں چاہتا اریشماء کی وجہ سے ہمارے گھر کا ماحول خراب ہو' فوراً آؤ''۔ وہ حکمیہ لہجے میں اسے کہہ کر روم سے نکل گیا۔

عدین دانت پیس کے تکیہ پر مکے برسانے لگا' حمدان سے وہ نہیں جیت سکتا تھا اس کا اندازہ اسے اچھی طرح ہو گیا تھا' اس کے دل و دماغ میں کیا تھا یہ کوئی نہیں جان سکتا تھا۔ مگر عدین کو ملال اور دکھ تھا اریشماء کی منگنی کسی اور سے ہو رہی تھی' وہ تو اسے اپنے بھائی کے حوالے سے دیکھنے لگا تھا مگر اریشماء کی حوصلہ افزائی کبھی نہیں کی اور نہ ہی امید بندھائی تھی۔

''بھائی! مجھے ایسے معجزہ کا انتظار ہے کسی طرح اریشماء باجی سے آپ کی شادی ہو جائے پھر میں تب آپ سے پوچھوں گا' معجزے بھی تو اللہ ہی کرتا ہے اگر اریشماء باجی کے جذبے سچے ہیں تو وہ کہیں نہیں جا سکتی ہیں''۔ وہ آئینے میں دیکھ کر بالوں میں برش کرنے لگا' موڈ اس کا اپ سیٹ ہو گیا تھا کھانا اگر نہیں کھائے گا تو حمدان پھر اس کی خبر لینے آ جائے گا اور وہ یہ نہیں چاہتا تھا امی کو بھی اس معاملے کی خبر ہو۔

☆
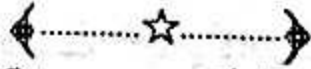
آج وہ یونیورسٹی نہیں گئی تھی' لیل ماہ کو شہران کا خوف رات دن سوار تھا' ایک دن گزر گیا تھا اس نے تین دن کا ٹائم دیا تھا اسی وجہ سے یونیورسٹی نہیں گئی تھی اگر پھر راستہ روک کے کھڑا ہو گیا تو اسے یہ تو نظر آ گیا تھا وہ ضرورت سے زیادہ نڈر اور بے باک انسان تھا اس سے ہر طرح کی حرکت کی امید تھی وہ کس حد تک جا سکتا ہے اسے اندازہ تھا' اس نے اس کے باپ سے جو بیر باندھ لیا تھا اور اگر اس کے باپ کی اس محلے میں اس کی وجہ سے رسوائی ہو گئی تو پہلے ہی بے عزتی کب بھولے تھے' حرما کو کس طرح ابو نے رخصت کیا تھا' صفائی میں کچھ نہیں سنا تھا' بے چاری حرما بے خبری میں ماری گئی تھی اور ان کا دیور شہران اب اس کے ارادے کتنے خطرناک تھے' حرما کو بتانا نہیں چاہتی تھی کیونکہ حرما کو دیکھ کر ہی پتہ چل گیا تھا اس نے اپنے بڑے پن کا رعب شہران پر رکھا ہوا ہے' اگر اس نے لیل ماہ کی کوئی بات پوچھ بھی لی تو وہ تو ہنگامہ کرنے اس کے گھر تک آ سکتا ہے۔

''کیا کروں' کس سے کہوں' ابو کو' ارباز بھائی کو خبر ہو گئی تو میں تو منہ دکھانے کی نہیں رہوں گی''۔ وہ اضطرابی کیفیت میں ناخن کترنے لگی تھی۔

''پھپھو! کتنی گندی ہیں ناخن کھا رہی ہیں''۔ دعا روم میں آئی تو اسے یوں سوچ میں مستغرق دیکھا تو ٹوکے بنا نہیں رہ سکی' لیل ماہ خفیف سی ہو گئی' ہاتھ نیچے کر لیا۔

''پھپھو! لائبہ آنٹی بلا رہی تھیں دادی جان نے کہلوا دیا آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے''۔ وہ اپنی کاپیاں اور کتابیں اٹھا کے جانے لگی۔

وہ سر ہلا کر رہ گئی تھی' لائبہ اسے ایک سہارا نظر آئی اس سے تو اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر سکتی ہے مگر اس کے گھر تک جانے کی اجازت نہیں تھی' مشکل سے ہی امی مانتی تھیں' اگر وہ لائبہ کو یہاں بلاتی ہے تو بھابی پورا وقت اس کے پاس بیٹھی رہتی ہیں' لیل ماہ کو بات کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔

''کیا کروں کیسے جاؤں؟'' کاسنی آنچل شانوں پر برابر کیا امی کے پاس آ گئی۔

''لیل ماہ! وہ لائبہ بلا رہی تھی جاؤ چلی جاؤ''۔ وہ حیران رہ گئی امی اور اسے خود کہہ رہی ہیں جاؤ چلی جاؤ' یہ تو مسئلہ ہی حل ہو گیا۔

''خیریت تو ہے؟'' حیرانگی ظاہر کی۔

''پتہ نہیں تم پوچھ آؤ دو تین دفعہ کہلوا چکی ہے تمہیں اور ہاں جلدی آ جانا کہیں تمہارے ابو نہ آ جائیں''۔ انہوں نے ساتھ ہی ہدایت بھی کی' وہ سر ہلاتی ہوئی سر پر آنچل قرینے سے اوڑھ کے باہر نکل آئی' پہلے اطراف میں نگاہ

دوڑا ئی شہران تو کہیں نہیں ہے' کہیں ڈرانے دھمکانے آجائے۔

''شکر ہے آئی تو''۔ لائبہ ٹیوشن پڑھا رہی تھی۔

بسمہ نے چونک کر لیل ماہ کو ضرور دیکھا' لیل ماہ کی بھی نگاہ اس پر اٹھ گئی وہ پزل سی ہوگئی۔

''حنا سے بولتی ہوں وہ بچوں کو دیکھ لے گی ہم دونوں ڈرائنگ روم میں چلتے ہیں''۔ لائبہ بچوں کے سامنے گفتگو کرنے سے گریز کرتی تھی کیونکہ سارے بچے پھر گفتگو پر کان لگا دیتے تھے۔

''یونیورسٹی کیوں نہیں آئی تھیں؟''

''کیسے آتی اتنی بڑی ٹینشن میں ہوں''۔ لیل ماہ صوفے پر بیٹھی' شکر تھا آج اسے لائبہ سے بات کرنے کا موقع تو مل گیا تھا۔

''کیوں کیا ہوا خیریت' کیسی ٹینشن؟'' لائبہ نے استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا۔

لیل ماہ نے جواب میں اپنی ساری ٹینشن جو شہران سے متعلق تھی اس کے گوش گزار کردی۔

''لیل ماہ! یہ تو کیا کہہ رہی ہے؟'' وہ بھی سناٹے میں آگئی۔

''میری رات دن کا سکون تباہ ہوگیا ہے ہر وقت اس کے الفاظ میرے کانوں میں گونجتے رہتے ہیں''۔ لیل ماہ نے اپنے سر کو تھام لیا تھا۔

''حرما باجی سے بول یا ذیشان بھائی سے''۔

''آپی سے بالکل بھی نہیں اور ذیشان بھائی ان سے بھی نہیں' تمہیں نہیں پتہ لائبہ اس پر تو جیسے ضد سوار ہے وہ کچھ بھی کرسکتا ہے''۔ وہ روہانسی ہورہی تھی۔

''اگر اس نے زبردستی تیری انگلی میں انگوٹھی پہنادی تو کیا پہن لے گی؟''

''منہ توڑ دوں اگر میرا تو بس چلے مگر لائبہ وہ بہت وحشی ہے مجھے اس نے بہت دفعہ بے دردی سے پکڑا ہے''۔ وہ جب بھی بازو کی تکلیف سوچتی درد کا احساس ہونے لگتا' شہران بے حس تھا اسے کسی کی کوئی پرواہ نہیں تھی اس سے ہر بات کی توقع تھی۔

''پتہ ہے مجھے جیسی تو طرم خان بنتی ہے اندر سے اتنی ہی کمزور ہے' مجھے تو شہران بھائی پر حیرانگی ہورہی ہے' وہ اور ایسی حرکت جبکہ وہ مجھ سے جب بھی ملتے ہیں بہنا کر کے بات کرتے ہیں وہ کسی اور لڑکی کی کیسے بے عزتی کرسکتے ہیں''۔ لائبہ کو یقین نہیں آرہا تھا پھر جب بھی وہ شہران کے گھر گئی کبھی کوئی ایسی حرکت بھی نہیں دیکھی جس سے لگتا شہران اچھی نیچر کا نہیں ہے۔

''تمہیں اتنا سب کچھ بتادیا ہے پھر بھی یقین نہیں ہے''۔ لیل ماہ کو غصہ آیا۔

''میں ایسا کب کہہ رہی ہوں کہ تم بھی اب جھوٹ نہیں بول رہی ہو مجھے یقین ہے''۔ اس نے لیل ماہ کو ٹھنڈا کیا۔

''میں کیا کروں سمجھ نہیں آرہا ہے کہتا ہے شادی میری تم سے ہی ہوگی''۔

''کیوں تم لوگوں کے وہ پیچھے پڑ گئے ہیں' میں ان سے بات کروں''۔

''پاگل ہوگئی ہو بالکل نہیں کرنا ورنہ وہ الٹے دماغ کا ہے اگر کچھ الٹی سیدھی بکواس کردی تو میں تو پھر ماری جاؤں گی''۔ وہ گھبرا گئی' اسے شہران کے ہر قدم سے ڈر و خوف محسوس ہورہا تھا۔

''لڑکی ہونا بھی گناہ ہے''۔ وہ بڑبڑائی۔

''اور ہو خوبصورت تو اور زیادہ گناہ' جیسے تم ہو' ہوسکتا ہے شہران بھائی کو تم سے سچ میں پیار ہوگیا ہو''۔

''لائبہ! فضول ہانکنے کی ضرورت نہیں ہے یہاں میری جان پر بنی ہوئی ہے اور تمہیں مزے سوجھ رہے ہیں''۔ لیل ماہ کے تو پتنگے لگ گئے' وہ ایسی بات تو مذاق میں بھی برداشت نہیں کرسکتی تھی۔

''سوری' سوری''۔ لائبہ نے لب بھینچ لیے۔

''اچھا اپنا موڈ ٹھیک کرو کچھ تو اس مسئلے کا حل سوچنا ہے میں تیرے لیے چائے کے ساتھ پٹیس لاتی ہوں''۔

''نہیں میں اب چلوں گی ابو آجائیں گے''۔ لیل ماہ فوراً ہی کھڑی ہوگئی۔

''ابھی مغرب نہیں ہوئی ہے ٹائم ہے انکل مغرب کے بعد کیا عشاء پڑھ کر آتے ہیں''۔ لائبہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کے واپس صوفے پر گرادیا۔

''نہیں لائبہ! وہ بھائی' امی سے بار بار پوچھتی رہیں گی' آپی کی شادی کے بعد سے تو میں بھی بہت محتاط ہوگئی ہوں کیونکہ وہ مجھ پر بہت نظر رکھنے لگیں ہیں''۔

''ہاں مجھے پتہ ہے تمہاری بھابی کا تعلق انٹیلی جنس سے ہے''۔ لائبہ نے بات مذاق میں اڑا کے افسردہ موڈ کو فریش کرنے کے لیے کہا۔

''تو بیٹھ میں دو منٹ میں آئی' امی سے کہہ دوں گی چائے وہ بنادیں گی''۔ وہ لیل ماہ کو مسکرا کے دیکھتی ہوئی نکل گئی۔

لیل ماہ سائیڈ ٹیبل سے میگزین اٹھا کر ورق گردانی کرنے لگی' جانے کی جلدی کی وجہ سے ڈرائنگ روم میں بھی دل نہیں لگا۔

''آنٹی صرف چائے پیوں گی پٹیس کھانے کا موڈ نہیں''۔ وہ کچن میں ہی آگئی' آنٹی اس سے خیر خیریت پوچھنے لگی تھیں' لائبہ ٹیوشن کے بچوں کو دیکھنے چلی گئی تھی۔

☆
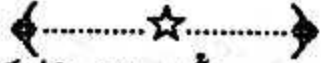
شہر کا مہنگا ترین ہوٹل بک کروایا تھا' وہاں سارا ارینجمنٹ تھا' روحیل سکندر نے خاص خاص بڑے بڑے لوگوں کو بھی مدعو کیا تھا' مگر اریشماء نے اپنی کسی فرینڈ کو نہیں بلایا تھا' زویا' عدین کتنا ناراض ہوئے تھے مگر جب وہی اس منگنی سے خوش نہیں تھی تو وہ انہیں کیوں بلاتی۔

خوبصورت کلیوں کے فراک کو تو اس نے استری سے جان کے جلا دیا تھا' یہ بھی وہ انڈین ڈراموں میں اس نے ایک دن دیکھ لیا تھا' اس نے بھی وہی کیا تاکہ پہننا نہ پڑے' اپنی مرضی سے بلیو گولڈن کڑھائی کا ریڈی میڈ ٹراؤزر کے ساتھ ڈریس پہن لیا تھا' جیولری اس نے یہ کہہ کر منع کردی کہ اسے عادت نہیں ہے' چاچی تو اپنا سا منہ لے کر رہ گئی تھیں اور تیمور اس کی ان حرکتوں کو خوب سمجھ رہا تھا۔

اسٹیج پر اسے اور تیمور کو ساتھ بٹھا دیا گیا تھا' ممی اور ڈیڈی اس کے آس پاس تھے' اریشماء سپاٹ چہرے کے ساتھ وہاں موجود تھی چہرے پر اس کے کوئی خوشی نہیں تھی۔

ہوٹل کے ہال کو خوبصورت انداز میں ڈیکوریٹ کیا ہوا تھا اسٹیج پر اصلی پھولوں کی ایسا لگتا تھا بہار آئی ہوئی ہے۔

''بھائی صاحب! اجازت ہے تیمور انگوٹھی پہنا دے؟'' چاچی اپنی سلک کی کامدار پرپل ساڑھی کا پلو سنبھالتی ہوئی جھلملا رہی تھیں' کامران چاچا اتنے خوش تھے جیسے کوئی معرکہ سر کرلیا ہو۔ تیمور کی نگاہوں میں فتح مندی تھی وہ بلیک ڈنر سوٹ میں اکڑ کے بیٹھا تھا' روحیل سکندر کی اجازت ملتے ہی اس نے استحقاق سے اس کا نازک ہاتھ تھام لیا' اریشماء ان لمحے کڑے ضبط سے گزر رہی تھی' تیمور نے ہیرے کی جگمگاتی انگوٹھی اس کی مخروطی انگلی میں پہنادی تھی' فوراً ہی ہاتھ

کے مٹھی بھینچ لی۔ سب لوگوں نے مبارک سلامت کا شور مچادیا' ممی نے اسے دی انگوٹھی پہنانے کو' تیمور کو اس نے گھورا۔

''ڈیڈی! آپ پہنایئے کیونکہ ڈیڈی میرے لئے سب کچھ ہیں''۔ اریشماء نے فوراً ہی لائن چینج کردی۔

تیمور اندر گرم گرم گھونٹ اتارنے لگا' یہ اپنی توہین ہی لگ رہی تھی' روحیل سکندر جیسے تیمور کے تاثرات جانچ چکے تھے' انگوٹھی تیمور کو اریشماء پہنایئے چاچی نے تائید کی اور لوگوں نے بھی شور مچایا' اریشماء نے مارے باندھے اس کی جانب دیکھے بغیر انگوٹھی پہنادی تھی' ڈیڈی نے ممی نے دونوں کو ہی ساتھ لپٹا کے دعائیں دی تھیں' چاہے ان کا دل اندر سے خوش نہیں تھا مگر دنیا کو دکھانے کے لئے دکھاوے کا تبسم رکھا ہوا تھا۔ روحیل سکندر نے ایک دفعہ پھر دونوں کو ساتھ لگا کے پیار کیا۔

اب دونوں اسٹیج پر بیٹھے تھے اریشماء نے نخوت سے منہ دوسری طرف کیا ہوا تھا جبکہ تیمور کی کاٹ دار اور طنزیہ نگاہیں حمدان پر تھیں جو چند آفس ایمپلائز کے ساتھ بلیک پینٹ پر آف وائٹ شرٹ میں چہرے پر سنجیدگی رکھے ہوئے تھا ویسے بھی وہ ہر وقت ہی سنجیدہ رہتا تھا۔

''اونہہ......لوئر کلاس لوگ''۔ وہ بڑبڑایا۔

اریشماء نے چتون تیکھے کیے اور اس کی بڑبڑاہٹ واضح سنی' اس نے بھی اس کی نگاہوں کے تعاقب میں اپنی نگاہیں دوڑائیں' حمدان کو دیکھ کر اس کے چہرے پر چمک آگئی مگر ایکدم ہی دل اداس و غمگین ہوگیا' وہ گفتگو میں اتنا منہمک تھا جیسے اطراف کے منظر پر نگاہ ڈالنا بھی عبث سمجھ رہا تھا مگر پھر شاید اسے نظروں کی تپش محسوس ہوئی' اریشماء کو دیکھ کر خفیف سا ہوگیا۔

''تایا ابو بھی گیدرنگ کا خیال نہیں کرتے ہیں اپنے ایمپلائز تک کو انوائٹ کیا ہوا ہے''۔ تیمور کے لہجے میں حقارت' نفرت اور کاٹ تھی۔

''ہر کوئی تمہاری طرح نہیں سوچتا ہے''۔ وہ پہلو بدل کے فہمائشی نگاہوں سے اسے دیکھتی ہوئی اسٹیج سے ہی اتر گئی' تیمور کا یوں اس کے قریب بیٹھے رہنا اسے برا لگ رہا تھا۔

تیمور سب جانتا تھا' اسے حمدان کے قریب جانے کی جلدی ہو رہی تھی اور وہ اسے ایسے تو خوش نہیں ہونے دے گا۔

''آؤ اریشماء! تمہیں میں اپنے فرینڈز سے ملواتا ہوں''۔ وہ روش پر چلتی جا رہی تھی تیمور نے اس کا بازو پکڑلیا۔

''کیا حرکت ہے چھوڑو میرا بازو''۔ محفل کا بھی اس نے خیال نہیں کیا اور تیمور کی سب کے سامنے انسلٹ کردی تو اسے حمدان کے سامنے اپنے پوزیشن بھی آکورڈ لگی' اس کی نگاہوں سے کچھ بھی مخفی نہیں تھا۔

''دور رہ کر بات کرنا اگر آئندہ یہ حرکت کی تو میں چاچو سے تمہاری شکایت کردوں گی''۔ ہاتھ اٹھا کر اسے دبے دبے لہجے میں وارن کر رہی تھی اور تیمور کا چہرہ حواس باختہ اور دھواں دھواں ہوگیا یعنی اریشماء کو اس کی پرواہ نہیں تھی بھری محفل میں اس نے جھاڑ کے رکھ دیا تھا' وہ صرف اپنے باپ کی وجہ سے برداشت کر رہا تھا' اریشماء سونے کی چڑیا تھی اگر کہیں اور یہ چڑیا اڑ کے چلی گئی تو وہاں تو سونا ہی سونا ہو جاتا اور ایسا وہ اور پاپا بالکل نہیں چاہتے تھے۔

''سوری''۔ وہ لب بھینچ کے رہ گیا۔

چاچی نے شاید دونوں کو الجھتے ہوئے دیکھ لیا تھا' وہ ماحول کی تلخی کو دور کرنے کے لئے چلی آئیں۔

''ارے ابھی بھی تم دونوں لڑ رہے ہو''۔ انہوں نے اریشماء پر تو محبت و پیار اور شفقت کی بارش کی ہوئی تھی اور اسے کوفت ہو رہی تھی۔

''چاچی! تیمور سے بولئے مجھ سے دور رہ کر بات کیا کرے''۔ وہ یہ کہہ کر رکی نہیں اور بے مروتی سے ان دونوں کے درمیان سے نکلتی چلی گئی' حمدان نے ساری گفتگو سنی اور دیکھی تھی۔

''آپ نے دیکھا کتنی میری انسلٹ کرتی ہے اور آپ بھی اسی کی سائیڈ لیتی ہیں''۔ تیمور کو غصہ آگیا۔

''ابھی چپ رہو بیٹا! برداشت کرو بعد میں تو تمہارا ہی حکم مانے گی''۔ حمدان کی سماعتوں نے جو سنا اسے یقین نہیں آیا' شاید ان ماں بیٹے کو اندازہ نہیں تھا حمدان ان کے عقب میں ہی بیٹھا بھلے چاہے فاصلہ تھا مگر چاچی کی تلخ سی آواز بخوبی سنائی دے رہی تھی۔

''مجھے غصہ آرہا ہے''۔ تیمور مٹھیاں بھینچ رہا تھا۔

حمدان نے دور بیٹھی اریشماء کو دیکھا جو کسی فیملی کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھی مگر اس کے چہرے سے خوشی نام کی کسی چیز کا ذرا بھی اندازہ نہیں ہو رہا تھا وہ لوگوں کو دکھانے کے لئے خوشی کا تاثر بھی نہیں دے رہی تھی۔

☆

وہ دو دن سے سوچ سوچ کے پریشان تھا' آفس میں بھی نارمل تھا مگر خود کو چپ کرایا ہوا تھا' اگر روحیل سکندر یا اریشماء سے کچھ بولے گا جب بھی ٹھیک نہیں ہوگا اور اریشماء تو سن کے خوش ہو جائے گی' اسے اس کی پرواہ ہے اور وہ اپنی کسی بھی بات سے یہ ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا تھا کہ وہ اریشماء کے لئے بہت بے چین ہے۔

''مصباح کے سسرال والے تاریخ کا پوچھ رہے تھے''۔ امی نے اسے سوچوں میں مستغرق دیکھا مگر پھر بھی مخاطب کرلیا۔

''آں......ہاں''۔ وہ چونک کے سیدھا ہوگیا' وہاں سے آکر وہ ڈرائنگ روم میں لیٹ گیا تھا' کھانا وغیرہ نو بجے تک کھا کے فارغ ہو جاتے تھے۔

''وہ تو سال کی بات کر رہے تھے''۔

''اس کی نند کہتی ہے بہت پریشانی ہو رہی ہے اس کے باپ کو بھی دیکھنا پڑتا ہے''۔ وہ بتانے لگیں۔

''آپ کہہ دیتیں سوچ کے مشورہ کر کے جواب دوں گی''۔

''بیٹا! میں نے کہہ دیا ہے اتنی جلدی تو ممکن نہیں ہو سکے گا''۔

''ارے امی! آپ پریشان کیوں ہوتی ہیں' مصباح کا سب بہت اچھا ہو جائے گا بے فکر رہئے''۔ حمدان نے انہیں تسلی دی کیونکہ پورے گھر کی ذمہ داری اس پر تھی پھر اس کی بھی یہی کوشش تھی مصباح جتنی جلدی اپنے گھر کی ہو جائے ورنہ جتنا لمبا ٹائم رشتہ لگنے کے بعد لگتا ہے فضول کی باتیں ہوتی رہتی ہیں' وہ سسرال میں زیادہ جانے کا بھی قائل نہیں تھا' جتنا سب کچھ چھپا رہے زیادہ اچھا ہے۔

''تم کیسے اتنی جلدی انتظام کرسکو گے''۔

''آپ فکر نہیں کریں' سب میں نے انتظام کیا ہوا ہے کوئی مسئلہ نہیں ہے''۔ اس نے اپنی دانست میں اطمینان دلانے کی پوری کوشش کی۔

''حمدان بیٹا! لڑکی کی شادی کے لئے دس طرح کی تیاریاں ہوتی ہیں' ابھی مصباح کی تو کچھ بھی نہیں ہے' کپڑے' زیور' برتن اور فرنیچر کیا کچھ نہیں ہوگا' سب کیسے ہوگا اتنی جلدی''۔ انہیں سوچ سوچ کے فکر ہو رہی تھی۔

(جاری ہے)

☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
شازیہ مصطفےٰ عمران
قسط نمبر 16
سلسلے وار ناول
کبھی عشق ہو تو پتہ چلے
WWW.PAKSOCIETY.COM

''سب ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ''۔ اس نے امی کے ہاتھ تھامے اور مسکرا کے مطمئن کیا وہ سمجھتا تھا، وہ ماں ہیں، بچوں کی فکر تو انہیں رات دن تھی، جب سے ابو اس دنیا سے گئے تھے، دہری ذمہ داری ان پر آ گئی تھی، وہ تو بھلا ہو روحیل سکندر کا انہوں نے اسے اپنی کمپنی پر جاب میں لگا لیا تھا۔

''اریشماء کی منگنی وغیرہ ہو گئی ہے؟'' امی کو یکدم ہی یاد آیا اور موضوع بھی بدل دیا۔

''جی''۔ وہ خفیف سا ہو کر رہ گیا۔

''کیسے لوگوں میں ہوئی ہے؟''

''ان کے چاچو کے بیٹے ہیں، اس سے ہوئی ہے''۔ وہ نگاہ چُرا رہا تھا، وہ جب جا رہا تھا، صرف اتنا بتا کر گیا تھا اریشماء کی منگنی کا فنکشن ہے۔

''کتنی پیاری بچی ہے، مجھے تو وہ شروع سے اچھی لگی ہے، مگر میں صرف اس لیے چُپ رہی کہ ہم اس کے مقابلے کے نہیں تھے''۔ انہیں یہ دکھ وملال تھا۔

''امی! ایسی باتیں کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، جس کا ہمیں سب کچھ علم ہو تو، اور پھر وہ بہت خوش ہے اپنی منگنی سے''۔ حمدان نے نگاہیں چُرا کے انہیں یقین دلایا جبکہ حقیقت تو صرف وہی جانتا تھا کہ اریشماء کتنی اس منگنی سے خوش ہے، سب کچھ کل اسے واضح ہو گیا تھا، اور تیمور اور اس کی امی کی گفتگو بھی وہ سن چکا تھا، اس کی خود سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ روحیل سکندر پر حیرانگی بھی تھی، وہ اپنے بھائی کی فیملی سے واقف نہیں تھے جو جانتے بوجھتے ہوئے اپنی اکلوتی بیٹی کو وہاں جھونک رہے ہیں۔

''ہوں....'' امی بھی جیسے اس کا چہرہ پڑھ چکی تھیں، وہ بے زار ہو رہا تھا۔

''حمدان! خود سے آنکھیں چُرانا اور خود کو جھٹکنا بہت مشکل ہوگا، وہ تمہارے سامنے آتی رہے گی، اور تمہاری سماعتوں میں تیمور کی اور اس کی امی کی گفتگو سنائی دیتی رہے گی، اگر تم بتاؤ گے نہیں تب بھی تمہیں ہی دکھ ہوگا، جانتے بوجھتے تم نے اسے غلط لوگوں میں جانے دیا، بعد میں تو تم اور بے کل اور بے چین ہو جاؤ گے، تیمور کا کردار تمہارے سامنے آ گیا ہے، اور تیمور اریشماء سے بالکل مخلص نہیں ہے، اور اس کی امی.... ان کے چہرے پر تو لالچ ہی نظر آ رہا تھا، روحیل سکندر کی محبت اور سادگی کو وہ لوگ لوٹنے چلے ہیں اور ان کی اکلوتی بیٹی شادی کے بعد تو اور دکھی ہو جائے گی، جب روحیل سکندر کا کیا ہوگا؟'' اس نے اپنا سر تھام لیا، وہ کسی بھی فیصلے پر نہیں پہنچ سکا تھا، اگر بتاتا تو اریشماء پھر اس کی آس لگائے گی اور تیمور سے الگ دشمنی ٹھن جائے گی، اور ویسے بھی وہ اریشماء کو جیسے جیتنا چاہتا ہو، صرف ضد ہے۔ روحیل سکندر کل کتنے خوش تھے، وہ یہ سب بتا کر ان کی خوشیاں چھین لے گا۔

''نہیں، میں کچھ نہیں بتاؤں گا''۔ یکدم ہی دل کی آواز کو دبا کر خود سے ہمکلام ہوا۔

''مجھے کیا، کسی سے بھی اس کی شادی ہو، میں کون ہوتا ہوں اس کا اچھا بُرا سوچنے والا؟'' وہ اپنے دل کی نفی کیے جا رہا تھا، اس نے اپنے ذہن ودل کو جھٹک تو دیا تھا، مگر اندر کی بے چینی اور بے کلی ابھی بھی تھی۔ اریشماء کو وہ چاہنے لگا تھا، اس کے لیے اپنے دل میں بہت خوبصورت جذبات رکھتا تھا، کل اس کا سوگوار حسن بھی نمایاں لگ رہا تھا، اس کے انداز میں ایک وقار تھا، مقابل اس سے متاثر ضرور ہوتا تھا، ہر ایک سے عجز وانکساری سے ملتی تھی، مگر کل وہ اس کی سمت تک نہیں آئی، پوری خفگی اور ناراضی دکھا رہی تھی، وہ بھی کیا کرتا، اپنی پوزیشن جانتا تھا، وہ اس کا ہاتھ تھامنے کا حق بھی نہیں رکھتا تھا، وہ چاہے اس سے ناراض رہے، کچھ بھی کرے، وہ اس پر توجہ تک نہیں دے گا۔

☆............☆............☆

شیبا کالج سے آ کر کھانے کے بعد سونے لیٹ گئی تھی، بسمہ کارٹون لگا کے بیٹھی تھی، وہ اپنے روم کی صفائی میں لگی تھی، جب سے شادی ہوئی تھی، مکمل طریقے کی صفائی آج کر رہی تھی، ورنہ روز کی معمول کی طرح صفائی کرتی تھی۔

''بیٹا! کب سے لگی ہو صفائی میں، ختم کرو اور اپنا حلیہ بھی ٹھیک کرو''۔ حمیرا بیگم اندر چلی آئیں، وہ چیزوں پر سے ڈسٹنگ کر رہی تھی، سیٹنگ بھی کچھ چینج کر دی تھی، بیڈ تو سینٹر میں ہی تھا، ٹیبل اور چیئرز کو ہٹا کے کونے کی طرف سیٹ کر دیا تھا، اس طرح بیڈ اور وارڈروب کا راستہ کشادہ ہو گیا تھا، ذیشان وہیں بیٹھ کر اپنی پڑھائی وغیرہ کرتا تھا۔

''ہو تو گئی ہے، یہ دھول صاف کر رہی تھی''۔ مسکرا کے بتایا۔

''جلدی سے سب سمیٹو، مجھے تمہارا یہ حلیہ دیکھ کر گھبراہٹ ہو رہی ہے، اور ہاں، کھانا بھی کھا لو جلدی سے، صبح سے ناشتے پر ہی چل رہی ہو''۔ انہوں نے پیار بھرے لہجے میں اسے ہدایت دی، وہ اس کا بہت خیال رکھتی تھیں، حرما کا اسی لیے تو یہاں دل لگ گیا تھا، اگر ذیشان کی امی اکھڑ سی ہوتیں تو اس کا گزارہ کیسے ہوتا؟

''اور ہاں تمہارے سسر بھی مجھ سے کئی دفعہ پوچھ چکے ہیں''۔ جاتے جاتے وہ پلٹی تھیں۔

''ابو کو آج صبح ناشتہ دینے کے بعد پھر ان کے سامنے میں گئی نہیں ہوں، وہ جب ہی پوچھ رہے ہوں گے''۔ کپڑا واش روم میں ڈالا۔

''جس دن سے تم آئی ہو شہران اور ان کی لڑائیوں میں کمی آ گئی ہے، تمہارا لحاظ کرنے لگا ہے شہران تو''۔

''جی اسی لیے کچھ بولتا بھی نہیں ہے''۔ حرما کو بھی خوشی تھی ذیشان کے بہن بھائی اس کی عزت بھی کرتے تھے اور لحاظ بھی، شہران کبھی کبھی روڈ ہو کر بولتا تھا مگر حرما ایسے بن جاتی جیسے وہ کوئی نوٹس ہی نہیں لے رہی ہو، شیبا کے ایڈمیشن پر اس کی دوبارہ ہمت نہیں پڑتی تھی کچھ بولنے کی، اور حیرانگی کی بات یہ تھی کہ اُس نے 5 ہزار واپس بھی نہیں لئے تھے جبکہ وہ دے بھی رہی تھی۔

ذیشان کے آنے کا ٹائم بھی ہو گیا تھا، فوراً وارڈروب سے کپڑے نکالے، استری کرنے کا بھی ٹائم نہیں تھا، واش روم میں نہانے گھس گئی، آج تو روم کی ہر چیز چمکا دی تھی۔ ذیشان آیا تو روم کا نقشہ بدلا دیکھ کر حیران رہ گیا، ہر چیز کو صاف ستھرا رکھا ہوا تھا۔

''واؤ!'' وہ دھڑ سے بیڈ پر لیٹا۔ واش روم سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی، سمجھ گیا تھا حرما نے آج پورا دن روم کو صاف کرنے میں ہی لگایا تھا، وہ کچھ دیر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ حرما لائٹ پرپل کاٹن کے پرنٹڈ کپڑوں میں غسل کر کے نکلی، اسے دیکھ کر جھجک کے رہ گئی، بیڈ سے دوپٹہ اُٹھایا، بالوں میں تولیہ لپٹا ہوا تھا۔

''لگتا ہے آج دل لگا کے صفائی کی ہے''۔ ذیشان کی پٹ سے آنکھیں کھل گئی تھیں۔ وہ تولیہ سے بالوں کو خشک کرنے لگی، ذیشان اُٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

''آپ نے اتنی کتابیں پھیلا کے رکھی ہوئی تھیں، میں نے سب نکال کے رکھی ہیں، دیکھیں رکھنے والی ہیں تو رکھیں ورنہ کسی کو دے دیں، کام آ جائیں گی اُس کے''۔ اس نے ٹیبل پر اشارہ کیا۔ ذیشان کی نگاہ اس کے سراپے اور وجود میں الجھ رہی تھی، کچھ سرور سا بھی طاری ہو رہا تھا، مگر وہ خود کو مضبوط بنا کے بیٹھا ہوا تھا۔ روم میں ڈریسنگ ٹیبل کے نام پر کچھ نہیں تھا، وارڈروب پر مرر لگا تھا، اس کے آگے کھڑی بالوں میں برش پھیر رہی تھی، حرما کی پشت اس کی طرف تھی۔

''ہوں.... دے دوں گا''۔ آنکھیں اس نے جیسے تھک کر بند کر لی تھیں، اگر زیادہ دیر تک حرما کو دیکھتا رہا تو وہ بہک نہ جائے اور وہ اپنے وعدے سے پھرنا بھی نہیں چاہتا تھا، پہلے حرما کی خواہش کا اسے احترام تھا۔

''ہوں.... کرنے سے کام نہیں چلے گا''۔ وہ ذیشان کے اطمینان پر تیز لہجے میں گویا ہوئی، اور اس کے قریب آ کے بیٹھ

گئی، جب سے دونوں میں وہ شرائط طے ہوئی تھیں، حرما کو اس کے قریب بیٹھنے میں جھجک بھی نہیں ہوتی تھی، ورنہ پہلے دور رہ کر اسے مخاطب کرتی تھی۔

''پھر کیا کروں؟'' اس نے جیسے لاچاری ظاہر کی۔

''آپ نے میری بات کو اہمیت نہیں دی، ٹال رہے ہیں''۔

''حرما! کیا ہوگیا ہے، میں نے نارمل لہجے میں کہا ہے، دے دوں گا، ابھی تو کالج سے آیا ہوں، تم کیا چاہتی ہو، ابھی اُٹھ کر چلا جاؤں؟'' آج اس کے لہجے میں تلخی اور جھنجھلاہٹ تھی۔ حرما جز بز ہو کر بیڈ سے اُٹھ گئی، اسے بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا، وہ تھکا ہوا آیا تھا، آتے ہی پیچھے نہیں لگنا چاہیے تھا۔

''سوری!'' بس اتنا کہا اور روم سے چلی گئی۔

''لو شروع ہوگئی نئی کہانی، محترمہ ناراض ہو کر گئی ہیں''۔ وہ بھی اُٹھا روم سے باہر آیا، وہ ابو کے روم میں تھی، پتا نہیں ان سے کیا باتیں کر رہی تھی۔

''امی! آج کیا بنا تھا؟'' وہ کچن میں چلا آیا، حمیرا بیگم محمد احمد کے لیے چائے بنا رہی تھیں۔

''آج حرما دن بھر کام میں لگی ہوئی تھی، اس نے سبزی بنا کے رکھ دی تھی صبح ہی''۔

''پھر سبزی؟'' پتیلی کا ڈھکن کھول کے دیکھا لوکی تھی۔

''فریج میں یہی تھی، اس نے بنا کے رکھ دی، ابھی اس نے بھی کھانا نہیں کھایا ہے، تم دونوں ساتھ مل کر کھانا کھا لینا''۔ حمیرا بیگم نے سالن کی پتیلی کے نیچے برنر جلا دیا۔

''میری تو بھوک ہی اُڑ گئی ہے''۔ وہ منہ بنانے لگا۔

''جو بھی بنا ہے صبر شکر کر کے کھا لیں، لوکی حضورؐ کو بہت پسند تھی، یہی سوچ کر کھا لیا کریں''۔ حرما نے اس کی بات سن لی تھی۔

''لوکی کے ساتھ گوشت بھی ڈالا جا سکتا تھا''۔ وہ اس کا تپا ہوا چہرہ دیکھنے لگا۔ حمیرا بیگم چائے بنا کے دونوں کو الجھتا ہوا چھوڑ کے کچن سے نکل گئیں، حرما فریج سے آٹا نکال کے لائی۔

''فریج میں آج گوشت نہیں تھا، گھر کا سارا سودا سلف ختم ہوگیا ہے''۔

''شہران سے بولتیں، وہ لے کر آتا ہے''۔ وہ اسے روٹیاں بناتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

''اس سے اگر کچھ منگواؤ، رات میں گھر میں گھستا ہے، ہم انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں''۔ وہ بتانے لگی۔

''کل میں اور امی خود لینے جائیں گے، آپ بتایئے، آپ کو تنخواہ کب تک ملے گی؟'' اس نے پوچھا۔

''ابھی تو ایک ہفتہ باقی ہے''۔ حرما نے سالن پلیٹ میں نکالا، گرم روٹی چنگیر میں رکھی اور اسے کھانے کا اشارہ کیا۔

''یار! میری بھوک اُڑ گئی ہے''۔ وہ منہ بسور رہا تھا۔ حرما نے سالن کی پلیٹ اُٹھائی، روٹی بھی ہٹالی، ذیشان حیرانگی سے دیکھنے لگا۔

''ٹھیک ہے، جایئے جہاں آپ کو اچھا ملے''۔ وہ رکھائی سے گویا ہوئی۔ برنر بند کیا، آٹا صاف کیا، اپنا کھانا ٹرے میں لگایا۔

''مجھے یہاں کے علاوہ اچھا مل بھی نہیں سکتا''۔ حرما کی پشت سے حصار باندھ دیا، وہ تو بوکھلا گئی۔

''کیا کر رہے ہیں، یہ کچن ہے''۔ ہڑبڑا کے اسے دور کرنے لگی۔

''یہ بتاؤ ناراض ہوگئی ہو مجھ سے؟''

''کونسی بات پر؟'' وہ جیسے کچھ سمجھی نہیں۔

''میں نے روم میں تمہیں تلخی سے جو کہا تھا''۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے''۔ وہ ٹرے اُٹھانے لگی۔

''چلیئے لاؤنج میں آجایئے کھانا کھانے، دیکھیئے میں نے کباب بھی تل لئے ہیں''۔ وہ دکھانے لگی، تاکہ ذیشان کا موڈ اچھا ہو جائے۔

''ارے لڑکی، کب تک ٹی وی دیکھو گی، پانچ بجنے والے ہیں، اُٹھو ٹیوشن کی تیاری کرو''۔ حرما نے بسمہ کے چپت لگائی، جو کارٹون لگا کے بیٹھی ہوئی تھی، سیونتھ میں تھی۔

''ابھی دس منٹ ہیں''۔

''چلو اُٹھو، بند کرو، بیگ ریڈی کرو، ورنہ کتابوں کو روتی ہو، یہ نہیں مل رہی، وہ نہیں مل رہی''۔ حرما نے ٹی وی ہی آف کر دیا۔

''بھابی پلیز.....!''

''نہیں، اُٹھو بسمہ! پانچ بجنے والے ہیں''۔ ذیشان نے بھی پیار سے سمجھایا۔

''ہاں، پتا ہے آپ دونوں مجھے خود جان کے یہاں سے ہٹا رہے ہیں، تاکہ آپ دونوں اکیلے رہ سکیں''۔ وہ غصہ میں پیر پٹختی ہوئی چلی گئی، وہ دونوں ہی مسکرانے لگے۔

''آج کل کے بچے بھی کتنے تیز ہو گئے ہیں''۔ ذیشان نے لقمہ منہ میں رکھا۔

''آپ کی یہ بہن تو کچھ زیادہ ہی تیز ہے''۔ دونوں آمنے سامنے بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔

''ہمارے بچے تو پتا نہیں کتنے تیز ہوں گے''۔ ذیشان نے معنی خیزی سے میٹھی میٹھی نگاہوں سے دیکھا۔

''جی پتا نہیں''۔ وہ سرخ پڑ گئی۔

''بہت دن سے لیل ماہ نہیں آئی ہے''۔ حرما نے موضوع بدلا۔

''یونیورسٹی جاتا تھا، مل لیتا تھا، اب ملاقات ہی نہیں ہوتی ہے''۔

''پتا نہیں کیوں نہیں آرہی ہے؟'' حرما کو فکر بھی ہو رہی تھی، کیونکہ اس دن تو وہ اتنی تیزی سے گئی تھی، زیادہ باتیں کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا، کچھ وہ شہران سے بھی گھبرا رہی تھی، یہ اس نے نوٹ کیا تھا۔

''لائبہ سے کہو وہ لیل ماہ کو بول دے کہ تم بلا رہی ہو''۔

''ہوں.... یہی سوچ رہی تھی، بسمہ سے کہلوا دیتی ہوں، یہ کہہ دے گی''۔ کھانے سے فارغ ہوئی۔

''بسمہ بہت ناراض ہو کے گئی ہے''۔ ذیشان نے یاد دلایا۔

''ہوں.... مجھ سے زیادہ ناراض ہوتی ہے، اسے دیکھتی ہوں، کہیں چلی نہیں گئی ہو''۔ وہ ٹرے اُٹھا کے کھڑی ہوگئی، ذیشان بھی چینج کرنے روم میں چلا گیا، اس کا بھی موڈ فریش ہوگیا تھا۔

☆............☆............☆

گھر میں اس کے رشتے کی باتیں ہو رہی تھیں، بس اتنی اس کے کانوں میں پڑی تھی، لڑکے کا اپنا چائنیز ہوٹل ہے، اور اس کے اوپر گھر، اور پانچ گاڑیاں ہیں، دو تین بنگلے ہیں، فیملی امریکہ میں سیٹل ہے، ابو چپکے چپکے امی سے باتیں کر رہے تھے، مگر امی کے چہرے پر وہ خوشی کے رنگ نہیں تھے، بھابی بھی بیٹھی ہوئی سن رہی تھیں، لیل ماہ کو یہ حیرانگی تھی کہ یہ اتنا امیر کبیر رشتہ اس کے لیے کیسے آگیا؟ مگر وہ مطمئن بھی تھی کہ شہران سے تو جان چھوٹ جائے گی، اس اُجڈ، جنگلی سے ہر حرکت

کی امید تھی، اور وہ اپنے باپ کی عزت اور شرافت پر داغ نہیں لگانا چاہتی تھی، اسے تو ابو سے پتا نہیں کیوں اتنا بیر ہو گیا تھا۔

''شام میں ٹھیک سے تیار ہو جانا، کچھ لوگ دیکھنے آرہے ہیں''۔ امی کے لہجے میں کوئی خوشی نہیں تھی، وہ چونک گئی تھی۔

''امی! کون ہے لڑکا؟'' لیل ماہ کو گھبراہٹ بھی ہونے لگی۔ پتا نہیں کس کا رشتہ اس کے لئے آیا ہے، جو اتنی خاموشی سے سب ہو رہا تھا، بھابی سے کچھ پوچھنے کی اس میں ہمت نہیں تھی، کیونکہ وہ طنز ہی اتنے کرتی تھیں بندہ اپنا سا منہ لے کر رہ جاتا تھا۔

''تمہارے ابو نے نامی گرامی آدمی کا رشتہ قبول کیا ہے، تمہیں وہ دیکھے گا''۔ امی کے لہجے میں ترشی اور طنز تھا۔

''امی! آخر بات کیا ہے؟ مجھے بتایئے تو''۔ وہ بھی فکرمندسی ہوگئی۔

''کوئی بات نہیں ہے، تم تیار ہو جانا، چھ بجے تک آئیں گے وہ لوگ''۔ وہ اس سے نگاہ تک چرا رہی تھیں۔ لیل ماہ کو اور زیادہ ٹینشن ہوگئی، امی اُسے ٹال کے چلی گئی تھیں، وہ اتنی بے بس اور مغموم ہوگئی تھی، کوئی بھی تو اس کے پاس نہیں تھا جس سے اپنی ٹینشن شیئر کرتی، لائبہ نے بھی کہلوایا تھا کہ حرما نے اسے بلایا ہے، مگر وہ وہاں بھی نہیں گئی تھی، اس کی سب سے بڑی وجہ شہران تھا، اس کی اوچھی حرکتیں اس کا خون کھولا دیتی تھیں، اس لیے اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اس کا سامنا ہی نہیں کرے گی، یونیورسٹی بھی کم کم جا رہی تھی، اس انتظار میں تھی کہ ایگزام ہوں اور اس کی پڑھائی ختم ہو، تاکہ شہران سے پیچھا چھوٹ جائے، جب آتے جاتے اس پر نظریں نہیں پڑیں گی، مگر پچھلے تین دن سے گھر میں اس کے رشتے کی باتیں ہو رہی تھیں، اور آج امی نے کہا وہ لوگ دیکھنے آرہے ہیں۔ امی کی باتوں سے اندازہ ہو رہا تھا جیسے ابو نے رشتہ طے کر لیا ہو، صرف دیکھنے کی فارمیلیٹی رکھی گئی تھی۔ پورا دن پریشان رہی، شام میں پنک جارجٹ کا پرنٹڈ سوٹ پہن لیا، لائٹ میک اپ بھی کیا، وہ لوگ وقت کے اتنے پابند تھے، چھ بجتے ہی آگئے تھے۔

''لیل ماہ! آجاؤ ڈرائنگ روم میں''۔ بھابی اسے بلانے آئی تھیں، مگر ان کا چہرہ سنجیدہ تھا۔

''بھابی! کتنے لوگ ہیں؟'' جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''تین لوگ ہیں، ایک وہ جس سے تمہارا رشتہ ہو رہا ہے، ایک بہن ہے، اور بھانجا ہے''۔ وہ اتنی ہی تفصیل بتا سکی۔ بھابی کے ساتھ جھجکتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آگئی، آتے ہی نگاہ وائٹ قمیض شلوار میں ملبوس وائٹ داڑھی میں بزرگ ہستی پر نگاہ پڑی، اس نے ہی اُلٹا سلام بھی کیا۔ لیل ماہ کی سمجھ کام نہیں کر رہی تھی، بھانجا تو اتنا چھوٹا ہے، پھر رشتہ کس سے ہو رہا ہے؟

''آؤ آؤ، ہمارے پاس بیٹھو''۔ بہن نے اپنے پاس صوفے پر جگہ بنا کر اسے بٹھایا۔ ابو بھی سامنے ہی بیٹھے تھے، لیل ماہ کو سب کے سامنے شرم بھی آرہی تھی۔ ان خاتون نے چند ہزار کے نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھے، دو سونے کے موٹے کڑے پہنائے۔

''بھائی صاحب! اب آپ ہمیں نکاح کی تاریخ دے دیں، کیونکہ منیب کو امریکہ بھی جانا ہے، کیوں منیب! اگلا ماہ ٹھیک ہے؟'' انہوں نے دو باتیں ایک ساتھ ہی کر دیں۔ منیب صاحب نے پہلو بدل کر ہوں کہہ کر سر ہلایا۔ لیل ماہ پر جیسے پہاڑ آن گرا ہو، وحشت سے آنکھیں پھٹ گئیں، مگر نگاہ جھٹ جھکا بھی لی، ہاتھ پیروں میں سنسناہٹ سی ہونے لگی، ہونٹوں پر چیونٹیاں رینگنے لگی تھیں، وہ پیسے اور کڑے اسے آگ لگ رہے تھے، نوٹ اس کے ہاتھ سے گر گئے، جو امی اور بھابی نے بغور دیکھ لیا تھا، امی نے بھابی کو اشارہ کیا، وہ لیل ماہ کو اُٹھا کے لے گئی تھیں۔ لیل ماہ سر تھام کے بیڈ پر اوندھی لیٹ گئی تھی، یہ کیا کر رہے تھے اس کے ابو؟ اپنی عمر کے شخص سے اس کا رشتہ طے کر دیا تھا۔

''ابو! کے آگے کسی کی چلی ہے؟''

''مگر بھابی! یہ شخص ابو کی عمر کا ہے''۔ وہ رونے لگی۔

''کیا کریں؟ میں نے بھی کہا، امی نے بھی کہا، ہمیں ڈانٹ دیا، اب کیا کر سکتے ہیں؟'' وہ تو ویسے بھی کب کسی کے لیے فکرمند ہوتی تھیں، انہیں کیا، نند کی کسی سے بھی شادی ہو۔ لیل ماہ تو اپنے گھومتے سر کو تھام کے بیٹھ گئی، کڑے اُتار کے تکیے کے نیچے رکھ دیئے۔

''یہ کرنے جا رہے تھے ابو، آپی کی طرح اس کے ساتھ بھی ایسا ظلم، نہ اُگلتے بن رہی تھی نہ نگلتے، اگر انکار کرے گی تو گھر میں ہنگامہ ہوگا، اور وہ شہران..... اسے تو موقع مل جائے گا، پھر ابو کہیں آپی کی طرح اس کے ساتھ بھی وہی سب نہ کریں''۔ اسے خوف سے پسینے آنے لگے۔

''اگر اس شخص سے اس کی شادی ہوگئی تو ساری زندگی وہ اسے شوہر کا درجہ نہیں دے سکے گی، اپنے سے بڑی عمر کا شخص..... کیسے رہے گی؟'' رونا بھی نہیں چاہتی تھی اور رونا آ بھی رہا تھا، اپنی بے بسی، بے وقعتی پر، ابو کو ذرا بھی اپنی بیٹیوں کا احساس نہیں تھا، وہ شروع سے اپنی مرضی مسلط کرتے آرہے تھے۔

''امی.....!'' امی اندر آئیں تو ان سے لپٹ گئی۔

''امی! میرا قصور کیا ہے، کیوں کر رہے ہیں ابو ایسا؟'' اس کے آنسو بھل بھل بہہ رہے تھے، امی بھی تو رو رہی تھیں، وہ تو خود ابو کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں، ایک بیٹی کا غم تو دل سے لگائے ہوئے تھیں، دوسری بیٹی کا غم بھی ان پر آن پڑا تھا، کتنی بحث کی تھی اس رشتے پر، مگر ابو نے ان کی ذرا نہیں سنی تھی۔

''صبر کرو میری بیٹی! تمہارے باپ ہیں، کوئی بُرا تھوڑی کر رہے ہیں، اتنا اچھا رشتہ ہے، خوش رہو گی''۔ انہوں نے اپنے آنسو پونچھے۔

''امی! یہ آپ کہہ رہی ہیں؟'' وہ تو متوحش زدہ سی رہ گئی۔

''اور کیا بولوں؟ میری اگر چلتی تو میری بڑی بیٹی کے ساتھ وہ ظلم نہ ہوتا، جواب دوسری کے ساتھ بھی ہونے والا ہے، میں کیا بول سکتی ہوں؟ میں تو گونگی، بہری ہوں، جس کی کوئی عزت وقعت ہی نہیں ہوتی ہے''۔ وہ بھی اتنی مضطرب اور مغموم تھیں۔

''امی! کچھ تو بولیے، یہ دوگنی عمر کا شخص..... اسے کیا مار پڑی تھی شادی کی؟ اور یہ ابو کو ٹکرایا کہاں سے؟'' اس کی تو عقل دنگ تھی، اتنا امیر کبیر رشتہ ابو کو ملا کہاں سے؟ وہ حرما کی شادی سے اتنے بدظن ہوگئے تھے، وہ اسے بھی کہیں بھی ٹھکانے لگانا چاہتے تھے۔

''پتہ نہیں کہاں ٹکرایا، میں نے زیادہ پوچھا تو غصہ ہونے لگے''۔

''امی! میں مر جاؤں گی، نہیں کر سکتی میں اس شخص سے شادی''۔ وہ امی کے گلے لگ کر اتنا روئی، امی بھی گھبرا گئیں، ان کی دونوں بیٹیوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا تھا، وہ صرف برداشت کر رہی تھیں، ارباز بھائی بھی ابو کے آگے زیادہ نہیں بول رہے تھے، کیونکہ ابو کا غضبناک غصہ وہ سب ہی بچپن سے دیکھتے آرہے تھے۔ پوری رات اس نے روتے دھوتے آنکھوں میں گزاری، کسی طرح بھی وہ حرما کو بتا کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتی تھی، مگر شہران کا سوچ کر ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی سی دوڑ جاتی تھی۔

''شہران احمد! ایک تم نے میری زندگی اجیرن کر دی ہے، کیسے میں جاؤں آپی سے ملنے؟'' کروٹیں بدل بدل کر ہڈیاں دکھنے لگی تھیں، کبھی اُٹھ کر بیٹھتی، تو کبھی لیٹ جاتی، امی بے خبر سو رہی تھیں۔ جب سے منیب الرحمٰن کو دیکھا تھا، اس کی

حالت عجیب ہوگئی تھی، لمبی داڑھی، لمبے چوڑے توانا بڑے میاں تھے، دانت پیس کر اندر کے انتشار کو روکا۔

☆............☆............☆

فان کلر کی لمبی سی ایمبرائیڈری شرٹ پر سی گرین ٹراؤزر اور دوپٹہ سلیقے سے شانوں پر ڈالے وہ پُرتمکنت لگ رہی تھی، ایک دفعہ بھی اس نے حمدان پر نگاہ نہیں ڈالی تھی، مگر حمدان استفہامیہ نگاہوں سے اسے جانچ رہا تھا، وہ خود کو اس سے بے نیاز ظاہر کرنے کی پوری کوشش کر رہی تھی، مگر انداز میں اس کے ابھی بھی ایسا احساس تھا جو وہ حمدان کی جانب بھی متوجہ تھی، ریوالونگ چیئر پر بیٹھی تیزی سے لیپ ٹاپ پر اس کی انگلیاں حرکت کر رہی تھیں، جبکہ وہ سامنے والی چیئر پر لب بھینچے ہوئے بیٹھا تھا، گرے پینٹ پر بلیو شرٹ میں ڈیسنٹ سا لگ رہا تھا۔

''حمدان احمد! آپ نے وزٹ کیا ایریا کا؟'' اریشماء نے خود کو ہنوز مصروف ظاہر کر کے لیپ ٹاپ کی اسکرین پر نگاہ مرکوز رکھی۔

''سر نے کہا تھا پہلے پروجیکٹ کو ٹیلی کر لیں، پھر ہی میں وزٹ بھی کروں گا''۔ آہستگی سے گویا ہوا۔

''ہوں....'' اس نے لیپ ٹاپ بند کیا اور سائیڈ پر کھسکا دیا۔

''ایسا کرتے ہیں آج ہی ہم دیکھنے چلتے ہیں، کیونکہ وہاں سے کافی زور دیا جا رہا ہے کہ کام شروع کروا دیا جائے، ہمارا لاسٹ پروجیکٹ کامیاب رہا ہے، اسلام آباد میں تو دھوم مچ گئی ہے''۔ اریشماء کو خوشی ہو رہی تھی کیونکہ حمدان کی ساری محنت جو رنگ لائی تھی، ڈیڈی نے اس پر سب کچھ چھوڑا ہوا تھا۔ اریشماء اس سے بڑے پروفیشنل انداز میں گفتگو کر رہی تھی، چہرے پر اس کے ذرا بھی ملال یا دکھ کا شائبہ تک نہیں تھا، اس دن منگنی والے دن کتنی تیکھی اور ناراض ہو رہی تھی، تیمور سے الجھنا تک اس نے دیکھا تھا جب وہ انگوٹھی پہنا رہا تھا، اریشماء کے تاثرات بالکل سرد تھے۔

''مسٹر حمدان! میں آپ سے کچھ کہہ رہی ہوں''۔ اریشماء اسے یوں خود کو تکتا پا کر ٹوکے بنا نہ رہ سکی۔

''جی، جی''۔ جھینپ کے پہلو بدل کے رہ گیا، لب بھینچ کے اپنے تاثرات نارمل کیے ورنہ اریشماء جواب میں کچھ اور نہ سمجھ لے، مگر حمدان کا دل بھی بے چین اور پریشان تھا، اریشماء کی زندگی کا فیصلہ بہت غلط بندے کے ساتھ ہو رہا تھا، تیمور پہ اسے پہلے ہی شک تھا اور اس دن کے بعد سے تیمور اسے اور بُرا لگنے لگا تھا۔

''ابھی چلتے ہیں''۔ اریشماء اپنا سیل اُٹھانے لگی۔

''میڈم! کل چلیں گے، آج میں ساری رپورٹس تیار کر لیتا ہوں، تاکہ جب ہم وہاں وزٹ کریں گے تو ہمیں مسئلہ نہیں ہوگا''۔ اس نے بڑے نرم لہجے میں اسے سمجھایا۔

''ہوں.... یہ بھی ٹھیک ہے''۔ وہ بھی سر ہلانے لگی۔

''رپورٹس ساری تیار کر دیجئے گا، میں پھر رات میں دیکھ لوں گی، جب ای میلز چیک کروں گی تو''۔ وہ مسکرائی۔ حمدان کو اریشماء کے اطمینان بھرے چہرے پر حیرانگی ہو رہی تھی، اتنی خوش کیوں ہے، جبکہ وہ جانتا ہے اپنی منگنی سے زرا خوش نہیں ہے، تیمور بھی اسے آفس میں ابھی تک نظر نہیں آیا تھا، وہ چیئر کھسکا کے کھڑا ہو گیا، اریشماء کی نگاہوں نے اس کا طواف کیا، وہ اتنا پُرسوچ اور متفکر سا بھی لگ رہا تھا، مگر کس وجہ سے؟ یہ وہ بھی نہیں جانتی تھی۔

''حمدان! ایک منٹ''۔ اس نے پکار لیا۔ حمدان کے قدم رک گئے، مگر وہ مڑا نہیں، ساعتیں منتظر تھیں، وہ اس سے کیا کہتی ہے۔

''آپ کچھ پریشان ہیں؟ جب سے میں آئی ہوں آپ کو میں نے گہری سوچ میں ہی دیکھا ہے''۔ وہ تو دل کے ہاتھوں مجبور ہوگئی، اس سے محبت کرتی تھی، حمدان کی حرکات و سکنات پر سب نگاہ ہوتی تھی۔

''ایسی تو کوئی بات نہیں ہے''۔ یہ کہہ کر رُکا نہیں، ڈور کھول کے روم سے جانے لگا۔

''پلیز بات تو سنیئے!'' اریشماء نے پھر پکارا۔

''مجھے رپورٹس ریڈی کرنی ہیں''۔ نروٹھے پن سے گویا ہوا۔ وہ جزبزسی ہوگئی، حمدان نے سرد مہری کی حد کی ہوئی تھی، منگنی کے بعد سے اریشماء آفس بھی آج ہی آئی تھی، وہ تین چار دن سے آفس بھی نہیں آ رہی تھی۔

''حمدان احمد! پتا نہیں تمہیں میرے جذبوں کی رسائی کب ہوگی، یہاں میں تمہاری محبت میں ڈوبتی جا رہی ہوں، اور مجھے تم سے دیوانگی کی حد تک عشق ہو گیا ہے، تم مجھ سے جتنا دور بھاگ رہے ہو میں تمہارے اتنا ہی قریب آ رہی ہوں''۔ وہ روم میں ٹہلنے لگی، حمدان کو وہ ہر وقت سوچتی رہتی تھی۔

''مجھے خبر ہے تم ایک دن مجھے خود سے پکارو گے، یہ میں نے سوچ رکھی ہوئی ہے، محبت تو نفرت کو بھی کاٹ دیتی ہے اور دیکھنا میری محبت اتنی سچی اور پاک ہے حمدان! تمہیں جیت لے گی''۔ آنکھیں بند کر کے جذب سے سوچا۔ تیمور کو وہ بھول کے بھی سوچنا نہیں چاہتی تھی، منگنی ہونے کے بعد بھی اس کا دل تیمور کی جانب مائل نہیں ہوا تھا، چچی جان کا چاپلوسی والا انداز، اس کا تو خون کھولا دیتا تھا، ڈیڈی یہ رشتہ ہونے پر بہت خوش تھے۔ انٹر کام کی بیل پر اس کی سوچوں اور خیالوں کا سلسلہ ٹوٹا۔

''او کے او کے، آتی ہوں''۔ حمدان کو جواب دے کر اس نے ریسیور رکھا اور اس کے روم میں آ گئی۔

''اب کیا مسئلہ ہو گیا؟'' اریشماء نے اسے کمپیوٹر کے آگے یوں پریشان دیکھا۔

''آپ اگر یہاں بیٹھ کر مجھے تھوڑا گائیڈ کر دیں گی، تو مجھے آسانی سے سب یاد رہے گا''۔ وہ مانیٹر پر نگاہ جمائے گویا ہوا۔ اریشماء حیران رہ گئی، حمدان نے آج یوں پہلی دفعہ اسے اپنے قریب بیٹھنے کی جگہ دی تھی، وہ بولے جا رہا تھا اور اریشماء خواب کی سی کیفیت میں آ گئی تھی، حمدان اتنا پیارا لگ رہا تھا، دل کر رہا تھا اس کا ماتھا چوم لے۔

☆............☆............☆

صبح سے اس نے مشین لگائی ہوئی تھی، گھر کے کپڑے بہت جمع ہو گئے تھے، شیبا تو پڑھائی میں مصروف ہو گئی تھی، حرما، اس سے تو ویسے بھی زیادہ کام نہیں کرواتی تھی، حمیرا بیگم کہتی بھی تھیں۔

''کب سے کپڑے دھو رہی ہو، ذیشان کے آنے کا ٹائم ہے، جاؤ تم نہاؤ اور کپڑے بدلو''۔

''امی! یہ آخری چکر ہے، اس کے بعد میں نہاؤں گی''۔ بالٹی اُٹھا کر اوپر زینہ چڑھنے لگی، اسی وقت شہران نے بالٹی اس کے ہاتھ سے لے لی، وہ حیران سی اسے دیکھنے لگی، کیونکہ آج سے پہلے کبھی اس نے ایسا کوئی کام نہیں کیا تھا۔

''آپ سارے کپڑے بالٹی اور ٹب میں جمع کر دیں، میں اوپر لے جاؤں گا''۔ وہ آہستگی سے گویا ہوا۔ حرما تو بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی، آج شہران انسانوں کی طرح باتیں جو کر رہا تھا، ورنہ تو اس کا منہ سیدھا ہوتا ہی نہیں تھا، بالٹی لے کے وہ زینہ چڑھ گیا تھا۔

شکر ہے خیال تو آیا، ورنہ تو لڑنے مرنے پر تیار رہتا ہے۔ حمیرا بیگم کو بھی شہران کی خوش کن تبدیلی اچھی لگی۔ حرما نے بھی سر ہلایا اور باقی کے کپڑوں کا پانی نکالنے لگی، وہ سارے کپڑے اوپر لے گیا تھا، حرما نے بھی مشین وغیرہ دھونے کے بعد اوپر جا کر سارے کپڑے تار پر پھیلا دیئے تھے، اسی وقت اس نے نگاہ اُٹھا کر اپنی چھت کی طرف دیکھا، وہاں سناٹا تھا، لیل ماہ کو دیکھنے اور ملنے کا کب سے دل چاہ رہا تھا، مگر وہ بھی پتا نہیں کیوں نہیں آ رہی تھی، لائبہ سے کہلوا بھی دیا تھا، اتنا تو اسے بھی پتا تھا لیل ماہ یونیورسٹی بھی نہیں جا رہی ہے، مگر کیوں نہیں جا رہی، یہ بات اسے ٹھیک نہیں لگ رہی تھی، ذہن بہت بوجھل ہو گیا تھا، تین بجنے والے تھے، نہا کر وہ نکلی تھی، بالوں کو تولیے سے خشک کر رہی تھی، ذیشان اندر آیا وہ دیکھ کر

جھجک گئی، دوپٹہ اُٹھا کر شانوں پر ڈالا، ذیشان کی نگاہوں میں اس کے لیے ہمیشہ پیار چھلکتا تھا، حرما کو اس کا بھی خیال آتا تھا، اسے حق سے ابھی تک محروم کیا ہوا تھا، وہ اس کی محبت اور وارفتگی سب محسوس کرتی تھی، مگر وہ بھی مجبور تھی، اپنے ماں باپ تو اسے نہیں بھولے تھے۔

"کیا ہوا، طبیعت تو ٹھیک ہے؟" فکرمندی سے اس کے قریب بیٹھی۔ وہ سیدھا لیٹا ہوا تھا، آنکھیں اس نے بند کر لی تھیں، دونوں ہاتھوں کو ماتھے پر جوڑ کر رکھا ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے"۔ وہ اتنا ہی گویا ہوا۔

"پھر خاموش کیوں ہیں؟" حرما کو اس کی خاموشی پر بھی فکر ہوتی تھی۔

"پورے تین پیریڈ لیکچر دیا ہے، سر میں درد ہو رہا ہے، پلیز! میرے سر میں ہاتھ چلا دو اپنی انگلیوں سے"۔ حرما اس کی نئی فرمائش پر استفہامیہ انداز میں اس کے چہرے کو جانچنے لگی، اس نے ابھی تک ایسا کچھ نہیں کروایا تھا۔

"کیسے؟" وہ جھجکتی، شرماتی پوچھنے لگی۔

"ایسے"۔ حرما کا ہاتھ پکڑ کے سر میں چلانے لگا۔

"ایسے ہی کرتی رہو، مجھے کچھ سکون مل جائے گا"۔

"تیل کا مساج کروں؟" اسے یکدم یاد آیا۔

"نہیں یار! مجھے تیل سے اُلجھن آتی ہے، تم ایسے ہی کرتی رہو، تھوڑی دیر میں اُٹھ کر نہاؤں گا"۔ وہ تکیہ ڈبل کر کے لیٹا۔

"میں اپنے بال سمیٹ کے آتی ہوں"۔ گیلے بال بار بار آگے آ رہے تھے، وہ کیچر لگانے اُٹھ گئی۔ ذیشان نے اسے بغور دیکھا، کاسنی کاٹن کے ایمبرائیڈری والے سوٹ میں اس کی شہابی رنگت چمک رہی تھی، حرما کو دیکھ کر اپنے جذبات کو قابو میں رکھنا کتنا مشکل ہوتا تھا۔ وہ جھجکتی حیا کے حصار میں ڈوبی اس کے سرہانے بیٹھی، ذیشان نے آج پہلی دفعہ ایسا کوئی کام کہا تھا، ورنہ وہ تو اپنے کام تک نہیں کرواتا تھا۔

"لیل ماہ بہت دن سے نہیں آ رہی ہے"۔

"مجھے بھی نظر نہیں آئی، ورنہ ضرور میں تو ساتھ لے آتا"۔ ذیشان کی آنکھوں میں سرور سا طاری ہونے لگا تھا، حرما کی موی انگلیوں نے اسے بے سُدھ کر دیا تھا۔

"لائبہ سے کہلوایا؟"

"کئی دفعہ کہلوا چکی ہوں پتا نہیں کیا بات ہے؟ لیل ماہ آ کیوں نہیں رہی ہے، میرا تو دل گھبرانے لگا ہے"۔ انگلیاں چلاتے چلاتے اس کے ہاتھ رُک گئے۔

"گھبرانے کی کیا بات ہے، ہوسکتا ہے پڑھائی کی وجہ سے مصروف ہو"۔ ذیشان کو اس کے مغموم لہجے پر فکر ہوئی۔

"لائبہ بتا رہی تھی وہ یونیورسٹی بھی نہیں جا رہی ہے"۔

"ہوں....." وہ پُرسوچ انداز میں اُٹھ کے بیٹھ گیا۔ حرما کو چھ ماہ یہاں ہو گئے تھے اور وہ ابھی تک گھر سے باہر نہیں گئی تھی، اپنا گھر دیکھے ہوئے بھی لگتا تھا مدت گزر گئی ہے۔

"تم تیار ہو جاؤ"۔

"کہاں جانا ہے؟" وہ حیرانگی سے پوچھنے لگی۔

"آج تمہیں میں تمہاری امی کے پاس لے چلتا ہوں"۔

"جی.....؟" وہ تو چونک گئی۔

"ہاں حرما! یہ ضروری ہے، کیونکہ تم جب تک خود پہل نہیں کرو گی، یہ دوریاں ایسی ہی رہیں گی، تم وہاں جا کر پتا تو کر سکتی ہو"۔

"آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں، یاد ہے ابو نے کیا کہا تھا؟" وہ افسردگی سے گویا ہوئی۔

"سب یاد ہے، مگر اب تم وہ کرو گی جو میں کہوں گا، ورنہ یہ جنگ ایسے ہی چلتی رہے گی"۔ ذیشان مصمم ارادہ باندھ چکا تھا، کسی طرح بھی اسے یہ غلط فہمی دور کرنی تھی۔

"ابو آپ کو اور مجھے گھر میں داخل تک نہیں ہونے دیں گے"۔ اسے ڈر ستانے لگا۔

"تم چلو تو، یہ سب ہم وہاں جا کر دیکھیں گے"۔ اس نے حرما کی خوف سے بھری آنکھوں میں دیکھا، وہ اسے چھ ماہ میں اور زیادہ پیاری لگنے لگی تھی، اور وہ تکلیف میں رہے ایسا وہ نہیں چاہتا تھا، کچھ تو ایسا کرتا تھا کہ وہ اپنے والدین سے اور بہن بھائی سے مل جائے، ورنہ تو وہ گھٹ گھٹ کے مر جائے گی۔

☆..........☆..........☆

مصباح کی شادی کی تاریخ رکھ دی گئی تھی، درمیان میں چھ مہینے تھے، امی نے تیاریاں شروع کر دی تھیں، تھوڑا تھوڑا وہ پہلے سے ہی تیار کر کے رکھتی جا رہی تھیں، کپڑے اور برتن کی خریداری کر رہی تھیں، حمدان کی تنخواہ میں انہوں نے کمیٹیاں بھی ڈالی ہوئی تھیں، جو انہیں وقت پر مل گئی تھیں، حمدان نے بھی کچھ پیسہ بینک میں جمع کیا ہوا تھا، اس لیے امی تسلی سے ہو گئی تھیں۔

"بیٹا! تم نے تو آنا ہی چھوڑ دیا ہے"۔ امی نے اسے گلے لگا کے پیار کیا، پنک جارجٹ کے پرنٹڈ پلین لائن سوٹ میں بہت پیاری لگ رہی تھی، حمدان نے کن انکھیوں سے دیکھا۔

"میں تو سمجھی منگنی کروا کے ہمیں بھول گئی ہیں"۔ مصباح نے بھی معنی خیزی سے اسے چھیڑا۔

"منگنی.....اونہہ.....ایسے کسی ملک کے شہزادے سے نہیں ہوئی ہے کہ میں آپ سب کو بھول جاؤں"۔ وہ منگنی کے ذکر پر کڑوی ہو گئی۔ حمدان نے پہلو بدلا، ٹی وی کے چینلز سرچ کیے جا رہا تھا، اور تاثر ایسے دے رہا تھا وہ اریشماء کی طرف متوجہ ہی نہیں ہے۔

"بھائی جان تو بتا رہے تھے، بڑی زبردست منگنی ہوئی ہے، آپ نے ہمیں نہیں بلایا"۔ وہ منہ بسور کے شکوہ کرنے لگی۔

"جب میں ہی خوش نہیں تھی، بلا کے کیا کرتی؟ حمدان تو بہتر جانتے ہیں"۔ اس نے حمدان کو ہی مخاطب کر لیا، وہ گڑبڑا کے اسے حیرانگی سے دیکھنے لگا، اریشماء کے تیور آج اسے خاصے بدلے بدلے نظر آ رہے تھے۔

"آپ کی شادی کب تک ہو گی؟"

"یہ تو مجھے بھی نہیں پتا، ہاں البتہ تیمور سے تو بالکل بھی نہیں ہو گی"۔ لہجے میں یقین اور وثوق بھرا تھا۔ حمدان اور مصباح دونوں ہی چونک کر حیرانگی سے اس کے چہرے کو دیکھنے لگے، وہ مسکرا رہی تھی، نگاہوں میں حمدان کے لیے بہت کچھ تھا۔

"پھر یہ منگنی کیوں کی؟" وہ بے ساختہ گویا ہوئی۔

"ڈیڈی کی خواہش تھی اس لیے کر لی، آگے میری جو خواہش ہے وہ ہو گی"۔ لہجے میں معنی خیزی تھی۔ حمدان پہلو بدل کے اُٹھ گیا، کیونکہ اریشماء مسلسل اسے ہی دیکھے جا رہی تھی اور مصباح کے سامنے اسے یہ سب بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا، اریشماء میں پہلے جیسی جھجک نہیں رہی تھی، بلکہ وہ حمدان کو ہر وقت زچ کرنے کے چکر میں ہی لگی رہتی تھی۔

''جانے کیوں مجھے خود سے بھی ڈر لگنے لگا ہے''۔ حمدان اپنے روم میں آ گیا، دل کی دھڑکنیں اریشماء، اریشماء کی پکار کر رہی تھیں، مگر وہ پکار پر کان نہیں دھرنا چاہتا تھا، اگر ایک دفعہ بھی اس نے رخ دے کر اس سے بات کر لی تو وہ خوش فہمی کا شکار ہو سکتی ہے۔ وہ مصباح کے ساتھ کچن میں لگی رہی اور حمدان اپنے روم میں ہی رہا۔ آٹھ بجے عدین گھر میں آیا تو ایک ہلچل سی ہی ہو گئی، کیونکہ وہ اریشماء کو دیکھ کر زیادہ چہکتا تھا، حمدان کو یہی سب ناگوار گزرتا تھا، مگر وہ عدین سے بھی کچھ نہیں کہتا تھا، کہ اریشماء سے بات چیت نہیں کیا کرے۔

''بھائی جان! کھانا لگ گیا ہے آ جایئے''۔ مصباح اسے بلانے چلی آئی، وہ موبائل کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ موبائل بیڈ پر ڈالا اور باہر آ گیا، ڈرائنگ روم میں کارپٹ پر دستر خوان لگا کے کھانا لگایا ہوا تھا، اریشماء پنک جارجٹ کے دوپٹہ قمیض اس پر پلین ٹراؤزر میں اپنی سادگی میں بھی انفرادیت رکھتی تھی، آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی، بے تکلفی سے پلیٹ میں سالن نکال رہی تھی، اس پر تو بھولے سے بھی نگاہ نہیں ڈال رہی تھی۔

''ارے مصباح! گیلری میں کپڑے پڑے ہیں، بارش شروع ہو گئی ہے''۔ امی نے اپنے روم سے باہر کا جائزہ لیا، پھر سردی میں ایک دفعہ بارش ضرور ہوتی تھی، اور سردی کی لہر میں اضافہ ہو جاتا تھا۔

''اوہ نو..... بارش شروع ہو گئی؟'' اریشماء پریشان ہو گئی۔

''ارے اریشماء باجی! آرام سے، آپ کے پاس گاڑی ہے کوئی مسئلہ تو نہیں ہے''۔ عدین نے اسے اطمینان دلایا۔

حمدان نے اس کے چہرے پر فکر و پریشانی دیکھ لی تھی، کھانے سے بھی ہاتھ روک لیا تھا۔

''بیٹا! آپ کھانا تو کھاؤ، بارش کوئی تیز نہیں ہو رہی ہے، رُک جائے گی''۔ امی نے اس کے شانے پر تھپکی دی۔ مصباح سارے دھلے ہوئے کپڑے اُٹھا کے بیڈ پر ڈال آئی تھی، حمدان کو اریشماء پر اس لمحے بہت پیار آ رہا تھا، وہ کن انکھیوں سے کئی دفعہ اسے دیکھ چکا تھا، جب سے تیمور سے منگنی ہوئی تھی وہ بے کل سا بہت ہو گیا تھا، اس کی نگاہ اریشماء کی نازک انگلیوں پر پڑ رہی تھی، وہ بڑے بے تکلف انداز میں کھانا کھا رہی تھی۔ عدین کی لقمے بازی بھی جاری تھی، وہ مسکرا کے جواب دے رہی تھی، کھانے وغیرہ سے فارغ ہوئے تو اریشماء نے جانے کے لیے اپنا شولڈر بیگ اُٹھا لیا۔

''اریشما باجی! بارش تیز ہونے لگی ہے، رُک جائے تو چلی جایئے گا''۔

''بالکل بھی نہیں رکوں گی، کیونکہ ممی بہت پریشان ہو جاتی ہیں اور پھر یہ بارش مجھے نہیں لگتا رُکنے والی ہے''۔ اس نے رُکنے سے صاف انکار کر دیا۔ سردیوں کی بارش کا بھی کچھ پتا نہیں ہوتا، دوپہر سے موسم ابر آلود ہو رہا تھا، آٹھ بجے بارش شروع ہوئی تھی۔

''میں ساتھ چلتا ہوں''۔ حمدان اپنا اپر پہن کے چلا آیا۔ سب نے ہی متحیر زدہ ہو کر دیکھا، جو پہلے کی نسبت خوشگوار موڈ میں بھی لگ رہا تھا۔

''مجھے کہیں کام سے بھی جانا ہے، آپ کے ساتھ ہی نکل جاؤں گا، کیونکہ بارش میں بائیک پھسلنے کا ڈر رہتا ہے''۔ اس نے خود ہی توجیہہ پیش کی۔ حمدان نے آج سے پہلے کبھی اریشماء سے لفٹ تک نہیں لی تھی، نہ کوئی احسان، اچانک ہی اس میں یہ خوش کن تبدیلی..... اسے حیرت و انبساط میں مبتلا کر رہی تھی، عدین کی معنی خیز نگاہوں سے بچتا وہ گیٹ کھولتا باہر نکل گیا۔

''یہ بارش میں سورج کہاں سے نکلا تھا؟''

''بارش میں سورج کب نکلتا ہے؟'' مصباح نے اس کی تصحیح کی۔

''یار! اپنے برادر کا موسم اتنا خوشگوار کیسے ہو گیا؟'' اس کی تو سماعت اور بصارت یقین نہیں کر رہی تھی۔

''اچھا زیادہ فضول مت بولو''۔ امی نے اسے ٹوکا۔ اریشماء مسکرا کے اجازت لے کر چلی آئی، وہ گاڑی کے پاس ہی کھڑا تھا، بارش کی ٹپر ٹپر جاری تھی، گو اتنی تیز نہیں تھی مگر موسم میں ٹھنڈک بڑھ گئی تھی، وہ بلیوا پر کی پاکٹ میں دونوں ہاتھ ڈالے اس کا منتظر تھا۔

''گاڑی آپ ڈرائیو کریں گے یا میں ڈرائیو کروں؟'' ڈرائیونگ ڈور کھولتے ہوئے مخاطب ہوئی۔ حمدان نے چابی اس کے ہاتھ سے لے لی اور فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا، اتنے قریب آنے پر اریشماء تو بوکھلا گئی، بھینی بھینی پرفیوم کی مہک ناک کے نتھنوں میں گھسی، تو سرور سا طاری ہو گیا، وہ چپ چاپ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی، حمدان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی، مرر سیٹ کیا، ایک نگاہ اس پر بھی ڈالی، وہ کچھ نروس سی ہو رہی تھی۔

گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے حمدان کے لب آپ ہی آپ مسکرا بھی رہے تھے، آج دل نے اس پر قبضہ جما لیا تھا، وہ اپنے اندر کے احساس کو نہیں روک سکا تھا، اتنے دنوں سے محبت کو دبا کے بیٹھا ہوا تھا، آج چاروں خانے چت کر دیا تھا، جب محبت کو محسوس کیا تو سب کچھ کتنا اچھا لگ رہا تھا، سڑکوں پر ٹریفک رواں دواں تھی، بارش کی وجہ سے ٹریفک کا رش بھی تھا، ہلکی ہلکی بارش سردی کی شدت میں اضافہ ہی کرنے لگی۔

''آپ کی شادی کب تک ہے؟'' حمدان کا غیر متوقع سوال، اس نے فہمائشی انداز میں ناگواری کا اظہار کیا۔

''کیا ہوا؟'' حمدان جھینپ گیا۔

''میں کچھ دیر پہلے آپ کے گھر میں بتا چکی ہوں، کب ہو گی، آپ بھی وہاں موجود تھے''۔ اریشماء سرتا پا سُلگ ہی گئی۔

''یہی تو پوچھ رہا ہوں، کب ہو گی، اور تیمور سے کیوں نہیں ہو گی؟''

''منگنی تیمور سے ہوئی ہے، شادی بھی اُسی سے ہو گی، یہ تو آپ بھی جانتے ہیں''۔ وہ اسے تنگ کر کے محظوظ ہو رہا تھا۔

''شٹ اپ، مجھے اتنا مجبور نہیں کریں کہ میں اپنے اوپر قابو نہیں پا سکوں، حمدان احمد میں نے تم سے پیار کیا ہے، تمہارے علاوہ میں کسی سے بھی شادی نہیں کروں گی، اور اگر میرے قریب کوئی آئے گا تو وہ آپ ہوں گے''۔ گاڑی اس کے بنگلے کے باہر رُک گئی تھی، اسٹریٹ پر اندھیرا تھا، پھر بارش کی وجہ سے سناٹا تھا۔

''یہ بے وقوفی ہے''۔ اس نے اسٹیئرنگ پر ہاتھ مارا۔ پھر تو اریشماء خود پر قابو نہیں رکھ سکی، حمدان کے گلے لگ کر اسے وارفتگی سے پیار کرنے لگی، حمدان تو بوکھلاہٹ کا شکار ہو گیا، اس پر تو لگتا تھا، محبت و عشق کا جنون سوار ہو گیا تھا، حمدان کے چہرے کی ایک ایک چیز کو اس نے چوم لیا تھا، اور حمدان پر نشہ سوار ہو گیا، آج وہ اسے جھڑک کیوں نہیں سکا، اریشماء کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے کر محبت کی بارش کر دی۔ گاڑی میں دو نفوس بالکل خاموش تھے، صرف سانسوں کا شور تھا، دماغ نے سوچ لیا تھا، اریشماء تیمور کی نہیں ہو سکتی، وہ اسے غلط ہاتھوں میں نہیں جانے دے گا، اریشماء سے اس نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ گاڑی نے جھٹکا مارا، وہ حواسوں میں لوٹ آئی، عجیب وحشت زدہ سی حمدان کو دیکھنے لگی۔

''آپ کا گھر آ گیا ہے''۔ وہ مخاطب ہوا۔ اریشماء اپنے خیالوں میں سفر کر رہی تھی، چہرہ پسینے پسینے ہو گیا۔

☆............☆............☆

لیل ماہ کی حیرت سے آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں، وہ تو گیٹ بند کرنے آئی تھی، بارش کی ٹپر ٹپر سے گھر تک گندہ ہو گیا تھا، وہ دونوں اندر کھڑے تھے، جبکہ لیل ماہ کی اتنی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ ان دونوں کو اندر آنے کو کہتی، مگر اس لمحے ان دونوں کی آمد نے اسے جیسے ڈھارس دے دی، اب وہ تنہا نہیں تھی۔

''اندر تو بلا لو، ہماری یہاں قلفی جمانی ہے یا فالودہ بنانا ہے؟'' ذیشان نے شوخی سے کہہ کر اس کے آگے ہاتھ لہ

تو چادر سنبھالتی ہوئی اندر بھاگی تھی، سب ہی وہاں موجود تھے، ابو، ارباز بھائی، بھابی سب ہی اسے دیکھ کر چونک گئے۔

''امی.....!'' وہ امی سے لپٹ گئی جبکہ ذیشان نروس سا ان سب کے درمیان کھڑا تھا، ابو نے سپاٹ انداز میں دونوں کو دیکھا، مگر منہ سے الفاظ ادا نہیں کیے۔

''حرما! آپ سب کو بہت یاد کررہی تھی، میں اسے خود لایا ہوں زبردستی، یہ آپ سب کے ڈر کی وجہ سے نہیں آرہی تھی جبکہ ڈر کی تو کوئی بات ہی نہیں ہے، یہ اس گھر کی بیٹی ہے''۔ ذیشان نے پُراعتماد انداز میں آواز کو مضبوط بنا کے وضاحت دی۔ ابو اُٹھ کر اندر چلے گئے جبکہ ارباز بھائی نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا، شکر تھا، انہیں کچھ تو خیال آیا۔ لیل ماہ کے گلے لگی تو اور رونا آیا۔

''میری آپ سب کو ذرا بھی فکر نہیں؟'' حرما نے رو کے شکوہ کیا۔

''کیا کریں، تمہارے باپ کی ضد کے آگے ہم تو مجبور تھے، میرا کلیجہ تو پھٹا جارہا تھا، کتنا عرصہ ہوگیا ہے اپنی بچی کو دیکھے ہوئے''۔ امی نے اسے دوبارہ لپٹا کے پیار کیا۔

''دیکھیں ارباز بھائی! جو کچھ بھی ہوا، اسے بھول جایئے وہ سب غلط فہمی میں ہوا ہے''۔ ذیشان نے سمجھانے کی کوشش کی۔

''ہم تو ابو کے آگے مجبور ہیں''۔ ارباز بھائی کو حرما کا رونا پریشان کررہا تھا، ان کی بہن کے ساتھ زیادتی ہی ہوئی تھی، مگر وہ جوان کی بیوی چڑھا دیتی تھیں وہ اس پر ہی یقین بھی کر لیتے تھے۔ حرما کو لے کر لیل ماہ اندر چلی گئی تھی، اسے بھی تو دوظلم کی داستان سنانی تھی، دوسرا ظلم کیا ہونے والا تھا، حرما کو تو ہزار والٹ کا جھٹکا لگا تھا۔

''یہ ابو کو کیا ہوگیا ہے؟'' حرما نے تو سر پکڑ لیا۔

''آپی! میں مرجاؤں گی، مگر اس آدمی سے شادی نہیں کروں گی''۔ رو رو کے اس کی آنکھیں ہر وقت سوجی ہوئی رہتی تھیں۔ امی کی بھی ابو کے آگے بالکل نہیں چل رہی تھی، وہ بھی اندر ہی اندر گھلتی جارہی تھیں، ان کی دونوں بیٹیوں کے ساتھ ہی بُرا ہو رہا تھا۔

''تم ویسے تو بہت بولڈ بنتی ہو، ابو سے بات تو کرتیں''۔

''آپی! تم کیا سمجھ رہی ہو، تمہارے جانے کے بعد مجھے آزادی مل گئی ہے، ارے! میں نے یونیورسٹی بھی جانا چھوڑ دیا ہے، ہر چیز سے بے زاری ہوگئی ہے، دل کرتا ہے اپنی زندگی ختم کرلوں''۔ لیل ماہ کے چہرے پر حزن وملال اور اُکتاہٹ و بیزاری سب نمایاں تھا، اسے جیسے جینے کی ذرا بھی اُمنگ نہیں تھی۔

''پہلے تمہارے ساتھ ابو نے ظلم کیا، اور اب مجھے بھینٹ چڑھا رہے ہیں''۔

''اچھا، اچھا، تم خود کو اتنا ہلکان نہیں کرو، میں ہی کچھ کرتی ہوں''۔ حرما گہری سوچ میں پڑ گئی، اس کا ذہن اِدھر اُدھر گردش کرنے لگا، اسے اپنی بہن کو بچانا تھا، ایسے تو اس کے ساتھ ظلم نہیں ہونے دے گی۔

''کیا کرو گی تم؟'' اس نے ناسمجھی کی کیفیت میں سوالیہ نگاہ اُٹھائی۔

''شہران کیسا ہے؟'' حرما نے جھٹ پوچھا۔

''شہران وہ آوارہ، لفنگا، بدمعاش.....'' اس کا نام سنتے ہی وہ بھڑک اُٹھی، حرما نے متوحش زدہ ہو کر اسے دیکھا۔

''لیل ماہ! یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟'' اس کے لہجے میں دکھ بھی تھا۔

''آپ کو نہیں پتا مجھے آپ کے دیور نے الگ پریشان کیا ہوا ہے، کمینہ، بدمعاش، غنڈہ..... سمجھتا کیا ہے؟''

(جاری ہے)

☆..........☆..........☆

شازیہ مصطفیٰ عمران

قسط نمبر 17۔

سلسلے وار ناول

کبھی عشق ہو تو پتہ چلے

''بس کرو''۔ حرما بیٹھی سے کھڑی ہوگئی۔ وہ اپنے سسرال کے کسی بھی فرد کی کوئی بُرائی برداشت نہیں کرسکتی تھی، اور اس کی بہن اسی کے منہ پر اس کے دیور کو گالیاں دے رہی تھی۔

''کیا بس کروں، مجھے آتے جاتے ہوئے اس نے تنگ کیا ہوا ہے''۔ وہ رونے لگی اور آج تو وہ خود پر ضبط نہیں کرسکی جبکہ سوچا ہوا تھا، حرما کو کبھی نہیں بتائے گی، مگر غصہ اور اشتعال میں وہ سب بھول گئی تھی۔

''ایسا کیا کردیا شہران نے؟'' چہرہ اس کا دکھ وملال سے دھواں دھواں ہوگیا۔

''کبھی اسی سے پوچھیئے گا کیا کیا حرکتیں کرتا ہے، راستہ روک کے مجھے تنگ کرتا ہے''۔

''کیا....؟'' اسے غصہ آنے لگا، لیل ماہ نے شہران کی بھی ایک ایک بات اسے بتادی کیونکہ اتنے دنوں سے وہ اذیت سے جوگزر رہی تھی، اور اس پر پہلے ہی دوسری اُفتاد بھی آن پڑی تھی۔ ذیشان نے اسے بلوالیا تھا۔ حرما پھر رُکی نہیں اور چلی گئی، مگر دل ودماغ پر نیا بوجھ لے کر آ گئی، ذیشان کو اس نے ابھی تک بھی کچھ نہیں بتایا تھا، مگر شہران کی چیپ حرکتیں سن کے اسے بہت دکھ ہورہا تھا، ابھی اس نے شہران سے بھی بات کرنی تھی، آخر وہ اتنی گری ہوئی حرکت کیوں کرنے لگا ہے، جبکہ حرما کی تو وہ بہت عزت کرنے لگا تھا۔

☆............☆............☆

''سچ زویا! اگر وہ خیال سچ ہوجائے تو....!'' اریشماء اس دن سے بہت کھوئی کھوئی ہوگئی تھی۔

''مجھے تو لگتا ہے اریشماء! تیری شادی حمدان سے ہی ہوجائے گی، کیونکہ جتنی تجھ میں شدّت پسندی اور دیوانگی آرہی ہے، حمدان پر اثر ہو ہی جائے گا''۔ زویا افہام کا ڈائپر چینج کررہی تھی اور وہ اِدھر اُدھر ہاتھ پیر چلا رہا تھا۔

''کاش ایسا ہوجائے''۔ اریشماء نے دل سے دعا کی۔

''ارے پاگل، زندگی میں کبھی کاش نہیں ہوتا اور کبھی کوئی بھی دعا کاش کہہ کر نہیں مانگا کرو، بلکہ سچے دل سے یقین کے ساتھ مانگا کرو، اللہ تعالیٰ جو بہتر ہوگا وہی کرتا ہے''۔ اس نے اریشماء کو ساتھ ہی تسلی بھی دی۔

''وہ اتنا سخت ہے، میری طرف ذرا متوجہ نہیں ہوتا ہے''۔ اس کے لہجے میں افسردگی پنہاں تھی، حمدان پر کسی بات کا اثر ہی نہیں ہورہا تھا، تیمور سے منگنی کے بعد بھی وہ نارمل ہی تھا۔

''مجھ سے شادی کا پوچھ کے جلاتا رہتا ہے''۔

''وہ ہوسکتا ہے تجھے چیک کررہا ہو، ابھی بھی اس کی طرف سے بددل ہوئی کہ نہیں؟'' زویا نے افہام کو پیک کرکے لٹایا۔

''بددل....ارے، ہروقت دل اس کا راگ الاپتا رہتا ہے، میں پہلے اسے پسند کرنے لگی تھی، اب محبت پیار اور مجھے اس سے دیوانگی کی طرح عشق ہوگیا ہے، اس کی ضد بھی مجھے اس سے بددل نہیں کررہی ہے''۔ اریشماء کو اپنی حالت سے ڈر بھی لگنے لگا تھا۔

''اس کا تو ایک ہی حل ہے، حمدان کا کِڈنیپ''۔ زویا نے شوخی سے کہہ کر بات کو مذاق میں اُڑایا۔

''شٹ اپ.... فضول بکواس تو کیا نہیں کرو''۔ اس نے ناگواری سے اسے گھورا اور افہام کو چٹ مٹک پیار کرڈالا۔

''تیرا بیٹا بہت کیوٹ ہے، کس پر گیا ہے؟'' اریشماء نے بھی چھیڑ کے بدلہ اُتارا۔

''اس کی ماں کی خوبصورتی نظر نہیں آرہی تجھے؟''

''اچھا....تم خوبصورت ہو، میرے خیال میں تو یہ ریحان بھائی پر گیا ہے''۔ وہ افہام سے باتوں میں بھی لگی تھی، وہ مسکرا رہا تھا، چار ماہ میں اس نے مسکرانا شروع کردیا تھا۔

''بچہ ماں باپ پر ہی جاتا ہے''۔ زویا نے جیسے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

''اچھا دیکھوں گی، جب ہمارا بچہ ہوگا''۔ اس کی آنکھوں میں پھر حمدان کی شبیہہ لہرائی۔

''میری تو دعا ہے تیری شادی حمدان سے ہی ہوجائے، کیونکہ تُو کسی کام کی نہیں رہے گی''۔ زویا اس کی حالت سے واقف تھی۔

''آمین!'' قہقہہ لگا کے مسکرائی تھی۔

''میں چلتی ہوں، آفس کا آج ایک بھی چکر نہیں لگایا ہے، اور وہ لارڈ گورنر پھوں پھوں کررہا ہوگا''۔ سیل اُٹھا کر بیگ میں ڈالا۔

''کون حمدان؟'' وہ تائیدی پوچھنے لگی۔

''ہوں....'' افہام کو پیار کیا اور زویا کے گلے لگ کے وہ فوراً ہی نکل گئی، لنچ بھی اُس نے زویا کے گھر کیا تھا، بارہ بجے سے اس کے ہی گھر تھی، دو بج گئے تھے، آفس ضروری جانا تھا، آفس میں تیمور پر نگاہ پڑتے ہی اس کا حلق تک کڑوا ہوگیا، وہ ڈیڈی سے باتوں میں لگا ہوا تھا۔

''بیٹا! آپ اپنا سیل آف کیوں رکھتی ہو؟'' ڈیڈی کو اس کی یہ عادت کبھی کبھی بُری لگتی تھی۔

''ڈیڈی! آپ کو پتہ ہے زویا کے ساتھ جب بھی ہوتی ہوں، میں اپنا سیل آف کردیتی ہوں، وہ بہت ناراض ہوتی ہے، ہروقت سیل کے ساتھ لگی ہوتی ہو''۔ اس نے جتایا تیمور کو تھا، تیمور بلیک پینٹ شرٹ میں ملبوس خود کو نمایاں کرنے میں ہی لگا ہوا تھا، مگر اریشماء اس کی پرسنیلٹی سے ذرا مرعوب نہیں ہورہی تھی۔ پنک جارجٹ کے چکن کڑھائی کے اسٹائلش سے لباس میں وہ خود بھی پنک ہی ہورہی تھی، تیمور کی بے باک گہری نگاہوں نے اس کا جائزہ لیا، جو ڈیڈی سے بھی مخفی نہ رہ سکا۔

''تم ذرا حمدان سے پوچھو، ای میلز کا کیا ہوا؟'' ڈیڈی کو جیسے تیمور کا اس طرح دیکھنا اچھا نہیں لگ رہا تھا، انہوں نے اریشماء کو نظروں سے ہٹانا چاہا۔

''تایا ابو! میں اریشماء کو شاپنگ پر لے جانے کے لیے آیا ہوں، ممی نے کہا تھا اریشماء کی پسند سے شاپنگ کرلو، شادی میں دن ہی کتنے رہ گئے ہیں''۔ تیمور کو بھی ذرا لحاظ اور جھجک نہ تھی، وہ بھی جھٹ اپنا مدعا بیان کرنے لگا۔ اریشماء نے دانت پیسے، آنکھوں میں اس کی چنگاریاں سی بھر گئیں، مگر ڈیڈی کی وجہ سے تلخ بات بھی نہیں کی۔

''میں آج تھکی ہوئی ہوں، شاپنگ پر جانا مشکل ہے''۔ منمنا کے خود ہی انکار بھی کیا۔

''ممی نے مجھے خاص طور پر بھیجا ہے، میں اور تم مل کر شاپنگ کرلیں''۔ وہ روحیل سکندر کی موجودگی کو فراموش کیے اریشماء سے بڑے اعتماد سے بات کررہا تھا۔

''تمہیں جو بھی شاپنگ کرنی ہے، خود اپنی پسند سے کرلو، مجھے شاپنگ کا ویسے بھی کوئی شوق نہیں ہے''۔ سرد مہری اور بے نیازی سے جواب دے کر روم سے نکل گئی، تیمور اپنا سا منہ لے کر رہ گیا، روحیل سکندر نے بھی کچھ نہیں کہا۔

اریشماء کا ذہن بوجھل ہوگیا تھا، جتنا وہ تیمور کو اگنور کررہی تھی، وہ اتنا ہی کمبل ہوتا جارہا تھا، شاپنگ کا سن کے تو اسے اور گھبراہٹ سی ہونے لگی۔ تیمور کا سوچ کر تو اسے غصہ آنے لگا۔

''یہ ای میلز ڈیڈی کو دکھا دینا، شاید انہیں کچھ بات بھی کرنی ہے''۔ منتشر ذہن کے ساتھ ای میلز پڑھنے کے بعد وہ چیئر سے ٹیک لگا کے بیٹھ گئی۔ حمدان کی جانچتی اور دلچسپ نگاہیں اس کا جائزہ لے رہی تھیں، وہ مانیٹر پر نگاہ جمائے بیٹھی تھی۔

''کوئی پریشانی ہے؟'' اسے اریشماء کو مخاطب کرنا اچھا لگ رہا تھا، وہ بالکل غائب دماغی سے وہاں موجود تھی، چونک کر حمدان کو دیکھنے لگی، غیر متوقع سوال اور وہ بھی حمدان کر رہا تھا۔

''کوئی مسئلہ ہے کیا؟'' پھر پوچھا۔

''سب سے بڑا مسئلہ تو آپ ہیں، آپ ہی یہ مسئلہ حل نہیں کرتے''۔ خفگی سے طنز ہی کیا۔

''میں کچھ سمجھا نہیں''۔ فان کلر کی فُل سلیو کی شرٹ اور میٹلک گرے ڈریس پینٹ میں وہ سوبر اور سنجیدہ سا گریس فُل لگتا تھا۔

''سمجھتے تو آپ خوب ہیں، یہ الگ بات ہے سمجھنا نہیں چاہتے ہیں''۔ چیئر اس کی جانب گھمائی۔

''سمجھنے کو تو میں بہت کچھ سمجھتا ہوں، مگر میں آپ کو جان کے سمجھنا نہیں چاہتا''۔ اس نے کمپیوٹر آن کرلیا، کب سے وہ بند کیے بیٹھی تھی۔

''دیکھیے! اگر آپ کو تیمور سے شادی نہیں کرنی ہے، تو آپ اپنے ڈیڈی سے معقول انداز میں سمجھا کے بات کرسکتی ہیں، پسند کا اختیار تو سب کو حاصل ہے''۔ اس نے خود ہی بات شروع کی، اریشماء حیرانگی سے تکتی رہ گئی۔

''آپ کیا سمجھتے ہیں، میں نے ان سے بات نہیں کی ہوگی؟'' وہ چڑ گئی۔

''وہ اپنے بھتیجے کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور اگر آپ مجھے ذرا بھی اشارہ کرتے، میں اس Base پر ڈیڈی کو منع کرسکتی تھی''۔

''دیکھیے اریشماء! آپ جو سمجھ رہی ہیں، یہ اتنا آسان نہیں ہے، میں یہاں ایمپلائی کی حیثیت سے کام کرتا ہوں اور اپنی حیثیت خوب جانتا ہوں، میں آپ کے ڈیڈی کو کبھی دھوکہ تک نہیں دے سکتا''۔ اس نے اریشماء کی بات کاٹی تھی۔

''پیار کرنا کیا گناہ ہے، اور آپ کیوں دھوکہ دیں گے؟ میں آپ کو اچھی طرح جان گئی ہوں، میرا آئیڈیل آپ جیسا شخص ہی ہے''۔

''یہ آپ کی بے وقوفی ہے اور آئیڈیل کبھی ملا نہیں کرتے، جو حقیقت ہے اس کا سامنا کرنا سیکھیے، خوابوں خیالوں اور آئیڈیل.... ان سب سے باہر نکلیے''۔ اس نے تیز لہجے میں اس کی نفی کی۔ اریشماء نے حسرت بھری نگاہ اس کٹیلے اور کڑوے شخص پر ڈالی، جو کسی طرح بھی تو اس سے متاثر نہیں ہو رہا تھا۔ انٹرکام کی بیل پر دونوں ہی خاموش ہوگئے، حمدان نے ریسیور اُٹھایا۔

''اوکے سر! آتا ہوں''۔ مؤدب انداز میں گویا ہوا۔

''مجھے سَر بلا رہے ہیں، شاید ای میلو پر ڈسکس کرنی ہے، آپ بھی آجایئے''۔ وہ اپنا سیل اور فائل اُٹھا کے مخاطب ہوا۔

''ہوں.... آپ چلیئے، میں آتی ہوں''۔ بات ان دونوں کی ہی ادھوری رہ گئی، اریشماء کو اس کی سرمہری اکثر تپا بھی دیتی تھی۔

''جانو....! یہ کیا کرتی ہو، کھانا پیئو، پتہ ہے ویک ہو جاؤ گی اور بچہ بھی کمزور ہوگا''۔ حمدان، تیمور کی آواز پر چونکا، وہ لفٹ کے باہر سیل پر کسی سے باتوں میں لگا ہوا تھا، مگر جو بات سنی اس کی ساری حسیات بیدار ہوگئیں، متجسس سا کوریڈور میں جا کر کھڑا ہوگیا تا کہ گفتگو واضح سن سکے۔

''آجاؤں گا، چیک اپ بھی کرادوں گا، اور جانو! آج تمہارے پاس آنے کو دل بھی کر رہا ہے''۔ بڑا رومینٹک انداز تھا اور وہ کسی لڑکی سے ہی مخاطب تھا۔

''تم فکر نہیں کرو، اپنے ممی اور پاپا کو بتادوں گا، جب وہ یہ سنیں گے کہ وہ دادی دادا بننے والے ہیں، خوشی سے دوڑے چلے آئیں گے، کچھ دن تو صبر کرلو''۔ وہ بڑے پریم سے باتیں کرنے میں مصروف تھا۔

''اوہ.... تو تیمور دھوکہ دے رہا ہے، یہ شادی شدہ ہے''۔ حمدان اور تفکر زدہ ہوگیا۔ روحیل سکندر کے روم میں آیا تو وہ گہری سوچ میں غلطاں تھے۔

''سر! آپ نے بلایا تھا؟'' کھنکار کے گویا ہوا۔ اریشماء بھی آگئی، چیئر کھسکائی، حمدان کے ساتھ ہی بیٹھ گئی، روحیل سکندر نے دونوں کو بغور دیکھا، دونوں ساتھ بیٹھے ہوئے کیسے اچھے لگ رہے تھے اور تیمور اس کے ساتھ ان کی بیٹی کی جوڑی پتہ نہیں کیوں اچھی نہیں لگ رہی تھی، پھر کچھ دیر پہلے تیمور کا دھونس بھرا انداز، اریشماء سے مخاطب ہونا اور بے باک انداز میں گفتگو، انہیں اچھا نہیں لگا، مگر بھتیجا تھا، اس لیے برداشت کرنا بھی ضروری تھا۔

''سر! تیمور آئے تھے؟'' حمدان نے پوچھا۔

''ہاں وہ ابھی گیا ہے، اُس کی مسلسل کوئی کال آرہی تھی''۔ انہوں نے بتایا۔ حمدان وہ کال خوب سمجھ گیا تھا، کس کی تھی اور کون لڑکی تھی، ابھی اسے یہ سراغ لگانا تھا، تیمور نے کیا گل کھلایا ہوا ہے۔

''وہ میں نے اس لیے بلایا تھا، میں دو دن کے لیے اسلام آباد جا رہا ہوں، جمال علی کے گھر، وہ کچھ بیمار ہے، تم آفس کو سنبھال لینا''۔

''ڈیڈی! اتنی اچانک؟'' اریشماء ان کے جانے کا سن کر اُداس ہونے لگی تھی۔

''بیٹا! ابھی جمال کی کال آئی تھی، تمہاری ممی کو بھی ساتھ لے جاؤں گا، اچھا ہے ان کی بھی آؤٹنگ ہو جائے گی، دو دن میں آجائیں گے''۔ وہ اسے اطمینان دلانے لگے۔

''میں یہاں اکیلی رہوں؟'' وہ منہ بسورنے لگی۔

''میں تمہیں کامران کے گھر چھوڑ دوں گا''۔

''بالکل نہیں، میں اپنے گھر میں ہی ٹھیک ہوں، بلاوجہ تیمور سے جھگڑا ہوتا رہے گا''۔ اس نے رُکنے سے صاف انکار کردیا۔

''اچھا ٹھیک ہے''۔ وہ مسکرائے اور جیسے ان کی بھی مرضی نہیں تھی اریشماء ان کے گھر ٹھہرے۔

''آفس میں تمہارا اریشماء ساتھ دے گی، اگر کوئی پرابلم ہو کال کرتے رہنا''۔ انہوں نے حمدان کو پھر سمجھایا، وہ سر ہلا کے رہ گیا، اس پر ڈبل ذمہ داری ہوگئی تھی، آفس، پھر اریشماء کی۔

☆............☆............☆

''میں بالکل سچ کہہ رہی ہوں، آپ شہران سے پوچھ سکتے ہیں''۔ حرما کو تو اس دن سے دکھ اور افسوس ہی ہو رہا تھا، اس کا دیور اس کی بہن کے ساتھ فضول بکواس کرتا تھا۔

''نیل ماد رو رو کے ہلکان ہے، ابو اسے پتہ نہیں کس شخص کے ساتھ رخصت کر رہے ہیں''۔ وہ سَر دونوں ہاتھوں میں پکڑے بیٹھی تھی۔

''مجھے پتہ ہے کون شخص ہے''۔ ذیشان کا چہرہ پُر سوچ تھا۔

''کون ہے؟'' حرما چونکی اور استفہامیہ نگاہ اُٹھائی۔

''دو ہوٹلوں کا مالک ہے، بیوی کو ڈائیورس دے چکا ہے، بیوی بچوں کو لے کر امریکہ میں رہتی ہے، بچے بھی جوان ہیں''۔

''آپ کو کیسے پتہ؟''

''تمہاری امی نے نام بتایا تھا اور کچھ تفصیل بھی، بندہ بہت امیر کبیر اور مشہور شخصیت ہے''۔ شہران کی بات تو دب ہی گئی تھی، حرما کا ذہن اس شخص کے پیچھے منتشر ہو گیا تھا جو اس کی بہن سے شادی کر رہا تھا۔

''تم کیا کہہ رہی تھیں، شہران، لیل ماہ سے فضول بکواس کرتا ہے؟'' ذیشان پھر خود ہی اس بات کی طرف چلا آیا۔

''لیل ماہ نے مجھ سے یہ بات چھپائی تھی، مگر کل اس نے مجھے شہران کی ایک ایک حرکت بتائی ہے، پہلے تو مجھے یقین نہیں آیا، مگر جب اس نے یونیورسٹی سے آتے ہوئے اسے روکا، لائبہ بھی تھی، اسے بھی سب خبر ہے''۔

''ہوں.... میں شہران سے بات کرتا ہوں''۔ ذیشان کو شرمندگی بھی ہوئی، اسے تو سب خبر تھی، شہران کتنی دفعہ یہ بات کہہ چکا تھا، اسد مرزا کی دونوں بیٹیاں اس گھر میں آئیں گی۔

''مجھ سے لیل ماہ کا رونا نہیں دیکھا جا رہا تھا، ابو میرا قصور بھی اس کے اوپر ڈال کے اس کی شادی اتنی عمر والے شخص سے کر رہے ہیں، لیل ماہ مر جائے گی، کبھی بھی اپنا آپ اس شخص کے حوالے نہیں کرے گی''۔ حرما کی آنکھیں بھی اشکبار تھیں، اتنی بے کل اور پریشان تھی، سمجھ نہیں آ رہا تھا، اپنی معصوم بہن کی یہ پریشانی ختم کر دے۔

''تمہارے والد صاحب کے آگے کب کسی کی چلی ہے، جو لیل ماہ کی چلے گی، اسے یہ کڑوا گھونٹ پینا ہی پڑے گا''۔ وہ بھی تفکر زدہ اور افسردہ ہو رہا تھا۔ حرما آنچل سے آنسو پونچھے جا رہی تھی، جو مسلسل نکل رہے تھے۔

''پلیز حرما! تم رو نہیں، مجھ سے تمہارا رونا برداشت نہیں ہوتا ہے''۔ ذیشان اس کے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کرنے لگا، وہ اور ہی بکھر گئی، ذیشان کی بانہوں میں سما گئی۔

''پلیز حرما! نہیں روؤ''۔ اس نے حرما کا چہرہ اپنے ہاتھوں سے صاف کیا، وہ آج اتنی بکھری ہوئی ہو رہی تھی، ذیشان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، اس کی یہ فکر و پریشانی کسی طرح بھی دور کر دے۔

''اُٹھو! کھانا گرم کرو، آج ہم سب ساتھ کھائیں گے، بہت دن سے ہم نے ساتھ کھانا چھوڑ دیا ہے، آج سے ہم سب ساتھ کھایا کریں گے''۔ اس نے حرما کا دھیان بٹانے کے لیے کہا، وہ سر ہلانے لگی، واش روم میں جا کر چہرے پر پانی کے چھپکے ڈالے، کل سے رو رو کے اپنا حشر کیا ہوا تھا۔ وہ کچن میں کھانا گرم کرنے لگی تھی۔

شیبا نے ہال کمرے میں کارپٹ پر دسترخوان بچھا دیا تھا، شہران کھانے پر نہیں تھا، وہ ابھی تک گھر نہیں آیا تھا، خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا گیا تھا، محمد احمد آج خلاف توقع چپ تھے، ورنہ وہ شہران کو پیچھے بُرا بھلا کہنے سے نہیں رُکتے تھے، ذیشان نے کئی دفعہ سر اُٹھا کر انہیں دیکھا تھا، بسمہ حسب معمول روز کی طرح چہکتی ہوئی باتیں کر رہی تھی، حمیرا بیگم اسے ڈانٹ کر چپ کراتی رہتی تھیں۔

☆............☆............☆

مسجد کے پاس لوگوں کا ایک ہجوم لگا تھا، یہ مسجد ان کے محلے سے قدرے فاصلے پر تھی، محلے کے سارے لوگ اسی مسجد میں نماز پڑھنے جاتے تھے، وہ اپنی گلی کے اندر جا رہا تھا، ہجوم کو چیرتا ہوا وہ قریب گیا، اسد مرزا کو یوں کسی شخص کی گود میں پڑا دیکھ کر وہ تو چکرا گیا۔

''ہٹیئے.....!'' گھبرا کے آگے بڑھا۔

''انہیں ہوا کیا ہے؟''

''چکرا کے گرے ہیں''۔ کسی شخص نے کہا۔ وہ فوراً وہیں چند لوگوں کی مدد سے انہیں گاڑی میں ڈال کے ہاسپٹل لے گیا۔ اسد مرزا بالکل بے ہوشی کی حالت میں تھے، ایمرجنسی میں انہیں لے جایا گیا، ہارٹ کا کوئی پرابلم تھا، اور بی پی ہائی

تھا، شہران نے انہیں پہلے ایڈمٹ کروانے کے بعد ہی اسد مرزا کے گھر خبر دی، ارباز اور رقیہ تو گھبرا کے اسی کے ساتھ چلے آئے تھے۔ سب ہی حیران تھے، گھر سے اچھے بھلے مغرب کی نماز پڑھنے گئے تھے، اچانک ہی انہیں کیا ہوا؟ رقیہ کا تو رو رو کے حشر ہو گیا، چند ہی گھنٹوں میں سب ہی وہاں موجود تھے، حرما بھی ذیشان کے ساتھ چلی آئی تھی، وہ امی کے گلے لگ کے انہیں رو رو کے تسلیاں دے رہی تھی، لیل ماہ کا کل نکاح تھا، سب کو یہ بھی ٹینشن تھی، کیا ہوگا؟ مگر اوپر والے نے جو سوچا ہوتا ہے، اور لکھا ہوتا ہے وہ تو ہو کے رہتا ہے، سب کو اس وقت اسد مرزا کی فکر تھی، جنہوں نے ابھی تک آنکھ نہیں کھولی تھی، سارے ٹیسٹ وغیرہ ہو گئے تھے، مگر ابھی تک ڈاکٹرز کوئی صحیح جواب نہیں دے رہے تھے۔ شہران ستون سے ٹیک لگائے ہوئے کھڑا تھا، رقیہ نے تو اسے ڈھیروں دعائیں دی تھیں، جو انہیں بروقت ہاسپٹل لے آیا تھا، ارباز بھائی نے بھی مشکور بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''آپ ایک منٹ رُکیے''۔ شہران، ارباز کو روک کر خود آگے بڑھا، ڈاکٹرز آئی سی یو سے باہر آئے تھے۔

''کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟''

''ابھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے، کیونکہ مریض کی ہارٹ بیٹ ٹھیک نہیں ہے''۔ ڈاکٹر محسن نے اس کے پُرسوچ چہرے کو دیکھ کر کہا۔

''پھر بھی انہیں ہوا کیا ہے؟'' ارباز بھائی بھی متفکر زدہ تھے۔

''ان کے وال وغیرہ کا مسئلہ ہے، ہمیں انجیوگرافی کرنی پڑے گی''۔

''جی....؟'' ارباز بھائی متوحش زدہ رہ گئے۔ اسد مرزا کو کافی دن سے سینے میں درد تو ہو رہا تھا، مگر ایسا نہیں تھا کہ وہ برداشت کے قابل نہ ہو۔ رقیہ نے سن کے اور رونا دھونا مچا دیا، شہران نے ہی ان سب خواتین کو گھر خود ڈراپ کیا، اور خود اپنے گھر آ گیا تھا، اسے بھی اسد مرزا کی تکلیف کا سُن کے فکر ہونے لگی تھی۔ پھر ذہن بھٹک کے لیل ماہ کی طرف چلا گیا، سب ہی ہاسپٹل آئے تھے، مگر وہ نہیں آئی تھی، گھر کے آگے سے گزر کے بھی گیا، مگر اندر نہیں گیا تھا، حرما بھی میکے میں رُک گئی تھی۔

''لیل ماہ کا تو کل نکاح تھا''۔ ذیشان، حمیرا بیگم کو بتا رہا تھا، شہران کی سماعتوں نے سُنا تو وہ رُک کے کھڑا ہو گیا۔ وہ دونوں کچن میں تھے اور ذیشان انہیں اسد مرزا کی طبیعت سے بھی آگاہ کر رہا تھا۔

''اسد بھائی کو اتنے عمر کے آدمی سے شادی کرنے کی کیا پڑی تھی ہے، کون سا بچی کی عمر نکلی جا رہی تھی؟'' حمیرا بیگم دکھ و تاسف سے گویا ہوئیں۔

''اگر شہران ذرا بھی اپنی جون میں ہوتا، لیل ماہ کا رشتہ ہم مانگ لیتے''۔

''ارے، کون سا دہ کر دیتے، حرما کو دیکھو، انہوں نے کیسے رخصت کیا ہے، وہ بچی بے قصور ہی ماری گئی ہے''۔ وہ کھانا گرم کر رہی تھیں، گھر کا ماحول بھی عجیب سا ہو گیا تھا، حرما بھی نہیں تھی، شہران کا ذہن اِدھر اُدھر گردش کرنے لگا، لیل ماہ کا نکاح کل تھا، مگر کیوں اتنی جلدی؟

☆..........☆............☆

''بھلا ہو اس بچے کا، وقت پر تمہارے ابو کو اُٹھا کر ہاسپٹل لے گیا، ورنہ کوئی آگے نہیں بڑھ رہا تھا''۔ امی تو شہران کو دعائیں دیتے نہیں تھکتی تھیں۔ لیل ماہ تو پچھلے دو ہفتوں سے رو رو کے مصلے پر بیٹھ کر اپنی شادی نہ ہونے کی دعائیں مانگ رہی تھی، مگر اس کی یہ دعا اس طرح قبول ہو گئی تھی؟

منیب الرحمٰن کی طرف سے دوسرا دن گزرنے کے بعد بھی کوئی نہیں آیا تھا، سب کو ہی اچنبھا ہو رہا تھا، ارباز بھائی تو

مطلع کرنا چاہ رہے تھے، مگر بھابی نے منع کر دیا تھا، مگر یہ تعجب کی بات تھی نکاح کے دن بھی کوئی نہیں آیا، کسی نے پوچھا تک نہیں کب آنا ہے؟ کچھ تو گڑبڑ ہے، جوان سب کو خبر نہیں، ضرور ابّو جانتے ہوں گے، نکاح کی ساری تیاریاں ہو گئی تھیں، اب گھر میں اُداسی اور سناٹے بول رہے تھے۔

''مجھے کچھ گڑبڑ لگ رہی ہے، ابّو کی یوں اچانک سے طبیعت خراب نہیں ہو سکتی ہے''۔ حرما نے پُرسوچ انداز میں نکتہ اُٹھایا۔

''دو دن سے کچھ چپ چپ تو لگ رہے تھے''۔ امّی نے بھی تائید کی۔

''لیل ماہ کی سسرال تک سے کوئی نہیں آیا، نکاح کا دن بھی گزر گیا، ارباز بھائی نے فون وغیرہ بھی کیا یا نہیں؟''

''ارے، ہم اپنی پریشانی میں بیٹھے ہیں، انہیں فون کیوں کریں؟ کچھ تو تمہارے ابّو سے بات ہوئی ہوگی، جب ہی نکاح وغیرہ کی بات تک کے لیے فون نہیں آیا''۔ امّی اندازے لگا رہی تھیں، لیل ماہ کو پھر بھی بے چینی سوار تھی، آخر کچھ تو بات ایسی ضرور ہوئی ہے، ابّو کی یوں اچانک سے طبیعت کیوں خراب ہوئی، وہ تو شکر تھا، شہران بروقت انہیں ہاسپٹل لے گیا۔

''اچھا ہے، جان تو چھوٹی لیل ماہ کی، اس انسان سے''۔ حرما نے شکر بھی ادا کیا تھا۔ ارباز بھائی اور ذیشان مستقل ہاسپٹل میں تھے، ڈاکٹر نے اسد مرزا کے دل کے وال کا مسئلہ بتایا تھا، اور بائی پاس ہونا تھا، اس کے لیے پانچ لاکھ کی رقم چاہیے تھی اور اتنی جلدی اتنی بڑی رقم کا انتظام ہونا بہت مشکل تھا، رات میں شہران بھی انہیں دیکھنے آیا تھا، اس نے بھی سنا تو وہ چپ ہو گیا۔ ارباز بھائی کا رویہ شہران سے بہت اچھا ہو گیا تھا۔

''ڈاکٹرز کہتے کیا ہیں؟''

''یہی کہہ رہے ہیں، جلدی بائی پاس ہونا ضروری ہے، ورنہ بہت مسئلہ ہو جائے گا''۔ ارباز بہت فکرمند اور پُرسوچ ہو رہے تھے۔

''پھر آپ لوگ دیر نہیں کیجئے، جلدی یہ کام بھی کروائیے''۔ شہران نارمل سے انداز میں گویا ہوا۔ ذیشان خاموش تھا، چیئر پر بیٹھا تھا، اس کے پاس بھی اتنا نہیں تھا کہ کچھ رقم دے کر ہی ارباز بھائی کی مدد کر سکے، گزشتہ ماہ ہی تو وہ جاب پر لگا تھا، تنخواہ معقول تھی۔

''رقم کا بندوبست کرنا ہے''۔ ڈاکٹر آئی سی یو سے باہر نکلے، تو ارباز ان سے بات کرنے آگے بڑھ گئے۔

''یار! ان لوگوں کے لیے اتنی بڑی رقم کا انتظام ہونا مشکل ہو رہا ہے اور انکل کی طبیعت بگڑتی جا رہی ہے''۔ ذیشان نے ساری تفصیل سے آگاہ کیا۔

''کتنے پیسوں کی ضرورت ہے؟'' شہران نے قدرے توقف کے بعد پوچھا۔

''حرما بتا رہی تھی دو لاکھ کا انتظام تو ہو گیا ہے، تین لاکھ مشکل سے ہو رہے ہیں''۔

''ہوں.....!'' وہ گہری سوچ میں تھا۔ دونوں بھائی کافی دیر تک رقم پر ہی گفتگو کرتے رہے تھے، ارباز بھائی بہت فکرمند تھے، ساری ذمہ داری ان پر ہی تھی، سرجانی میں ان کے دو پلاٹ تھے، جن کا سودا ہونا بھی اتنی جلدی مشکل ہو رہا تھا، انہوں نے ذیشان سے ساری باتیں شیئر کر لی تھیں، مگر آپریشن کے لیے رقم کا انتظام تو بہت ضروری تھا۔

☆..........☆..........☆

اس نے تیمور کی گاڑی کا تعاقب کرنا شروع کر دیا تھا، خوبصورت سی فارنر لڑکی کے ساتھ تھا، ہنس ہنس کے دونوں باتیں بھی کر رہے تھے۔

''اس کو یہ لڑکی ملی کہاں؟'' حمدان کو حیرانگی ہو رہی تھی۔ ایک پرائیویٹ ہاسپٹل کے پاس گاڑی پارک کی تھی، وہ قدرے فاصلے پر رُکا تھا، فرنٹ ڈور کھول کے تیمور نے لڑکی کو نکالا، جس کی فیگر دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ پریگنینٹ ہے، لڑکی کو بازو کے حصار میں لیے وہ اندر جا رہا تھا۔

حمدان بائیک کے پاس کھڑا سب دیکھ رہا تھا، وہ دونوں اندر چلے گئے تھے، وہ کام سے باہر نکلا تھا، مگر تیمور کو سگنل پر دیکھ کر وہ بھی کسی لڑکی کے ساتھ، وہ چونک گیا تھا، اسے موقع بھی مل گیا، یہ جاننے کا، ان دونوں کا آپس میں ریلیشن کیا ہے؟ اس نے بھی اندر جا کر ساری معلومات کر لی تھیں، وہ تیمور کی بیوی تھی اور وہ چیک اپ کروانے لے کے آیا تھا۔

حمدان کا دماغ گھوم رہا تھا، سمجھ نہیں آ رہا تھا، روحیل سکندر کو بتائے یا نہیں، کہیں وہ یہ نا سمجھیں کہ وہ خود اریشماء کے چکر میں ہے اور اریشماء سے اُسے اور زیادہ محبت ہو گئی تھی، اس طرح تو اس کے ساتھ یہ بہت بڑا ظلم ہی ہوگا، جانتے بوجھتے کسی دھوکے باز کے ساتھ اس کی شادی ہو جائے اور اریشما، اور روحیل سکندر اس کے محسن ہی ہیں، جن کی وجہ سے اس کی زندگی بچ گئی اور اسے اپنے ہی آفس میں جاب بھی دے دی، کتنا تو اس کا خیال بھی کرتے ہیں، ہر پروجیکٹ میں اس کا مشورہ ضرور لیتے ہیں۔ بائیک اس کی جھٹکے سے گاڑیوں کے شوروم کے پاس رُکی، اس کی نگاہ بھٹک کے اُٹھ گئی اور حسرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا، کل تک یہ سب اس کا تھا، آج اس کا مالک کوئی اور بنا بیٹھا تھا، اسے اتنا تو پتہ تھا، یہ شوروم اس کے ابّو سے کسی نے ہتھیایا تھا۔ بائیک اسٹارٹ کی اور نکل گیا، آج بھی وہ شوروم میں نہیں گیا، دور سے ہی دیکھ کر نکل جاتا تھا۔ وہ آفس نہیں گیا گھر آ گیا، اتنی جلدی، امّی اسے دیکھ کر حیران رہ گئی تھیں۔

''حمدان! کیا بات ہے، اتنے چپ چپ کیوں ہو؟'' وہ ڈرائنگ روم میں ہی صوفے پر لیٹ گیا تھا۔ اریشماء کا خیال ذہن سے نکل ہی نہیں رہا تھا، وہ سادہ، معصوم سی لڑکی اس کے اگنور کرنے کے باوجود قریب ہوتی جا رہی تھی، جب سے تیمور سے منگنی ہوئی تھی، وہ اور زیادہ اسے سوچنے لگا تھا، جب اس کی منگنی نہیں ہوئی تھی، وہ اسے ہرٹ کرتا رہتا تھا اور اب وہ اس کے دل کے ایوانوں سے چاہ کے بھی نکل نہیں رہی تھی۔

''وہ کچھ نہیں، آفس سے جلدی فارغ ہو گیا تھا، اس لیے جلدی گھر آ گیا''۔ وہ چونک گیا۔

''مجھے پتہ ہے بیٹا! تم پر ذمہ داری آن پڑی ہے، مصباح کی شادی کی فکر الگ سوار ہے''۔

''امّی، امّی! آپ یہ کیوں سوچتی ہیں، میں مصباح کی شادی کی وجہ سے گھبرا رہا ہوں؟ ایسا بالکل نہیں ہے''۔ اس نے ان کے ہاتھ تھام لیے، امّی افسردہ ہی ہو جاتی تھیں۔

''میرے بچے! شہزادے، شہزادی کی طرح رہتے تھے، تمہارے ابّو نے تم لوگوں کو کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دی اور آج تم لوگ چیزوں کے لیے ترستے ہو''۔ امّی کی آنکھوں میں نمی در آئی۔

''امّی! آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں، اللہ کا شکر ادا کریں، ہم لوگوں کو ہر چیز میسّر ہے، پیٹ بھر کے کھاتے ہیں''۔ اس نے امّی کو شانے سے لگایا، وہ اکثر شوہر کو یاد کر کے روتی رہتی تھیں، کتنے اچھے دن تھے، کسی چیز کی کمی نہیں تھی، بڑا سا عالیشان بنگلہ تھا، گاڑیوں کا شوروم، سب کچھ ان کے شوہر نے اپنی محنت سے بنایا تھا، حمدان کو امریکہ سے اعلیٰ تعلیم تک دلوائی اور حمدان اکثر ہی ورلڈ ٹور پر جاتا رہتا تھا، مگر ان کے شوہر نے کبھی اپنی پریشانیوں سے بچوں کو آگاہ تک نہیں کیا، سب کچھ ان کی بیماری پر ختم ہوتا گیا اور دس سال کے اندر وہ کنگال ہو کر ایک چھوٹے سے فلیٹ میں آ گئے تھے، اس وقت عدین اور مصباح چھوٹے ہی تھے، حمدان اپنی پڑھائی سے فارغ ہوا تھا، اسے بچپن سے ہی گاڑیوں کا شوق تھا اور انہوں نے گاڑیوں کا ہی شوروم بنایا تھا، بزنس الگ تھا۔

''میرے بچے کو کتنی محنت کرنی پڑتی ہے''۔

''ارے، مجھے محنت بالکل بھی نہیں کرنی پڑتی، آرام سے A.C میں بیٹھا رہتا ہوں''۔ اس نے مسکرا کر انہیں تسلی دی۔

''حمدان! بات کو اُڑانے کی کوشش نہیں کرو''۔ انہیں غصہ آ گیا۔

''ارے امی! آج آپ کو کیا ہو گیا ہے؟''

''مجھے آج تمہارے ابو بہت یاد آ رہے ہیں''۔ آنکھوں کی نمی واضح تھی۔ حمدان پہلو بدل کے بیٹھا، امی نے آنکھوں کی نمی صاف نہیں کی بلکہ رونے لگیں۔

''تمہارے ابو تم لوگوں کا کتنا خیال رکھتے تھے اور تم A.C گاڑی میں گھومتے تھے، اور آج موٹر سائیکل پر گرمی ہو یا سردی گھومنا پڑتا ہے''۔ تاسف سے گویا ہوئیں۔

''اگر وہ شوروم ہاتھ سے نہیں جاتا تو ہم آج یہاں نہیں ہوتے، مگر تمہارے ابو نے تو پلٹ کے پوچھا تک نہیں''۔

''پلٹ کے پوچھا تک نہیں....؟ مطلب ہمارے ہاتھ سے گیا ہے شوروم؟'' حمدان تو پہلو بدل کر استفہامیہ انداز میں پوچھنے لگا۔

''کچھ نہیں، چھوڑو میں بھی کیا گزری باتیں لے کر بیٹھ گئی''۔ امی اس کے چونکنے پر موضوع ہی بدل کر اُٹھنے لگیں۔

''امی! مجھے پوری بات بتایئے، شوروم کا کیا مسئلہ تھا، کیونکہ ابو نے مجھے کبھی بھی کھل کے بتایا ہی نہیں''۔ وہ تو بضد ہو گیا۔

''ہمارا تھا ہی نہیں''۔

''شوروم میں کسی کا بھی شیئر نہیں تھا، پھر یہ ابو کے پاس سے کیسے چلا گیا؟'' حمدان اس وقت امریکہ میں تھا، جس وقت شوروم کا مسئلہ چل رہا تھا اور شمشاد احمد اسی وقت سے بیمار چل رہے تھے۔

''بس صدقہ کر دیا''۔ وہ جیسے یاد بھی نہیں کرنا چاہتی تھیں، حمدان کا تو شوق تھا، گاڑیوں کے بزنس کا، وہ تو ایک سال بھی شوروم میں نہیں رہا، پھر اس کی پڑھائی بھی چل رہی تھی۔ ایگزام کے لیے اسے واپس امریکہ جانا پڑا تھا۔

''ایسے کیسے صدقہ کر دیا؟ صدقہ خیرات ہم لوگ کرتے رہتے تھے، یہ آپ بھی جانتی تھیں، ایسے کیسے شوروم صدقہ کر دیا، کچھ تو بات ہے امی! جو آپ مجھ سے اب تک چھپا رہی ہیں''۔ حمدان کو محرومیوں نے گھیر لیا، کتنا بڑا اور خوبصورت شوروم اس نے خود ڈیزائن کیا تھا اور بزنس بھی خوب چل رہا تھا، ایک سال میں ایسی کیا بات ہوئی کہ سب کچھ ختم ہو گیا اور ابو بیمار ہوتے چلے گئے، نوبت یہاں تک آ گئی، انہوں نے اپنا گردہ تک فروخت کر دیا تھا، مگر اس کے پیسے حمدان نے نہیں لیے، جب ابو ہی اس دنیا میں نہیں رہے تو ایسے پیسے کس کام کے تھے؟

''ارے، کوئی بات نہیں ہے، میں تو ایسے ہی ذکر لے کر بیٹھ گئی تھی''۔ وہ بوکھلاہٹ کا شکار ہو گئیں، حمدان کے ماتھے پر تفکر کے جال بچھ گئے تھے اور وہ حقیقت سے حمدان کو آگاہ بھی نہیں کرنا چاہتی تھیں۔

''مجھے فائزہ کے ساتھ بازار جانا ہے، مصباح کی تھوڑی تھوڑی میں نے تیاری شروع کر دی ہے''۔ وہ بات ختم کر کے جانے لگیں۔ حمدان نے حسرت بھری نگاہوں سے امی کو دیکھا جو دس سالوں میں اور زیادہ کمزور سی لگنے لگی تھیں، مگر اسے شوروم کے جانے کا آج بھی بہت ملال تھا۔

☆............☆............☆

''شاہدہ! اس عید پر اریشماء اور تیمور کی شادی کرنے کو کہہ رہی ہے''۔ فوزیہ روحیل نے ان کے پُرسوچ چہرے پر گہری نگاہ ڈالی جو کب سے راکنگ چیئر پر بیٹھے سوچوں میں غلطاں تھے۔

''اتنی جلدی بھی کیا ہے؟'' انہوں نے نگاہ اُٹھائے بغیر کہا۔

''یہ آپ کہہ رہے ہیں، اتنی جلدی کیا ہے؟'' فوزیہ روحیل حیرت واستعجاب سے گویا ہوئیں۔

''ہماری اکلوتی بیٹی ہے، اتنی جلدی تو رخصت نہیں کریں گے''۔

''شاہدہ اور کامران کو جلدی ہو رہی ہے، پھر تیمور بھی شاید تین ماہ کے لیے انگلینڈ جا رہا ہے''۔ انہوں نے توجیہہ پیش کی۔

''کامران اور شاہدہ سے میں خود بات کر لوں گا، ایک سال کا ٹائم اور لے لیتے ہیں، کیونکہ اریشماء بھی جب تک ذہنی طور پر سیٹ ہو جائے گی''۔ ان کا ذہن تو کچھ اور ہی سوچ رہا تھا کیونکہ تیمور کی نگاہیں کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی تھیں، جب بھی وہ اریشماء کو دیکھتا تھا، اس کی نگاہوں میں جانے کیوں وہ محبت نظر نہیں آتی تھی، اس کا انداز، لب ولہجہ سب بناوٹی کیوں لگتا تھا، یہ انہوں نے اُس دن آفس میں نوٹ کیا تھا، جب وہ اریشماء کو شاپنگ پر لے جانے کے لیے آیا تھا، اسی کو دیکھتے ہوئے انہوں نے خود ہی بات بنا کے منع کر دیا تھا۔

''خیریت ہے، یہ آپ کہہ رہے ہیں؟'' فوزیہ روحیل کا لہجہ استہزائیہ اور طنز لیے ہوا تھا۔

''میری بیٹی مجھ پر بھاری نہیں ہے جو میں اسے اتنی جلدی رخصت کر دوں''۔ وہ خجل سے ہو گئے۔ فوزیہ روحیل نے شکر بھرا سانس لیا، وہ تو خود اتنی جلدی نہیں چاہتی تھیں، اریشماء رخصت ہو، اور پھر تیمور جب ان کی بیٹی کو پسند ہی نہیں تو انہیں بھی کون سا پسند تھا، روحیل سکندر کے آگے وہ مجبور ہو کر چپ ہو گئی تھیں۔

''اریشماء سے بولو اپنی پڑھائی اسٹارٹ کر دے، ٹیکسٹائل کا کورس کرنے کو کہہ رہی تھی، اچھا ہے کر لے''۔ فوزیہ سکندر پر تو حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹنے لگے، یہ کایا پلٹ کیسے گئی؟

''آپ کو یہ اچانک سے ہوا کیا ہے؟ شادی میں ایک سال کا ٹائم اور اوپر سے اریشماء کی پڑھائی''۔

''میں اپنی بیٹی پر زبردستی نہیں کرنا چاہ رہا، اچھا ہے ایک سال میں وہ اور تیمور ایک دوسرے کو سمجھ لیں گے تو شادی کے بعد مشکل نہیں ہو گی''۔ وہ نرم اور اطمینان بھرے لہجے میں گویا ہوئے۔

''یہ بات تو ٹھیک ہے''۔ وہ بھی متفق ہو گئیں۔

''ارے، ہاں یاد آیا! حمدان کی بہن کی شادی ہونے والی ہے، میں چاہ رہا ہوں کوئی ایسا گفٹ دے دوں، جو بچی کے کام بھی آ جائے اور پھر حمدان نے کڈنی کی رقم بھی ہم سے نہیں لی ہے، میں تو اس کا احسان مند ہوں، بہت نرم گفتار لڑکا ہے، ادب واحترام اتنا ہے، میں تو حیران ہوتا ہوں، اتنا فرمانبردار بیٹا ہے۔ اس کے ماں باپ خوش نصیب ہیں جو انہیں ایسی اولاد سے نوازا ہے اللہ نے''۔ وہ حمدان کی تعریفوں میں لگ گئے، اس دن سے حمدان پر ان کی توجہ زیادہ ہو گئی تھی، ورنہ وہ پہلے اس کی طرف سے بھی انکار کر رہی تھیں، اندازہ انہیں ہو گیا تھا، ان کی بیٹی کا جھکاؤ حمدان کی طرف ہے، مگر اس وقت وہ روایتی سے باپ بن گئے تھے، جو اپنی اولاد پر صرف اپنی مرضی مسلط کرنا چاہتے تھے۔

''جی بہت لائق فائق بچہ ہے، اچھے گھرانے سے لگتا ہے''۔ فوزیہ روحیل نے تو حمدان کو جب بھی دیکھا سنجیدہ سا رہنے والا لگتا تھا، انداز میں اس کے ایک رعب تھا، بیٹھنے کے انداز سے لگتا تھا، وہ بھی کسی اَپر کلاس سے ہی تعلق رکھتا ہے۔

''پھر آپ ایسا کیجیے اس کی بہن کو الیکٹرونکس کا سارا سامان دے دیں''۔

''ہوں....! یہ تم نے ٹھیک کہا''۔ روحیل سکندر نے اثبات میں سر ہلایا۔

☆............☆............☆

(جاری ہے)

WWW.PAKSOCIETY.COM
شازیہ مصطفیٰ عمران
قسط نمبر 18۔
سلسلے وار ناول
کبھی عشق ہو تو پتہ چلے
WWW.PAKSOCIETY.COM
www.paksociety.com
www.paksociety.com

"تیرا کچھ نہیں ہوگا، تُو بس تیمور کو لٹکا کے رکھ"۔ زویا نے اس کی افسردہ صورت دیکھی، جو حمدان سے دست بردار ہونے کو تیار نہیں تھی۔

"زویا! میرا دل پتہ نہیں کیوں اتنا ضدی ہو گیا ہے، میں نے بہت کوشش کی، حمدان کو سوچنا اور دیکھنا چھوڑ دوں، مگر میں ایسا نہیں کر سکی"۔ فان کلر کے کھدر کے جدید اسٹائلش کپڑوں میں سادہ سے سراپے میں وہ ہمیشہ کی طرح دلکش لگ رہی تھی۔

"تو ایسا کر بات کرنا چھوڑ دے، پھر خود ہی تُو سوچنا اور دیکھنا چھوڑ دے گی"۔ وہ اسے سمجھاتی رہتی تھی، اریشماء ایسے بے سمت سفر پر چل رہی تھی جس پر کوئی مسکن نہ ٹھکانا تھا اور نہ ہی کوئی روشنی تھی جو امید کی کرن نظر آتی۔

"میں اسے دیکھنا تو کیا سوچنا بھی نہیں چھوڑ سکتی"۔ اریشماء کو بھی ضد سوار تھی، وہ حمدان سے ہار نہیں مانے گی۔

"کیوں.... خود کو مشکل میں ڈالتی ہے، پتہ ہے تیمور سے ہی تیری شادی ہونی ہے، پھر فضول ہے ناں اس حمدان کے پیچھے لگنا"۔ زویا اسے سخت سست سناتی رہتی تھی مگر لگتا تھا وہ کسی بات کا بھی اثر لینا ہی نہیں چاہتی تھی۔

"تیمور سے میں شادی نہیں کروں گی، یہ تم دیکھ لینا اس کے لیے اگر مجھے اپنی جان سے بھی گزرنا پڑا تو گزر جاؤں گی"۔

اس کی آنکھیں اور لہجہ خطرناک ارادوں کا پتہ دے رہے تھے۔

"تیرا دماغ خراب ہے، پاگل ہو گئی ہے، جب پتہ ہے منگنی پر بھی تیری نہیں چلی، شادی پر چل جائے گی؟" زویا نے فریج سے کباب نکال کے تلنے کے لیے فرائی پین چولہے پر رکھا، اریشماء کچن کی اونچی چیئر پر پنک لان کے پرنٹڈ تھری پیس سوٹ میں بیٹھی تھی۔

"چل اس ٹوپک کو بند کر، کباب تل کے میرے لیے چائے بھی بنا"۔ اریشماء نے مسکرا کے اس کے شانے پر تھپکی دی۔

"اریشماء! مجھے تجھ سے بغاوت کی بُو آ رہی ہے"۔

"بغاوت کی بُو نہیں کباب جلنے کی بُو آ رہی ہے، نکال اسے پلیٹ میں رکھ"۔ استہزائیہ لہجے میں مسکرا کے پلیٹ اُٹھا کے زویا کے سامنے کی۔

"بہت کمینی ہے"۔ وہ تپ گئی۔

"جب پتا ہے تو مجھ سے بحث نہیں کیا کر"۔ گرم گرم کباب وہ پھونکیں مار کے کھانے لگی۔ زویا کو اپنے بیٹے کے رونے کی آواز آئی، ساس صاحبہ کی پکار پر وہ چونک گئی۔

"آتی ہوں، بہت دیر سے سو رہا تھا"۔ برنر کو بند کیا اور دوپٹہ سنبھالتی ہوئی چلی گئی۔

"جتنا بڑا ہو رہا ہے، اس کی نیند کم ہوتی جا رہی ہے، رات میں اُٹھ کے بیٹھ جاتا ہے"۔ زویا افہام کو گود میں اُٹھائے کچن میں ہی آ گئی۔

"رات میں اُٹھ کر تمہاری پرائیویسی میں مخل ہوتا ہو گا؟" اریشما نے معنی خیز اور شرارتی لہجے میں کہا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے"۔ وہ جھینپ گئی، افہام کو اس کی گود میں دیا اور خود چائے نکالنے لگی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے میں بہت کچھ ہو جاتا ہے"۔

"چل بکواس نہیں کر"۔ زویا نے اسے گھورا، اور وہ ہنسے جا رہی تھی، ننھا افہام حیرانگی سے اس کی صورت تکے جا رہا تھا، گول مٹول سا صحت مند بچہ تھا۔

"جب تیری شادی ہو گی، تو تُو اپنے میاں سے ایک منٹ کو الگ نہیں ہو گی"۔

"ہاں تُو دعا کر حمدان سے ہو، تو پھر تو الگ ہونے کا دل ہی نہیں چاہے گا"۔ اس نے شرارتی لہجے میں بے باکی سے کہا۔

"شرم کر لے تھوڑی سی، ذرا حیا نہیں ہے تجھے"۔ زویا نے اسے گھورا، وہ جواب میں ہنسنے لگی، دونوں میں اکثر کھلا مذاق ہوتا رہتا تھا۔

☆............☆............☆

شہران نے ارباز بھائی کے ہاتھ میں تین لاکھ روپے کا چیک دیا، وہ تو حیرت و انبساط میں ڈوبے اسے دیکھتے رہ گئے، شہران.... اور اتنی بڑی رقم.... اور ایک غیر شخص اتنا اپنا پن لے کے آگے بڑھا تھا۔

"آپ اسے رکھیں"۔

"شہران یار! تم مجھے کیوں شرمندہ کر رہے ہو، اتنی بڑی رقم میں تم سے نہیں لے سکتا"۔ انہوں نے شرمندگی سے سر جھکا لیا، اسد مرزا نے کبھی بھی اسے اچھی نگاہوں سے تو نہیں دیکھا تھا، وہ اس سے تین لاکھ کی رقم لے لیں گے، مگر اتنی بڑی رقم کا انتظام بھی تو نہیں ہو رہا تھا۔

"مجھے پتا ہے آپ کی نظر میں، میں اچھا انسان نہیں ہوں اور میں آپ کو صفائیاں بھی نہیں دوں گا، میں جیسا ہوں ویسا ہی رہوں گا، مگر میں نے کبھی ناجائز بات پر کچھ بھی غلط نہیں کیا ہے، مجھ میں انسانیت ہے اور میں آپ کی مدد کر کے کوئی احسان نہیں کرنا چاہتا تھا، اس وقت آپ کے والد صاحب کا آپریشن بہت ضروری ہے، آپ سوچ و بچار میں نہیں پڑیں اور اپنا کام کریں، یہ لیں"۔ چیک تھما کر وہ رُکا نہیں تیزی سے کوریڈور عبور کر گیا، ارباز متحیر زدہ سے رہ گئے، وہ کتنا مختلف اور سب سے الگ شخص تھا، اس کی نگاہوں میں اعتماد کتنا تھا۔

"بابا! کھانا کھا لیں، میں لے کر آیا ہوں"۔ زین کی آواز پر وہ چونک گئے۔ چار دن سے مستقل ہوسپٹل میں رات دن ایک کیا ہوا تھا۔ انہوں نے سر ہلایا، ان کا ذہن ابھی تک شہران کی طرف تھا جو انہیں چیک تھما کے چلا گیا تھا۔

"ذیشان! میں تم لوگوں کا بہت احسان مند ہوں، ایسے وقت پر میری مدد کی، جب اپنوں نے بھی صاف انکار کر دیا"۔

"ارباز بھائی! ایسی بات کہہ کر ہمیں شرمندہ نہیں کریں، ہم بھی تو آپ لوگوں کے اپنے ہی ہیں"۔ ذیشان نے ان کا ہاتھ تھام کے انہیں مسکرا کے یقین دلایا۔ کھانا ان دونوں نے ساتھ ہی کھایا تھا، اسد مرزا کے آپریشن کے انتظامات بھی پورے ہو گئے تھے، ڈاکٹرز انہیں ٹریٹمنٹ دینے میں لگ گئے تھے، شہران روزانہ دو چکر ضرور لگاتا تھا، ارباز سے بہت ادب و احترام سے بات کرتا تھا، اور ارباز کا رویہ بھی اس سے بہت اچھا تھا، مگر اسد مرزا کو جانے کیوں اتنا بیر تھا، اب تک ارباز نے یہی دیکھا ذیشان اور شہران بہت سلجھے سمجھے لڑکے ہیں، اگر ان کے باپ نے دو شادیاں کی ہیں تو کیا ہوا، بیٹے تو ان کے بہت ادب و احترام والے ہیں۔

"ارباز بھائی! اگر اور پیسوں کی ضرورت ہو تو آپ بلا جھجک مجھے کہہ دیجیے گا"۔

"نہیں یار! تم نے بہت کر دیا ہے، میں ساری زندگی تمہارا احسان مند رہوں گا اور تم بے فکر رہو، تمہارے یہ پیسے مجھ پر اُدھار ہیں، وہ میں تمہیں ضرور ادا کروں گا"۔ ارباز بھائی کے لہجے میں شرمندگی بھی تھی۔

"میں نے آپ سے یہ کب کہا کہ آپ مجھے پیسے ادا کریں؟" شہران نے جھٹ کیا۔

''نہیں یار! اتنی بڑی رقم تو دی ہے''۔ وہ مدھم اور نرم لہجے میں بول رہے تھے۔

''اس وقت تو آپ کے والد صاحب کا علاج ضروری ہے، آپ اس کی فکر کریں اور کچھ بھی ایسا فضول نہیں سوچیے گا''۔ بلیک پینٹ پر نیوی بلیو شرٹ میں چارمنگ لگ رہا تھا۔

''میں اب چلتا ہوں، پھر آؤں گا''۔

''انکل! میں آپ کے ساتھ چلوں؟ مجھے گھر چھوڑ دیجئے گا''۔ زین چیئر سے اُٹھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا، شہران کے چہرے پر ہمیشہ کی طرح ابھی بھی سنجیدگی تھی۔

☆..........☆..........☆

آج پھر وہ تیمور کے تعاقب میں اس اپارٹمنٹ تک آ گیا تھا، بیل پر ہاتھ تو رکھا، گھبرا بھی رہا تھا، مگر اسے اچھی طرح کنفرم کرنا تھا کہ تیمور کا اس فارنر لڑکی سے کیا رشتہ ہے؟

''جی فرمایئے!'' خوبصورت لمبی سی گولڈن بالوں والی لڑکی نے اپنے وجود کو ڈھانپ کے رکھا ہوا تھا، حمدان اسے دیکھ کر کچھ پزل ہو گیا۔

''مجھے تیمور کامران کا پوچھنا تھا، ان کا فلیٹ کون سا ہے؟'' لہجے کو پُراعتماد بنا کے وہ سنبھل کے گویا ہوا۔

''یہی ہے، آپ کون ہیں؟'' لڑکی کے ماتھے پر سوچ کی لکیروں کا جال بُن گیا، تیمور کا ایسا کون جاننے والا ہے جو یہاں تک آ گیا؟

''آپ ان کی.....؟'' حمدان بولتے بولتے رُکا۔

''میں ان کی وائف ہوں''۔ لڑکی کا لب ولہجہ بڑا صاف تھا، اُردو بڑے صاف انداز میں بول رہی تھی، وہ ایک لمحے کو تحیر زدہ رہ گیا۔

''تیمور سے کوئی کام ہے، جی وہ میں نے ان سے جاب کا کہا تھا، وہ کہہ رہے تھے میرے گھر آ جانا، ڈسکس کریں گے''۔ حمدان نے نگاہ نیچی کر لی، کیونکہ کسی عورت سے مخاطب ہونے پر اسے گھبراہٹ ہو رہی تھی۔

''تیمور کچھ دیر پہلے ہی نکلے ہیں وہ صبح گیارہ بجے گھر پر ہوتے ہیں، آپ اس ٹائم آیئے گا''۔ اس نے دروازہ ترچھا کر لیا۔

''جی اچھا اوکے''۔ وہ مُڑ گیا۔

''ایکسکیوزمی! واٹ یور نیم؟'' اس نے مخاطب کیا۔ حمدان ان سنی کر کے تیزی سے کوریڈور عبور کر گیا، اس نے آج کنفرم بھی کر لیا تھا، مگر اسے اس بات کی حیرانگی تھی، تیمور نے اپنی شادی کو چھپایا ہوا تھا، اسے اریشماء کا خیال آیا، وہ تو بے خبری میں ماری جائے گی، وہ ایسا کچھ نہیں چاہتا تھا، اریشماء کی تیمور سے شادی ہو، کچھ تو ایسا کرنا تھا، کہ یہ رشتہ ختم ہو جائے، ذہن ودل اس کا اُلجھ کے رہ گیا تھا، روحیل سکندر سے بھی وہ کچھ نہیں کہہ سکتا تھا، کیونکہ وہ غلط مطلب نہ لے لیں، وہ اریشماء پر نگاہ رکھے ہوئے تھا، اور اگر اریشماء کو یہ سب بتاتا تو وہ تو غلط فہمی کا شکار ہو سکتی تھی، وہ اس سے محبت کرنے لگا تھا۔

سات بجے وہ گھر میں گھسا تھا، پورا گھر پھیلا ہوا تھا، لگتا تھا امی اور مصباح گھر کی صفائی میں لگی ہوئی تھیں، مصباح کی شادی کے دن بھی قریب آنے والے تھے، گھر کی نئے سرے سے سیٹنگ کر رہی تھیں۔

''یہ سب کچھ کیا پھیلا رکھا ہے؟'' وہ بے ترتیب سامان اور کاٹ کباڑ کو دیکھ کر کوفت میں مبتلا ہو گیا۔

''اتنے دن سے گھر کی صفائی کا سوچا ہوا تھا، آج موقع ملا تو لگے ہاتھوں یہ بھی کر لیا''۔ امی کاغذ، کتابیں سب سمیٹ کے ایک جگہ رکھ رہی تھیں۔

''میرا کمرا بھی پھیلا ہے کیا؟'' اس نے پوچھا۔

''تمہارے کمرے میں ڈرائنگ روم کا سامان رکھا ہے، یہ سب سیٹ ہو جائے تو وہاں سے نکال لیں گے، تم ایسا کرو ادھر ہی کارپٹ پر لیٹ جاؤ، کھانا پینا ہو تو کچن میں جا کر کھا لینا کیونکہ مجھے اور مصباح کو ذرا فرصت نہیں ہے، ہم تو نمٹ کر ہی کھائیں گے''۔ وہ سارے بستر اُٹھائے گیلری میں لے جانے لگی تھیں۔ حمدان جوتے موزے اُتار کے وہیں گاؤ تکیے پر سر رکھ کر لیٹ گیا، سائیڈ میں دو تین فائلز بھی رکھی تھیں، اس کی نگاہ پڑی تو اُٹھا کر چیک کرنے لگا۔ فائل کو پڑھتے ہی اس کی ساری حسیات بیدار ہو گئیں، وہ لیٹے سے اُٹھ کر بیٹھ گیا، فائل شوروم کی تھی اور سارے اصلی ڈاکومنٹ تھے، وہ ورق ورق پڑھنے لگا، اسے سمجھ آئی، امی اس سے اس دن بھی کچھ چھپا رہی تھیں اور اسے یہ جان کر خوشی ہوئی تھی، شوروم بھی انہی کا تھا۔

''جب اصل ڈاکومنٹس ہمارے پاس ہیں تو یہ شوروم پر قبضہ کس کا ہے، امی نے جھوٹ کیوں بولا، ابو نے شوروم بھی بیچ دیا تھا''۔ وہ سوچوں میں اُلجھ کے رہ گیا، فائل اُٹھا کر سیدھا کمرے میں گیا اور بیڈ کے گدے کے نیچے چھپا دی۔

''امی! مجھ سے چھپاتی کیوں رہتی ہیں، اب مجھے ہی اصل تہہ تک پہنچنا ہے''۔ وہ پریشان بے قرار سا ہو گیا۔ روحیل سکندر کی کال آ گئی تھی، وہ چونک گیا اس ٹائم کیا کام پڑ گیا۔

''جی سر!'' مؤدب ہو کر گویا ہوا۔

''اس ٹائم تم گھر آ سکتے ہو تو آ جاؤ، چند نئے پروجیکٹ ملے ہیں، تمہارا مشورہ درکار ہے''۔

''سر! ابھی تو آنا ناممکن ہے، میں گھر میں ذرا بزی ہوں، اگر ہم کل آفس میں ڈسکس کر لیں تو.....؟'' رُک رُک کے گویا ہوا۔

''ٹھیک ہے''۔ انہوں نے فوراً رضامندی دے دی۔

''مجھے کچھ تیمور کے متعلق بھی تم سے بات کرنی ہے''۔ اصل بات انہیں یہی کرنی تھی۔

''کل انشاء اللہ میں ڈسکس کروں گا''۔ روحیل سکندر نے خدا حافظ کہہ کر کال بند کی تھی، وہ پھر سوچ میں مستغرق ہو گیا، تیمور سے متعلق.....ایسی کیا بات ہے، اپنے روم سے نکل کر کچن میں چلا گیا تھا۔

''تیمور! تمہیں اتنا بڑا فراڈ میں نہیں کرنے دوں گا، اتنے صاف ستھرے لوگوں کو تم دھوکہ دو گے جو تمہارے تایا بھی ہیں''۔ سالن گرم کرنے رکھنے لگا۔ فائل کا معمہ بھی حل کرنا تھا اور یہ تیمور کا معمہ بھی حل کرنا تھا، تیمور کے مسئلے کو تو سب سے پہلے حل کرنا تھا، کیونکہ تیمور کے ممی ڈیڈی شادی کی جلدی جو مچا رہے تھے، اور اتنی جلدی حمدان کی مرضی نہیں تھی، ساری حقیقت اسے واضح کرنی تھی، تیمور کی اصلیت روحیل سکندر کے سامنے لانی تھی، تاکہ وہ پھر یہ رشتہ ہی نہیں ہونے دیں گے۔

☆..........☆..........☆

تیمور کو جب سے پتا چلا تھا، روحیل سکندر نے شادی کچھ آگے بڑھا دی ہے، وہ تو بھنا گیا تھا، روحیل سکندر کو بُری بُری

گالیاں دینے لگا تھا۔ حمدان کافی دیر سے اس کے ایکسپریشن دیکھ رہا تھا، روحیل سکندر اس سے ذرا بھی مخاطب نہیں ہوئے اور یہی حیران کن بات تھی، آج سے پہلے کبھی انہوں نے ایسا تو نہیں کیا تھا، تیمور کو یوں اگنور کریں۔

''تایا ابو! مجھے جلدی ہے''۔ تیمور اُکتاہٹ کا شکار ہو گیا۔

''اگر جلدی ہے تو چلے جاؤ، کیونکہ کچھ دیر میں ہماری میٹنگ ہے، اور اریشماء کا ہونا یہاں بہت ضروری ہے''۔ روحیل سکندر اس سے اتنے روکھے اور سرد مہر لہجے میں گویا ہوئے، تیمور نے چونک کر انہیں دیکھا۔

''اصل میں بیٹا! اریشماء آج کل آفس میں بزی ہے، پھر کسی دن تم دونوں چلے جانا شاپنگ پر اور پھر ابھی شادی میں ٹائم ہے''۔ انہوں نے اپنے لب و لہجے کو کنٹرول کیا، تیمور سے نرم سے لہجے میں مخاطب ہوئے تھے۔ تیمور کو یہ اپنی تضحیک لگی، وہ بھی حمدان کے سامنے کیونکہ وہ پوری طرح ان دونوں کی جانب متوجہ تھا، وہ پھر رُکا نہیں تیزی سے روم سے نکل گیا۔ روحیل سکندر کمپیوٹر پر متوجہ ہو گئے۔

''سر! مس اریشماء تو آفس ہی نہیں آ رہی ہیں، وہ میٹنگ کیسے اٹینڈ کریں گی؟'' حمدان نے نکتہ اُٹھایا۔

''یہ مجھے بھی پتا ہے، مگر میں نے جو مناسب سمجھا وہ کیا ہے''۔ وہ گویا ہوئے۔

''ایسا کرو سب کو میٹنگ روم میں جمع کرو، میں آتا ہوں''۔ حمدان مؤدب انداز میں سر ہلا کے کھڑا ہو گیا، اس کا ذہن اُلجھ گیا تھا، روحیل سکندر نے تیمور سے جھوٹ کیوں بولا، جبکہ وہ تیمور کو کبھی اگنور کرتے ہی نہیں تھے۔ میٹنگ کے بعد روحیل سکندر آفس سے چلے گئے تھے، حمدان کو ہی سب کچھ سنبھالنا پڑ رہا تھا، اسے بھی اپنے کام سے کہیں جانا تھا، مگر آفس کو چھوڑ کے کہیں نہیں جا سکتا تھا۔

اس نے اریشماء کو کال کی، بیل جا رہی تھی، وہ کال ریسیو نہیں کر رہی تھی، آج سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا، اریشماء اس کی کال ریسیو نہ کی ہو، وہ لائن کٹ ہی کر رہا تھا، اریشماء کی مدھر بھری کھنکتی ہوئی آواز اُبھری۔

''جی حمدان! خیریت..... آج آپ کو میری یاد کیسے آ گئی؟'' ہنستی مسکراتی آواز کے ساتھ خوشدلانہ طنز بھی کیا۔

''وہ اس لئے کہ کافی دن سے آپ آفس نہیں آ رہی ہیں، آپ کے پاس اگر ٹائم ہو تو آفس آ سکتی ہیں؟'' وہ خجل ہو گیا مگر فوراً ہی اپنا مدعا بھی بیان کر دیا۔

''کیوں، میری ضرورت کیوں پڑ گئی؟'' وہ حمدان کو لگتا تھا تنگ کرنا چاہتی تھی۔

''ضرورت تو کبھی بھی، کسی وقت پڑ سکتی ہے کسی کو بھی''۔ آواز کو قدرے شوخ بنا کے گویا ہوا۔

''حمدان! مجھے تو آپ کی ہر وقت ضرورت پڑتی ہے، مگر آپ میری بات سمجھتے ہی نہیں ہیں، میں تھوڑی آزاد خیال ضرور ہوں، مگر بے باک بالکل نہیں ہوں''۔

''آپ ایسا کریں آفس آ جائیں، موبائل پر ایسی باتیں ٹھیک نہیں لگتی ہیں''۔ وہ جھینپ گیا، فوراً ہی کال آف کر دی۔

''محترمہ! ضرورت سے زیادہ ہی مجھ پر لٹو ہیں، کچھ تو ایسا کرنا ہوگا، کہ اسے اپنے پاس ہی رکھنا ہوگا، مگر کیسے؟ تیمور کا کیسے ختم ہوگا؟'' وہ منتشر ذہن کے ساتھ اپنے روم میں ٹہل رہا تھا۔ روحیل سکندر نے تیمور کو اگنور کیا تھا، اسے دلی سکون ملا تھا، تیمور ذرا بھی اریشماء کے قابل نہیں تھا، دھوکے باز فراڈ، منگنی کے دن کی گفتگو بھی اسے نہیں بھولی تھی، کیسے ماں بیٹا باتیں کر رہے تھے، انہیں اریشماء سے نہیں اس کی دولت سے شادی کرنی تھی۔

''تیمور کامران! تمہیں میں تمہارے ہی جال میں پھنسا کے رہوں گا، تم نے سمجھا کیا ہے، اریشماء کو میں تمہارے ساتھ رخصت نہیں ہونے دوں گا''۔ حمدان کا ذہن بہت کچھ پلان کر رہا تھا، وہ ویسے بھی تیمور کی حرکات و سکنات پر نظر رکھے ہوئے تھا۔

اسٹائلش پنک سوٹ میں ہیئر کٹنگ بالوں کی پونی ٹیل بنائے ہوئے اپنے سادہ سے سراپے پر دنیا جہان کی معصومیت لئے اس کے سامنے تھی، حمدان مبہوت زدہ سا رہ گیا۔

''جی بولئے!'' اس کی مدھر بھری آواز نے مخاطب کیا۔

''آج کی میٹنگ کی کچھ فائلز ہیں، آپ انہیں دیکھ لیں''۔ ٹیبل سے پنک فائل اُٹھا کر اس کے آگے رکھی۔

''مجھے ڈیڈی نے بتا دیا ہے، میٹنگ کے بارے میں، فائل میں گھر پر دیکھ لوں گی''۔ وہ عجلت میں دکھائی دے رہی تھی۔ نازک نازک انگلیوں کو ٹیبل پر جمائے وہ جھکی ہوئی بیٹھی تھی، نازک گلاب کی پنکھڑی جیسے ہونٹ مسکرا رہے تھے، آنکھوں میں اسے دیکھ کر ہمیشہ کی طرح چمک آج بھی تھی۔ حمدان کو وہ آج سب سے زیادہ حسین اور پیاری لگ رہی تھی، نگاہ بار بار اُٹھ رہی تھی اور کہہ رہی تھی، ہمیں چہرے سے ہٹنا گوارہ نہیں۔

''اور کوئی کام تو نہیں ہے؟'' بیگ اُٹھا کر کھڑی ہو گئی۔

''آپ کہیں جا رہی ہیں؟'' حمدان کو اس کا یوں عجلت میں ہونا گوارا گزر رہا تھا۔

''ہاں، وہ ڈیڈی کے کوئی ملنے والے ہیں، ان کی بیٹی کی شادی ہے، مجھے بھی جانا ہوگا، میں کچھ شاپنگ کے لیے نکلی تھی''۔ اس نے موبائل میں ٹائم دیکھا۔

''او کے''۔ وہ سر ہلا کے رہ گیا۔ دل یہ کہہ رہا تھا اریشماء اس کے سامنے یونہی بیٹھی رہے۔

☆——☆——☆

اسد مرزا کا کامیاب آپریشن ہو گیا، وہ ہوش میں بھی آ گئے تھے، حرا خود پر قابو نہیں رکھ سکی اور ذیشان کے سینے سے لگ گئی، ذیشان کو حیرانگی کا جھٹکا لگا، وہ اس کے سینے سے یوں لپٹ گئی تھی، مضبوط ہاتھوں کا حصار حرا کی پشت پر باندھ دیا۔

''آپ سب لوگ کتنے اچھے ہیں، اور وہ شہران ــــ اس کا تو میں یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی، ایسے وقت میں اس نے ہماری مدد کی ہے، جب اپنوں نے ہم سے آنکھیں پھیر لیں''۔ حرا فرطِ مسرت سے ذیشان کے سینے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھی۔ مریم پھپھو سے امی نے کچھ پیسوں کی بات کی، تو انہوں نے صاف انکار کر دیا تھا، ابوان کا کتنا خیال کرتے تھے، ہر وقت دیا دلانا کرتے رہتے تھے۔

''حرا! تم ایسی بات کہہ کر ہمیں شرمندہ نہیں کرو، ہمیں تو یہ خوشی ہے کہ شہران تم لوگوں کے کام تو آیا، ورنہ شہران کو تو تم جانتی ہو، کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتا ہے''۔ ذیشان نے اسے شانوں سے تھاما، اس کے آنسو بکھر رہے تھے، اور آج یہ آنسو خوشی سے نکل رہے تھے، ابو کو نئی زندگی مل گئی تھی اور وہ ان کے سامنے سرخرو تو ہو جائے گی، کتنے مہینے گزر گئے تھے، اپنے ابو کو دیکھے ہوئے۔

''شہران اتنا اچھا ہوگا یہ مجھے نہیں پتا تھا''۔ اسے تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔

''شہران اچھا ہی ہے، اسے صرف میں جانتا اور سمجھتا ہوں، وہ جتنا اکھڑ اور روکھا نظر آتا ہے، اندر سے وہ اتنا ہی نرم اور

پیارا انسان ہے، تمہیں نہیں پتا اس نے چار پانچ سالوں سے گھر کی ذمہ داری اُٹھائی ہوئی ہے، جبکہ میں تو پڑھ رہا تھا اور میری جاب تو اب لگی ہے، سارا گھر کا خرچ وہی اُٹھاتا آ رہا تھا''۔ ذیشان نے اسے بتانا شروع کیا وہ حیرت زدہ سی تکے گئی، وہ تو شہران کو شروع سے لاپرواہ اور بدتمیز ہی دیکھتی آ رہی تھی۔

''میں آپ سے ابو کی طرف سے معافی مانگتی ہوں، وہ آپ لوگوں کو گرا ہوا سمجھتے تھے، جبکہ آپ لوگ تو بہت اعلیٰ ظرف لوگ ہیں''۔ حرما نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

''حرما! یہ کیا کہہ رہی ہو، ایسی بات بھی تم نے کیوں کی؟ تمہارے ابو میرے بھی ابو ہیں، ہم نے انہیں کبھی بُرا نہیں کہا ہے''۔ ذیشان کو اس کا معافی مانگنا اچھا نہیں لگا۔

''پتا نہیں کیوں ابو آپ لوگوں سے اتنا کیوں چڑتے تھے، میں نے تو آپ لوگوں میں کوئی بُرائی نہیں دیکھی، بلکہ آپ سب نے میری اتنی قدر اور عزت کی ہے، میں نے ایسا نہیں سوچا تھا''۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے، ذیشان کو اس کی موہنی صورت پر بے پناہ پیار آ رہا تھا۔

''ہمارے ابو نے جس طرح ایک چھوٹی عمر کی لڑکی سے شادی کی تھی، یہ تو سارا محلہ ہی جانتا ہے، تم نے خود دیکھا ہے، شہران صرف اسی وجہ سے ابو سے اتنا خفا ہے، ان سے زبان درازی بھی کرتا ہے، ابو نے کبھی ہم بچوں کو پیار کیا ہی نہیں، بلکہ ہمیشہ امی کو مارا پیٹا، امی کا اپینڈکس کا آپریشن تک ہو گیا، شہران نے چھوٹی عمر سے کمانا شروع کر دیا تھا، امی کو نانا نے کچھ پیسے دیئے تھے، تو یہ گھر نانا کی بدولت ہی ہمارے پاس ہے، ابو نے کبھی امی کو کما کر دیا ہی نہیں، اوپر سے کم عمر لڑکی سے شادی کر کے گھر میں لے آئے، وہ سال دو سال بھی نہیں رہی، اپنی بیٹی کو لے کر چلی گئی''۔ ذیشان ایک ایک بات اسے تفصیل سے بتانے لگا۔ حرما حیرانگی سے اس کے سنجیدہ سے چہرے کو بغور دیکھ رہی تھی، ذیشان بھی سنجیدہ طبیعت کا تھا کچھ حالات نے بھی اسے سوبر بنا دیا تھا۔

''نانا نے جو امی کو گھر دیا تھا اسے کرائے پر دیا ہوا ہے، امی اسی سے خرچہ وغیرہ چلاتی تھیں، شہران اور میں نے بھی گھر کی ذمہ داری اُٹھانی شروع کر دی تھی، میں تو اپنی پڑھائی جاری رکھے ہوئے تھا، مگر شہران نے بی کام میں آ کر اپنی پڑھائی چھوڑ دی، طبیعت میں اس کے ضد بڑھتی گئی، ہر اُلٹے کام ضد میں کرنے لگا، جس سے ابو یا امی منع کرتے وہ وہی کرتا، چنگ چی چلائی، تانگہ تک چلانے کے درپے تھا، وہ تو اسے یہ جاب کسی نے دی نہیں اور اب دیکھو ٹیکسی چلا رہا ہے، مگر آج اس کے پاس اتنا بینک بیلنس ہوگا، یہ تو دیکھ کر میں بھی حیران ہوں''۔ ذیشان کو تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا، شہران اتنا سمجھدار ہوگا کہ امی کو گھر کا خرچہ بھی دیتا تھا اور خود بھی جمع کر رہا تھا۔

''شہران کو حالات نے خودسر اور ضدی بنایا ہے، پھر باپ کی توجہ اور شفقت نہ ملے تو بچے ایسے ہی اکھڑ ضدی ہو جاتے ہیں''۔ حرما گویا ہوئی۔

''ہوں.... ایسا ہی کچھ ہے''۔ ذیشان افسردہ سا ہو گیا، کیونکہ شہران کو دیکھ کر اسے رشک آ رہا تھا، وہ آج کتنا آگے نکل گیا تھا، اس کی شادی تک میں جو خرچہ ہوا وہ اسی نے کیا تھا۔

''شہران کو شکریہ کہنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں، کیسے بولوں؟''

''حرما! تم شکریہ اسے کہنا بھی نہیں، وہ بہت بُرا مانے گا''۔ اس نے حرما کے آنسو پونچھے اور خود سے قریب کر لیا۔

''پھر بھی مجھے کہنا ہے''۔ لب بھینچ لئے۔ حرما کے دل میں اس گھر کے افراد کی اور اہمیت بڑھ گئی تھی، جنہوں نے اسے سر آنکھوں پر رکھا ہوا تھا، حمیرا بیگم نے تو امی کو جا کر کتنی تسلیاں دی تھیں، ابو کے لئے کتنی دعائیں بھی کروائی تھیں، محمد احمد انہیں تو جیسے چپ لگ گئی تھی، وہ بھی ابو کی طبیعت پوچھتے رہتے تھے، شہران نے کچھ دنوں سے ان سے اُلجھنا چھوڑ دیا تھا، اس لئے گھر کی فضا بھی خاموش تھی، پھر اسد مرزا کی وجہ سے بھی گھر میں افسردگی تھی، اور اب وہ بہتر تھے تو سب کے ہی چہرے کھل گئے تھے۔

☆............☆............☆

لیل ماہ کو اس دن سے بالکل ہی یقین نہیں تھا، شہران نے ارباز بھائی کو تین لاکھ کا چیک دیا اور وہ روزانہ اسپتال میں بھی ہوتا تھا، گھر کے لوگوں کو لانا لے جانا وہی کر رہا تھا، گھر میں بھی وہ ایک دفعہ ہی آیا تھا، وہ عصر کی نماز لاؤنج میں پڑھ رہی تھی، جیسے ہی سلام پھیرا، متحیر زدہ سی اسے دیکھنے لگی، شہران نگاہیں جھکائے بیٹھا تھا، ذرا بھی نہیں لگ رہا تھا یہ شخص وہی ہے جو راستہ روک کے لفنگوں اور بدمعاشوں والی حرکتیں کرتا ہے۔ اس نے خود بھی یونیورسٹی چھوڑ دی تھی، لائبہ نے کتنا ہی اسے کہا، مگر اس کی ایک ہی رٹ تھی، مجھے پڑھ کے کیا کرنا ہے؟

''پھپھو! چائے بنا دیں''۔ زین تھکا تھکا دھڑ سے صوفے پر بیٹھا۔

''چائے تو میں بنا دوں گی، یہ بتاؤ ابو کی طبیعت کیسی ہے؟'' وہ ایک دفعہ بھی انہیں دیکھنے اسپتال نہیں گئی تھی، گھر بھی تو اکیلا نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔

''دادا ابو بالکل ٹھیک ہیں''۔ اس نے تسلی دی۔

''جب تم آئے تھے وہاں کون کون تھا؟'' لیل ماہ کو یہ تجسس تھا کہ شہران تو نہیں تھا۔

''ذیشان انکل، حرما پھپھو اور شہران انکل بھی تھے، مگر وہ باہر کوریڈور میں تھے''۔ وہ صوفے پر ٹیک لگائے ایزی ہو کر بیٹھا۔

''ابو نے ذیشان بھائی اور آپی سے بات کی؟''

''ہاں کی تھی، حرما پھپھو تو دادا ابو کو سوپ بھی پلا رہی تھیں، وہ گھر سے ان کے لئے بنا کے لائی تھیں''۔ زین اسے وہاں کی ایک ایک بات کی تفصیل دے رہا تھا۔

''شکر ہے اللہ کا، مجھے تو بڑی فکر تھی''۔ اس نے تشکر بھرا سانس لیا۔ زین کے لئے چائے بنانے لگی، دعا بھی سو کر اُٹھ گئی تھی، لیل ماہ پورا دن گھر میں اکیلی رہتی تھی، لائبہ اس کے پاس چکر لگا لیتی تھی اور بسمہ بھی دو ایک دفعہ آئی تھی، وہ بہت باتونی، حاضر جواب لڑکی تھی، لیل ماہ سے گھنٹوں باتیں کرتی تھی۔

''آپ چلیں گی اسپتال؟''

''امی اور بھابی آ جائیں گی تو میں پھر چلوں گی، گھر پر بھی تو کوئی ہونا ضروری ہے''۔ چائے بنا کے وہ ٹیبل پر رکھ ہی رہی تھی، حرما اور بھابی شہران کے ساتھ چلی آئی تھیں، شہران گرے پینٹ پر نیوی بلیو ٹی شرٹ میں ہمیشہ کی طرح سنجیدہ لگ رہا تھا۔

''آ جاؤ بیٹھو''۔ حرما نے شہران کو بیٹھنے کا اشارہ کیا، لیل ماہ حیران سی اسے کن انکھیوں سے دیکھنے لگی۔

''حرما! چائے بنالو، شہران اسپتال لے جائے گا، تمہارے بھائی جان منگوا رہے ہیں، ذیشان بھی اُدھر ہی ہیں''۔ بھابی چادر اُتار کے اسے ہدایت دیتی ہوئیں کچن میں چلی گئیں۔

''لیل ماہ! پہلے ہم دونوں کو چائے دے دو، بہت تھکن ہو رہی ہے''۔ حرما نے اپنے پاؤں چپل سے آزاد کیے۔ وہ سر ہلاتی ہوئی چلی گئی، زین اور شہران باتوں میں لگ گئے تھے، حرما نہانے چلی گئی تھی، اس نے چائے کے ساتھ بسکٹ اور چپس بھی پلیٹوں میں سجائے اور ٹرے اُٹھائے لاؤنج میں آ گئی، وہ بھری ہوئی ٹرے ٹیبل پر رکھنے لگی، کل تک اس شخص کی ہمت نہیں تھی، اس گھر میں قدم رکھے، اور آج حالات ایسے ہو گئے تھے، اسے اتنی عزت اس گھر میں دی جا رہی تھی، اسے سب مطلب پرست اور خود غرض ہی لگے، ارباز بھائی تو کچھ بولتے ہی نہیں تھے، بھابی نے کتنی باتیں بنائی تھیں اور ابو اس کے گھر کے تمام افراد سے نفرت کرتے تھے، اور آج اسی گھر کے شخص نے ان کی مدد کی تھی، شہران اگر بروقت اسد مرزا کو اسپتال نہیں لے جاتا تو جانے کیا سے کیا ہو جاتا۔ یہ بھی قدرت کا نظام ہے، جس سے جتنا نفرت کرو قدرت اسی کو سامنے لا کر کھڑا کر دیتی ہے کل تک اسد مرزا ان لوگوں کو دھتکارتے تھے اور آج وہی لوگ سب سے زیادہ عزت اور اہمیت کا درجہ رکھتے تھے۔ زین کو باہر کوئی بلانے آیا تو وہ نکل گیا، لیل ماہ لب بھینچ کر رہ گئی، شہران کی نگاہ جھکی ہوئی تھی، ایک دفعہ بھی اس نے نگاہ غلط نہیں ڈالی تھی۔

''چائے آپ کے گھر مہمانوں کو اسی طرح منہ پر ماری جاتی ہے، سامنے رکھی اور چلی گئیں؟'' طنز بھری روکھی آواز نے اس کے قدم روک دیے، وہ شہران کی سنجیدہ صورت غور سے دیکھنے لگی، جو آج بھی اسے ایسا ہی اکھڑ اور بدتمیز لگ رہا تھا۔

''چائے پینے کا مجھے شوق بھی نہیں ہے، کیونکہ مجھے بلاوجہ کسی کے گھر کھانے پینے کی عادت نہیں ہے''۔ پھر طنز میں ڈوبا تیر مارا۔

''ویسے میرا اور تمہارا حساب آج بھی وہی ہے، میں اپنے ارادوں سے ہٹا نہیں ہوں، تمہیں یہاں سے لے کر ہی جاؤں گا''۔

''شٹ اپ، بکواس بند کریں''۔ وہ تیز لہجے میں گویا ہوئی۔

''یاد رکھنا تم لوگوں کی طرف میرا حساب کتاب نکلتا ہے، وقت آنے پر وہ سود سمیت لے لوں گا''۔ رعونت اور دھونس بھرے انداز میں اسے گھورا۔ لیل ماہ اندر تک کانپ کر رہ گئی، شہران کی آنکھوں سے وحشت اور چنگاریاں نکل رہی تھیں اتنے میں حرما فریش ہو کر آ گئی تھی۔

''اچھا بھابی! میں چلتا ہوں، آپ کو جب بھی جانا ہو مجھے کال کر دیجئے گا''۔ شہران اسے دیکھ کر مؤدب بن کے کھڑا ہو گیا، لیل ماہ منہ ہی منہ میں اسے گالیاں دیتی ہوئی چلی گئی، جو ابھی بھی نہیں سدھرا تھا۔

☆..........☆..........☆

آج ہمت کر کے وہ اندر آ گیا تھا، بڑا سا جچا تلا ڈیکوریٹ شوروم آج بھی منفرد لگ رہا تھا، اس کی ایک ایک سیٹنگ اور ڈیزائننگ حمدان کی تھی۔

''جی فرمایئے!'' حمدان کی ہی عمر کا لڑکا ریوالونگ چیئر پر بیٹھا اس سے مخاطب ہوا۔

''مجھے گاڑی لینی ہے''۔ اس نے سنبھل کے آفس کا جائزہ لینا شروع کیا۔

''آپ کی رینج کتنی ہے؟'' وہ لڑکا حمدان کو بغور دیکھنے لگا، مگر حمدان کی نگاہیں تو ایک چھوٹے سے کرسٹل کے شوکیس میں رکھے گاڑی کے ماڈل پر تھیں، وہ یہ ماڈل امریکہ سے اس وقت لایا تھا، جب شوروم بن رہا تھا، جو بھی دیکھتا تھا اسے شوکیس میں رکھی خوبصورت چھوٹی سی ریڈ کار بہت پیاری لگتی تھی، اور اس نے خود ہی اپنے آفس میں سائیڈ پر وہ شوکیس رکھا تھا، لائٹنگ بھی اس نے لگوائی تھی جو اور جگمگ کرتی تھی۔

''ایکسکیوزمی! یہ ماڈل آپ لوگوں نے کہاں سے لیا؟'' وہ گویا ہوا۔

''یہ ماڈل تو شروع سے یہیں ہے''۔

''کیوں، آپ کو نہیں پتا؟'' حمدان نے استفسار کیا اور اس کے چہرے کو بھانپنے لگا۔

''سر! یہاں تو میں خود کام کرتا ہوں، اس شوروم کے مالک تو کوئی اور ہیں''۔ وہ بتانے لگا۔

''کون ہیں، نام بتانا پسند کریں گے؟'' وہ پیشانی پر پُرسوچ لکیروں کے جال لئے اس بندے سے مخاطب تھا۔

''جاوید کیانی''۔

''جاوید کیانی.....؟'' حمدان چونک کر رہ گیا اور پہلو بدل کے کھڑا ہو گیا، جاوید کیانی تو ابو کے خاص بزنس فرینڈز میں تھے، شوروم.....اور ان کا۔

''جاوید کیانی تو خود تنخواہ پر ''شمشاد اینڈ کو'' میں جاب کرتے تھے''۔ وہ اسے بتانے لگا۔

''سر! مجھے نہیں پتا، یہ بتایئے آپ کو گاڑی دکھاؤں؟'' وہ شخص شاید اکتاہٹ کا شکار ہو گیا تھا، بیزاری سے پوچھنے لگا۔

''میں پھر آؤں گا''۔

''آپ کو کیا شوروم کے مالک کے بارے میں معلومات کرنی تھی؟'' اس کے لہجے میں طنز تھا۔

''نہیں، اصل میں مجھے ابھی کوئی کام یاد آ گیا ہے، یہ بتایئے آپ کے مالک مجھے ملیں گے کب؟'' جاتے جاتے پلٹ کے آیا۔

''وہ روز شام میں پانچ بجے تشریف لاتے ہیں''۔

''ٹھیک ہے، کسی دن اسی ٹائم پر آؤں گا، کیونکہ جاوید کیانی صاحب میرے پرانے جاننے والوں میں سے ہیں''۔ حمدان بائیک کی کی رنگ اُٹھا کر باہر نکل گیا۔ اسے ساری حقیقت جاوید کیانی سے مل کر ہی معلوم ہو گی، وہ اور اتنے بڑے شوروم کے مالک.....کیسے بن گئے؟ جو ابو کے ہر وقت ساتھ ساتھ رہتے تھے، انہوں نے قبضہ کیسے کر لیا؟

ذہن اس کا اور اُلجھ گیا تھا، امی سے وہ ذکر بھی نہیں کرنا چاہتا تھا، کیونکہ وہ بھی لگتا تھا اس سے کچھ چھپا رہی ہیں، اسے ہی کچھ کرنا ہو گا، شوروم تو اسے حاصل کرنا ہی ہو گا، اصلی ڈاکومنٹس اس کے پاس تھے جھٹکے سے بائیک سگنل پر رُکی، آفس سے وہ مشکل سے نکلا تھا، روحیل سکندر سب کچھ اس پر چھوڑ کر بری الذمہ ہو گئے تھے، اریشماء نے بھی اب تو آفس آنا چھوڑ دیا تھا۔

''مسٹر! نظر نہیں آتا؟'' ایک خاتون اپنی گاڑی سے باہر نکلی تھیں۔ حمدان سوچوں سے باہر آیا، اس کی بائیک ان خاتون کی گاڑی سے ٹکرا گئی تھی۔

''سوری، سوری!'' اپنی بائیک سائیڈ پر کی، روڈ پر ٹریفک کا اتنا ہجوم تھا کوئی متبادل راستہ بھی نہیں مل رہا تھا، تھکن سے بُرا حال تھا۔

☆..........☆..........☆

''ہم پر احسان کر رہا ہے، ہماری مدد کر کے''۔ اسے شہران پر غصہ آ رہا تھا، جو اسے کتنا کچھ سنا کے گیا تھا۔ اسد مرزا کی طبیعت بہتر ہوگئی، تو انہیں ڈسچارج کر دیا گیا تھا، روز ہی کوئی نہ کوئی آتا رہتا تھا، مریم پھپھو اور وسیم انکل بھی ابو کو دیکھنے آئے تھے، لیل ماہ کا دل بہت پریشان تھا۔

''لیل ماہ! ایک بات تو بتاؤ''۔ پھپھو اس کے پاس کچن میں ہی چلی آئیں، وہ دوپہر کے کھانے میں پلاؤ بنا رہی تھی، پڑھائی وغیرہ تو سب چھوڑی ہوئی تھی، مکمل توجہ گھر کے کاموں پر دی ہوئی تھی۔

''جی پوچھیئے!'' پلاؤ کو دم لگا چکی تھی۔

''حرما کے سسرال والے کیسے ہیں؟ مطلب وہاں خوش تو رہ رہی ہے؟''

''بہت زیادہ خوش رہ رہی ہیں، آپی کی ساس ان کا بہت خیال رکھتی ہیں''۔ اس نے انہیں مطمئن کیا۔

''اور اس کے سسر کیسے ہیں؟ ان کا کردار تو سب ہی جانتے ہیں''۔ مریم پھپھو جھجکتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

''پھپھو! ایسا کچھ نہیں ہے، انہیں خواہ مخواہ بدنام کیا ہوا ہے''۔ لیل ماہ کو ان کا یہ انداز بالکل اچھا نہیں لگا۔

''میں نے تو سنا تھا سسر بس ایسے ہی ہیں''۔

''پھپھو! آپ وسیم انکل سے پوچھ لیتیں، وہ تو آپی کے سسر کو اچھی طرح جانتے ہیں''۔ اس نے طنز بھری نگاہوں سے دیکھا۔

''تمہارے انکل کو اب فرصت ہی نہیں، جو ان سے دوستی رکھیں، انہیں مصروفیت ہی اتنی ہوگئی ہے''۔ مریم نے جھٹ صفائی دی۔

''پھپھو! دیکھئے آپی کی وہاں شادی ہوگئی ہے اور جن حالات میں ہوئی ہے، آپ بھی بخوبی جانتی ہیں، آپی کو بدنام کیا گیا تھا، آپی کا ایسا ویسا کوئی افیئر ذیشان بھائی سے نہیں تھا۔ پتا ہے حماد کے گھر والوں کو یہ بکواس کی کس نے ہے؟'' اسے تو اسی بات کا بہت غصہ تھا۔

''حرما بہت پیاری بچی ہے، میں بھی اسے بچپن سے جانتی ہوں، مگر ذیشان اس کے ساتھ پڑھتا تھا''۔

''پھپھو! ضروری ہے جو ساتھ پڑھتے ہوں، ان کا آپس میں افیئر بھی ہو؟ ایسی کوئی بات نہیں تھی''۔ وہ جھنجھلا کے گویا ہوئی، اسے مریم پھپھو کا تفتیشی انداز نہایت گراں گزر رہا تھا۔

''بیٹا! تم مجھے غلط نہیں سمجھو کہ میں حرما پر شک کر رہی ہوں، مگر مجھے یہ بہت خوشی ہے، حرما وہاں بہت خوش ہے''۔ انہوں نے مسکرا کے اسے دیکھا۔

''میں اپنے بھائی کو جانتی ہوں، وہ غصے کے کتنے تیز ہیں، وہ وضاحت اور صفائی کچھ نہیں سنتے''۔ انہوں نے اسے دیکھا جو بےزاری لگ رہی تھی۔

''چلو اب تو حالات بہتر ہوگئے ہیں، بھائی جان ٹھیک ہو جائیں، ہمارے لئے یہی کافی ہے''۔

''پھپھو! ابو کو میں بھی جانتی ہوں، وہ مجھے نہیں لگتا آپی کو قبول کریں''۔

''ارے، اس کے دیور نے مدد کی ہے اور ایسے وقت پر جب کسی نے ساتھ نہیں دیا اور غیر نے آگے بڑھ کے اسے سہارا دیا''۔ وہ اسے تسلی دینے لگیں۔

''پتا نہیں کیا ہوگا''۔ لیل ماہ کو آگے کا سوچ کر ہول اُٹھ رہے تھے، شہران کے ارادوں کو جانتی تھی، وہ کیا کرنے والا تھا، اس نے بہت سوچنے کے بعد یہ فیصلہ کیا، حرما کو اس دن کی بھی بات بتا دے، مگر پھر یہ بھی سوچتی تھی، حرما کی ساس کو بُرا نہ لگے، ان کے بیٹے پر وہ ایسے الزام لگا رہی ہے۔

''لیل ماہ! کھانا تیار ہو گیا ہے، تو لگا دو، ذیشان جانے کے لئے بیٹھا ہے''۔ امی کچن میں چلی آئی تھیں۔ مریم پھپھو تو پہلے ہی نکل گئی تھیں۔

''امی! ذیشان بھائی سے ابو نے کچھ بات وغیرہ کی؟'' اسے یہ بھی تو فکر تھی ذیشان کو داماد کے روپ میں قبول بھی کریں گے یا نہیں؟

''ہاں کی تو ہے''۔ امی کا لہجہ افسردہ تھا۔

''امی! کیا ابو ابھی بھی اپنے رویے میں لچک نہیں لائیں گے؟'' لیل ماہ کے لہجے میں حسرت اور دکھ بھی تھا۔

''ابھی تو ان سے کچھ نہیں کہہ سکتے، کیونکہ ڈاکٹر نے کہا ہے ان سے کوئی بھی ٹینشن اور فکر کی بات نہیں کی جائے''۔

''ہوں....!'' لیل ماہ نے سر ہلایا۔

''جو بھی ہے وقت سب کچھ بدل دیتا ہے، دیکھو جن سے تمہارے ابو نفرت کرتے تھے، انہی لوگوں نے آگے بڑھ کر ہماری مدد کی ہے، ورنہ اتنا پیسہ کہاں سے آتا؟'' امی پلیٹیں وغیرہ سیٹ کروانے لگیں۔

''شہران بھی اچھا بچہ ہے، ہم تو اس کے مقروض ہوگئے ہیں، ساری زندگی کے لئے''۔

''امی! آپ ایسا کیوں سوچتی ہیں؟ اگر اس نے ہماری مدد کی ہے تو ہم اسے سر پر بٹھا لیں گے؟''۔ وہ تو تنک ہی گئی۔

''ایسی بات نہیں کرو، جو حقیقت ہے، اسے تو ماننا ہے، وہ بچہ اسپتال میں بھی رات دن لگا رہا ہے، لانا لے جانا بھی کتنا کیا ہے''۔ امی تو شہران کو دعائیں دیتے نہیں تھک رہی تھیں، لیل ماہ اندر ہی اندر سُلگ رہی تھی، کیونکہ شہران کی آنکھوں سے اسے خوف آ رہا تھا۔

''امی! آپ لوگ اسے زیادہ اہمیت نہیں دیں، مجھے ٹھیک کریکٹر کا نہیں لگتا ہے''۔ اس کے دل میں تو شہران کے لئے زہر ہی تھا۔

''فضول بکواس نہیں کرو، ایک تو اس نے ہماری مدد کی اور تم اسے اُلٹا سیدھا بول رہی ہو، زبان کو اپنی روک کے رکھا کرو''۔ امی اسے ڈانٹ کے چلی گئی تھیں، کل تک سب شہران اور اس کے گھر والوں کو بُرا کہتے تھے اور آج لہجہ اتنا ٹھنڈا کیسے ہوگیا تھا۔

☆..........☆..........☆

وہ لنچ کے لئے ڈائننگ روم میں آئی، روحیل سکندر وہاں بیٹھے تھے اور فوزیہ سکندر سوچ میں مستغرق تھیں۔

''ڈیڈی! خیریت تو ہے، ممی اور اتنی خاموش؟'' اسے اچنبھا بھی ہوا۔

''تمہاری ممی ہر بات کی بلاوجہ اتنی فکر کرتی ہیں''۔ وہ بڑے فریش انداز میں گویا ہوئے۔ اریشماء پنک جارجٹ کے پرنٹڈ کپڑوں میں بالوں کو کیچر میں مقید کیے ان کے سامنے والی چیئر پر بیٹھی۔

''پھر بھی بات کیا ہے؟'' سوالیہ نگاہ دونوں پر ڈالی، ممی نے ایک نظر اپنی کامنی سی بیٹی پر ڈالی۔

''بیٹا! آپ اپنا ٹیکسٹائل کا کورس پورا کرلو''۔

''جی ڈیڈی!'' حیرانگی کا زبردست جھٹکا لگا تھا۔

''اس میں حیرانگی کی کیا بات ہے؟ تمہاری ممی بھی حیرانگی میں گم صم بیٹھی ہیں''۔ روحیل سکندر فریش لہجے میں ہنستے مسکراتے گویا ہوئے۔

''ڈیڈی! کورس تین سال کا ہے، سوچ لیں آپ..... کبھی مجھے درمیان سے اُٹھالیں؟'' اریشماء تو سن کے خوش ہوگئی، کسی طرح تو تیمور جیسے وبال سے بچنے کا یہی راستہ تھا۔

''میں نے کامران سے کہہ دیا ہے، تمہاری شادی تین سال کے لئے آگے بڑھادے''۔ نگاہیں چرانے لگے، وہ اسے تو کچھ بتا بھی نہیں سکتے تھے، انہیں اچانک سے تیمور کیوں بُرا لگنے لگا تھا؟

''سچ ڈیڈی.....!'' وہ تو خوشی سے ان کے گلے سے لگ گئی۔

''ہاں بیٹی کو اور ہاتھوں سے نکال دیں، کبھی آفس تو اب پڑھائی کا شوشہ نکال لیا، مجھے ویسے ہی آپ باپ بیٹی کی شکل مشکل سے دیکھنے کو ملتی ہے''۔ فوزیہ روحیل غصے میں بھری بیٹھی تھیں، روحیل سکندر انہیں کب سے منانے میں لگے ہوئے تھے۔

''ممی! ایک بات کہوں؟'' وہ مسکراتے ہوئے سر کھجانے لگی۔

''میرا ابھی آگے کچھ بھی کرنے کا دل نہیں چاہ رہا، دوسال پہلے کرلیتی تو کرلیتی، اب موڈ ہی نہیں ہے''۔

''اریشما بیٹا! میں کہہ رہا ہوں، تم کورس کرو''۔ روحیل سکندر گھبراہٹ کا شکار ہوگئے، یہی ایک موقع تو ملا تھا اُسے تیمور سے شادی سے بچانے کا۔

''ڈیڈی! پتا نہیں موڈ نہیں ہے''۔ وہ انکاری تھی۔

''بیٹا! تم سوچ لو، پھر نہیں کہنا تمہارا شوق رہ گیا، جبکہ ابھی تمہاری شادی میں بھی ٹائم ہے''۔ انہوں نے اسے گویا سمجھانے کی آخری کوشش کی۔

''ٹھیک ہے، سوچ لوں گی، مگر ڈیڈی! شادی میں تین سال کا وقفہ ہی رکھیئے گا، کبھی آپ چچی جان یا چچا جان کے کہنے میں آجائیں''۔ ملازمہ کھانا لگانے لگی تھی، وہ تینوں ہی پھر خاموش ہوگئے۔ اریشماء بہت خوش تھی، کسی طرح تو اس کی جان چھوٹے گی اور پھر ہوسکتا ہے، حمدان کی طرف سے کوئی رسپانس ہی مل جائے، جانے کیوں اس کا دل کہتا تھا، حمدان ضرور اس کی طرف آئے گا۔

''ممی! میں زویا کی طرف ہوآؤں؟'' اسے یہ خوش خبری بھی تو سنانی تھی، اس کے ہر راز کی رازداں تھی، اپنے دل کی باتیں شیئر کر کے سکون ملتا تھا۔

''جلدی آجانا، مجھے اور تمہارے ڈیڈی کو ان کے دوست کے گھر جانا ہے''۔ فوزیہ روحیل اس کے لئے پلیٹ میں آلو پالک نکالنے لگیں۔

☆............☆............☆

(جاری ہے)

WWW.PAKSOCIETY.COM
شازیہ مصطفیٰ عمران
قسط نمبر 19۔
سلسلے وار ناول
کبھی عشق ہو تو پتہ چلے
www.paksociety.com
www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM

''ڈیڈی! آپ کو اسلام آباد بھی تو جانا تھا کب جائیں گے؟'' اریشماء نے انہیں یاد دلایا۔

''ہوں.... نیکسٹ ویک سوچ رہا ہوں، تمہاری ممی کو بھی ساتھ لے جاؤں گا''۔ کھانے سے فارغ ہو کر وہ چیئر کھسکاتے اٹھ گئے، ممی ٹیبل سے برتن اٹھانے لگی تھیں۔

☆............☆............☆

حمدان کب سے الماری کھولے ہوئے تھا اور فائل کا کچھ اتا پتا نہیں تھا، اس نے خود اپنی الماری میں رکھی تھی، پھر نکالی کس نے، کہاں گئی؟

''کہیں امی نے تو نہیں.....؟'' اس نے الماری کا پٹ دھڑ سے بند کیا اور اپنے روم سے نکلا۔

''امی.... امی!''

کیا ہو گیا؟'' امی بھنڈیاں کاٹنے میں مصروف تھیں، حمدان کے چہرے پر جھنجلاہٹ اور بے زاری سب عیاں تھی۔

''میری الماری میں ایک فائل تھی، وہ آپ نے نکالی ہے؟'' اس نے تمہید باندھے بغیر ان سے دریافت کیا۔

''ہاں، میں نے نکالی ہے، بے کار چیزوں کو کیوں الماری میں رکھتے ہو؟ میں نے ردّی میں ڈال دی ہے''۔

''امی! آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟ اصل ڈاکیومنٹس ہیں، اور یہی پروف ہمیں اپنا شوروم دلوا سکتا ہے''۔ وہ متفکر زدہ ہو گیا، مگر امی اتنے اطمینان سے بول رہی تھیں، جیسے انہیں اس فائل کی واقعی ضرورت نہیں تھی، جب ہی ردّی میں ڈال دی تھی۔

''تمہیں کیا ضرورت پڑی ہے شوروم کے پیچھے پڑنے کی؟ وہ ہمارا نہیں تھا''۔ انہوں نے بےزاری سے کہا۔

''مجھے شوروم کی پڑی ہے، کیونکہ آپ مجھے اصل بات سے آگاہ نہیں کر رہی ہیں، مجھے ہی اصل بات تک پہنچنا ہے، کچھ تو گڑبڑ ہوئی میرے پیچھے جو ابو کے ہاتھ سے سب کچھ پھسلتا چلا گیا''۔ اس نے بھی مصمم ارادہ باندھ لیا تھا، وہ ساری بات جان کے رہے گا۔

''حمدان! میرے بچے، یہ تم کن چکروں میں پڑ گئے ہو، کیوں ضد باندھ کے بیٹھے ہو، بیٹے مجھے پریشان نہیں کرو، میں پہلے ہی تمہارے ابو کو کھو چکی ہوں، مجھ میں اب برداشت نہیں، اپنے کسی بچے کو کھونے کی''۔ امی کی آنکھوں میں پریشانی اور خوف واضح تھا۔

''انشاء اللہ تعالیٰ! اس دفعہ کچھ بھی گڑبڑ نہیں ہو گی اور کوئی نہیں کھوئے گا، کیونکہ میں سچ کا پتہ لگا کے رہوں گا، مجھے یقین ہے ہمارے حالات پہلے جیسے ہو جائیں گے، آپ مجھے وہ فائل دے دیں، ورنہ پھر ہاتھ سے چلا جائے گا''۔ حمدان بہت مضمحل اور پریشان ہو رہا تھا۔

''کیوں ضد باندھ رہے ہو؟ بھول جاؤ سب جو کبھی ہمارا تھا، تمہاری جاب ماشاء اللہ بہت اچھی ہے، ہمارا گزر بسر اچھا ہو رہا ہے''۔ امی نہیں چاہتی تھیں اُسے ساری حقیقت معلوم ہو اور پھر وہ سن کر مشتعل ہو جائے۔

''ٹھیک ہے، آپ نہیں بتا رہی ہیں تو رہنے دیں، میں خود ہی پتہ لگا لوں گا''۔ وہ مایوس ہو گیا کیونکہ امی کا لہجہ ایسا تھا، وہ اسے ذرا بھی کچھ نہیں بتائیں گی۔

مصباح نے ان دونوں کی باتیں کچن میں کھڑی ہو کر بغور سنی تھی، فائل اسے پتہ تھا امی نے کہاں چھپائی ہے، اسے

بھی سن کے بے چینی ہوئی، پھر سے ہمارا سب کچھ ہو جائے، پہلے جیسے دن آ جائیں جب سب کچھ تھا کسی طرح کی بھی فکر نہیں تھی۔

''بھائی! فائل یہ رہی''۔ حمدان نے چونک کر حیرانگی سے مصباح کو دیکھا اسے خبر کیسے ہوئی وہ فائل تلاش کر رہا تھا۔

''تمہیں کیسے پتہ؟'' فائل اس نے فوراً لے لی۔

''میں نے آپ کی اور امی کی باتیں سن لی تھیں اور مجھے بھی اس کے بعد یہ خوشی ہوئی کہ سب کچھ ہمارا پہلے ہو جائے گا''۔

''ہاں تم دعا کرو، انشاء اللہ تعالیٰ! میں شوروم واپس لے کر چھوڑوں گا''۔ حمدان مصمم ارادہ باندھ چکا تھا اور اسے سب کچھ حاصل کرنا ہے۔

مصباح کو اس نے گلے سے لگایا، اس نے اس کی خوشیاں بھی تو پوری کرنی تھیں، اب وہ اس کی ذمے داری تھی۔

☆............☆............☆

جس دن سے اس نے روحیل سکندر کا رویہ اپنے ساتھ سرد دیکھا تھا، اسے بہت غصہ آ رہا تھا، آفس روز ہی آتا تھا اور گھنٹوں فضول بیٹھا رہتا تھا، ابھی بھی اسے آئے ہوئے گھنٹے سے اوپر ہو گیا تھا، آفس بھی آف ہو رہا تھا، حمدان بھی نکلنے ہی والا تھا۔

''تیمور بیٹا! تم کچھ اپنے بزنس پر بھی توجہ دیا کرو، کامران ہی اکیلا سب کچھ دیکھتا ہے''۔ روحیل سکندر نے اس کے پُرسوچ چہرے کو تنقیدی نگاہوں کی زد میں لیا۔ حمدان نے اور اریشماء نے حیرانگی سے ایک دوسرے کو دیکھا، روحیل سکندر نے پہلی بار اسے یوں ٹوکا تھا۔

''تایا ابو! وہ اصل میں پاپا مجھے منع کر دیتے ہیں، تم بزنس کی فکر نہیں کیا کرو''۔ اس نے گڑبڑا کے جواب دیا، بلیک پینٹ پر فان کلر کی شرٹ میں حمدان سوبر سے انداز میں اسے ہی جانچ رہا تھا، اسے سب خبر تھی تیمور کا وقت کہاں گزرتا ہے۔

''پھر بھی بیٹا! تمہیں دیکھنا چاہیے''۔ وہ کی رنگ وغیرہ اٹھانے لگے۔

''ڈیڈی! میں گھر جا رہی ہوں''۔ اریشماء کو تیمور کی موجودگی ہمیشہ کوفت میں مبتلا کر دیتی تھی، سی گرین کاٹن کے جدید اسٹائلش لباس میں وہ ہمیشہ کی طرح خوبصورت لگ رہی تھی۔

''ہاں تم جاؤ!'' روحیل سکندر گویا ہوئے۔

''تایا ابو!'' میں اریشماء کو لے جانے آیا تھا''۔ وہ کھسیا گیا۔

''اریشماء کی ممی کی کچھ طبیعت خراب ہے، وہ گھر جا رہی ہے اور میں تم سے بیٹا یہی کہوں گا ایسے گھومنا پھرنا اچھا نہیں لگتا''۔ حیرانگی کا جھٹکا حمدان اور اریشماء کو لگا، روحیل سکندر اور ایسی بات.....! تیمور کے ساتھ ان کا رویہ روکھا اور سرد مہر ہونے لگا تھا۔

''آپ نے ایسا پہلے تو کبھی نہیں کہا''۔ تیمور کا لہجہ فہمائشی اور طنزیہ تھا، اس کی جلن اور حسد والی نگاہیں حمدان کو بھی دیکھ رہی تھیں، اریشماء کے لب مسکرانے کو بے چین تھے، کیونکہ تیمور کو ڈیڈی نے جو گھیر لیا تھا۔

''پہلے ایسا کبھی سوچا نہیں اور نہ ہی دیکھا، اس لئے میں نے تم سے آج کہہ دیا، تم اس کا بُرا نہیں مانو، ہم چاہے کتنا

ماڈرن ہو جائیں، مگر ہمیں اپنی مشرقی اور مذہبی اقدار کا بھی پاس رکھنا چاہیے''۔ سمجھانے کے ساتھ ان کا انداز جتانے والا بھی تھا۔

تیمور پہلو بدل کر رہ گیا کیونکہ لاجواب جو ہو گیا تھا، مگر اسے حمدان کے سامنے اپنی یہ کھلی تضحیک ہی لگ رہی تھی، اس کا شیطانی دماغ اس پل بہت کچھ سوچ رہا تھا، اندر کا انتشار اس کی آنکھوں اور چہرے کے تاثرات سے مخفی نہیں رہ سکا تھا، روحیل سکندر کو بخوبی اندازہ تھا، اسے ان کی باتیں ناگوار گزر رہی تھیں، جبکہ حمدان اس کے شیطانی دماغ کو اچھی طرح سمجھتا تھا، مگر وہ موقع کی تلاش میں تھا، کب وہ اپنے ہتھکنڈوں سمیت ہاتھ آتا ہے، پھر اس نے خفیہ شادی بھی تو کی ہوئی تھی، وہ بھی فارنر لڑکی سے جو اس کے بچے کی ماں بننے والی تھی۔

''اریشماء! تم میرے ساتھ چلو''۔ تیمور کے جاتے ہی انہوں نے گہری سوچ میں ڈوبی اریشماء کو مخاطب کرلیا۔

''سر! میں بھی چلتا ہوں''۔ حمدان بھی اپنے مسئلے میں اٹکا ہوا تھا، اس نے یہ سب ان سے بھی شیئر نہیں کیا تھا، مگر روحیل سکندر کو حمدان بہت عزیز تھا، ان کے محسن کا بیٹا تھا، جس کا احسان وہ زندگی بھر نہیں بھولیں گے۔

''بیٹا! مجھے ایسا لگتا ہے، آپ کسی اُلجھن کا شکار ہیں''۔ جانچتی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا۔

''نہیں سر! ایسی کوئی بات نہیں ہے''۔ وہ ہڑبڑایا، اریشماء کی نگاہیں تو پہلے ہی اس پر سے ہٹنے کو تیار ہی نہیں رہتی تھیں، جتنی دیر وہ سامنے ہوتا وہ اس کا ہر انداز اور نقش جذب کرتی رہتی تھی۔

''ایسی کوئی بات ضرور ہے، کیونکہ آپ اُلجھے ہوئے رہتے ہیں، آفس سے جلدی جانے لگے ہیں، گھر میں تو کوئی مسئلہ نہیں ہے؟ آئی مین، بہن کی شادی بھی سر پر ہے''۔ روحیل سکندر قدرے جھجکتے ہوئے گویا ہوئے۔

''سر! بہن کی شادی کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، بس کچھ ایسے مسئلے ہوتے ہیں جو ہم چاہ کر بھی بیان نہیں کرسکتے ہیں، کیونکہ ذہن اتنا اُلجھ چکا ہوتا ہے اور تھک چکا ہوتا ہے، تو پھر ذہن یہ کہتا ہے اس کا ذکر بھی کرنے سے فائدہ نہیں، جب تک ہو ممکن مسئلے کو نمٹانے کی کوشش میں لگے رہو''۔ نرم اور تھکے ہوئے لہجے میں ایسی ذومعنی بات ان دونوں کو ہی اچنبھے میں مبتلا کرنے لگی۔

''بیٹا! مسئلے شیئر کرنے سے بھی حل ہو جاتے ہیں، کیا پتہ میں آپ کا وہ مسئلہ حل کرسکوں''۔ انہیں حمدان کی پریشانی دیکھ کر فکر ہونے لگی، وہ آخر کس اُلجھن کا شکار ہے جو اتنے دن سے چپ چپ بھی ہے۔

''سر! میں سوچوں گا مسئلہ آپ کو بتانے کا بھی ہے یا نہیں''۔ وہ سر ہلا کر اُٹھنے لگا۔

''حمدان بیٹا! آپ میرے لئے بالکل اپنے بچے کی طرح ہیں، آپ مجھ پر اعتماد تو کر کے دیکھیں، ہوسکتا ہے میں آپ کے کام آجاؤں''۔ ان کے لہجے میں محبت وشفقت اور اپنائیت تھی، حمدان نے مسکرا کے پھر سر ہلایا۔

اریشماء تو ہر وقت ہی اسے پڑھتی رہتی تھی، اسے بھی یہ فکر لگ گئی کہ ایسی کون سی بات ہے جس نے حمدان کو اتنا پُرسوچ اور خاموش کردیا ہے، شام پانچ بجے وہ آفس سے نکل جاتا تھا، ایک دو میٹنگ بھی اس نے اٹینڈ نہیں کی تھیں، کچھ تو پریشانی ہے۔

''تھینکس۔ سر! آپ فکر نہیں کریں، سب سے پہلے میں آپ کے پاس ہی آؤں گا مسئلے کا حل لینے، مگر ابھی مجھے کوشش کرنے دیں''۔ اس نے خوشدلی سے ان کی یہ آفر بھی قبول کرلی۔

☆............☆............☆

اتنے بڑے جھٹکے کے بعد اسد مرزا کے اندر بہت بدلاؤ آگیا تھا، یا پھر بیماری نے انہیں چپ کروا دیا تھا، وہ خاموش لیٹے رہتے تھے، امی سے بھی اب تو ذرا بھی کوئی الٹی سیدھی بات نہیں کرتے تھے، لیل ماہ ان کے سارے کام کر رہی تھی، امی بھی ان کی بیماری کے بعد کچھ بیمار سی اور تھکی تھکی ہوگئی تھیں، لیل ماہ نے گھر کے کاموں کے علاوہ ابو کے کاموں کی ذمہ داری خود اُٹھالی تھی، ان کے کپڑے وغیرہ خود دھوتی تھی، کھانا بھی وقت پر دیتی تھی، دوائیوں کو کھلانے کا ٹائم یاد رکھتی، بھابی پہلے بھی خود میں مگن تھیں، ابھی بھی ویسی ہی تھیں، ہر وقت ٹائم کا رونا اور کام کا رونا روتی رہتی تھیں، جب انہیں ٹائم ملتا آرام میں وقت گزارتی تھیں اور کام بھی ان کے رہ جاتے تھے۔

حرما ہر دوسرے دن ذیشان کے ساتھ چکر لگا لیتی تھی، یا پھر صبح سے پورے دن کے لئے رہنے آجاتی تھی، وہ بھی ابو کے کام خود کرتی تھی، لیل ماہ نے اپنی پڑھائی بھی چھوڑ دی تھی، حرما اور لائبہ نے اسے کتنا سمجھایا، مگر اس نے صاف انکار کردیا تھا، کیونکہ جب سے اس کا اس ادھیڑ عمر شخص سے رشتہ ہوا تھا، دل اس کا مرجھا گیا تھا، منیب الرحمن کا بھی کچھ اتا پتا نہیں تھا، یا تو وہ بارات لا رہے تھے۔

''آپی! تم ہی کچھ پوچھو، یہ منیب الرحمن کے رشتے سے میری جان تو چھوٹے، میں ذہنی اذیت کا شکار ہوگئی ہوں''۔ وہ جھنجھلائی کھسیائی بے ضرری روتی صورت بنائے گویا ہوئی۔

''امی سے پوچھا تھا، کہہ رہی تھیں ابو کو ہی پتہ ہوگا''۔

''ارباز بھائی بھی کچھ تو خبر رکھتے ہوں گے، آپ جانتی ہی ہیں بھابی کو تو بے چینی لگی ہوتی ہے ہر بات کی''۔ لیل ماہ نے اس کی پُرسوچ صورت دیکھی

''ہوں.... امی سے کہوں گی ارباز بھائی سے ہی پوچھیں، ابو سے پوچھنا بے کار ہے، ان کی کنڈیشن تم دیکھ رہی ہو، کتنے چپ سے ہوگئے ہیں''۔ حرما کو ابو کی بھی بہت فکر تھی۔

''ابو نے کبھی کسی کی نہیں مانی ہے اور ابھی بھی دیکھو ابو میرے ساتھ کیا کرنے جارہے تھے اور آپی! تمہارے ساتھ بھی ابو نے کتنا بُرا کیا ہے''۔ لیل ماہ کے لہجے میں دکھ اور محرومی تھی۔

''لیل ماہ! گزری باتوں کو بھول جاؤ، دعا کرو ابو ٹھیک ہو جائیں''۔ حرما نے اسے سمجھایا۔

''پتہ نہیں آپی! تم کس مٹی کی بنی ہو، تمہارا اتنا بڑا نقصان ہوگیا اور تم کہہ رہی ہو بھول جاؤ، کیسے بھول جاؤں؟ میں تو بالکل نہیں بھولوں گی، آپی! تمہیں ابو نے ایسے رخصت کیا ہے جیسے تم کوئی موذی چیز تھیں اور دیکھو میرے ساتھ بھی وہی کیا جارہا ہے''۔

''لیل ماہ! تم فضول باتوں کو بھول جاؤ تو اچھا ہے، کیونکہ میں اپنے گھر میں بہت خوش ہوں، وہاں میری بہت عزت و قدر ہے، ذیشان مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں، میرا بہت خیال رکھتے ہیں، ان کی امی اور بہن بھائی سب عزت کرتے ہیں اور ذیشان کے ابو.... وہ بھی میری بہت مانتے ہیں، ان کے گھر میں روزانہ شہران اور ان کے ابو کا جھگڑا ہوتا تھا، وہ سب میرے جانے سے ختم ہوگیا ہے، شہران کو میں اتنا ڈانٹ لیتی ہوں، ذرا بھی پلٹ کے کچھ نہیں کہتا، جبکہ شہران سب سے زیادہ بدلحاظ اور منہ پھٹ، بے باک لڑکا ہے''۔ حرما نے ان سب کی تعریفوں میں اسے ان کی خوبیاں تک گنوادیں۔

''آپی! بس رہنے دیں، تمہارا دیور اوّل درجے کا لفنگا، بدمعاش ہے''۔ اس نے دانت پیسے۔

''خبردار! جو تم نے کچھ کہا، شہران بے باک ضرور ہے، مگر لفنگا نہیں ہے''۔ حرما نے اسے سرزنش کی۔

''تمہارے دیور کی ساری باتیں تمہیں بتا دیں ہیں، پھر بھی کہہ رہی ہو لفنگا نہیں ہے''۔ لیل ماہ ہراساں ہوگئی۔

''اسے ایسا حالات نے بنا دیا ہے، ورنہ حقیقت میں وہ ایسا نہیں ہے، ابو کے آپریشن میں اس نے کتنی بڑی رقم دی ہے، ہم سب تو حیران رہ گئے، شہران نے اتنا کچھ جمع کیا ہوا تھا، امی تو بہت خوش ہوئیں شہران نے جب ارباز بھائی کو پیسے دیئے''۔

''تمہارے دیور کے اس احسان تلے میں اس کی بدتمیزی سب بھول جاؤں، کیا کیا حرکتیں کر کے گیا ہے، کیا بکواس کی ہے''۔ وہ روہانسی ہو کر بیڈ پر بیٹھ گئی، اس کی بہن بھی آج اسے پرائی لگنے لگی جو اس کا ہر مسئلہ حل کرتی تھی۔

''کیا بکواس کی ہے؟'' حرما نے سوالیہ انداز میں پوچھا، جواب میں اس نے وہ سب بتا دیا، حرما ایک لمحے کو چپ ہوگئی۔

''اب بولو، یہ بھی کیا جھوٹ ہے؟''

''میں شہران سے بات کروں گی''۔ حرما کو حیرانی بھی ہو رہی تھی اور دکھ بھی، شہران ابھی تک اپنی بات پر اٹکا ہوا تھا۔

''کر کے دیکھ لو، کرے گا وہ وہی جو وہ کہہ چکا ہے''۔ لیل ماہ کو شہران کی آنکھوں سے وحشت ہونے لگتی تھی۔

''ہوں..... کچھ تو کرنا ہے''۔ وہ سر ہلا کر جانے لگی۔

''آجاؤ باہر، کیونکہ میں مغرب کے بعد چلی جاؤں گی، ذیشان آنے والے ہوں گے''۔

''آپی! تم نے حالات سے کمپرومائز کر لیا ہے اور مجھ سے بھی چاہتی ہو میں کمپرومائز کرلوں، مگر میں تمہاری والی کہانی نہیں دہراؤں گی، میں آواز اُٹھاؤں گی''۔ وہ چیخی۔

''منیب الرحمٰن سے رشتہ ہونے پر کیوں آواز نہیں اٹھائی؟'' حرما طنز میں فہمائشی لہجے میں گویا ہوئی۔

''وہ تو بس.....!'' لیل ماہ لاجواب ہوگئی۔

''لیل ماہ! جتنی تم بولڈ بنتی ہو، اتنی ہو نہیں''۔

''مگر اب میں بن کے دکھاؤں گی''۔ وہ مصمم ارادہ باندھ چکی تھی۔

''ابو کی کنڈیشن کو ذہن میں رکھنا''۔ وہ لیل ماہ کو دیکھنے لگی جو غصے سے تن فن ہو رہی تھی۔

☆............☆............☆

روحیل سکندر کے رویے کی تبدیلی سمجھ نہیں آرہی تھی، تیمور سے بھی وہ اتنے روڈ ہو کر بات کبھی نہیں کرتے تھے، مگر وہ اکثر اسے جواب دے دیتے تھے، یہ بات اریشماء کے لئے سب سے حیران کن تھی، وہ آج کل بہت خوش تھی، مگر اس کی یہ خوشی لگتا تھا تیمور کو برداشت نہیں ہوئی، وہ اپنے ممی اور پاپا کو لے آیا۔

''بھابی! ہم کچھ ٹائم چاہ رہے ہیں، اچھا ہے اریشماء کچھ دن اپنی مرضی کے گزار لے، پھر تو ساری زندگی گھر کے جھنجھٹوں میں پڑنا ہے''۔ روحیل سکندر نے چائے کے سِپ لئے اور مسز کامران کو دیکھا جو بالکل سنجیدہ اور سپاٹ سے چہرے کے ساتھ تھیں۔ فوزیہ روحیل کو تو کچھ سکون مل گیا تھا، کسی طرح تو یہ مسئلہ حل ہو، ایک دن یہ رشتہ بھی ختم ہو جائے گا، انہیں پوری اُمید تھی۔

''بھائی صاحب! آپ نے یہ کیا بات کی؟ اریشماء کو ہم کوئی قید کر کے تو رکھنے لگے نہیں، اسے پوری آزادی ہوگی، کوئی روک ٹوک یا پابندی تھوڑی ہی ہوگی''۔ مسز کامران تو سن کے اُچھل گئیں اور قدرے بُرا مان کے گویا ہوئیں، فوزیہ روحیل نے پہلو بدلا جبکہ روحیل سکندر کے انداز میں اطمینان تھا، کامران سکندر بھی کچھ گڑبڑائے تو ضرور، مگر خود پر کنٹرول رکھا وہ ہر کام ویسے بھی اطمینان سے کرنے کے عادی تھے، جلد بازی وہ اس رشتے میں بالکل بھی نہیں چاہتے تھے۔

''بھابی! ہم ایسا کچھ بھی نہیں رہے ہیں، ہم جانتے ہیں ہماری اریشماء آپ کے گھر میں آزاد ہی ہوگی، میں تو اس لئے کہہ رہا ہوں، میری کوئی زیادہ اولادیں تو ہیں نہیں، ایک اکلوتی بیٹی ہی ہے، اسے کچھ عرصہ یہاں لاڈ و پیار سے اور رکھ لوں، پھر تو بیٹیاں پرائی ہی ہوتی ہیں، بعد میں پھر کہاں انہیں فرصت ہوتی ہے، وہ ماں باپ کے گھر میں آزادی سے رہ سکیں''۔ روحیل سکندر نے معقول توجیہہ پیش کرتے ہوئے انہیں مطمئن کرنے کے لئے کہا، مگر مسز کامران کے ماتھے پر لکیروں کے جال بن گئے، انہیں گویا ان کی یہ بات ناگوار گزری تھی۔

''ٹھیک ہے بھائی صاحب! آپ کی جو مرضی ہو، ہمیں اعتراض نہیں ہے''۔ کامران سکندر نے خوشدلی سے مسکرا کے بات کو سنبھالا، کیونکہ مسز کامران نے تو اپنے تاثرات سے ظاہر کرنے کی کوشش کر ہی دی تھی، ان کے دل و دماغ میں کیا چل رہا ہے۔

''میں تو چاہ رہی تھی اریشماء میری بیٹی جلد ہی میرے پاس آجائے، مجھے تو سکون مل جائے، آپ جانتے ہی ہیں آج کل کے لڑکے کہاں گھروں میں ٹک کے بیٹھتے ہیں، شادی ہو جائے گی تو تیمور گھر میں تو بیٹھے گا''۔ مسز کامران کو تیمور سے اکثر یہی شکایت رہتی تھی، وہ زیادہ تر گھر سے باہر رہتا تھا، اکثر راتوں کو بھی گھر سے غائب رہتا تھا۔

''کیوں تیمور کی ایکٹوٹیز کچھ اور ہوگئی ہیں؟'' روحیل سکندر کا انداز فہمائشی تھا۔

''ارے نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے''۔ وہ تو بوکھلا گئیں۔

''یہ تو تیمور کے خواہ مخواہ پیچھے پڑی رہتی ہیں''۔ کامران سکندر کو اپنی بیوی کی بے وقوفی پر غصہ آنے لگا۔

''کامران! ہو سکتا ہے تیمور کی ایسی ایکٹوٹیز کا بھابی کو پتہ چل گیا ہو''۔ روحیل سکندر کو جیسے اپنے بھائی اور بھاوج کی آج ذرا پرواہ نہیں تھی، وہ کس طرح ان سے سوال کر رہے تھے، ورنہ وہ ان کا بہت خیال کرتے تھے۔

''بھائی صاحب! تیمور کی ایکٹوٹیز تو گھومنا پھرنا ہی ہے، یہ تو سب ہی جانتے ہیں''۔ کامران سکندر گھبرا گئے۔

''چلیئے کھانا لگ گیا ہے''۔ فوزیہ روحیل نے بروقت وہاں کے ماحول کو درست کیا، روحیل سکندر لب بھینچ کے رہ گئے، مسز کامران خاصی بدمزا سی ہوگئی تھیں، کامران سکندر جانے سرگوشی میں انہیں کیا کہہ رہے تھے۔

☆............☆............☆

اس نے تو جاوید کیانی کی راتوں کی نیندیں اُڑا دی تھیں اور وہ شپٹائے گڑبڑائے سے ہو گئے تھے، حمدان نے اصلی ڈاکومنٹس کی کاپی ان کے سامنے رکھ کر ان کے ہوش اُڑا دیئے تھے، جانے کب سے وہ سیل پر کسی سے باتوں میں لگا تھا، امی عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر اس کے کمرے میں جھانکنے آئی تھیں، وہ اتنا منہمک تھا اسے یہ تک احساس نہیں ہوا کہ امی اس کی باتیں سن رہی ہیں۔

''جو بھی ہے آپ مجھے یہ کیس جتوانا، کیونکہ اصل ڈاکومنٹس میرے پاس ہیں، پروف ہے میرے پاس''۔ وہ اتنا جھنجلایا کھسیایا ہوا ہو رہا تھا، امی کو اس کی فکر ہونے لگی، وہ سمجھ گئی تھیں شوروم کے ڈاکومنٹس کی بات کر رہا تھا۔

''آپ نے میرا یہ کام کروانا ہے، میں کل آؤں گا آپ کے پاس، اللہ حافظ!'' اس نے سیل آف کیا اور بیڈ پر اُچھال دیا، حمدان کی نگاہ امی پر پڑی، وہ گھبرا گیا، کیونکہ ان کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ ہو رہا تھا کہ انہوں نے ساری باتیں سن لی ہیں۔

''تمہیں میں نے کتنا سمجھایا ہے کہ ہمارا اب کچھ نہیں ہے، کیوں تم فضول میں ان جھنجھٹوں میں پڑ رہے ہو؟''

''امی! ہمارا اب بھی سب کچھ وہی ہے، مجھے سب خبر ہوگئی ہے اور ابو نے کیوں شوروم جاوید کیانی کے پاس گروی رکھا تھا؟ اس وقت صرف پانچ لاکھ کی ضرورت تھی اور کروڑوں کا شوروم دے دیا، کچھ تو گڑبڑ ہوئی تھی کہیں، میں پتہ لگا رہا ہوں''۔ اس نے مصمم ارادہ باندھ لیا تھا سب کچھ حاصل کر کے رہے گا، اس کے لئے اسے چاہے کچھ بھی کرنا پڑے۔

''حمدان! کیوں ان چکروں میں پڑ رہا ہے بیٹا! کچھ حاصل نہیں ہوگا، جاوید کیانی کو تم نہیں جانتے''۔ امی کے چہرے پر درد و کرب کا سایا لہرا گیا، ان کے شوہر کیسی حالت میں اس دنیا سے چلے گئے۔

''جاوید کیانی تو ابو کے ساتھ آفس میں ہوتے تھے، ان کے پاس یہ سب کیسے چلا گیا؟'' اس نے پھر پوچھا۔

''آستین میں سانپ ہوتے ہیں، تمہارے ابو کو یہ تو پتہ ہی نہیں تھا''۔ امی ماضی میں چلی گئیں۔

''مجھے یہ بتا دیں یہ جاوید کیانی، تو ابو کے قریبی دوستوں میں سے تھے، ان کے پاس شوروم کیسے چلا گیا؟'' وہ ساری حقیقت جاننے کے لئے بے چین تھا، کیونکہ کیس جیتنے کے لئے ثبوت کا ہونا بھی ضروری تھا، اگر حقیقت اسے نہیں پتہ چلی تو کیس میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

''جاوید کیانی سے تمہارے ابو نے دس لاکھ روپے قرض لئے تھے، کیونکہ ان کا بزنس اندر ہی اندر ختم ہوتا جا رہا تھا، کسی نے تمہارے ابو کے جعلی سائن کر کے بینک سے دو کروڑ کی رقم نکال لی تھی۔

''کیا.....؟'' حمدان تو اُچھل گیا۔

''یہ ہمیں آج تک پتہ نہیں چلا، یہ کام کس نے کیا تھا؟ تم امریکہ میں تھے، تمہیں بھی بیس لاکھ کی ضرورت تھی اور یہاں تمہارے ابو کو اتنا بڑا لاس ہو گیا تھا، ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا تمہیں رقم کیسے بھیجیں، پھر بھی انہوں نے گلشن والا بنگلہ بیچا اور جاوید کیانی سے ادھار رقم کی بات کی، اس نے تمہارے ابو سے شوروم مانگ لیا، جبکہ وہ دینا نہیں چاہتے تھے، کیونکہ شوروم تمہارا شوق تھا، مگر مجبوری میں یہ سب کرنا پڑا، پھر اسی دوران تمہارے ابو پر کسی نے یہ دعویٰ کر دیا کہ انہوں نے پچاس لاکھ کی رقم لی تھی، جبکہ یہ سب جھوٹ تھا، سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا کریں، تمہیں بھی رقم بھیجنی تھی، اس طرح سب کچھ تمہارے ابو نے گروی رکھا اور اپنا گردہ تک ڈونیٹ کر دیا، گردے کے انہیں پچاس لاکھ مل رہے تھے، پتہ نہیں وہ رقم بھی کسی نے ہتھیا لی اور تمہارے ابو کا ہارٹ فیل ہو گیا''۔ امی ساری کہانی سناتے ہوئے آبدیدہ ہو گئیں، حمدان نے انہیں اپنے شانے سے لگا لیا۔

''روحیل سکندر نے رقم بھیجی تھی، میں وہیں پھینک کے آ گیا تھا، مجھے بھی نہیں پتہ وہ رقم کس نے لی''۔ حمدان کو بھی اس بات کی تشویش تھی، روحیل سکندر تو یہی سمجھ رہے ہوں گے رقم اس نے رکھ لی تھی۔

''میں نے سر کو کلیئر کر دیا تھا، رقم میں نے نہیں لی تھی''۔

''پھر رقم گئی کہاں؟ وہ تو یہی سمجھ رہے ہوں گے تم نے لے لی ہوگی''۔ امی بھی گہری سوچ میں گویا ہوئیں۔

''یہ سر کو خود خبر رکھنی چاہیے تھی''۔ حمدان کو جانے کیوں تیمور کی پوری فیملی پر شک ہوتا تھا، مگر وہ روحیل سکندر سے ایسا کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔

''تم ان سب باتوں کو چھوڑو، اپنی جاب کرو، کہاں ان بکھیڑوں میں پڑ رہے ہو، اب ہمارے ہاتھ کچھ نہیں آنے والا''۔ ان کے لہجے میں افسردگی اور مایوسی تھی۔

''انشاء اللہ تعالیٰ! ہمارے ہاتھ سب کچھ آ جائے گا، وہ سب کچھ ہمارا ہے، جاوید کیانی کا جو بھی حساب بنتا ہے، وہ میں ادا کر دوں گا، بمعہ سود سمیت، مگر شوروم تو میں لے کر ہی رہوں گا''۔ اس نے کوششیں شروع کر دی تھیں، وکیل بھی کر لیا تھا، کیس بھی وہ دائر کر چکا تھا اور لڑنے کو بھی تیار تھا، جاوید کیانی کو نوٹس بھی بھیج دیا تھا، جواب میں ان کے فون پر فون آ رہے تھے، مگر وہ ایک ہی بات پر اڑا ہوا تھا۔ کیس عدالت تک جائے گا اور اسے پوری امید تھی جیت اسی کی ہونی تھی، سارے پروف اس کے پاس تھے، جاوید کیانی قابض بن کے بیٹھا ہوا تھا۔

''امی! میں رضویہ تک جا رہا ہوں، جلدی آ جاؤں گا''۔ عدین کے سیل پر میسج آنے لگے تھے۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے رضویہ جانے کی، تمہیں خبر نہیں ہے فائرنگ ہوتی رہتی ہے؟'' حمدان نے اسے ڈانٹا۔

''آدھے گھنٹے میں آ جاؤں گا''۔ وہ منمنانے لگا۔

''تمہیں ایسی کیا ضرورت پڑی ہے؟ گھر میں بیٹھو''۔ امی نے بھی ڈپٹ کے کہا۔

''عدیل کے پاس جا رہا ہوں''۔ وہ بھی ضد کا پکا ہی تھا۔

''تمہیں ایک دفعہ کی بات سمجھ میں نہیں آتی؟'' حمدان کو اس کی ضد پر غصہ آنے لگا۔

''ارے حمدان! یاد آیا..... وہ فائزہ کوئی لڑکی بتا رہی ہے، اس کے سسرال میں ہے، دیکھ آؤں میں کسی دن؟''

''امی! ابھی کچھ دن رُک جائیں''۔ اس نے ان کے چہرے کو دیکھا جو فکرمند ہی ہو رہا تھا۔

''کیوں رُک جائیں؟'' عدین کو اچھنبا ہوا۔

''تم اپنے کمرے میں جاؤ، ہر وقت بڑوں کی باتوں میں نہیں بولا کرو''۔ حمدان نے اسے کڑے تیوروں کے ساتھ سرزنش کیا، وہ منہ بسور کے رہ گیا۔

''ارے بیٹا! میں چاہ رہی تھی مصباح کے ساتھ ساتھ تمہاری بھی شادی ہو جائے، مجھ اکیلی سے گھر کی ذمہ داری نہیں اٹھے گی، میری ہڈیوں میں اب دم نہیں ہے''۔ امی کی پوری کوشش تھی حمدان کے فرض سے بھی سبکدوش ہو جائیں، پھر گھر کے کاموں کے لئے بھی انہیں مصباح کا بہت سہارا تھا، اس کے جانے کے بعد تو وہ اکیلی پڑ جائیں گی۔

''ماسی رکھ لیجئے گا اور مجھے شادی کی اتنی جلدی نہیں ہے''۔ حمدان کا ذہن اریشماء کو سوچنے لگا جبکہ وہ خود چاہ رہا تھا، کہیں منگنی وغیرہ ہو جائے تو اریشماء اس کا پیچھا چھوڑ دے گی، مگر اسے اریشماء سے دلچسپی ہونے لگی تھی۔

''تم نے خود ہی کہا تھا''۔ وہ حیران رہ گئیں۔

''صرف کچھ دن رُک جائیں''۔ اسے اس دن کا انتظار تھا جب سب کچھ اسے حاصل ہو جائے گا تو وہ اریشماء کو مانگنے کی جستجو بھی کر سکے گا، اس کے برابر کا تو ہو جائے، روحیل سکندر کو پھر اسے قبول کرنے میں ذرا بھی جھجک نہیں ہوگی، اس کا

ذہن یہ سب چند دن سے سوچنے لگا تھا۔

☆............☆............☆

اسد مرزا کے صحت یاب ہونے کی خوشی میں امی نے قرآن خوانی اور میلاد رکھا تھا، خاندان کے خاص خاص لوگ ہی مدعو تھے، مریم پھپھو تو ایک دن پہلے ہی آ گئی تھیں اور وہ ابو سے فضول سے سوال و جواب کر رہی تھیں، میلاد اور قرآن خوانی کے بعد کھانے وغیرہ کا بھی انتظام رکھا گیا تھا۔

"لیل ماہ کا رشتہ آپ لوگوں نے ختم کر دیا؟" مریم پھپھو کو جاننے کی بہت بے چینی تھی۔

"ہاں، ارباز نے منع کر دیا"۔امی نے زیادہ بات ہی نہیں کی اور اندر چلی گئیں۔لیل ماہ اور حرما نے ایک دوسرے کو دیکھا، مریم پھپھو کو جانے کیوں اتنا ہر بات کا تجسس کیوں رہتا تھا۔

"حمیرا بیگم چلی گئی تھیں، حرما نے شیبا اور بسمہ کو روک لیا تھا، وہ دونوں بھی وہیں بیٹھی تھیں اور مریم پھپھو کی نگاہوں کو سمجھ رہی تھیں۔

"بھابی! کب تک چلیں گی؟" شیبا کو بے زاری ہونے لگی تھی۔

"حرما! تمہاری یہ نند پڑھتی ہے کیا؟" مریم پھپھو نے پھر نئی بات نکالی۔

"جی، فرسٹ ایئر میں ہے"۔

"تمہارے پھپھا نے تو ان لوگوں سے ملنا ہی چھوڑ دیا، پہلے بہت جاتے تھے"۔

"پھپھو! ایسی باتیں کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے"۔حرما نے آج پہلی بار انہیں تروشے پن سے جواب دیا تھا، فضول کی باتیں بنانا ان کی عادت میں شامل ہو گیا تھا۔

"میں تو بتا رہی ہوں، تم تو برا مان گئیں"۔وہ اُلٹا برا مان کے منہ بنانے لگیں، لیل ماہ منہ ہی منہ میں بڑبڑانے لگی تھی، ذیشان آ گیا تو ان کی بات ہی دب گئی۔اسد مرزا نے ذیشان کے سلام کا جواب آہستگی سے دیا اور اسے دیکھنے لگے۔

"انکل! اب تو طبیعت آپ کی سیٹ ہے"۔ذیشان فریش سے انداز میں مسکرا کے گویا ہوا۔

"ہوں....!" انہوں نے اتنا ہی کہا، انہیں اس سے بات کرتے ہوئے بھی بہت شرمندگی ہوتی تھی، جنہیں اتنا برا بھلا کہا وہی لوگ آگے بڑھ کے ان کے کام آئے تھے، کھانا لگا تو ذیشان کو بلا لیا، ارباز بھائی سے اس کی خاصی بات چیت ہونے لگی تھی، بھابی بھی ذیشان کو اہمیت دیتی تھیں، اس گھر کا وہ بڑا داماد تھا۔دعا اور زین بھی اس سے ادب و احترام سے بات کرتے تھے۔

ذیشان اسد مرزا سے بیٹھا باتیں کرتا رہتا تھا، وہ بھی خوش دلی سے باتیں کرتے تھے، سب ہی مطمئن اور خوش ہو گئے تھے، شہران اس دن کے بعد سے ان سے ملنے نہیں آیا، نہ ہی اسد مرزا کی ہمت پڑی، اس کی بابت دریافت کرنے کی۔امی کو رات دن لیل ماہ کی فکر ستانے لگی، اس نے یونیورسٹی بھی چھوڑ دی تھی، حرما نے کہا بھی دوبارہ جوائن کر لو۔

"آپی! اب کوئی فائدہ نہیں، پورے خاندان میں اتنے چرچے ہو گئے ہیں، اگر مجھے کہیں آتے جاتے دیکھ لیا تو پھر اُلٹی سیدھی لگا کے ابو کو کوئی کچھ بھی بتا دے گا"۔اس کے لہجے میں طنز اور افسردگی تھی۔

"تم کب سے لوگوں کی پروا کرنے لگیں؟" حرما نے استفہامیہ انداز میں اس کا جائزہ لیا۔

"لوگوں نے اتنا زچ کر دیا ہے کہ اب اپنے لئے جینے کو دل ہی نہیں چاہتا"۔لیل ماہ تلخ سی ہو گئی۔

"تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے"۔

"آپی! تم نہیں سمجھو گی"۔اس نے حرما کو گھورا۔

"میں تو تمہیں بعد میں ٹھیک کروں گی، اس وقت تو مجھے جلدی ہے"۔وہ جانے کی تیاری کر رہی تھی۔شیبا اور بسمہ کو زین چھوڑ آیا تھا، حرما رُک گئی تھی، وہ ذیشان کے ساتھ جا رہی تھی۔

"تم بھی بدل گئی ہو"۔لیل ماہ کے لہجے میں حسرت اور ناراضی تھی، کچھ ماہ پہلے دونوں بہنیں ایک ساتھ رہتی تھیں اور اپنے دکھ سکھ بھی شیئر کرتی تھیں۔

"کیوں کیا ہوا؟" اس غیر متوقع بات پر حرما کے ہاتھ رُک گئے، وہ چادر پہن رہی تھی، فہمائشی نگاہ سے لیل ماہ کو دیکھنے لگی۔

"میں اپنی باتیں کس سے شیئر کروں؟ تم بھی دو گھڑی کے لئے آتی ہو، میرا بھی دل چاہتا ہے اپنے دل کی باتیں کرنے کا"۔

"تمہارا میں جلد ہی بندوبست کروں گی"۔اپنا بیگ اُٹھایا، اسے گلے لگا کے پیار کیا۔

"اس وقت واقعی جلدی میں ہوں، ذیشان کے کپڑے صبح کے لئے پریس کرنے ہیں، پورا کمرا بھی پھیلا ہو گا، کیونکہ یہاں آ رہی تھی، سب کچھ پھیل گیا تیاری میں"۔وہ توجیہہ پیش کرتی ہوئی جانے لگی۔

"حرما! ذیشان بلا رہا ہے"۔امی بلانے چلی آئی تھیں۔

"آ ہی رہی تھی، یہ باتیں کرنے لگی تھی"۔وہ مسکراتی ہوئی نکل گئی۔لیل ماہ کی آنکھوں میں نمی در آئی، کچھ عرصے سے حساس بہت ہو گئی تھی، پھر ابو کی چپ کی وجہ سے وہ اور ڈسٹرب ہو گئی تھی، وہ کسی سے بھی زیادہ بات نہیں کر رہے تھے، وہ جب بھی سامنے جاتی اسے دیکھ کر کروٹ لے لیتے تھے، لیل ماہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس سے ایسا سرد مہر رویہ کیوں رکھ رہے ہیں؟ اسے یہی سب باتیں حرما سے کرنی تھیں، اسے اپنے میاں اور گھر کی فکر تھی، وہ رُکی نہیں اور چلی گئی۔

☆............☆............☆

مصباح کی شاپنگ کی ہوئی چیزیں وہ بڑے شوق اور دلچسپی سے دیکھ رہی تھی، کپڑے اور کراکری بھی جو مصباح امی کے ساتھ جا کر لائی تھی اور اریشما خوش ہو رہی تھی۔

"آپ بھی شاپنگ کرنا شروع کر دیں"۔مصباح نے معنی خیزی سے اسے چھیڑا۔

"میری تو سمجھو شادی ٹل گئی"۔اریشماء آج کل بہت خوش رہنے لگی تھی، جب سے ڈیڈی نے چاچو سے شادی آگے بڑھانے کی بات کی تھی۔

"ٹل گئی مطلب؟" مصباح نے چونک کر دیکھا۔حمدان نے بھی جھٹ حیرانگی سے بھرپور نگاہ اُٹھائی اور اس کی بات پر غور کرنے لگا۔

"مطلب دو تین سال کے لئے ٹل گئی اور دیکھنا یہ شادی ہو گی بھی نہیں"۔

"ارے بیٹا! ایسی بُری بات منہ سے نہیں نکالو، اللہ خیر سے تمہیں اپنے گھر کا کرے"۔امی تو سن کر فکر مند لہجے میں گویا

ہوئیں، حمدان نے پہلو بدلا، اس کے چہرے پر بھی طمانیت کا احساس جاگنے لگا، اریشماء نے اس دوران ایک دفعہ بھی حمدان پر نگاہ نہیں ڈالی تھی جبکہ وہ بھی سامنے ہی بیٹھائی وی دیکھ رہا تھا۔

''آنٹی! ڈیڈی نے شادی آگے بڑھادی ہے اور یہ میرے لئے اچھنبے کی بات ہے، ڈیڈی تو اپنے بھتیجے کو اگنور کرتے ہی نہیں ہیں، پھر یہ اچانک سے ان کے رویے میں تبدیلی کیسے آگئی؟ کچھ تو بات ہے''۔ حمدان بھی یہی سب کچھ عرصہ سے نوٹ کر رہا تھا، روحیل سکندر کا رویہ تیمور کے ساتھ کچھ سرد مہر اور روڈ ہوتا جا رہا تھا، وہ اریشماء کو اس کے ساتھ کہیں آنے جانے بھی نہیں دیتے تھے، ورنہ اکثر روحیل سکندر کئی دفعہ زبردستی اریشماء کو تیمور کے ساتھ بھیج چکے تھے۔

''میری شادی تیمور سے نہ ہونے پر کچھ لوگوں کو بہت دکھ ہوگا''۔ اس نے طنزیہ اور معنی خیز لہجے میں طنز کیا جو حمدان کی طرف واضح اشارہ تھا، وہ گڑبڑا کے ٹی وی اسکرین پر زبردستی نگاہ جمانے لگا، مگر اس کا دل اندر سے شانت ہی ہوگیا، اریشماء نے ایسی خبر جو سنائی تھی اور پھر وہ اس سے محبت کرنے لگا تھا، مگر اریشماء پر اپنے فعل سے ذرا بھی واضح نہیں کرنا چاہتا تھا کہ وہ اس کی سمت بڑھ جائے۔

''کون ہے ایسا جسے دکھ ہوگا؟'' مصباح نے معنی خیزی سے مسکرا کے پوچھا، اتنا تو وہ بھی سمجھتی تھی، وہ حمدان کو ابھی بھی چاہتی ہے، چاہے اس کی منگنی تیمور سے ہوگئی ہے۔

''نام خفیہ راز میں رہے تو اچھا ہے، مگر مجھے پوری امید ہے اور اوپر والے پر یقین ہے میری شادی کبھی بھی تیمور سے نہیں ہوگی''۔ اس کے لہجے میں وثوق اور اعتماد تھا، ہر وقت سوچوں میں حمدان تھا، اس کے بارے میں ہی سوچنا یہ اسے کسی نے بتایا تھا، سوچ نیگیٹو رکھو اور اسی شخص کو سوچتی رہو، جسے تم چاہتی ہو، دیکھنا انشاء اللہ تعالیٰ تمہاری شادی اسی سے ہو جائے گی، وہ حمدان کو ریس (Rays) بھیجتی رہتی تھی، کسی دن بھی وہ اس کے قریب آنے کا انتظار کر رہی تھی۔

''چلو مصباح! سامان اُٹھا کر رکھو، کھانا لگالو، اریشماء کو بھوک لگ رہی ہوگی''۔ امی کچن سے آئیں اور بکھرے شاپرز سمیٹنے لگیں۔

''آنٹی! مجھے بھوک نہیں لگ رہی ہے، میں ابھی کھانا کھاؤں گی بھی نہیں، آپ سب لوگ کھالیں''۔ وہ اپنا سیل چیک کرنے لگی، زویا کے میسج آرہے تھے، اس کے بھی تو کافی دنوں سے نہیں گئی تھی۔

''کیا بات کی آپ لوگ کھالیں؟ تم بھی کھاؤ''۔

''آنٹی! سچ مجھے بھوک نہیں ہے''۔ مصباح کو وہ دسترخوان بچھاتے دیکھنے لگی۔

''کھانے کا ٹائم ہے اور اس ٹائم آپ کی یہ بات کچھ عجیب لگ رہی ہے، بھوک نہیں ہے''۔ حمدان کو اس کے تکلفات پر غصہ آیا۔

''آپ کو اس سے کیا، میں کھاؤں یا نہیں کھاؤں؟'' آہستگی سے گویا ہوئی، امی اور مصباح پلیٹیں وغیرہ لینے کچن میں چلی گئی تھیں۔

''مجھے اس سے کچھ بھی نہیں، آپ فضول تکلف برت رہی ہیں، ہاتھ دھو کر آیئے اور کھانے بیٹھیے''۔ حمدان کے انداز میں کچھ رعب تھا، وہ چونک کر اس کی سحر انگیز آنکھوں میں بغور دیکھنے لگی، حمدان نے بھی آج تو نگاہ نہیں ہٹائی تھی، لائٹ گرین کاٹن کے پرنٹڈ کپڑوں میں وہ ہمیشہ کی طرح دلکش لگ رہی تھی۔

''یہ آپ کا وہم ہے، ایسی کوئی بات نہیں، مجھے بھوک نہیں ہے''۔

''نرگسی کوفتے بنائے ہیں عدین کی فرمائش تھی''۔ مصباح نے سالن کا ڈونگا دسترخوان پر رکھا، وہ دونوں ہی سنبھل کے بیٹھ گئے۔

''آنٹی! اتنا مہنگا گوشت ہوگیا ہے، اب تو یہ ڈشز بنانا مشکل ہوگیا ہے''۔

''آپ کو کب سے مشکل ہوگیا، جتنا ہمارے گھر بنتا ہے، آپ لوگ تو اپنے ملازموں کو دے دیتے ہوں گے''۔ عدین نے شوخی سے لقمہ دیا۔

''عدین! کیا بدتمیزی ہے، زبان سنبھال کے بولو''۔ امی نے اسے سرزنش کی۔

''اب ایسی بھی بات نہیں، ملازموں کو جتنا دینا ہوتا ہے، وہ دیتے ہیں ہم لوگ، اور میری ممی تو بہت احتیاط سے خرچ کرتی ہیں، ہر چیز کا قیامت کے دن حساب کتاب دینا ہوگا''۔ اریشماء اس کی بات کا ذرا بھی بُرا نہیں مانی تھی۔

''اچھا کھانا شروع کرو''۔ حمدان نے عدین کو ٹوکا، اس نے موضوع بدلا۔ نرگسی کوفتے بہت مزیدار بنے تھے، اریشماء کی بھوک کھل گئی تھی، حمدان کے دماغ میں اریشماء کی شادی والی بات گھس گئی تھی۔

☆..........☆..........☆

روحیل سکندر نے بغور دیکھنے کی کوشش کی، انہیں وہ تیمور ہی لگ رہا تھا، اور ساتھ میں کوئی فارنر لڑکی فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی، دونوں مسکرا کے باتیں کر رہے تھے۔

''کیا بات ہے، گاڑی کیوں نہیں چلا رہے؟'' فوزیہ روحیل نے ان کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا، گاڑی سگنل کے کھلتے ہی وہ آگے بڑھانے لگا۔

''فوزیہ! وہ دیکھو مجھے تیمور لگ رہا ہے، مگر اس کے ساتھ یہ انگریز لڑکی کون ہے؟'' لڑکی نے کپڑے قمیض شلوار اور دوپٹہ ہی پہنا ہوا تھا۔

''یہ تیمور ہی ہے''۔ وہ بھی چونک گئیں۔ لائٹوں کی تیز روشنی میں اس کی گاڑی جا رہی تھی۔

''مجھے پتہ کرنا پڑے گا''۔ روحیل سکندر کو تیمور کی حرکات و سکنات کچھ عرصے سے مشکوک بھی لگ رہی تھیں

''مگر یہ لڑکی کون ہے؟'' فوزیہ روحیل گہری سوچ میں گویا ہوئیں۔

''میں اپنے طور پر پتہ کروں گا، ابھی تم اریشماء اور کامران کی بیوی سے ذکر نہیں کرنا''۔ انہوں نے ہدایت کی۔

''ہوں..... اتنا تو میں بھی سمجھتی ہوں''۔ انہوں نے سر ہلایا۔

''چلو اریشما کو لے لیتے ہیں''۔

''وہ تو.....!'' فوزیہ روحیل گڑبڑا گئیں، کیونکہ اریشماء ان سے حمدان کے گھر کا کہہ کر نکلی تھی۔

''مجھے پتہ ہے وہ حمدان کے گھر گئی ہے''۔ روحیل سکندر نے ذرا بھی حیرانگی اور اچھنبے کا اظہار نہیں کیا بلکہ ان کے لہجے میں بھی ٹھہراؤ تھا۔

''آپ کو کیسے پتہ؟'' وہ خجل ہوگئیں۔

(جاری ہے)

شازیہ مصطفےٰ عمران
قسط نمبر 20
سلسلے وار ناول
کبھی عشق ہو تو پتہ چلے
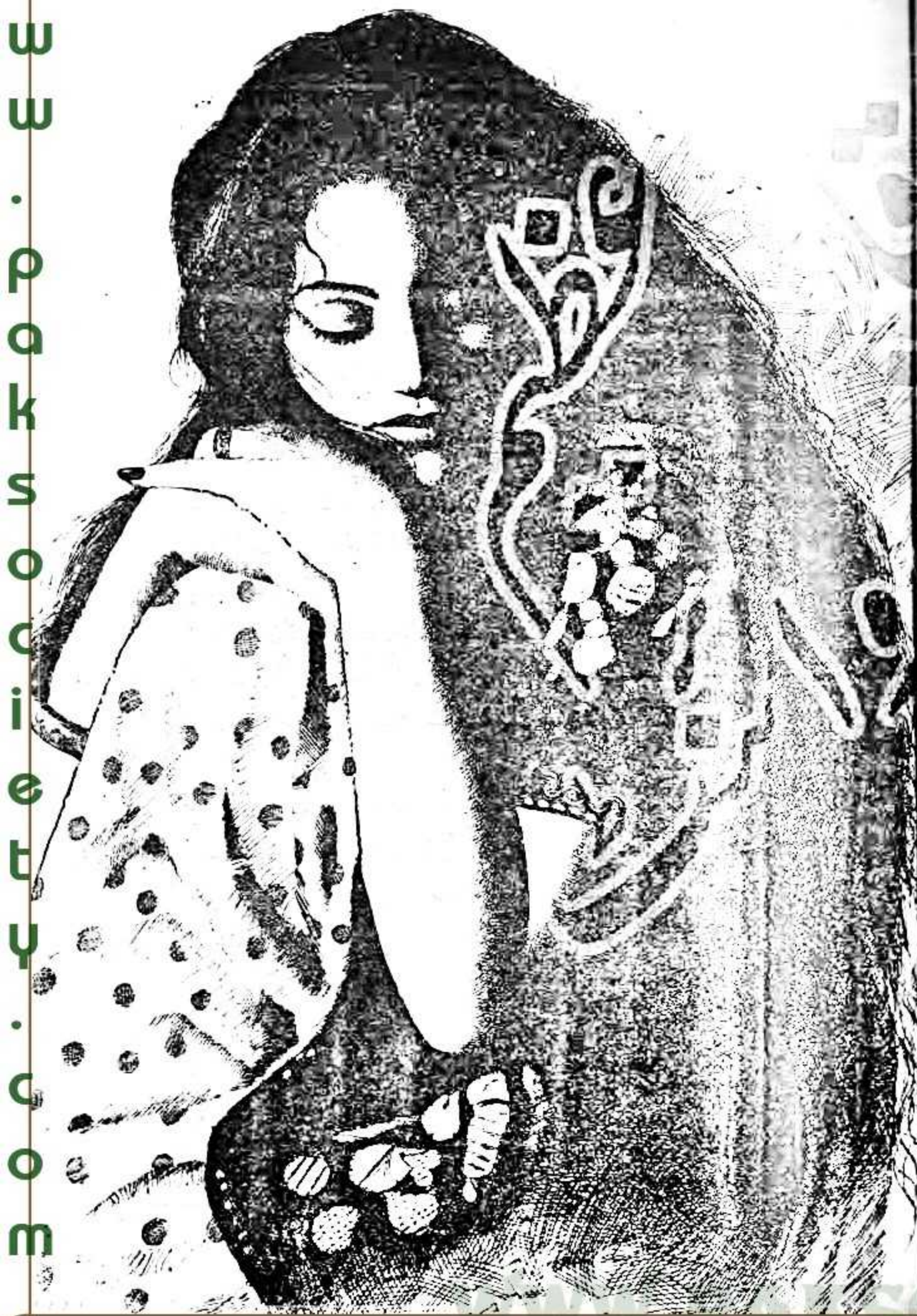
''میں بھی اریشماء کا باپ ہوں، وہ بھی جس کے پیچھے پڑھ جائے، نہیں چھوڑتی ہے''۔ ان کے لہجے میں [illegible] تھی۔

''نہیں چھوڑتی ہے، مطلب....؟'' وہ کچھ سمجھی نہیں۔

''اریشماء کو میں جانتا ہوں، اس کے دل میں کیا ہے، ان سب کی مجھے سب خبر ہے''۔ وہ بڑی مستعدی سے ڈرائیو کر رہے تھے، فوزیہ روحیل حیران تھیں، انہیں حمدان کے گھر کے راستوں کی کیسے خبر ہوگئی؟ اتنے میں وہ حمدان [illegible] کر چکے تھے۔

''یار! مجھے تم اپنے گھر کا راستہ تو سمجھاؤ''۔ وہ فوراً! گویا ہوئے، ادھر حمدان حیرانگی کے جھٹکوں میں تھا، فوزیہ روحیل سکندر کی گفتگو سن رہی تھیں، جو وہ حمدان سے کر رہے تھے۔

''لو جی، راستہ بہت ایزی ہے، آگے کا مجھے پتہ نہیں تھا، اس لئے حمدان سے پوچھا تھا''۔ گاڑی ہنڈ وے اپارٹ کے باہر روک چکے تھے، مارکیٹ کی وجہ سے بہت رش تھا، حمدان انہیں لینے نیچے آ گیا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا کرے؟

''تم اتنا گھبراؤ نہیں، پریشان بھی نہیں ہو''۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس سے مخاطب ہوئے۔

''نہیں، نہیں ایسی تو بات نہیں ہے''۔ حمدان کی بصارت یقین نہیں کر رہی تھی، اتنا بڑا بزنس مین اس کے گھر آ گیا۔

''ڈیڈی! آپ....!'' اریشماء تو بیٹھے سے کھڑی ہوگئی، حیرانگی کے جھٹکے لگنے لگے، امی مصباح، عدین سب [illegible] ان کا پُر تپاک استقبال کیا تھا۔

''تم کیا سمجھ رہی تھیں، مجھ سے چھپالوگی؟ مجھے پتہ تھا تم ادھر ہو''۔ روحیل سکندر کے لہجے میں ذرا بھی غصہ نہیں [illegible] فوزیہ روحیل سے امی باتوں میں لگ گئی تھیں اور مصباح ان لوگوں کے لئے کچھ ریفریشمنٹ کا انتظام کرنے چلی گئی [illegible]

''حمدان ایک دفعہ تمہیں تمہارے گھر کے راستے پر ڈراپ کیا تھا، بس اندازے سے آ گئے، پھر تم سے کال [illegible] لیا''۔

''سر! مجھے بہت خوشی ہوئی، آپ ہمارے غریب خانے تک چل کے آئے''۔ حمدان نے مسکرا کے انہیں دیکھا۔

''تم سے مجھے کچھ کام تھا اور پھر تم جانتے ہی ہو ہر آدمی مطلب کے لئے کچھ بھی کر سکتا ہے''۔

''سر! ایسی بات کیوں کر رہے ہیں؟'' حمدان شرمندہ ہوا۔

''یار! ایسی ہی بات ہے''۔ وہ مسکرائے۔ مصباح نے ان کے لئے لوازمات سجا دیئے، جبکہ فوزیہ روحیل نے [illegible] کیا۔

بھئی! اتنی محبت سے بیٹی لے کر آ گئی ہے، ہم تو کھائیں گے''۔ اریشما تو متحیر زدہ سی انہیں تکے جا رہی تھی۔

''میں آپ کو انکل بولوں یا سر؟'' عدین قدرے جھجکتے ہوئے مخاطب ہوا۔

''بیٹا! مجھے تم انکل ہی بولو''۔ انہوں نے پیسٹری اٹھائی۔

''اریشماء تو آپ سب کی اتنی تعریفیں کرتی رہتی ہے، میرا بھی دل کرتا تھا آپ سب سے ملوں''۔ فوزیہ روحیل سب سے مل کر بہت خوش ہوئی تھیں۔

''مجھے ڈر تھا کہیں میں ملنے سے روک نہیں دوں''۔ روحیل سکندر نے ان کی بات کے جواب میں کہا، وہ سر ہلا کے رہ گئیں۔ روحیل سکندر، حمدان سے اس کے روم میں جا کر بات کرنے لگے تھے، اریشماء کو یہ تجسس تھا آخر ایسی کون سی بات ہے جو ڈیڈی حمدان کے گھر تک آ گئے اور حمدان کی فیملی سے اتنی خوشدلی سے ملے تھے، اسے تو توقع بھی نہیں تھی۔

☆..........☆..........☆

''لیل ماد کے لیے کوئی رشتہ وغیرہ تم دیکھو''۔ اسد مرزا کی نحیف اور کمزور سی آواز پر امی نے چونک کر سر اٹھایا، وہ عشاء کی نماز پڑھ کے صوفے پر بیٹھی تھیں۔

''منیب الرحمٰن سے بھی تو رشتہ لگایا تھا وہ.....؟'' امی نے ڈرتے ڈرتے لب کشائی کی۔

''آہ.....وہ رشتہ سمجھو مجھے اپنی بچیوں کے ساتھ برا کرنے کی سزا مل گئی ہے''۔ ان کے لہجے میں ندامت، افسردگی اور دکھ و غم پنہاں تھا۔

''امی نے انہیں بغور دیکھا، حیرت و انبساط سے ان کی آنکھیں پھیل گئیں۔ آج پہلی دفعہ اسد مرزا نے اپنی کسی غلطی کا اعتراف کیا تھا، ورنہ انہوں نے آج تک اسد مرزا کو اپنی چلاتے ہوئے اور ان کے حکم پر سر ہلایا تھا۔

''جنہیں میں اتنا گرا ہوا سمجھتا تھا، آج انہی لوگوں کے ہاتھوں مجھے زندگی مل گئی ہے، میں تو ان سب سے نگاہ ملانے کے قابل بھی نہیں رہا''۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں گویا ہوئے۔

''آپ ایسا کیوں سوچ رہے ہیں؟ وہ سب اپنا احسان جتانے والوں میں سے نہیں ہیں، شہران کو دیکھئے ہمارا کتنا ساتھ دیا ہے، اس موقع پر ہمارے اپنے تک ہم سے منہ چھپائے ہوئے تھے''۔ ان کے ذہن میں اپنی نند مریم کا لہجہ اور رویہ آ گیا۔

''بھابی! ہم سے تو توقع بھی نہیں رکھیئے گا، ہمارے پاس تو بالکل کچھ بھی نہیں ہے، جو ہم دے سکیں''۔ امی کو کتنا دکھ ہوا تھا، اسد مرزا نے اپنی اکلوتی بہن کے لیے کتنا کچھ کیا تھا اور آج بھی اپنی اولادوں سے زیادہ انہیں اہمیت حاصل تھی اور وقت پڑنے پر کیسے صاف انکار کر دیا تھا۔

''اس بچے کو ہی سب سے زیادہ برا کہتا تھا، روز مجھے مغرب کی نماز میں ملتا تھا، میں اسے ہمیشہ تمسخرانہ نگاہوں سے دیکھتا تھا، یہ کیا نماز پڑھے گا، دیکھو مجھے اپنی عبادت پر گھمنڈ تھا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے کیسے سبق دیا، اور ویسے بھی کہتے ہیں نا زندگی اپنے حصے کا سبق سب کو دیتی ہے، مجھے میرے حصے کا سبق مل گیا ہے''۔ اتنے دکھی اور رنجور ہو رہے تھے، چہرہ تک پر اضمحلال تھا۔

''اللہ تعالیٰ کبھی کسی کا برا نہیں چاہتا، یہ تو ہم بندے ہیں جو لوگوں کو برا سمجھتے ہیں''۔ انہوں نے سمجھایا۔

''کچھ بھی ہے مجھے اچھی طرح سبق مل گیا ہے، میں نے اس وقت بھی ان پر کتنے الزام لگائے، لوگوں کی باتوں پر یقین کر لیا اور اپنی بیٹی کو زبردستی ان پر مسلط کر دیا''۔ رہ رہ کے اپنی گذشتہ غلطیوں پر شرمندگی ہو رہی تھی، کیسے حرما کو رخصت کیا تھا اور آج دیکھو انہی لوگوں نے اس کی بیٹی کو کیسے عزت اور قدر سے رکھا ہوا تھا، ذیشان ان کا بہت احترام کرتا تھا، جمیرا بیگم ان کی عزت کرتی تھیں، محمد احمد بھی ان سے کئی بار ملنے آ چکے تھے، اتنا برا بھلا کہا تھا اور یہی لوگ ان کی دلجوئی کرنے بھی آ گئے تھے۔

''جو گزر گیا اسے یاد کر کے کیوں اپنا دل دکھی کرتے ہیں، ڈاکٹر نے آپ کو زیادہ سوچنے اور ٹینشن لینے سے منع کیا ہے''۔ انہوں نے بیڈ شیٹ ٹھیک کی اور اسد مرزا کو چادر اوڑھائی۔

''تم لیل ماہ کے لیے کوئی اچھا رشتہ دیکھو، میں تو چاہ رہا ہوں لیل ماہ بھی حرما کے گھر بیاہ کر چلی جائے''۔

''جی....؟'' امی تو حیرانگی سے چونک گئیں۔ اسد مرزا کروٹ بدل کے لیٹ گئے تھے۔

☆............☆............☆

روحیل سکندر نے اپنے چند خفیہ بندوں کو تیمور کے تعاقب میں لگا دیا تھا، انہیں کچھ تو گڑبڑ لگ رہی تھی۔ تیمور کی حرکتیں بھی مشکوک ہوتی جا رہی تھیں۔

''تیمور کو آپ کتنا جانتے ہیں؟'' روحیل سکندر کے غیر متوقع سوال پر چونک کر سر اٹھایا۔

''سر! میں نے آپ کو اس دن بھی بتایا تھا، میں تیمور کو بالکل بھی نہیں جانتا، آفس میں ہی ملاقات ہو جاتی ہے، ٹھیک ٹھاک بندہ ہے''۔ نگاہ چرا کے گویا ہوا۔

''حمدان! جانے مجھے کیوں ایسا لگ رہا ہے، تم تیمور کو اچھی طرح بلکہ اس کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو''۔ انہوں نے چائے کی سمت اشارہ کیا۔

''سر! میں سچ کہہ رہا ہوں، میں تیمور کو نہیں جانتا''۔ روحیل سکندر نے اسے گھر بلا کے تیمور کی ہی بات کی۔

''تیمور! کسی لڑکی کے ساتھ تھا اور مجھے یہ پتہ لگانا ہے کہ وہ لڑکی تھی کون؟'' روحیل سکندر کو بھی تجسس تھا تیمور کا اس لڑکی سے کیا لنک ہے؟ حمدان کو پکا یقین تھا تیمور کی اصلیت کھلتے ہی وہ اریشماء کا رشتہ بھی توڑ دیں گے، وہ خود سے تیمور کے متعلق کچھ بھی نہیں بتانا چاہتا تھا، ورنہ وہ سمجھیں گے کہ وہ خود اریشماء میں انٹرسٹڈ ہے۔

''سر! مجھے اجازت؟'' حمدان نے مؤدب انداز میں ان سے پوچھا۔ اتنے میں اریشماء ٹرالی سجائے اندر چلی آئی، لوازمات سے پُر ٹرالی دیکھی، شاکنگ پنک پرنٹڈ کپڑوں میں وہ گھریلو انداز میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔

''چائے پیے بغیر تو بالکل نہیں''۔ روحیل سکندر نے مسکرا کے اسے واپس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اریشماء پلیٹوں میں لوازمات نکال کر روحیل سکندر اور حمدان کو دینے لگی، حمدان نے بہت تکلف کا مظاہرہ کیا۔

''ڈیڈی! کباب میں نے بنائے ہیں''۔ اریشماء نے جیسے حمدان کو جتایا۔

''واہ! بہت مزے دار ہیں، آج دوپہر سے تم کباب بنانے میں لگی تھیں''۔ روحیل سکندر نے ستائشی لہجے میں کہا۔

''سوچا کچھ تو کوکنگ کر لوں، ورنہ لوگ سمجھیں گے مجھے کچھ نہیں آتا''۔ ذومعنی لہجے میں گویا ہوئی اور ایک نگاہ سپاٹ سے حمدان پر بھی ڈالی جو ایسے ظاہر کر رہا تھا جیسے وہ یہاں ہے ہی نہیں۔

''ہماری بیٹی کو کوئی نہیں کہے گا''۔

''اب میں چلتا ہوں''۔ وہ پلیٹ رکھ کر اٹھا، اریشماء کی باتوں سے وہ ہر ممکن بچنے کی پوری کوشش کرتا تھا۔

''یار! تم ہر پانچ منٹ میں جانے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہو، ہم لوگ کیا بہت بُرے لگتے ہیں؟'' انہوں نے معنی خیز انداز میں مسکرا کے اسے دیکھا۔

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے، مجھے کہیں اور بھی ضروری کام سے جانا ہے''۔ حمدان نے عذر پیش کیا، اس نے شوروم پر کیس کر دیا تھا، اس کے لیے وہ جتنی بھاگ دوڑ کر رہا تھا، یہ اسے معلوم تھا، گھر والوں سے ابھی تک مخفی رکھا ہوا تھا، روحیل سکندر کی وہ کوئی مدد نہیں لینا چاہتا تھا، مگر اس کا پیسہ بھی پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔

''مجھے بتانا پسند کرو گے وہ ضروری کام؟'' روحیل سکندر چاہتے تھے کسی طرح بھی وہ اس کے کام آ سکیں۔ وہ ان کے محسن کا بیٹا تھا اور پھر حمدان انہیں کچھ عرصے سے بہت زیادہ عزیز لگنے لگا تھا، اتنا ادب و احترام والا مہذب لڑکا تھا انہیں وہ نہ چاہتے ہوئے بھی متاثر کر گیا، تیمور سے ان کا دل خراب ہو گیا تھا اور حمدان کی خوبیوں کے آگے تیمور زیرو تھا۔

''وقت آنے پر وہ ضروری کام آپ کو ضرور بتاؤں گا، یہ میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں''۔ حمدان نے آہستگی سے ان سے کہا، وہ روحیل سکندر کی بہت عزت کرتا تھا۔

''بیٹا! کبھی میری ضرورت پڑے تو تم مجھ سے بولنے میں ہچکچانا نہیں، کیونکہ میں تمہیں اپنے بیٹے کی طرح سمجھتا ہوں''۔

''تھینک یو سر! میرے لیے یہ باعث فخر ہے، آپ مجھے اس درجے پر رکھتے ہیں''۔ اس نے دل سے ان کی بات قبول کی تھی۔ اریشماء تو حیران تھی، ڈیڈی کا رویہ اتنا لگاوٹ والا.....وہ بھی حمدان کے ساتھ کیوں ہونے لگا ہے؟ وہ خاموش سی سکتے میں بیٹھی تھی۔

''آپ مجھے دعاؤں میں یاد رکھیے گا، میں نے جو اپنا مشن شروع کیا ہے مجھے اس میں کامیابی ملے''۔

''انشاءاللہ تعالیٰ!'' روحیل سکندر نے دل سے دعا دی۔

''اریشماء! تمہارا سیل کب سے بج رہا تھا، زویا ہے، بات کرو''۔ فوزیہ روحیل اسکائی بلیو سوٹ میں ڈیسنٹ سی لگ رہی تھیں۔ حمدان نے انہیں بڑی عزت سے سلام کیا، انہوں نے سر پر دست شفقت پھیرا۔

''ایک منٹ میں بعد میں کال کروں گی''۔ اس نے زویا کو کہہ کر سیل ہاتھ میں دبا لیا۔

''گھر میں سب خیریت ہے؟'' انہوں نے خیر خیریت پوچھنا شروع کیا۔

''بہن کی شادی کی تاریخ کب کی رکھی ہے؟''

''انشاءاللہ تعالیٰ اس عید کے ایک ہفتے بعد کی رکھی ہے''۔ اس نے بتایا۔

''پتہ نہیں ہمیں بلائیں گے بھی یا نہیں؟'' اریشماء نے اداس چہرہ بنا کے کہا۔

''کیوں نہیں، ہم تو سب سے آگے آگے ہوں گے''۔ روحیل سکندر نے جھٹ تائیدی کہا۔ حمدان نے پھر اثبات میں سر ہلایا۔

''ڈیڈی! کچھ دیر کے لیے زویا کے چلی جاؤں؟'' اس نے پوچھا۔

''تمہاری گاڑی تو خراب پڑی ہے''۔

''میں آپ کی گاڑی میں جاؤں گی''۔ اس نے جھٹ کہا۔

''مجھے بھی کہیں جانا ہے''۔

حمدان تو فوراً ہی کھڑا ہو گیا، کیونکہ اسے پتہ تھا روحیل سکندر اسے ہی ساتھ روانہ کر دیں گے۔

''تم ایسا کرو میری گاڑی لے جاؤ، حمدان کو ساتھ لے جاؤ، اسے بھی کہیں کام سے جانا ہے''۔

''سر میرے پاس بائیک ہے''۔ وہ بولا۔

''گاڑی لے جاؤ، اسے تم زویا کے ڈراپ کر دینا''۔

''آپ بھی کیا کرتے ہیں، حمدان کوئی ڈرائیور ہے جو اسے ڈراپ کرے، کوئی ضرورت نہیں ہے زویا کے جانے کی''۔ فوزیہ روحیل کو اچھا نہیں لگا تو انہوں نے اریشماء کو ہی ڈپٹ دیا۔

''میں حمدان کو کبھی اپنا ایمپلائر نہیں سمجھتا، بلکہ بیٹا ہی سمجھتا ہوں، اس لیے فرینک ہو کر کہہ دیا''۔ انہوں نے وضاحت دی۔

''رہنے دیں ڈیڈی! میں پھر چلی جاؤں گی''۔ وہ حمدان کے ایکسپریشن دیکھ چکی تھی۔ حمدان نے بلاٹل جانے شکر بھرا سانس لیا اور سلام کرتے وہ نکل گیا۔

''مسٹر حمدان! میں آپ کا پیچھا کبھی نہیں چھوڑوں گی''۔ جانے کہاں سے وہ عقب سے نکل آئی، جب وہ بائیک گیٹ سے نکال رہا تھا۔ حمدان نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا اور وہ بائیک آگے بڑھا لے گیا، اریشماء نے حسرت بھری نگاہوں سے اسے دور تک جاتے دیکھا۔

☆..........☆..........☆

مسز کامران کا رو رو کے برا حال تھا، جب سے انہیں پتہ چلا تھا تیمور نے ان سے چھپ کر شادی کر لی ہے، اور اب وہ عنقریب دادی بھی بننے والی تھیں۔

''امی! آپ اتنا واویلا کیوں مچا رہی ہیں، مجھے وہ لڑکی پسند تھی، میں نے شادی کر لی''۔ تیمور بے زاری اور اکتاہٹ کا شکار ہو کر گویا ہوا۔

''ہم نے جو روحیل کی اریشماء سے تمہاری منگنی کی ہے اس کا کیا ہو گا تیمور! ہمارے ہاتھ سے سب کچھ چلا جائے گا''۔

مسز کامران انتہائی لالچی عورت تھیں، ان کی نگاہ بھی اس کی جائیداد پر تھی، اریشماء سے انہیں کوئی لگاؤ اور محبت نہیں تھی۔

''آپ فکر کیوں کرتی ہیں، میں اس سے بھی شادی تو ضرور کروں گا، ایسے تو اسے نہیں چھوڑوں گا''۔ تیمور نے دانت پیسے، حمدان سے اسے نفرت سی تھی اور وہ حمدان کو کہیں بھی آگے نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔

''یہی میں تمہاری ماں کو سمجھا رہا تھا، تیمور، اریشماء سے بھی شادی کر لے گا وہ اسے ایسے تو نہیں چھوڑے گا''۔ کامران سکندر نے قدرے توقف کے بعد لب کشائی کی، مسز کامران تو روئے جا رہی تھیں۔

''روحیل کو اگر پتہ چل گیا تو.....؟''

''تایا جان کو بالکل پتہ نہیں چلے گا، آپ ٹینشن بالکل نہیں لیں''۔ اس نے تسلی دی، تیمور کو ویسے بھی روحیل سکندر کی باتیں اور اگنور کرنا، ان کا سرد رویہ شاکی کر رہا تھا، کچھ تو بات تھی جو ایک دم ان کا رویہ بدلا تھا، ورنہ وہ تو اس پر جان چھڑکتے تھے، اریشماء تک کو ڈانٹ دیتے تھے۔

''پاپا! اگر تایا ابو نے کچھ ایسا ویسا کیا تو میں پھر رشتہ بھی بھول جاؤں گا''۔ اس نے انہیں باور کرایا۔

''ابھی ایسی کوئی حماقت کرنا بھی نہیں''۔ کامران سکندر نے اسے سرزنش کی، حمدان کے والد کی وجہ سے بھی وہ اس ٹائم مشکوک تھے، اس کے والد کے پیسے تک انہوں نے ہتھیا لیے تھے، یہ بات ابھی تک روحیل سکندر کو نہیں پتہ تھی۔

''پاپا! آپ کو نہیں پتہ تایا ابو آج کل میرے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں''۔ تیمور کا غصے سے دماغ سلگنے لگا۔

''میں سب جانتا ہوں، روحیل کا رویہ کیوں بدلتا جا رہا ہے اور اس کی وجہ وہ دو کوڑی کا ملازم حمدان ہے''۔ ان کے لہجے میں نفرت و حقارت تھی اس کے لیے حمدان کو تو وہ بھی شروع سے پسند نہیں کرتے تھے۔ مسز کامران روئے جا رہی تھیں، تیمور کو سخت کوفت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

''امی! آپ کو تو عائشہ کے پاس رکنا چاہیے، ایسے وقت میں اسے آپ کی ضرورت ہے''۔

''میں کیوں رکوں، شادی کیا مجھ سے پوچھ کر کی تھی؟'' انہوں نے جھٹکے سے تیمور کو ہٹایا جوان کے قدموں میں آ کے بیٹھ گیا تھا۔

''شاہدہ! اب بس بھی کرو، معاف کر دو اسے''۔ کامران سکندر بیٹے کے حمایتی بن گئے، انہیں ذرا اعتراض نہیں ہوا، تیمور نے اپنی پسند سے شادی کر لی، کیونکہ وہ لڑکی بھی فارنر تھی اور امیر آدمی کی بیٹی تھی، کرنسی اسے بہت ملی تھی، مگر ماں نے بنی سے قطع تعلق کر لیا تھا۔

''میرا تو ارمان رہ گیا، میرا ایک ہی بیٹا ہے، اس کی شادی پر سارے ارمان نکالوں''۔ انہیں تو دکھ یہی احساس دلائے جا رہا تھا۔

''اریشماء سے شادی پر سارے ارمان نکالیے گا، مگر ابھی تو میرے ساتھ چلیے عائشہ کی ڈلیوری کے دن قریب ہیں''۔ تیمور نے انہیں شانوں سے تھام کر ساتھ لگا لیا، وہ کون سا اریشماء کو پسند کرتا تھا، اس کے مقابل حمدان تھا، اسے جیتنے نہیں دینا چاہتا تھا۔

☆..........☆..........☆

مصباح کی شادی کی ساری ہی تقریباً شاپنگ ہو چکی تھی، اریشماء بڑھ چڑھ کر تیاریوں میں حصہ بھی لے رہی تھی، اس کے جہیز کے سامان وغیرہ کی لسٹ اسی نے بنائی تھی، مگر اس کا ذہن پریشان بھی بہت تھا، تیمور سے وہ ہر ممکن چھٹکارہ چاہتی تھی۔

''آپ نہیں جانتی وہ آپ کی دولت پر فریفتہ ہے''۔ عدین نے اس کے ذہن میں بات ڈالی۔

''یہ میں بھی جانتی ہوں، مگر ڈیڈی کو تو تیمو سے بہت محبت ہے، انہیں اس کی آنکھوں میں لالچ کچھ نظر نہیں آ رہا اور تو اور چچی جان اور چاچو کی چاپلوسی سب دکھاوا ہے، ممی! اور میں تو سمجھتی ہوں''۔

''آپ یہ کریں تیمور پر یہ شو کرنا شروع کر دیں آپ لوگوں کا کوئی پیسہ غبن کر رہا ہے، لاس ہو رہا ہے، پھر دیکھیے گا آپ کے چاچو کی فیملی کی ساری قلعی کھل جائے گی''۔ عدین نے بڑی گہری سوچ کے ساتھ کہا۔

''تیمور بہت چالاک ہے، وہ باتوں میں نہیں آئے گا، بلکہ ڈیڈی سے پوچھ لے گا سارے معاملات اور ڈیڈی اسے بہت چاہتے ہیں''۔ اریشماء جب بھی تیمور کے بارے میں سوچتی نفرت کی چنگاریاں آنکھوں سے نکلنے لگتی تھیں۔

''آپ خود ہی تو کہہ رہی ہیں آپ کے ڈیڈی کا جھکاؤ تیمور کی طرف کم ہوتا جا رہا ہے اور آپ اس موقع سے فائدہ اٹھائیے''۔

''ہوں.....!'' اس نے ہوں کو لمبا کھینچا۔

''عدین! میں کب سے آوازیں دے رہا ہوں، تمہیں سنائی نہیں دیا؟'' حمدان اسکائی بلیو کاٹن کے نفیس شلوار میں ملبوس برہم سا ان دونوں کے سر پر کھڑا تھا، وہ دونوں ہی گڑبڑا گئے، مگر اریشماء نے خود کو فوراً ہی پُراعتماد ظاہر کیا۔ وہ حمدان کی آنکھوں میں دیکھنے لگی، دونوں کی نگاہوں کا تصادم ہوا، مگر حمدان نے پھر نگاہ پھیر لی۔

''وہ مجھے باتوں میں سنائی نہیں دیا، کہیے کیا کام ہے؟'' وہ جھٹ مودب بن کے اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

''نیچے دیکھو جا کر، موٹر چلواؤ، پانی نہیں آ رہا ہے''۔ وہ سخت کوفت کا شکار تھا، شاید نہانے جا رہا تھا پانی نہیں آ رہا تھا، وہ نکل آیا۔

''اتنا غصہ کیوں ہو رہے ہیں؟'' اریشماء نے عدین کے جانے کے بعد مخاطب کیا۔

''آپ کو لگ رہا ہے جبکہ مجھے غصہ نہیں آ رہا''۔ اس نے اریشماء کو گہری نگاہوں سے دیکھا، اس کا ایک ایک نقش اتنا دلکش تھا، وہ اکثر بہکنے لگتا تو نگاہوں کو چرا لیتا۔

''حمدان صاحب! مجھے جو لگ رہا ہے وہ کہہ دیا ہے''۔ وہ طنزیہ لہجے میں بولی۔

''آپ کبھی تو مجھ سے توجہ سے بات کیا کریں''۔ اسی وقت عدین کے کھانسنے کی آواز پر وہ تو گڑبڑا گئی، حمدان جھینپ کے رہ گیا۔

''یہ تمہیں کیا ہوا ہے؟''

''بھائی جان! موٹر میں نے چلا دی ہے''۔ اس نے حمدان کے مخاطب کرنے پر جھٹ کہا۔ وہ اسے گھورتا ہوا نکل گیا۔

''ہاں، کیا کہہ رہی ہیں آپ؟''

''چپ کرو''۔ وہ بھی جھینپ گئی۔

''اریشماء! کل آپ کریم آباد چلیں گی؟'' مصباح نے پوچھا۔

''ہوں، کیوں نہیں''۔ وہ اس کی جانب متوجہ ہو گئی۔

''چند سوٹ اور لینے ہیں، آپ کے مشورے سے لوں گی''۔

''ارے اپنی مرضی سے جو دل چاہتا ہے وہ لو، میں کوئی اتنی اعلیٰ ہوں، جو میرا مشورہ درکار ہے؟'' اس نے ہنس کر اسے دیکھا۔

''دراصل خواتین میں کیڑا ہوتا ہے، ایک کہتی ہے یہ لوں گی، دوسری کہتی ہے وہ لو، پھر کیا ہوتا ہے، کوئی کچھ بھی نہیں لیتی اور آگے بڑھ جاتی ہیں، بے چارہ دکاندار آوازیں دیتا رہ جاتا ہے، مگر خواتین مجال ہے جو سن لیں، پھر پتہ ہے کیا ہوتا ہے، واپس گھوم کر اسی دکان پر آ کر دوبارہ سے بارگیننگ کر کے لیتی ہیں''۔

''تم چپ رہو''۔ مصباح نے اس کی بکواس پر دو چپت لگائے۔ اریشماء تو ہنسے جا رہی تھی، سامنے بیٹھے حمدان کی اس پر نگاہ اٹھ گئی تھی، کتنی پیاری لگتی ہے ہنستی ہوئی۔

''وہ دیکھیے بھائی جان کا حیرت سے منہ کھلا ہے''۔ عدین نے اس کی چوری پکڑ لی۔ اس نے خجل ہو کر پشت پھیر لی، اریشماء کی ہنسی کو بھی بریک لگ گیا۔

''پتہ ہے آپ ہنستی ہوئی بہت پیاری لگ رہی ہیں، بھائی جان اس لیے دیکھ رہے تھے''۔

''عدین! کبھی تو تمیز میں رہ کر بولا کرو''۔ حمدان تو خفیف سا ہو کر وہاں سے اٹھ ہی گیا۔

''کیوں زچ کرتے ہو؟'' اریشماء نے بھی پیچھے سے لقمہ دیا۔

''یہ زچ تو ہو ہی نہیں سکتے، دوسروں کو کر دیں''۔ عدین نے سرگوشی میں کہا۔

''کسی دن تمہاری خبر لے لیں گے، سیدھے ہو جاؤ گے''۔ مصباح نے اسے سرزنش کی۔ اریشماء اور عدین پھر ہنسنے لگے، حمدان کو ان لوگوں کے ہنسنے کی آوازیں روم تک آ رہی تھیں۔

☆..........☆..........☆

لیل ماہ نے جب یہ سنا تو غصے کے مارے پھوں پھوں کرنے لگی، شہران کو جب بھی سوچتی اس کا خون کھولنے لگتا تھا، شہران کی حرکتیں سوچ سوچ کر دانت پیستی تھی، امی نے الٹا لیل ماہ کو ہی اچھی طرح سنائی تھیں۔

''میرے لیے وہی مردود رہ گیا ہے، میں ایسی گری پڑی ہوں کہ مجھے لفنگے کے حوالے کر دیا جائے''۔ وہ بڑبڑائی، غصے میں یہ تک بھول گئی، وہ کیسے الفاظ استعمال کر رہی ہے۔

''زیادہ فضول بولنے کی ضرورت نہیں، ابھی تمہاری بھاوج کے کان میں پڑ گئی تو الٹی کہانی بنانے میں تو وہ ماہر ہے''۔ امی نے اسے ساتھ ہی سرزنش کی۔ تن پھن کرتی ہوئی وہ بیٹھی تھی، مگر اسے ابو کی اپنی چلانے پر بہت دکھ ہوتا تھا، وہ صرف اپنا سوچتے تھے اور ہر فیصلہ خود کرتے تھے۔

''اگر اس کمینے نے ہماری کچھ مدد کر دی تو اس کے آگے ہم بچھ جائیں، یاد ہے ابو کتنا برا بھلا کہتے تھے، اب ایک دم ہی اتنے مہربان ہونے لگے کہ اس آوارہ بدمعاش سے اپنی بیٹی بیاہنے کا سوچنے لگے''۔ غصے میں تو وہ اول فول بکے جا رہی تھی۔

''اچھا بس کر دو یہ رونا، بلکنا، کون سا رشتہ طے کر دیا ہے، تمہارے ابو کی بات بتائی ہے تمہیں، تم تو اس لڑکے کو بکنا جھکنا شروع ہو گئیں''۔ امی اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہو گئیں، لیل ماہ کو اس وقت سمجھانا فضول تھا، انہوں نے بس یہ کہا تھا، اس کے کانوں میں یہ بات ڈال دی تھی اس کے ابو کا کیا ارادہ ہے۔

''یاد رکھیے گا، مر جاؤں گی مگر اس آوارہ، بدمعاش سے ہرگز ہرگز شادی نہیں کروں گی''۔ لہجے میں حقارت اور نفرت تھی، شہران سے اسے نفرت ہی ہو گئی تھی، کہاں وہ پہلے اسے دل میں بسائے گھومتی رہتی تھی، اب اچانک سے اسے ملنے والا تھا تو وہ تلملا ہی گئی۔

''کسی سے اتنی نفرت بھی نہیں کرنی چاہیے کہ وہ پھر آپ کے لیے ہی منتخب کر دیا جائے، کیسے تمہارے ابو شہران کو برا بھلا کہتے تھے اور کیا ہوا، مدد کی تو اسی نے، اپنے تک منہ پھر گئے، وہ بہن جسے اولاد کی طرح رکھا، شادی کی، کیسے وقت پڑنے پر ہری جھنڈی دکھا گئی''۔ امی نے اسے ساتھ ہی سمجھانے کے مریم پھپھو کا بھی قصہ یاد دلایا۔

''تمہارے ابو کا دل مریم کی طرف سے برا ہو گیا ہے، میں نے سمجھایا بھی بہن ہے، چھوٹی ہے، نہیں ہو گا اس کے پاس''۔

''امی! بس بس، آپ لوگوں کی طرفداری کرنا چھوڑ دیں، میں سب جانتی ہوں، مریم پھپھو کتنی باتیں بناتی ہیں، آپی سے اتنے فضول فضول ان کی سسرال سے متعلق سوالات کر رہی تھیں، میرا تو دل کر رہا تھا مریم پھپھو کا ہاتھ پکڑ کر گھر

سے چلتا کردوں، مگر میں نے ایسا نہیں کیا"۔ وہ مریم پھپھو کی وجہ سے بھی پہلے سے جلی بھنی بیٹھی تھی، جبکہ محمد احمد کے [illegible] ان کا پہلے سے خوب آنا جانا تھا، پھران کی عادت بھی یہی تھی جسے ہم برا کہتے مریم پھپھوانہی میں گھستی تھیں، جب [illegible] کی شادی ہوئی تھی جانا ہی چھوڑ دیا تھا۔

"شکر ہے ایسا نہیں کیا اور گھر میں نیا فساد کھڑا ہو جاتا، زیادہ مریم سے بحث نہیں کیا کرو"۔

"امی! آپ دیکھتی نہیں ہیں، کتنی فضول اور گھٹیا باتیں کرتی ہیں، دل جلے گا تو غصہ نہیں آئے گا؟" اس نے [illegible] پیے۔

"وہ جیسی ہیں ہمیں پتہ ہے زیادہ منہ نہیں لگایا کرو"۔

"اونہہ..... ہر ایک کی بن گن لینے کی بہت عادت ہے انہیں"۔ اس کا نزلہ مریم پھپھو پر گرنے لگا تھا۔

"رات کی ہنڈیا کی فکر کرلو، کیا پکانا ہے؟"

"کیوں بھابی نہیں پکا رہی ہیں، میں نے دوپہر میں کیا تھا سارا کام، رات کا آٹا تک گوندھ کے فریج میں [illegible] ہے"۔ بھابی کی لاپرواہی پر وہ اور جلتی رہتی تھی۔

"پتہ نہیں، کمرے میں کیا کررہی ہے، دعا بتارہی تھی صفائی کررہی ہے"۔

"ان کی صفائیاں بھی خوب ہوتی ہیں، مغرب تک جھاڑو لگاتی رہتی ہیں، جیسے ملا گھرانے سے تعلق ہے، اتنی ہی [illegible] میں وہ ادب آداب ہی نہیں ہیں"۔

"اچھا، اچھا بس کرو، کب سے تم بھی ہر ایک کو برا کہہ رہی ہو"۔ امی نے اسے ٹوک دیا۔

"سالن تم پکالو، روٹی میں بنالوں گی"۔

"رہنے دیں، میں کرلوں گی سب، آپ کو ویسے ہی ابو کے اتنے کام ہوتے ہیں"۔ اس نے انہیں منع کردیا۔ بھا[illegible] کے اول دن سے یہی وطیرے تھے، اپنی مرضی سے کام کرتی تھیں، کچن میں جانے کے لیے لاؤنج میں آئی تو ابو کے کمر[illegible] سے کسی کے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

"امی! اندر کون آگیا؟" وہ حیرانگی سے پوچھنے لگی۔ امی اندر کمرے میں جانے لگیں، دیکھا تو شہران بیٹھا ہوا تھا۔

"شہران آیا ہے، تم کولڈ ڈرنک نکال کردے دو"۔ امی اسے بتانے آئیں۔

"یہ یہاں..... اس وقت کیوں آگیا؟"

"ہر بات پر اعتراض نہیں اٹھایا کرو، آگیا ہوگا تمہارے ابو کی طبیعت پوچھنے"۔ انہوں نے اسے گھورا۔ بڑ[illegible] ہوئی فریج سے کولڈ ڈرنک کی بوتل نکالنے لگی، اتنے میں زین آگیا۔

"پھپھو! دو گلاس نکالیے گا"۔

"خود نکال لو، مجھے کھانا بھی بنانا ہے"۔ بوتل کاؤنٹر پر چھوڑ کے ہٹ گئی۔

"آپ ہر وقت ناراض کیوں رہنے لگی ہیں؟"

"میری بھینسیں مرگئی ہیں"۔ تنک کر وہ غرائی تھی۔

"آج کل آپ بھینسوں کی مالکن لگنے بھی لگی ہیں"۔ وہ بھی اسے مسکرا کے چھیڑنے لگا۔ لیل ماہ نے جوابی خونخوار انداز میں اسے گھورا، وہ کولڈ ڈرنک اور گلاس ٹرے میں رکھ کر بھاگ گیا۔

☆..........☆..........☆

کمر سیدھی کرنے وہ بیڈ پر لیٹی تھی، آج پورے کچن کی صفائی کی تھی، رمضان آنے والے تھے، اس نے تھوڑی تھوڑی سب جگہ کی صفائی شیبا کے ساتھ مل کر کرلی تھی، پھر عید پر کرنے میں زیادہ مشکل نہیں ہوگی۔

"جی تو بیگم صاحبہ! کھانے میں کیا ہے؟" ذیشان ہنستے مسکراتے فریش لہجے میں اس سے مخاطب ہوا۔ وہ جو آنکھیں بند کیے لیٹی تھی، پٹ سے کھول کر اسے دیکھنے لگی۔

"جی....؟"

"ایک تو تم میرے بولنے پر اچھل کیوں جاتی ہو؟"

"وہ میں کچھ سوچ رہی تھی"۔ جھینپ کے نگاہ جھکالی۔

"شکر ہے، مجھ غریب کے بارے میں بھی سوچا، ورنہ میں تو سمجھ رہا تھا اسی طرح لٹکا رہوں گا"۔ ذیشان کی آنکھوں میں معنی خیزی اور شرارت تھی۔

"وہ میں یہ سوچ رہی تھی رمضان آنے والے ہیں، گھر کا سودا سلف پہلے سے لے آئیں گے"۔

"اُف....!" وہ سر پکڑ کر اسے گھورنے لگا۔ حرما اس کی باتوں کا مطلب خوب سمجھ رہی تھی، مگر جان کے بھی انجان بننے کی پوری کوشش کررہی تھی۔

"خاتون! یہ سوچنے کی ذمے داری تو امی کی ہے، وہ خود رمضان سے پہلے سب لے آتی ہیں، تم مجھ غریب پر بھی تو کچھ توجہ دو"۔ وہ کھسیا کے اٹھ گیا۔ حرما کے ہونٹوں پر دبی دبی مسکراہٹ رینگ گئی۔

"آپ کے کپڑے میں نے واش روم میں پہلے ہی لٹکا دیے ہیں، اور کھانے میں آلو گوشت ہے، آپ فریش ہوکر آئیے، میں کھانا لگاتی ہوں"۔ وہ اٹھ گئی۔

"جہاں میری باری آتی ہے وہاں چاہے کھانا ضرور آجاتا ہے"۔ وہ غصے میں بڑبڑانے لگا۔

"ابھی تو کھانے کا ٹائم ہے، جب آپ کی باری آئے گی تو ان سب کی باری نہیں آئے گی"۔ وہ بھی شرگیں لہجے میں گویا ہوئی اور تیزی سے روم سے نکل گئی۔ ذیشان کو اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آیا، وہ ایڑیوں کے بل گھوما تھا، مگر وہ تو جاچکی تھی، اس کے لبوں پر گہری مسکراہٹ عود کر آئی۔

"ہوں.... تو محترمہ کو سب پتہ ہے، مجھے تنگ کیا جارہا تھا"۔ وہ سرشار سا واش روم میں گھس گیا، کھانا کھانے کے بعد وہ شیبا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، شیبا کو کچھ فائیو ایئر سے بتارہی تھی، حمیرا بیگم عشاء کی نماز پڑھ رہی تھیں، محمد احمد اپنی مخصوص جگہ صحن میں تخت پر لیٹے ہوئے تھے، بسمہ بھی اپنے اسکول بیگ کی صفائی میں لگی تھی۔ شہران کا ابھی تک پتہ نہیں تھا، وہ بارہ ایک بجے سے پہلے تو آتا ہی نہیں تھا، مگر کچھ دن سے اس کے لب و لہجے میں انسانیت آگئی تھی، محمد احمد سے اس نے لڑنا جھگڑنا اور طنز کرنا، آج کل شاید بند کیا ہوا تھا، اس لیے گھر میں سکون تھا۔ ذیشان کب سے چینلز چینج کیے جارہا تھا، مگر حرما کو لگتا تھا، اسے تنگ کرنے میں زیادہ ہی مزا آتا تھا۔ ریموٹ زور سے صوفے پر پھینکا اور روم میں چلا گیا، حرما کی نگاہ اٹھی تھی، وہ سمجھ گئی تھی وہ اسی کا ہی انتظار کررہا تھا۔

''شیبا! باقی کے نشان میں کل لگا دوں گی، تم ابھی ان سوالات کی تیاری شروع کر دو''۔ وہ بھی کھڑی ہو گئی، روم میں آئی تو دیکھا وہ الماری کھولے کھڑا جانے کیا تلاش کر رہا تھا۔

''کچھ ڈھونڈ رہے ہیں؟'' جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''جی، اپنی بیوی تلاش کر رہا ہوں، شاید ادھر نظر آ جائے''۔ تنک کے جواب دیا۔

''جناب کو بہت غصہ ہے؟'' وہ مسکراہٹ لیے سوچنے لگی۔

''وہ میں آ رہی تھی''۔

''دروازہ بند کرتی آؤ، تمہیں تو ایسے میرا خیال آئے گا نہیں''۔ ذیشان کے تیور خطرناک لگ رہے تھے۔ حرما مارے حیا کے لرز سی گئی، نگاہوں میں اس کے کچھ اور ہی نظر آ رہا تھا، دروازے کا لاک لگایا، دوپٹہ شانوں پر برابر کیا۔

''بہت دن ہو گئے ہیں مجھے خود پر پہرے لگائے ہوئے''۔ حرما کا بازو پکڑ کے خود سے قریب کر لیا۔ وہ تو اچانک حملہ کرنے پر بوکھلا کے رہ گئی، مگر احتجاج نہیں کر سکی۔

''تم نے کہا تھا ابو مجھے معاف کر دیں گے، تو ہم دونوں جب ہی قریب آئیں گے اور اب یہ تو کہانی ختم ہوئی، اب ہماری کہانی شروع ہو جانی چاہیے''۔ اس نے حرما کو ریشمی تھان کی طرح اپنی بانہوں میں سنبھالا، وہ پھسلتی جا رہی تھی، مگر آج وہ چھوڑنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

''وہ.... میری بات تو سنیے!'' تھوک نگل کے لب وا کیے۔

''بالکل نہیں''۔ نازک لبوں کو اس نے قید کر لیا اور حرما پگھلتی چلی گئی۔

''تم جانتی ہو نا میں جتنا صبر شکر کا بندہ ہوں، اتنا ہی جذباتی بھی ہوں''۔ وہ جسارتوں پر جسارتیں کیے جا رہا تھا، اور وہ مارے حیا کے کچھ بولنے کے بھی قابل نہیں رہی تھی۔

''حرما! زندگی کا مزہ تو اب آئے گا، پہلے تو مجھے محبت تھی، مگر مجھے اب تم سے عشق بھی ہو گیا ہے، پتہ نہیں تم مجھ سے محبت و عشق کرتی بھی ہو یا نہیں''۔ وہ کان میں سرگوشیاں کیے جا رہا تھا، ذیشان کے ہاتھوں کی حدت سے اس کا پورا وجود سن سا ہو گیا تھا، اس نے تو سوچا بھی نہیں تھا ذیشان اس سے اتنی شدتوں سے محبت کرتا ہے اور وہ اس کے صبر کا امتحان لیتی جا رہی تھی، وہ مرد تھا کب تک قابو رکھتا، آج اس نے جیت لیا تھا۔

☆..........☆..........☆

سارا فیصلہ اس کے حق میں جا رہا تھا، وکیل بھی اسے اچھا اور قابل ملا تھا، عدالت میں کیس وہ سارے ثبوت رکھ کر لڑ رہا تھا، جاوید کیانی کے پاس اصلی کاغذات تو تھے نہیں وہ بری طرح گڑبڑا کے رہ گئے تھے، عدالت نے انہیں تین دن کا ٹائم دیا تھا اور اصلی کاغذات تو حمدان کے پاس تھے، آدھی جیت تو اس کی ہو ہی گئی تھی، وہ سرشار سا گھر لوٹا تھا، گھر میں بھی رونق لگی ہوئی تھی، رمضان بھی شروع ہو گئے تھے، مصباح کو عید کے تیسرے دن مایوں بیٹھ جانا تھا، اس کی بھی ساری تیاری پیکنگ وغیرہ سب اریشماء نے ہی کروادی تھی، زیادہ تر وہ یہاں ہی نظر آتی تھی۔

''یار! تم لوگ سموسے کیوں نہیں بناتی ہو؟'' عدین کی روتی بسورتی احتجاج سے بھرپور آواز آئی۔ حمدان بھی ہنستا مسکراتا کچن کی چوکھٹ پر ایستادہ تھا۔

''[illegible] ضروری ہے روز روز سموسے ہی کھائے جائیں؟'' مصباح نے [illegible]

''تم یہاں سے نکلو، دیکھنا پھر میرے سکھ کے آرام کے دن آئیں گے''۔ اس نے مصباح کو چڑایا۔

''میں کہاں تم پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہی ہوں، امی! سن رہی ہیں اس کی بکواس؟'' وہ تو برا مان کے امی سے شکایت کرنے لگی۔

''عدین! کیوں بہن کو تنگ کرتے ہو، ذرا شرم نہیں آتی''۔ حمدان نے اسے پیچھے گدی سے پکڑ لیا، وہ تو اچانک بوکھلاہٹ میں آ گیا۔

''بہت فضول کی بکواس کرتا ہے''۔ مصباح نے عدین کے بازو پر چٹکی لی، وہ بلبلا کے رہ گیا۔

''ارے کیا تم لوگ جھگڑوں میں لگ گئے، افطار کا ٹائم ہو جائے گا، چل عدین! نکل یہاں سے''۔ امی نے اس کی پشت پر دھپ لگا کے باہر نکالا۔ حمدان کے لب مسکرا رہے تھے، آج وہ خلاف معمول شوخ سے موڈ میں نظر آ رہا تھا، امی کی گہری اور جانچتی نگاہیں اس پر تھیں۔

''آج میرا بیٹا خوش خوش نظر آ رہا ہے''۔

''نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں ہے''۔ وہ جھینپ گیا۔

''ابھی اریشماء باجی آ جائیں گی تو یہ خوش خوش ناخوش نظر آ رہے ہوں گے''۔ عدین لقمہ دینے سے باز نہیں آیا۔

''زیادہ بکواس نہیں کیا کرو''۔ حمدان اپنے روم میں چلا گیا تھا، افطار کے بعد وہ نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر باہر جانے لگا، اریشماء کو سیڑھیوں پر دیکھ کر رک گیا۔

''اسے کوئی اور کام نہیں ہوتا، جو ہر وقت ادھر ہی دکھائی دیتی ہے؟'' حمدان نے پنک پرنٹڈ لان کے کپڑوں میں بالوں کی پونی ٹیل بنائے ہوئے اریشماء کو دیکھا، جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

''آپ اور اس وقت؟'' اس نے سوالیہ نگاہ اٹھائی۔

''کیوں یہاں اس وقت میرے یہاں آنے پر بھی پابندی لگائیں گے''۔ تپ کے گویا ہوئی۔

''خیر! ایسی تو کوئی بات نہیں ہے''۔ وہ جز بز ہو گیا۔

''آپ کو عادت ہے مجھ پر اعتراضات اٹھانے کی اور یاد رکھیے گا! آپ جتنا مجھ سے روکھا اور سرد مہر رویہ رکھیں، میں یہاں آنا نہیں چھوڑوں گی اور آپ کا پیچھا بھی نہیں چھوڑوں گی''۔

''آپ دماغی طور پر بالکل ہی کھسک گئی ہیں، منگنی ہو گئی ہے اور فضول خرافات دماغ میں بٹھا رکھی ہیں''۔ وہ بے زار سا چہرہ بنانے لگا۔

''مسٹر حمدان! آپ جتنی ایکٹنگ کر لیں، مجھ سے سرد رویے کی، لیکن پسند آپ بھی مجھے کرتے ہیں''۔ اریشماء نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے وثوق بھرے لہجے میں کہا۔

''وہم کا کوئی علاج نہیں ہے''۔ اس نے استہزائیہ لہجے میں تمسخر اڑایا۔

''پلیز راستہ دیں''۔ اس نے بات کاٹی۔

''یہ میرا وہم نہیں ہے، جو حقیقت ہے وہ بات بیان کی ہے''۔ اس نے حمدان کے لیے راستہ چھوڑا۔

''ٹھیک کہا ہے کسی نے، لڑکیاں خوش فہمیوں کے سہارے زندگی گزارتی ہیں، لیکن محترمہ! میری سوچ اور یقین آپ سے بالکل مختلف ہے، جو چیز آپ کے سامنے ہے اور نظر آ رہی ہے اس سے انکاری ہونا یہ سراسر حماقت ہے''۔ اس نے نگاہ چرائی، جبکہ دل کے تار تو اریشماء کو سوچ کے ہی بہکنے لگتے تھے، جتنا وہ اس سے پیچھا چھڑاتا وہ اتنا ہی اس کے دل کے ایوانوں میں براجمان ہوگئی تھی، وہ اکثر گھبرانے لگتا تھا، اریشماء کے جانے کے بعد وہ کیسے رہے گا؟

''میں بھی سامنے جو ہے اسے ہی آپ کو محسوس کرا رہی ہوں، آپ کو نہیں پتہ کیا سے کیا ہو جاتا ہے''۔ گریس فل ڈیسنٹ سے حمدان کو فان کلر کے قمیض شلوار میں ملبوس گہری نگاہوں سے دیکھا، اس کا اونچا لمبا قد کتنا توانا نظر آ رہا تھا، تیمور بھی خوبصورت تھا، مگر اسے حمدان کی شخصیت ایسی لگتی تھی جیسے کسی سحر میں جکڑتا جا رہا ہو۔

''یہ بحث لمبی ہو رہی ہے''۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں اتر گیا۔ اس نے حمدان کو جاتے دیکھا، ہونٹوں پر اس کے مسکراہٹ در آئی، کیونکہ حمدان اس سے بچتا تھا، اس کے دیکھنے کے انداز سے بھی گڑبڑا جاتا تھا، اریشماء خود پر حیران تھی، وہ حمدان کے سامنے اتنی پراعتماد کیسے ہو جاتی ہے؟ شاید محبت طاقت اور ہمت خود دیتی ہے۔

☆..........☆..........☆

کئی دنوں کی بھاگ دوڑ سے روحیل سکندر اس کے فلیٹ تک پہنچ گئے تھے، وہ دونوں ہی حیران اور بھونچکے سے رہ گئے۔ تیمور کو تو ایسا لگ رہا تھا اس کے قدم وہیں جم گئے ہوں، وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ روحیل سکندر یہاں بھی آ سکتے ہیں۔

''ارے بیٹا! اندر آنے کو نہیں کہو گے؟'' وہ ہنستے مسکراتے بڑے فریش انداز میں اس سے مخاطب تھے۔

''جج..... جی آیئے!'' اس کا سکتا ٹوٹا تھا۔ عائشہ ٹکر ٹکر ناسمجھی کی کیفیت میں کھڑی انہیں دیکھے جا رہی تھی، اس نے اس ہستی کو پہلی دفعہ دیکھا تھا اور یہ کون تھے وہ جاننے کے لیے تیمور کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی، تیمور تو ایسے بوکھلایا، گڑبڑایا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہاں چھپ جائے۔ جدید طرز پر فرنشڈ فلیٹ کا انہوں نے تفصیلی جائزہ لیا، لڑکی ابھی بھی کھڑی تھی۔

''یہ ہماری بہو ہے نا، آؤ بیٹی بیٹھو''۔ روحیل سکندر کے چہرے سے ذرا بھی ظاہر نہیں ہو رہا تھا، وہ حیران ہوں یا ان کا کسی قسم کا منفی ردعمل ہو۔

''وہ اصل میں تایا ابو.....!'' تیمور سے تو جواب بھی نہیں بن پا رہا تھا، کیوں کہ جھوٹ چلنے والا نہیں تھا، روحیل سکندر تمام ثبوت جان کے ہی اس کے فلیٹ پر آئے تھے۔

''یار! تم نے شادی کی ہوئی تھی، ہمیں بتایا تک نہیں، ہماری بہو تو بہت پیاری ہے''۔ انہوں نے عائشہ کے سر پر دست شفقت رکھا۔

''میں آپ کو بتانے والا تھا''۔ پہلا جھوٹ اس نے یہی گھڑا۔

''تیمور! ہماری بہو سے بولو کوئی ٹھنڈا وغیرہ پلائے، اسے اُردو وغیرہ آتی ہے یا نہیں؟'' عائشہ نے سر ہلایا۔

''جی مجھے آتی ہے''۔

''گڈ بیٹا! آپ کہاں سے Belong رکھتی ہیں؟''

''میں ایرانی ہوں''۔ اس نے مہین سی آواز میں کہا۔

''ہوں..... میں تو سمجھا آپ یورپین ہیں''۔ وہ مسکرائے، تیمور نے عائشہ کو اشارے سے کولڈ ڈرنک وغیرہ لانے کو کہا۔

''ہاں تو تم کیا کہہ رہے تھے، تم بتانے والے تھے''۔

''تایا ابو! یہ میری مجبوری کی شادی ہے''۔ وہ سر جھکائے ہوئے تھا، کیونکہ مجرم جو تھا۔

''دیکھو تیمور! تم مجبوری کا نام نہیں لو، یہ لڑکی تمہاری بیوی ہے اور خیر سے تمہارے بچے کی ماں بھی بننے والی ہے، ایسے تو تم نے شادی نہیں کی ہوگی، تمہاری پسند ہوگی، جب ہی یہ یہاں نظر آ رہی ہے''۔ وہ سنجیدہ سے لہجے میں گویا ہوئے، انہیں یہ جان کے زیادہ دکھ ہوا، ان کی محبت و شفقت کا تیمور نے کتنا غلط فائدہ اٹھایا، وہ اس پر اندھوں کی طرح یقین رکھتے تھے، مگر کچھ عرصے سے اس کی ایکٹویٹیز چینج دیکھیں پھر آفس کے چند ایمپلائز نے بھی انہیں تیمور کے متعلق خبریں دی تھیں، پہلے تو یقین نہیں کیا، مگر پھر انہوں نے خود ہی جاننے کی کوشش کی اور آج وہ ساری حقیقت جان گئے تھے۔

''میں اس لڑکی کو چھوڑ دوں گا، آپ فکر نہیں کریں''۔

''کیا بکواس کر رہے ہو، شادی کوئی کھیل تماشہ ہے؟ یہ تمہاری بیوی ہے، تم اس کے ساتھ زندگی مخلصی سے نبھاؤ اور رہا اریشماء کا سوال، اس کی کہیں بھی ہو جائے گی''۔ انہیں اس کی بات پر غصہ آ گیا۔

''اور اریشماء اب تو بالکل بھی راضی نہیں ہوگی''۔ عائشہ کولڈ ڈرنک لے کے آ گئی تھی، دونوں کی بات درمیان میں رہ گئی، روحیل سکندر نے عائشہ سے اچھے موڈ میں ہی بات کی تھی۔

''کامران اور شاہدہ کو تو پتہ ہی ہوگا؟''

''جج..... جی''۔ وہ تو اور سٹپٹاتا گیا۔

''اپنی بیوی کو ایسی حالت میں یہاں اکیلا نہیں رکھو، اسے گھر لے کے جاؤ''۔ وہ جانے کے لیے کھڑے ہوگئے۔

''تایا ابو! آپ میری بات تو سنیئے.....!'' تیمور کو اریشماء کے ہاتھ سے جانے کا ملال نہیں بلکہ جائیداد اور بزنس جانے کا ملال تھا۔

''بات سننے کے لیے اب کچھ رہا نہیں، مگر ہمیں بہت خوشی ہوئی کہ تمہاری شادی ہوگئی''۔ ان کے لہجے میں ہلکا سا طنز بھی تھا۔

''تیمور! ایک بات یاد رکھنا، جھوٹ پر رشتے کبھی قائم نہیں رہتے''۔ ذومعنی بات کی تھی۔ وہ شرمندگی سے سر جھکا کر رہ گیا، صفائی میں بولنے کے لیے اس کے پاس کچھ بچا ہی نہیں تھا، عائشہ دونوں کو دیکھے جا رہی تھی، وہ سمجھ گئی تھی، روحیل سکندر کو دکھ و افسوس ہوا ہے۔

''مزید اس رشتے کو کسی سے نہیں چھپاؤ''۔

''تایا ابو! آپ اریشماء کو نہیں بتایئے گا''۔ وہ ملتجی لہجے میں گویا ہوا۔

(جاری ہے.....)

شازیہ مصطفیٰ عمران
قسط نمبر 21
سلسلے وار ناول
کبھی عشق ہو تو پتہ چلے

''وقت آنے پر اسے بھی خود پتہ چل جائے گا، میں بتا کر ایسا کچھ نہیں کرنا چاہتا کہ میری بیٹی مجھ پر غصہ کرے''۔ وہ رکے نہیں تیزی سے نکل گئے۔ تیمور سر پکڑ کر رہ گیا۔

روحیل سکندر کو ایسا شاک لگا تھا، وہ خود کو مشکل سے سنبھال پا رہے تھے، ان کی بیٹی تو پہلے ہی تیمور سے شادی پر راضی نہیں تھی اور پھر انہوں نے اپنی اکلوتی بیٹی کو سامنے رکھنے کے چکر میں بھتیجے پر اندھا یقین کیا، حمدان تک کو اگنور کر دیا، اریشماء نے کبھی حمدان کا نام نہیں لیا تھا، مگر وہ سب سمجھتے اور جانتے تھے، ان کی بیٹی اسے پسند کرتی ہے۔

☆..........☆..........☆

اسد مرزا نے حمیرا بیگم کو بلوایا تھا مگر حرما کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ ان سے لیل ماہ کے رشتے کے متعلق بات کرتی، پھر شہران کو لیل ماہ سخت ناپسند کرتی تھی اس کی سمجھ نہیں آ رہا تھا، کیا کرے، وہ کب سے صحن میں تخت پر لیٹا تھا، آج ٹیکسی لے کے بھی نہیں گیا، یہ اچھنبے کی بات تھی۔

''امی! مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی''۔ حرما جھجکتے ہوئے ان سے مخاطب ہوئی، وہ بسمہ کے کپڑوں کی کٹنگ کر رہی تھیں۔

''ارے آؤ، اتنی پریشان کیوں ہو بیٹھو''۔ کارپٹ سے کپڑے سمیٹتے وہ ان کے سامنے ہی کارپٹ پر بیٹھ گئی۔ نیوی بلیو لان کے کپڑوں میں اس کی گوری رنگت چمک رہی تھی، چہرے پر اس کے ہر وقت شرم و حیا رہتی تھی۔

''امی! وہ میں چاہ رہی تھی شہران کے لیے ہم لیل ماہ کا رشتہ مانگ لیں''۔ اس نے اپنے ابو کی خواہش کو ظاہر کیے بغیر کہا۔

''بیٹی! یہ تو میری سب سے بڑی خوش نصیبی ہوگی اسد مرزا کی دوسری بیٹی بھی میری بہو بن جائے''۔ حمیرا بیگم کے لب و لہجے سے مسرت عیاں تھی۔

''لیکن میں دوسرا ظلم نہیں کرنا چاہتی، ان کی ایک بیٹی کو تو جن حالات میں رخصت کروا کے لائی ہوں یہ میں ہی جانتی ہوں، تمہاری مرضی کے بغیر یہ رشتہ ہوا تھا اور دوسری غلطی میں خود سے نہیں کروں گی''۔

''آپ، یہ کیا کہہ رہی ہیں''۔ وہ حیرانگی سے انہیں دیکھنے لگی۔

''شہران کو تم بھی جانتی ہو، کتنا ہٹ دھرم اور بدتمیز ہے، میں تمہاری معصوم سی بہن پر یہ زبردستی رشتہ دے کر گناہ نہیں کرنا چاہتی''۔ حمیرا بیگم نے شرمندگی سے کہا۔

''امی! آپ ایسا کیوں سوچ رہی ہیں؟''

''حرما! شہران کو جانتے بوجھتے تم اپنی بہن کے لیے ایسے شخص کا انتخاب کر رہی ہو؟'' وہ بھی حرما کے زور دینے پر حیران تھیں۔

''شہران پر ابھی ذمے داری نہیں پڑی ہے، پھر گھر کے ماحول کی وجہ سے وہ ایسے مزاج کا ہو گیا ہے''۔

''نہیں میں پھر بھی یہ نہیں چاہوں گی''۔ وہ کسی طور ماننے کو تیار نہیں تھیں، پھر یہ بھی تو جانتی تھیں اسد مرزا شروع سے شہران کو ناپسند ہی کرتے تھے۔

''تم یہ نہیں سمجھتا کہ میں نہیں چاہ رہی ہوں، میں صرف اس بچی کا خیال کرتے ہوئے منع کر رہی ہوں''۔ حرما چپ سی

ہوگئی، وہ انہیں کیسے سمجھائے ابو تو ان سے اسی سلسلے میں ہی بات کرنے کے لیے بلانا چاہ رہے تھے جو اس نے ابھی حمیرا… کو نہیں بتایا تھا۔

"اور مجھے نہیں لگتا شہران بھی راضی ہو، کیونکہ میں اس کی عادت سے واقف ہوں ہر اس بات کو منع کرتا ہے جو… چاہوں"۔ قدرے توقف کے بعد وہ گویا ہوئیں۔

"امی! میری خواہش تھی لیلیٰ ماہ بھی اسی گھر میں آجاتی تو اچھا تھا"۔ لہجے میں اس کے مایوسی در آئی۔

"حرما! تم کچھ بھی غلط نہیں سوچنا، دیکھو بیٹا! جن حالات میں تمہاری اور ذیشان کی شادی ہوئی وہ صرف مجبوری… یہ میری خوش نصیبی ہے جو مجھے اتنی اچھی بہو یوں اچانک سے ایک دم مل گئی، لیلیٰ ماہ میں اور تم میں بہت فرق ہے وہ زبر… کے رشتے برداشت نہیں کرے گی جو اس کی پسند ہو اس سے رشتہ کیا جائے تو بہت اچھا ہے، شہران اس کے قابل… ہے"۔ انہوں نے اس کے ہاتھوں کو تھام کے سمجھایا۔

"آپ اپنے بیٹے کے خلاف بول رہی ہیں؟"

"اس لیے کہ میں اس بچی کو یہاں لا کر ظلم نہیں کرنا چاہتی، ان دونوں کی بنے گی نہیں"۔ وہ بھی ایک عقل و سمجھ… والی خاتون تھیں، لیلیٰ ماہ کے تیکھے مزاج سے بھی واقف تھیں وہ شہران جیسے سرد مہر شخص کے ساتھ نہیں رہ سکتی تھی۔

"آپ لیلیٰ ماہ کے تلخ مزاج اور تنک مزاجی کی وجہ سے ایسا کہہ رہی ہیں؟"

"نہیں بالکل بھی نہیں، میں اپنے بیٹے کی عادت کو جانتے اور سمجھتے ہوئے کہہ رہی ہوں"۔ انہوں نے اسے… سے واضح کردیا تھا۔

"ٹھیک ہے"۔ اس نے پھر اس موضوع کو بند کردیا مگر دل میں افسوس تو ہو رہا تھا مگر حمیرا بیگم بھی دونوں کے… دیکھتے ہوئے ہی یہ سب کہہ رہی تھیں، ہوسکتا ہے اگر لیلیٰ ماہ یہاں شادی ہو کر آ بھی جاتی، دونوں میں نہیں بنتی تو… باعث تھا۔ دوپہر میں ذیشان آیا تو اس کا افسردہ چہرہ دیکھ کر وہ پوچھے بنا نہیں رہ سکا۔

"وہی لیلیٰ ماہ کی بات کی تھی امی نے منع کردیا، شہران کے مزاج کی وجہ سے"۔ اس نے سر اٹھایا۔

"حرما! شہران کی جیسی حرکتیں لیلیٰ ماہ کے ساتھ رہ چکی ہیں تم پھر بھی چاہ رہی ہو شہران سے شادی ہو؟" ذیشان… حرما پر حیرانگی تھی۔

"میں تو اس لیے چاہ رہی تھی کہ ہم دونوں بہنیں ایک گھر میں ہی رہیں گی"۔

"ہاں تم نے سوچا دیورانی جیٹھانی کا جھگڑا نہیں رہے گا"۔ ذیشان نے شوخی سے مسکراتے لقمہ دیا۔

"اب یہ بھی نہیں سوچا، میں تو اپنی خواہش ظاہر کررہی تھی"۔

"پہلے اپنی بہن سے پوچھنا پھر بات کو آگے بڑھانا"۔ اس نے حرما کے شانوں پر ہاتھ رکھا۔

☆☆..........☆☆

"کیا برائی ہے اس میں؟" امی اسے سمجھا سمجھا کے تھک گئی تھیں، حرما نے بھی… نے کی ہر طرح سے کوشش کی…

"ابو ہمیشہ اسے بدمعاش، لفنگا کہتے تھے اب اس طرح اس کے احسان کا بد… جتے ہیں مجھے… کرکے"۔ وہ روہانسی اور افسردہ سی ہو رہی تھی۔

"تمہارے ابو انہیں سب کو غلط سمجھتے تھے خود انہوں نے دیکھ لیا، برت لیا اندازہ ہوگیا الٹا وہ شرمندہ ہیں"۔

"مگر مجھے وہ انسان ذرا بھی پسند نہیں ہے"۔ قطعیت بھرے لہجے میں کہہ کر نخوت سے منہ گھما لیا۔

"امی! رہنے دیں، زبردستی نہیں کریں"۔ حرما نے بھی انہیں اشارے سے منع کردیا، لیلیٰ ماہ کا چہرہ غصے کی وجہ سے لال بھبوکا ہو رہا تھا۔ امی اپنا سا منہ لے کر رہ گئی تھیں وہ دونوں گھٹنے سکیڑے بیڈ پر بیٹھی تھی، حرما رات سے آئی ہوئی تھی صرف اس لیے کہ لیلیٰ ماہ کو سمجھا سکے۔

"آپی! تم سب کچھ جانتے ہوئے بھی مجھے مجبور کررہی ہو"۔ اسے حرما پر بھی غصہ آرہا تھا۔

"تم جیسا شہران کو سمجھ رہی ہو وہ ویسا نہیں ہے"۔

"راستے میں کھڑے ہو کر، دھمکیاں دیتا ہے ہاتھ پکڑ لیتا ہے، پھر بھی کہہ رہی ہو ویسا نہیں ہے"۔ وہ تیز لہجے میں گویا ہوئی۔

"اس میں خودسری گھر کے حالات کی وجہ سے آئی ہے تم اسے سدھار سکتی ہو"۔

"میں نے کوئی ٹھیکا لے رکھا ہے اسے سدھارنے کا؟" تلخ اور روکھے لہجے میں گویا ہوئی۔

"تمہارا تو دماغ خراب ہوگیا ہے"۔ حرما کو بھی غصہ آگیا۔

"میں نے تو یہ سوچا تھا ہم دونوں بہنیں ایک ہی گھر میں رہیں گی، کوئی لڑائی جھگڑا بھی نہیں ہوگا۔"

"تمہارا دیور ہی اتنا جھگڑالو ہے اس کے ساتھ کوئی بھی لڑکی سکھ سے نہیں رہ سکتی ہے تمہارے ساتھ میرا جھگڑا نہیں ہوگا، مگر تمہارا دیور تو جھگڑالو ہے"۔

"تم اپنا جواب بتادو"۔

"میرا جواب وہی ہے شہران سے تو بالکل بھی نہیں، اس کے علاوہ کسی سے بھی ہوجائے"۔ اس نے یہ کہہ کر بات ختم کردی۔

"اگر تمہارے دیور کا قرضہ اتارنا ہے تو وہ اتار دیں گے"۔

"فضول بکواس تو نہیں کیا کرو"۔ وہ برا مان گئی۔

"ابو کی خواہش کا کیا ہوگا؟"

"ابو نے شروع سے اپنے ہی فیصلے کیے ہیں، تمہیں بھی ٹھکانے لگادیا، اب مجھے ٹھکانے لگانے کے درپے ہیں"۔

"اگر ابو نے زبردستی اپنا فیصلہ صادر کردیا تو؟" حرما نے نگاہ اٹھائی۔

"میں چپ نہیں رہوں گی"۔ وہ اکڑ گئی۔

"ان کی بیماری جانتے ہوئے بھی؟"

"پلیز آپی! تم کیوں مجھے زچ کرنے پر لگی ہوئی ہو، تم کیا چاہتی ہو میں بے زبان بنی رہوں، اپنے دفاع کے لیے لڑوں بھی نہیں؟" ضدی تو وہ شروع سے ہی تھی مگر ابو کے رعب و دبدبے سے ڈرتی تھی، مگر اس وقت وہ نڈر بنی ہوئی تھی۔

"اور ہاں اپنے سو کولڈ دیور کو بھی سمجھا دیجئے گا اتنی آسانی سے میں ہار ماننے والی نہیں ہوں"۔

"ہاں میں نیا جھگڑا کھڑا کرلوں تمہاری بات اسے پہنچا کے تم بھی چپ کرکے بیٹھو، مجھے بھی ضد ہے تمہاری شادی

شہران سے ہی کرواؤں گی''۔ وہ بھی دوٹوک فیصلہ دے کے، اس کی پشت پر دھپ لگا کے جتانے لگی۔

☆..........☆..........☆

وہ لاؤنج میں بیٹھی زویا سے باتیں کر رہی تھی، بڑے صوفے پر خوبصورت ڈھیروں کشنز کے سہارے آرام سے ٹیک لگا کے وہ بیٹھی ہوئی تھی، اس کی نگاہ چچی جان اور چاچو پر پڑی جو بڑی پر اضمحلال صورت بنائے ہوئے آنکھوں میں کچھ اداسی لیے اندر آئی تھیں، اس نے مڑ کے بغور دیکھا وہ تیزی سے اسی کی طرف ہی چلی آئی تھیں۔

''کیسی ہے میری بیٹی؟'' انہوں نے چٹک پٹک اسے گلے لگا کے ماتھے پر پیار کیا، اریشماء کے کان سے ریسیور لڑھک گیا وہ ان کے ایسے جارحانہ پیار پر بھی گھبرا گئی۔ اریشماء نے گھبراہٹ میں سلام کیا، چاچو کا حسب معمول ہنستا مسکراتا چہرہ ہی تھا۔

''کیسی ہو اریشماء؟'' انہوں نے بھی اپنی شفقت کا ہاتھ سر پر رکھا جبکہ وہ ان کی شفقت اور محبت خوب جانتی تھی، اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا یہ دونوں جب بھی ساتھ آتے تھے ضرور کوئی خطرے کا ہی پتہ لگتا تھا۔

''بھابی اور بھائی صاحب گھر میں ہیں؟''

''جی ہیں، آپ اندر چلی جائیں، میں اپنی فرینڈ سے فون پر بات کر رہی ہوں''۔ اس نے انہیں ہٹانے کے لیے اپنی واضح توجیہہ پیش کی۔

''ہم ادھر ہی بیٹھ جاتے ہیں اپنی بیٹی کو دیکھے ہوئے بھی تو عرصہ گزر گیا تھا، سو چال آؤں''۔ اریشماء سے وہ جب بھی مخاطب ہوتی تھیں لہجہ ان کا شہد آگیں ہو جاتا۔

''میں فرینڈ سے ضروری بات کر رہی ہوں، آپ بیٹھیے میں ممی اور ڈیڈی کو کہتی ہوں''۔ وہ زویا کو کچھ کہہ کر فون بند کر کے چلی گئی۔ کامران سکندر نے شاہدہ کو دیکھا اریشماء کے اس طرح بچ کر بھاگنے پر کیونکہ وہ منہ پھٹ تو تھی ہی یہ بھی جانتے تھے۔

''تیمور نے تو میرے ارمانوں پر پانی ڈال دیا ہے، کیا کروں میں بھائی صاحب کسی طور نہیں مانیں گے''۔ وہ کامران سکندر سے دکھ و مایوسی سے گویا ہوئیں، ان کے انداز میں ذرا بھی شرمندگی اور ندامت نہیں تھی کہ ان کے بیٹے نے یوں اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہوا ہے۔

''ابھی خاموش ہو جاؤ، ایسی باتیں نہیں کرو''۔

''کیسے نہیں کروں، میرا دل جو جل رہا ہے''۔ وہ روہانسی ہونے لگیں، فوزیہ روحیل نے ان کی باتیں سن لی تھیں ٹھٹھک کے کچھ فاصلے پر رک گئیں، روحیل سکندر نے حیرانگی سے انہیں یوں کھڑے ہوئے دیکھا۔

''یہ کیا باتیں کر رہی ہیں؟'' فوزیہ روحیل نے سوالیہ نگاہ اٹھائی، روحیل سکندر نے شہادت کی انگلی اٹھائے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

''السلام علیکم!'' روحیل سکندر نے بڑے فریش انداز میں فرشی سلام کیا۔ وہ دونوں ہی ایک دم گڑبڑا کے رہ گئے، کیونکہ اپنی گفتگو میں جو لگے ہوئے تھے۔ شاہدہ نے فوراً انہیں سلام کر دیا۔

''آج کیسے آنا ہو گیا تم لوگوں کا؟'' روحیل سکندر استفہامیہ لہجے میں گویا ہوئے۔ کامران سکندر پہلو بدل کر رہ گئے۔

''بھائی صاحب! آج میں آپ سے اپنی بیٹی کو لے جانے کی تاریخ لینے آئی ہوں''۔ وہ بے تابی سے گویا ہوئیں۔

''لے جانے کی بات تو تم جب کرو گی جب میں اجازت دوں گا''۔

''وہی تو پوچھنے آئی ہوں''۔

''تیمور کی شادی کا آپ کو پتہ ہے، پھر کیوں انجان بن کے تاریخ لینے آئے ہو؟''

''جی...؟'' وہ ہکا بکا سی رہ گئیں، کامران سکندر نے لب بھینچ لیے جبکہ فوزیہ روحیل تو جھٹکا کھاتے رہ گئیں، ایسی غیر متوقع اور حیران کن بات ان کی سماعتوں نے سنی۔

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟''

''کامران اس میں انجان بننے کی بات نہیں ہے، میں سب کچھ جانتا ہوں اور تیمور سے بھی مل کے آیا ہوں، بیوی اس کی بہت پیاری ہے اور خیر سے تم لوگ دادا دادی بھی بننے والے ہو، یہ بھی تم لوگ جانتے ہو گے''۔ روحیل سکندر کے لہجے میں ٹھہراؤ اور اطمینان گھلا ہوا تھا۔

''اب جو کچھ بھی ہوا ہے آگے سے جھوٹ بول کے پردہ نہیں ڈالنا، کیونکہ مجھے جھوٹ سے سخت نفرت ہے''۔ کامران اور شاہدہ ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔

''بھائی صاحب! میں نے اس لڑکی کو بہو تسلیم ہی نہیں کیا، مجھے تو اریشماء ہی شروع سے اپنی بہو کی صورت میں اچھی لگی''۔

''مگر اب یہ ممکن نہیں ہے، میں یہ سارا معاملہ یہیں ختم کرنا چاہتا ہوں، تیمور کی بیوی کو قبول کر۔ اور رہی اریشماء کی بات وہ ویسے بھی اپنے کلاس فیلو کو پسند کرتی تھی، میں نے توجہ نہیں دی اور اس کی مرضی کے خلاف منگنی کر دی، مگر مجھے آج معلوم ہو گیا ہے، اولاد کی زندگی کا فیصلہ ان کی مرضی سے کریں تو زیادہ بہتر ہے، کیونکہ زندگی انہوں نے گزارنی ہوتی ہے''۔ وہ سنجیدہ لہجے میں بولتے ہوئے فوزیہ روحیل کو حیرت و انبساط میں مبتلا کر گئے تھے، ان کی سماعتیں آج کیا کیا نہیں سن رہی تھیں۔

''تیمور نے جس سے شادی کی ہے اس کے خاندان تک کا کوئی پتہ نہیں ہے، کس خاندان کی ہے''۔

''کامران! یہ فضول اور بے کار کی باتیں ہیں، تیمور کو اور اس کی بیوی کو گھر لے آؤ، اور ان کے ولیمے کی پارٹی میں خود ارینج کروں گا''۔ انہوں نے یہ کہہ کر بات ہی ختم کر دی۔

☆..........☆..........☆

حرما کو بھی جیسے ضد ہو گئی تھی عید کی وجہ سے وہ خاموش ہو گئی تھی، اس لیے یہ بات ابھی ختم کر دی گئی تھی، مگر عید کا ہفتہ گزرا ہی تھا کہ وہ پھر اپنے موقف پر ڈٹ گئی تھی۔

''حرما! تم کیوں اس کے پیچھے پڑی ہو، چھوڑو اور پھر شہران ایسا اعلیٰ سیرت کا نہیں ہے کہ تم اپنی ہی بہن کو داؤ پر لگانے چلی ہو''۔ ذیشان کو اس کی یہ ضد ذرا بھی اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

''شادی ہونے کے بعد سب سیٹ ہو جائے گی، صرف ایک رات میں اس کے سارے کس بل نکل جائیں گے''۔ وہ دھلے ہوئے کپڑے تہہ کر رہی تھی، ذیشان اسی وقت کام سے آ کر لیٹا تھا جو وہ پھر شروع ہو گئی تھی۔

''بہت آسان ہے ناان دونوں کی رات گزرنا''۔اس نے تمسخراڑایا۔

''شہران کو میں بھی جانتا ہوں، بالکل عقل سے پیدل ہو جاتا ہے غصے میں''۔

''اب تو کافی عرصے سے کوئی غصہ نہیں کر رہا اور مجھے تو یہ بھی پتہ چلا ہے پابندی سے نماز پڑھنے لگا ہے، ارباز بھائی نے اسے مسجد میں اکثر دیکھا ہے''۔وہ خوش ہو کر بتانے لگی۔

''آہ....یہ تو حیران کن بات ہے، پھر یہ تمہارے ابو کی صحبت کا کمال ہے جو میرے بگڑے ہوئے بھائی کو نمازی بنا دیا''۔وہ بھی حیران تو ہوا تھا۔

''یہ آپ خوش ہو رہے ہیں یا طنز کر رہے ہیں؟''اس نے کپڑوں کی تہہ اٹھا کے الماری میں جمانا شروع کر دی۔

''میں نہ خوش ہو رہا ہوں نہ طنز کر رہا ہوں، بلکہ نارمل لہجے میں کہہ رہا ہوں''۔حرما کو عجیب گھبراہٹ اور متلی سی ہونے لگی، کل صبح سے اس کے ساتھ یہی ہو رہا تھا، آج تو ناشتہ کیا وہ بھی متلی میں نکل گیا، الماری بند کر کے منہ پر ہاتھ رکھے وہ واش روم میں بھاگی۔ذیشان نے حیرانگی سے دیکھا، اچانک سے اسے ہوا کیا۔

خیریت تو ہے؟''

''پتہ نہیں کیسی طبیعت ہو رہی ہے''۔حرما معصومیت سے بولی۔

''اوہ....اچھا میں سمجھ گیا، ہم دونوں والدین بننے والے ہیں، مجھے تو کب سے انتظار تھا''۔ذیشان کی آنکھوں میں شوخیاں اور معنی خیزی نظر آنے لگی، وہ بلش ہو گئی۔

''کیا بدتمیزی ہے''۔

''ارے یہی سچ ہے، تم بھی اتنی ناسمجھ تو نہیں ہو، کہو تو واضح الفاظ میں سمجھاؤں؟''

''اچھا ڈاکٹر صاحب! بس بس''۔مارے حیا کے چہرہ گھما لیا۔

''بات میں شہران اور لیل ماہ کی کر رہی تھی، اور بات کیا نکل گئی''۔

''تمہاری سوئی ابھی تک وہیں اٹکی ہوئی ہے، ٹھیک ہے اگر ہمت ہے تو تم خود شہران سے بات کر لو''۔وہ اکتا گیا۔

''بات آپ کو کرنی ہے''۔

''کیا....میں کروں بالکل بھی نہیں، تم جانتی ہو کہ وہ نہیں مانے گا''۔اس نے ہاتھ اٹھا کر صاف انکار کیا۔

''اس گھر میں ایک واحد آپ ہی ہیں جس کی وہ تھوڑی بہت سن لیتا ہے''۔حرما نے جھٹ کہا۔

''یار! تم کیوں اپنی بہن کی دشمن ہو رہی ہو؟''ذیشان لاجواب ہو گیا تھا۔

''میں یہ شادی کروا کے دلوں میں جو تھوڑی بہت نفرت اور غلط فہمیاں ہیں وہ دور کرنا چاہتی ہوں اور اتنا میں بھی اندازہ کر چکی ہوں شہران لیل ماہ کو پسند کرتا ہے''۔

''لو یہ نئی خبر اور اڑائی محترمہ! آپ نے''۔اسے حرما کی دماغی حالت پر شک ہو رہا تھا۔

''جناب! میں سب سمجھتی ہوں، وہ ایسے ہی لیل ماہ کے پیچھے ہاتھ دھو کر نہیں پڑا ہوا تھا، کچھ تو دل میں تھا اور ہم بھی پوائنٹ بھی اٹھائیں گے، دیکھئے گا وہ خود ہی لائن پر آ جائے گا''۔

''یار حرما! تم پتہ نہیں کیا کروانے والی ہو، مجھے تو ڈر ہی لگ رہا ہے''۔اس نے تکیہ سیدھا کیا اور لیٹ گیا، حرما مسکرانے

لگی۔

☆..........☆..........☆

اریشماء کو تو ایسا لگ رہا تھا ہفت اقلیم ہاتھ لگ گیا ہو، وہ آزاد ہو گئی تھی اور خوش بھی بہت تھی، ممی نے جب سے تیمور کی شادی کا بتایا تھا وہ تو خوشی سے اچھل گئی تھی، وہ بڑے دل سے مصباح کی مایوں میں جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی، بلیو ... چوڑی دار پاجامے کے ساتھ بنایا تھا، ملٹی دوپٹہ شانوں پر برابر کیا، میک اپ وہ ہمیشہ لائٹ ہی کرتی تھی، آج تو وہ اس مشرقی حسن میں ماورائی مخلوق لگ رہی تھی۔

''اگر دیر ہو گئی تو آپ پریشان نہیں ہوئیے گا''۔بجی سنوری بہت پیاری لگ رہی تھی، فوزیہ روحیل نے اسے مسکراتی نگاہوں سے دیکھ کر دل میں اس کی نظر اتاری، روحیل سکندر اور فوزیہ روحیل کو بھی مایوں میں بلایا تھا، مگر فوزیہ روحیل کا کچھ بلڈ پریشر لو تھا اس لیے انہوں نے جانے سے معذرت کر لی تھی۔

زرد جوڑے میں مصباح اپنے سادے سے سراپے میں بہت پیاری لگ رہی تھی، مصباح کی چند کزنز بھی آئی ہوئی تھیں، جن سے وہ لوگ رکھتے تھے، گھر میں رونق لگی ہوئی تھی، اریشماء کو ساری کزنز رشک بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں، کیونکہ وہ خود سب میں پیاری لگ رہی تھی، حمدان کی نگاہ بھی بھٹک بھٹک کے اٹھ رہی تھی، مایوں کے فنکشن کا ارینجمنٹ بیچ پارکنگ میں کیا تھا، آج ہی فراز کی طرف سے بری بھی آ رہی تھی۔

''بڑی خوش نظر آ رہی ہیں''۔عدین نے اس کے کھلکھلاتے چہرے کو مسکراتے دیکھا۔

''میں تو خوش روز ہی نظر آتی ہوں، مگر اس دفعہ خوشی کچھ اور ہے''۔وہ مسکرائی۔

''کیوں....تیمور صاحب جلدی سہرا باندھ کے آ رہے ہیں؟''

''شٹ اپ، فضول مت ہانکا کرو، تیمور سے میری جان چھوٹ گئی ہے''۔ذرا اترا کے بولی۔

''کیسے....؟''عدین تو اچھل گیا۔

''بعد میں تفصیل سے بتاؤں گی ابھی دلہا والے آنے والے ہیں، مصباح کو بھی ریڈی کرنا ہے''۔وہ سیڑھیاں چڑھ گئی، برا ہوا اس وقت جو لائٹ چلی گئی اور اوپر سے اترتے کسی شخص سے اس کا ماتھا ٹکرایا، وہ گرتے گرتے بچی، اگر مضبوط ہاتھ اسے پکڑ نہیں لیتے، مگر پاؤں پھر بھی سینڈل سمیت مڑ گیا۔

''آؤچ....!''وہ چیخی تھی۔موبائل کی لائٹ آن ہوئی، دیکھا تو حمدان کے حصار میں وہ تھی۔

''آپ ہیں؟''

''کیوں کسی اور کا تصور رہتا ہے؟''تپ کے گویا ہوئی، پاؤں سیدھا بھی تو نہیں ہو رہا تھا۔

''خیر ایسی بھی بات نہیں''۔وہ جھینپ گیا اور سائیڈ پر ہو گیا، اریشماء بمشکل دیوار کا سہارا لے کر کھڑی ہوئی اوپر سے چند لوگ اتر رہے تھے۔

''اوپر تو چلیئے''۔

''پاؤں مڑ گیا ہے، سیدھا نہیں ہو رہا''۔وہ درد سے کراہ رہی تھی، حمدان وائٹ قمیض شلوار میں ڈیسنٹ اور سوبر لگ رہا تھا۔

''آپ کے پاؤں کے ساتھ ہی کچھ نا کچھ چکر رہتا ہے اور مجھے دیکھ کر ہی یہ کیوں مڑتا ہے؟'' حمدان نے کچھ عرصہ پہلے کی بات گویا اسے یاد دلائی، شیرٹن کے باہر بھی تو پاؤں مڑا تھا۔

''کیا مطلب ہے آپ کا، میں جان بوجھ کے ایسا کرتی ہوں؟'' اس کے تو سر پر جا لگی، حمدان کو اسے تنگ کرنے میں لطف آنے لگا، مسکراہٹ کو مبہم رکھا۔

''یہ تو آپ کو زیادہ پتہ ہوگا''۔ وہ شوخ ہوا، سیڑھیوں پر اندھیرا ہونے کی وجہ سے وہ حمدان کا چہرہ نہیں دیکھ سکی تھی۔

''حمدان احمد! آپ انتہا سے زیادہ خوش فہم بھی ہیں، آپ یہ سمجھ رہے ہیں، مجھے جان بوجھ کے آپ کے سامنے گرنے کا شوق ہے''۔ وہ تو سلگ گئی۔

''یہ بھی آپ خود بہتر جانتی ہیں''۔ ذو معنی لہجے میں طنزیہ گویا ہوا۔

''شٹ اپ''۔ وہ گرتی پڑتی سیڑھیاں چڑھ گئی، غصہ تو بہت آ رہا تھا، حمدان جانے کیوں اس کی اتنی تذلیل کرنے لگا ہے، اگر وہ اسے پسند کرتی ہے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اسے جلاتے رہو۔ مصباح کے سسرال والے اس کی بری وغیرہ لے کے آ گئے تھے، اس کا دل بہت عجیب سا ہو رہا تھا، مگر ہونٹوں پر تبسم رکھے پورا فنکشن اٹینڈ کیا، حمدان کے وہ پھر سامنے ہی نہیں گئی، فنکشن ختم ہوتے ہی وہ بغیر کھائے ہی چلی گئی، سب نے کتنا روکا مگر وہ رکی نہیں، حمدان کو اپنی غلطی کا بھی احساس ہوا، اسے اس طرح تنگ نہیں کرنا چاہیے تھا، حالانکہ اریشماء اس کی کسی بات کا برا نہیں مانتی تھی، آج تو وہ سخت ناراض ہو کر گئی تھی۔

وہ پوری رات بے کل اور بے چین بھی رہا، دو دن بعد مصباح کی شادی تھی، گھر میں ڈھیروں کام تھے، مصباح کا جہیز وغیرہ بھی پہنچانا تھا اور کورٹ بھی اسے جانا تھا، جہاں شوروم کا کیس چل رہا تھا، کامیابی اس کے نزدیک آتی جا رہی تھی۔

''آج اریشماء کو ہوا کیا جو کھانا بھی نہیں کھا کے گئی، لگتا ہے کسی نے کچھ کہہ دیا ہے''۔ امی حمدان کے خاموش چہرے کو استفہامیہ نگاہوں سے دیکھنے لگیں۔

''کچھ تو بات ہے''۔ وہ زیر لب پھر گویا ہوئیں، حمدان اپنے روم میں اٹھ کر ہی چلا گیا کیونکہ وہ اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

☆..........☆..........☆

مصباح کا جہیز وغیرہ پہنچانے کے بعد وہ چار بجے کورٹ چلا گیا تھا، وکیل نے یقین دلایا تھا جلد ہی یہ کیس ہم جیت جائیں گے، آفس کی آج اس نے چھٹی کی تھی، گھر کے بھی ڈھیروں کام تھے جو اسے ہی سرانجام دینے تھے۔ ابھی وہ کورٹ سے فارغ ہو کر نکلا ہی تھا، روحیل سکندر کی کال آ گئی تھی، انہوں نے اسے گھر پر بلایا تھا، اس وقت اس کا جانے کا موڈ نہیں ہو رہا تھا، مصباح کی شادی میں صرف ایک دن باقی تھا۔

''یار! میں تمہیں بلاتا نہیں، مگر کچھ مجبوری آن پڑی تھی''۔ روحیل سکندر شرمندگی سے گویا ہوئے کیونکہ حمدان نے چار دن کی آفس سے چھٹیاں لی ہوئی تھیں۔

''تیمور کا ولیمہ کرنا ہے، میں چاہ رہا تھا تم سے کچھ ڈسکس کر لوں''۔ حمدان نے چونک کر حیرانگی سے سر اٹھایا۔

''ولیمہ.....!''

''ہاں اس نے پہلے سے شادی کر رکھی ہے، میں چاہ رہا تھا اس کے ولیمے کی دعوت میں کروں، تم بتاؤ کسی ریسٹورنٹ میں رکھ لیں یا میرج گارڈن میں؟''

''سر! میں کیا کہہ سکتا ہوں؟'' حمدان کو تو حیرانگی کے جھٹکے ہی لگے جا رہے تھے، انہیں یہ سب معلوم کیسے ہوا؟

''تم مشورے اچھے دیتے ہو''۔ انہوں نے ستائشی لہجے میں اسے سراہا۔

''مگر سر! میں پھر بھی کچھ نہیں کہہ سکتا، یہ آپ کا پرسنل میٹر ہے''۔ اس نے خود کو صاف بچایا۔

''تمہیں میں ہمیشہ اپنے بیٹوں کی طرح سمجھتا ہوں''۔

''اونہہ...... بیٹوں کی طرح، جب اریشماء کے رشتے کا وقت آیا تو آپ نے اپنے بھتیجے کا ہی انتخاب کیا، میں آپ کا بیٹا کہاں سے ہو گیا اب؟'' اس نے دل میں سوچا، مگر وہ خاموش رہا۔

''سوری سر! میں اس بارے میں آپ کو کوئی مشورہ نہیں دے سکتا، پلیز مائنڈ مت کیجئے گا''۔ اس نے صاف انکار ہی کر دیا، روحیل سکندر لب بھینچ کے رہ گئے، انہیں تو اپنی غلطی کا احساس رہ رہ کے ہو رہا تھا، کیوں اتنے خود غرض بن گئے تھے، اپنی بیٹی کی پسند جانتے بوجھتے ہوئے بھی حمدان سے بھی کچھ سرد رویہ رکھا، جبکہ اس کا مزاج تو بالکل بھی ایسا نہیں تھا، ان سے ہمیشہ ہی عزت و احترام سے ملتا اور بات کرتا تھا۔

''سر! مجھے ذرا جلدی ہے، میں ورنہ رک جاتا، گھر میں بہت کام پڑے ہیں''۔ وہ معذرت خواہانہ لہجے میں گویا ہوا۔

''اٹس اوکے، کوئی بات نہیں''۔ وہ مسکرائے مگر انہیں حمدان کے رویے میں کچھ چبھن لگ رہی تھی۔ کوریڈور میں اریشماء مل گئی، مگر وہ بھی سرد مہری دکھاتی ہوئی آگے بڑھ گئی، وہ اس کی ناراضی کی وجہ بھی جانتا تھا، مگر اسے اصل پریشانی یہ ہو گئی تھی، تیمور کی اصلیت کا انہیں کیسے پتہ چل گیا؟

دوسرا دن شادی میں ایسا گزرا، حمدان کو بھی پتہ نہیں چلا، روحیل سکندر اور فوزیہ روحیل بھی آئے تھے مگر اریشماء نہیں آئی تھی، یہ حیرانگی کا جھٹکا تھا۔

''انکل! اریشماء باجی کیوں نہیں آئیں؟'' عدین کی میسج کرنے کے بعد روحیل سکندر سے مخاطب ہوا۔

''بیٹا! اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی، ہم نے کہا چلو، مگر وہ آئی ہی نہیں''۔ فوزیہ روحیل نے بتایا۔ حمدان پہلو بدل کر رہ گیا، امی کی نگاہوں نے اسے دیکھا تھا وہ ضرور حمدان کی وجہ سے ہی ناراض ہو گئی ہے۔

''مصباح تو انہیں پوچھے جا رہی ہے، وہ اکیلی ہے کوئی تو فرینڈ ہوتی ساتھ''۔ عدین کو یہ بھی فکر تھی۔

''تم ایسا کرو خود چلے جاؤ، اگر آ جائے تو لے آؤ''۔

''نہیں رہنے دیں کیا پتہ زیادہ طبیعت خراب ہے، جب ہی نہیں آئی ہوں''۔ حمدان نے اسے جانے سے روکا، روحیل سکندر نے بغور حمدان کے چہرے کا جائزہ لیا۔

☆..........☆..........☆

وہ خلاف توقع آٹھ بجے ہی گھر آ گیا تھا، کھانا آج سب نے مل کر ساتھ کھایا تھا، وہ لاؤنج میں جا کر بڑے صوفے پر لیٹ گیا، ذیشان نے سوچا اس سے اچھا موقع نہیں ملے گا، وہ شہران سے بات ہی کر لے۔

''یار! تم یہ ٹیکسی چلانا بند کرو، کہیں جاب وغیرہ تلاش کرو''۔ ذیشان نے ہمت کر کے اسے کہہ ہی دیا۔

''جاب کا بھی ایک دو دن میں پتہ چل جائے گا''۔ اس نے ٹی وی اسکرین پر نگاہیں جماتے ہوئے کہا، ذیشان حیران رہ گیا، جو وہ بات کرنے کا سوچ کے آیا، شہران اس پر عمل پہلے ہی کر چکا تھا۔

''گڈ! یہ تو بہت اچھی بات ہے''۔ اس نے دل کھول کر سراہا۔

''میرے اس دفعہ پیپر بھی کلیئر ہو گئے ہیں''۔

''کیا تم نے پیپرز دیئے تھے؟'' وہ حیرت و انبساط میں مبتلا ہو گیا، اس نے تو شہران کو ہمیشہ پڑھائی سے بھاگتے ہوئے دیکھا تھا، اس نے پیپر بھی دے لیے، مگر کچھ شک سا ہو رہا تھا، اس نے یہ پیپر اپنے اثر و رسوخ استعمال کر کے تو نہیں کلیئر کروا لیے؟

''آپ بے فکر رہیئے، میں نے باقاعدہ پیپرز کی تیاری کی تھی، پھر ہی پیپرز بھی دیئے ہیں''۔ شہران جیسے اس کی سوچ کو پڑھ گیا تھا۔

''شہران! مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے، تم نے اپنی زندگی کو سمجھنا شروع کر دیا ہے، میری بھی یہی خواہش تھی تم اپنی پڑھائی پر توجہ دو''۔ اس نے شہران کو گلے لگا لیا، وہ جھینپ کے الگ ہوا۔

''ٹیکسی کا کیا کرو گے؟''

''اسے میں کرائے پر دے دوں گا، یا پھر میں نے سوچا ہے چھٹی والے دن خود چلاؤں گا''۔

''تم کرائے پر نہیں دو، کیونکہ جسے بھی دو گے وہ ریڑھ ہی لگائے گا، تم خود استعمال کرو تو زیادہ اچھا ہے''۔ ذیشان نے اسے مشورہ دیا۔

''اگر مناسب سمجھو تو میں چلا لیا کروں گا''۔ محمد احمد نے ان دونوں کی گفتگو سن لی تھی، دونوں ہی بھائی چونک کر حیرانگی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

''اچھا ہے، میں بھی کسی کام سے لگ جاؤں گا''۔

''ابو! آپ کو کیا ضرورت پڑی ہے، آپ یہ کام کریں، آپ کے دو جوان بیٹے موجود ہیں''۔ ذیشان نے منع کیا۔

''بہت عرصے سے بیٹھا ہوا صرف کھا ہی رہا ہوں، میں نے زندگی میں کیا ہی کیا ہے، تمہاری ماں نے تمہیں پال پوس کے اتنا جوان کر دیا، میں تو اسے بھی کچھ نہیں دے سکا، سوائے ڈانٹ اور پھٹکار کے''۔ وہ نگاہیں جھکائے ملول سے لہجے میں شرمندہ تھے۔ شہران نے فہمائشی انداز میں نگاہ اٹھائی اور پہلو بدل کر بیٹھ گیا، وہ اپنی غلطیوں کا اعتراف کر رہے تھے۔

''ابو! جو گزر گیا گزر گیا، اسے یاد کر کے کیوں دل رنجور کر رہے ہیں؟'' ذیشان نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

''یاد تو میں ہر وقت کروں گا، میری اولاد مجھ سے متنفر ہوئی، اس کی وجہ بھی میں خود ہی ہوں''۔

''ان فضول باتوں کو کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ گیا وقت لوٹ کر کبھی نہیں آتا ہے''۔ شہران رکھائی سے گویا ہوا، اس کا دل تو سب سے زیادہ ہی جلتا تھا، جب وہ حمیرا بیگم سے گالم گلوچ کرتے تھے، وہ وہاں سے اٹھنے لگا۔

''آپ کو کوئی کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ہم میں اتنا دم ہے کہ آپ کی ذمے داری بھی اٹھا سکتے ہیں''۔ لہجے میں گہرا طنز تھا، وہ پتہ نہیں اتنا اکھڑ کیوں بن گیا تھا، ذیشان نے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں سرزنش کی، مگر وہ شہران ہی کیا جو کسی سے دب جائے، وہ ویسے ہی باپ کی حرکتوں کی وجہ سے بہت دلگرفتہ تھا۔

''یار! کتنی بری بات ہے، تم ابو سے ہر وقت ایک سے لہجے میں ہی بات کرتے ہو، انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو تو تم کیوں انہیں کچوکے لگاتے ہو؟''

''بھائی! آپ وہ سب بھول سکتے ہیں جو ہماری ماں پر، ہم پر جو مظالم توڑے ہیں، ان کی حرکتوں کی وجہ سے پورے محلے میں ہمارا نام تک خراب ہے''۔ وہ بہت زیادہ خائف اور غصے میں تھا۔

''جب انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے تو یہ ضروری تو نہیں کہ ہم ان سے بدلے لیں''۔

''بھائی! میں بدلے لینے کی تو بات کر ہی نہیں رہا، کیونکہ مجھے جب پچھلا گزرا ہوا وقت یاد آتا ہے تو بہت غصہ آتا ہے''۔ شہران کو وہ سب بھولتا ہی نہیں تھا۔

''ان سب کو چھوڑو، مجھے تم سے ایک بہت ہی ضروری بات کرنی تھی''۔ ذیشان نے موضوع ہی بدل دیا۔ وہ بھی ہو کر اپنے بیڈ پر لیٹ گیا، دن بھر کی تھکاوٹ اس کے چہرے سے عیاں ہو رہی تھی۔

''تمہیں اگر اعتراض نہیں ہو تو ہم تمہارا رشتہ لیلیٰ ماہ کے لیے لے جائیں، حرما کی بھی یہی خواہش ہے''۔ قدرے توقف کے بعد وہ الفاظ کو ترتیب دے کر گویا ہوا۔

''جی....! رشتہ وہ بھی لیلیٰ ماہ کے لیے؟'' وہ لیٹے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''کیوں کیا برائی ہے؟ ٹھیک ٹھاک کماتے ہو، خیر سے تمہاری جاب بھی لگ جائے گی''۔ اس نے شہران کے حیران ہونے پر اطمینان سے کہا۔

''بھائی! آپ جانتے ہیں ہماری پورے محلے میں کیا عزت ہے اور اسد مرزا جیسے معتبر گھرانے کے لیے مجھ جاہل اجڈ کا رشتہ وہ بھی ان کی بیٹی کے لیے....ناممکن ہے''۔ اس کے لہجے میں مایوسی بھی تھی۔

''اسد انکل تمہیں اب ایسا تو نہیں سمجھتے''۔

''اب نہیں سمجھتے تو ہماری عزت کیا ہو جائے گی، وہی رہے گی جو سب سمجھتے اور جانتے ہیں''۔

''حرما تو تمہیں بالکل بھی ایسا نہیں سمجھتی''۔ ذیشان جھٹ بولا۔

''وہ نہیں سمجھتی یہ ان کی مہربانی ہے ورنہ حقیقت سے منہ نہیں چھپا سکتے''۔ اس کا دل اتنا ہی لوگوں کی طرف سے ہو گیا تھا اسی وجہ سے لہجہ بھی اس کا کچھ زیادہ ہی اکھڑ تھا۔

''حقیقت ان سب کو پتہ چلی ہے، جب ہی تو ہماری سب کی خواہش ہو رہی ہے کہ تمہاری لیلیٰ ماہ سے شادی ہو جائے''۔ اس کی پوری کوشش تھی شہران کسی طرح بھی رضامندی دے دے۔

''مجھے ایک بات بتایئے، ان کی بیٹی راضی ہو جائے گی؟''

''کیوں نہیں، جب سب کی مرضی ہو گی تو اسے راضی بھی ہونا پڑے گا''۔ اس نے نگاہ چرا کے جواب دیا۔

''بھائی! میں اپنی بے عزتی نہیں کروانا چاہتا، میں ان کے معیار کا نہیں ہوں، یہ شادی وغیرہ کا خیال دل سے ہی نکال دیں، کیونکہ شادی کے بغیر بھی زندگی اچھی گزر جائے گی''۔ لہجہ اتنا ہی روکھا اور سرد مہر تھا۔

''شادی کے بعد زندگی میں رنگ بھر جاتے ہیں، پھر یہی زندگی، زندگی لگتی ہے''۔

''کچھ بھی کہیں، مگر میری اس رشتے میں ذرا سی بھی رضامندی نہیں ہے''۔ وہ اٹھ کر واش روم میں چلا گیا۔ ذیشان

اس کی ضدی طبیعت کو خوب سمجھتا تھا، وہ حرما سے پہلے ہی کہہ چکا تھا، شہران کبھی بھی نہیں مانے گا۔

''شہران! اسد انکل کی بھی مرضی ہے کہ لیل ماہ کی تم سے شادی ہو جائے''۔ اس نے واش روم کا بند دروازہ دیکھا، شہران کا جواب ندارد تھا۔

''حرما! تم چاہے کچھ بھی کرلو، یہ لڑکا نہیں مانے گا''۔ وہ سوچنے لگا۔

''شہران! تم لیل ماہ کو پسند کرتے ہو؟'' ذیشان نے اب یہ بات نکالی، مگر شہران کو جیسے آواز ہی نہیں جا رہی تھی۔

☆..........☆..........☆

اس دن تو وہ حیرت زدہ رہ گئی، جب ابو نے اسے یونیورسٹی جانے کا کہا، اس پر شادیٔ مرگ طاری ہو گیا تھا۔

''تمہارے ابو نے خود اجازت دے دی، پھر کیا مشکل ہے؟'' امی نے اس کے پرسوچ چہرے کو استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا، کیونکہ اس کا پڑھائی سے ہی دل اچاٹ ہو گیا تھا، پڑھائی بھی درمیان میں ہی رہ گئی تھی۔

''میرا دل نہیں کرتا''۔

''کیوں نہیں کرتا، اتنے دن سے سب کچھ بند کر کے بیٹھی ہو، اس لیے دل نہیں کرتا، کتابوں کو کھولو اور یونیورسٹی جانا شروع کرو گی تو خود ہی پڑھائی میں دل بھی لگنے لگے گا''۔ انہوں نے سمجھایا، لیل ماہ کے دماغ پر ہر وقت شہران جو سوار تھا، کیونکہ اس کے رشتے کی باتیں جو حرما گھر میں آ کر کرتی رہتی تھی، حرما سے بھی وہ سیدھے منہ بات نہیں کر رہی تھی، ذہن اس کا منتشر ہو گیا تھا۔

''جب تک آپ لوگ یہ میرے رشتے کا قصہ ختم نہیں کریں گے میں اس وقت تک پڑھائی نہیں کر سکتی۔ مجھے وہ بدتمیز، جاہل، اجڈ شہران ذرا بھی پسند نہیں ہے''۔ وہ دانت پیسنے لگی۔

''ابھی ہم اس سلسلے میں کوئی بات کر ہی نہیں رہے، کیونکہ ادھر شہران کی بھی مرضی نہیں ہے''۔

''کیا....؟'' اسے حیرانگی کا جھٹکا لگا، شہران کی مرضی نہیں، جبکہ وہ جب بھی موقع ملا آتے جاتے اس کا راستہ روک کر دھمکیاں دیتا تھا، وہ کتنے ہی دن بھناتی رہتی تھی۔

''تمہارے ابو کی وجہ سے وہ انکاری ہے''۔

''ابو سے تو اس کی بہت دوستی ہو گئی ہے، پھر کیوں انکاری؟'' اسے اس پر بھی اعتراض تھا۔

''مجھ سے فضول باتیں تو کرو نہیں''۔ وہ اکتاہٹ اور بےزاری سے گویا ہوئیں۔

''امی! یہ فضول باتیں تو نہیں ہیں''۔ وہ بھی چڑ گئی۔

''اس وقت ان ساری باتوں کو چھوڑو اور میرے ساتھ گھر کا سودا سلف لینے امتیاز سپر اسٹور چلو''۔ وہ مہینے کا راشن خود لے کر آتی تھیں، کبھی زین کو تو کبھی بھابی کو ساتھ لے جاتی تھیں، آج جان بوجھ کر دھیان بٹانے کو اس سے کہا۔

''بالکل نہیں''۔ اس نے صاف انکار کیا۔

''میں نے جو کہا سیدھی طرح کھڑی ہو جاؤ، گھر میں بیٹھ بیٹھ کے تمہارا دماغ الٹی سیدھی سوچ میں لگنے لگا ہے''۔ وہ اسے ڈپٹ کے حکمیہ لہجے میں گویا ہوئیں۔

''امی! اتنا رش ہوتا ہے''۔

''رش ہو یا کچھ ہو، جانا ضروری ہے''۔ وہ اٹھ کر اپنے روم میں چلی گئیں، گھر کا ماحول بھی خاصا بدل گیا تھا، پہلے سب ڈرے ڈرے رہتے تھے، اب ابو خود سب کے درمیان آ کر بیٹھ جاتے تھے جو جھجک کی دیوار تھی وہ بھی گر گئی تھی، مرتی کیا نہ کرتی کے مصداق تیار ہو گئی، امی نے زین کو بھی ساتھ لے لیا تاکہ واپسی میں رکشہ وغیرہ لینے میں مشکل نہ ہو۔

بہت دن بعد وہ یوں باہر نکل رہی تھی، جب سے یونیورسٹی چھوڑی تھی باہر کی دنیا سے تعلق ہی توڑ لیا تھا، شام کے پانچ بج رہے تھے، ٹریفک کا ایک ہجوم بھی تھا، اردو بازار سے سائیڈ کے روڈ پر وہ لوگ چل رہے تھے، کوئی بھی رکشے والا جانے کو تیار ہی نہیں ہو رہا تھا۔

''منحوس شخص نہ مل جائے''۔ لیل ماہ نے دل میں جل کے سوچا۔

''ارے! آنٹی کہاں جا رہی ہیں؟'' شہران کی پرتکلف اور فریش آواز پر وہ اچھل گئی۔

''ذلیل کو میں نے سوچا ہی کیوں؟'' وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔

بلیک لان کے پرنٹڈ کپڑوں میں سر سے نیچے تک خود کو چادر میں لپیٹا ہوا تھا، نگاہ جان بوجھ کے اس موذی پر نہیں ڈالی۔

''بیٹا امتیاز اسٹور تک جا رہے ہیں، رکشہ ہی نہیں ملا''۔ امی نے اسے یلو کیب میں دیکھ کر اپنا مژدہ بیان کر دیا۔

''مجھے آپ کہلوا دیا کریں، اگر کہیں جانا ہوا کرے''۔ اس نے پیچھے کا دروازہ کھولا، زین جھٹ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا، امی نے بھی حجت نہیں کی، کیونکہ انہیں پہنچنے کی جو جلدی تھی، وہ بھی جھٹک پھٹک کرتی ہوئی بیٹھی، شہران نے اس کے تیور دیکھ لیے تھے۔

''امی! رکشہ آگے جا کر مل ہی جانا تھا''۔ اس نے یہ کہہ کر جتایا کہ اس کی گاڑی میں انہیں بیٹھنے کی ایسی کوئی مجبوری نہیں تھی۔

''جو کرایہ رکشے کو دیتی ہیں، آپ وہ مجھے دے دیجئے گا''۔ وہ بھی حساب برابر کرنے میں ماہر تھا۔

''کتنا بدلحاظ اور بےمروت ہے، فوراً اپنے پیسے بھی بتا دیئے''۔ وہ کلس کے رہ گئی۔

''یہ کی نا بیٹا! تم نے اچھی بات، ہم جو کرایہ رکشے کو دیتے ہیں وہ آپ کو دے دیں گے''۔ امی تو فوراً ہی خوش ہو گئیں، اسٹور کے سامنے اس نے ٹیکسی روکی تھی، امی نے پیسے دیئے جو شہران نے بھی منع کیے بغیر رکھ لیے۔

''آپ سوچ رہی ہوں گی میں نے پیسے بھی لے لیے؟'' اس نے لیل ماہ کا برہم اور بڑبڑاتا چہرہ مسکرا کے دیکھا تھا۔

''جی نہیں''۔ وہ جھینپ گئی۔ اس نے جگہ کا لحاظ کر لیا، پھر امی اور زین کی وجہ سے اس نے شہران سے الجھنا مناسب نہیں سمجھا، ورنہ طبیعت تو اس کی صاف کرنے کا سوچا ہوا تھا، ساری شاپنگ وغیرہ کے دوران بھی چپ چاپ رہی، اسے یہ بھی پتہ چل گیا، ابو نے حرما کے سسرال والوں کی دعوت کا انتظام کرنے کو کہا تھا، وہ اور ہی تپ گئی تھی۔

☆..........☆..........☆

مصباح کی شادی کو ہفتہ ہی ہوا ہو گا، وہ فراز کے ساتھ آئی ہوئی تھی، امی نے خاصا انتظام کر رکھا تھا، حمران کا صبح سے پتہ نہیں تھا، وہ کن جھمیلوں میں لگا ہوا تھا، اریشماء کو فون بھی کیا کہ وہ شادی یا ولیمہ میں کسی دن بھی کیوں نہیں آئی؟ اس نے اپنی طبیعت خرابی اور پاؤں میں ورم کا عذر پیش کر دیا تھا۔

''وہ حمدان کی وجہ سے ناراض ہوگئی، اس دن کے بعد سے ایک دفعہ بھی چکر نہیں لگایا''۔ امی کو فکر بھی ہوگئی تھی وہ بھی کوئی بات نہیں بتاتا تھا۔

''عدین! تم سے بھی اریشماء نے کچھ نہیں کہا؟''

''میں میسج کرتا بھی ہوں تو ایک آدھ کا جواب دیتی ہیں، پتہ نہیں مجھ سے بھی کیوں اتنی روڈ ہوگئی ہیں''۔ عدین کو دکھ اور افسوس تھا۔

''ایک تو بچی میں غرور نام کو نہیں ہے، یہ حمدان اس سے ٹھیک سے بات ہی نہیں کرتا ہے''۔ امی کو حمدان کا سرد رویہ ذرا اچھا نہیں لگتا تھا۔

''اوہ..... بڑے بڑے لوگ آئے ہیں''۔ حمدان نے کاسنی کپڑوں میں سجی سنوری مصباح کو دیکھا اور دھڑ سے صوفے پر بیٹھ گیا۔

''السلام علیکم!'' اس نے سلام کیا۔ حمدان ایسے اچانک سے اندر آیا وہ سب ہی گڑبڑا گئے تھے۔

''لو یہ آ گئے ہیں، ان سے پوچھیے اریشماء باجی کیوں نہیں آرہی ہیں؟'' عدین کو تو غصہ بھی آرہا تھا۔

''فراز نہیں آیا؟'' اس نے عدین کی بات کو اہمیت ہی نہیں دی۔

''وہ مجھے چھوڑ کے چلے گئے ہیں کل آئیں گے''۔ اس نے دوپٹہ قرینے سے شانوں پر پھیلایا۔

''صبح سے کہاں تھے، آفس بھی نہیں گئے تھے؟'' امی نے اس سے پوچھا۔

''بہت ضروری کام سے گیا تھا''۔ وہ مسکرایا کیونکہ اگلی پیشی پر فیصلہ اس کے حق میں ہو جانا تھا۔

''ایسا کون سا ضروری کام ہے جو تم اکثر غائب ہو جاتے ہو؟'' امی کو غصہ آ گیا۔

''وقت آنے پر بتادوں گا''۔ وہ اپنے روم میں اٹھ کر جانے لگا۔

''بھائی جان! میں امی اور مصباح کو اریشماء باجی کے گھر لے کر جا رہا ہوں''۔ وہ ڈرتے ڈرتے بولا۔

''کیوں؟'' وہ واپس گھوم گیا۔

''وہ آ بھی نہیں رہی ہیں نہ فون پر بات کرتی ہیں، ایسی کون سی بات ہوگئی ہے جو شادی پر بھی نہیں آئیں؟''

''کیوں تمہیں نہیں بتائی کوئی بات؟'' حمدان نے طنزیہ پوچھا۔

''بس اتنا بتایا تیمور کی شادی ہوگئی ہے۔ باقی تفصیل نہیں بتائی''۔

''کیا تیمور کی شادی اریشماء کی منگنی ختم ہوگئی؟'' امی تو بالکل ہی لاعلم تھیں۔

''کیوں، اس نے آپ کو بھی نہیں بتایا؟'' حمدان کو حیرت ہوئی۔

''ارے کہیں بچی کو یہی غم تو نہیں ہوگیا، وہ شادی پر بھی نہیں آئی لڑکیاں منگنی ٹوٹ جانے پر بہت حساس ہوتی روتی دھوتی ہیں، پھر تو ہمیں جانا چاہیے''۔

''وہاں ایسی کوئی کہانی نہیں ہے، وہ بہت خوش ہیں منگنی ختم ہونے پر''۔ عدین نے جھٹ واضح کیا۔

(جاری ہے)

☆..........☆..........☆

شازیہ مصطفیٰ عمران

قسط نمبر 22

سلسلے وار ناول

کبھی عشق ہو تو پتہ چلے

''وجہ کیا تھی ایسی؟'' مصباح کو بھی تشویش ہو رہی تھی۔

''ہوگی کوئی وجہ''۔ حمدان بات کاٹ کے اندر کی طرف بڑھ گیا، وہ اریشماء کے موضوع سے جتنا بچتا تھا اتنا ہی سب ذکر کرتے تھے۔ امی نے اسے دوٹوک کہہ دیا تھا، وہ اریشماء کو پوچھنے اس کے گھر ضرور جائیں گی، انہیں ویسے بھی اریشماء بہت پسند تھی، دل سے یہ خواہش اٹھتی رہتی تھی، کاش وہ ان کی بہو بن جائے۔

☆............☆............☆

''میں کیسے بھول جاؤں، سب کچھ ہاتھ آتے آتے رہ گیا، اس تیمور کی وجہ سے''۔ شاہدہ دہائیاں دے رہی تھیں۔

''میں بالکل اسے بہو نہیں تسلیم کروں گی''۔

''شاہدہ! اب جو بھی ہے تم انکار تو نہیں کر سکتی ہو''۔ کامران سکندر انہیں سمجھانے لگے تھے، روحیل سکندر اور فوزیہ روحیل سنانے میں آ گئے، ان کی سماعتوں نے جو بھی سنا وہ یقین نہیں آ رہا تھا۔

''اگر اس نے شادی کی ہی ہوئی تھی چھپا کر رکھتا بیوی کو، اریشماء سے شادی سے پہلے بات تو نہ کھلتی''۔ شاہدہ بس روئے جا رہی تھیں۔ روحیل سکندر نے پھر بھی قدم آگے بڑھائے، مگر فوزیہ روحیل نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اشارے سے اندر جانے کو منع کیا۔

''اس وقت ہی جانا ہمارا زیادہ ضروری ہے کیونکہ ہمیں بھی آج ساری حقیقت تو پتہ چل گئی''۔ انہیں بہت دکھ ہو رہا تھا، بھائی اور بھاوج پر انہیں اتنا مان تھا اور آج انہیں یہ سب سن کر زیادہ دکھ و تکلیف ہو رہی تھی، اتنی تو تیمور کی شادی سے نہیں ہوئی تھی۔ فوزیہ روحیل نے بھی ان کی تقلید میں قدم اندر رکھ ہی دیئے، شاہدہ اپنے آنسو صاف کر کے ہال کمرے سے نکل ہی رہی تھیں، ان دونوں کو دیکھ کر گڑبڑا ہی گئیں۔

''کیا بات ہے، آج تو بہت زور زور سے رو رہی تھیں، خیریت تو ہے؟'' روحیل سکندر نے فریش لہجے میں انہیں جتایا۔

''جی نہیں تو، وہ میری کچھ طبیعت خراب ہے''۔ وہ تو حواس باختہ سی ہو رہی تھیں۔

''آیئے آپ لوگ ادھر آ جائیں''۔ وہ انہیں اپنے ڈرائنگ روم میں لے گئی تھیں، کامران بھی آ گئے تھے۔

''بھئی! میں تو اس لیے حاضر ہوا ہوں، میں نے سارا انتظام ہوٹل میں کر لیا ہے''۔

''بھائی صاحب! اس سب کی کیا ضرورت ہے؟'' کامران شرمندہ ہونے لگے کیونکہ روحیل سکندر ان کے مزاج سے بالکل ہی الگ تھے۔

''ارے کامران! بچوں کی خوشیوں میں خوش ہونا سیکھو، اور تم دیکھنا میں بھی اپنی بیٹی کی شادی اس کی مرضی سے کروں گا''۔

''بھائی صاحب! آپ کیا کہہ رہے ہیں، اریشماء کو میں کیسے کسی کو دے دوں، مجھے وہ شروع سے اچھی لگتی ہے''۔ شاہدہ نے تڑپ کے محبت دکھائی۔

''شاہدہ! حقیقت کا سامنا کرو، تیمور کی جو دلہن ہے، وہ بھی تمہاری بیٹی ہی ہوگی، تم اسے بھی اریشماء کی طرح پیار دینا''۔ فوزیہ کو ان کی یہ جھوٹی اور فریبی محبت سے اکتاہٹ ہونے لگی۔

''میں کبھی بھی تیمور کی بیوی کو قبول نہیں کروں گی''۔

''کامران! تم سمجھاتے کیوں نہیں ہو، جو ہو گیا وہ بہت اچھا ہو گیا ہے، ہم دونوں کا ولیمہ اتنا شاندار کریں گے کہ سب کہیں گے''۔

''مگر بھائی صاحب! لوگ کیا کہیں گے، منگنی بھتیجی سے کی اور شادی کسی اور سے''۔ کامران کو یہ بھی تو فکر تھی۔

''ارے کچھ نہیں ہوتا، تم دیکھنا میں سب کچھ سنبھال لوں گا اور اس دن سب سے بڑا سرپرائز بھی دوں گا، ولیمہ میں نے نیکسٹ Sunday کا رکھا ہے''۔ انہوں نے پروگرام سے ساری آگاہی دی۔

''سرپرائز....؟'' شاہدہ بھی چونک گئیں۔

''ہوں.... سرپرائز، جو اسی دن پتہ چلے گا''۔ روحیل سکندر کے دماغ میں کیا تھا اس سے فوزیہ بھی واقف نہیں تھیں۔

''آج رات کو ہم سب ہی تیمور اور اس کی دلہن کو لے آئیں گے''۔ انہوں نے دوسرا دھماکہ کیا۔

''بھائی صاحب! میں اسے بہو قبول نہیں کروں گی''۔

''کچھ بھی ہے اب تو بہو ہے، اسے قبول کرنا پڑے گا''۔ انہوں نے دوٹوک کہا، شاہدہ نگاہیں چرانے لگیں، کامران بھی چپ ہوئے تھے، روحیل سکندر بھی جو بات سوچ لیں کر کے چھوڑتے تھے۔

☆............☆............☆

اسے دو دن سے بہت الٹیاں آ رہی تھیں، حمیرا بیگم کو بھی اس نے کچھ نہیں بتایا تھا، نقاہت سی ہوتی رہتی، نیند بھی بہت آتی، بھوک سے پیٹ میں بل بھی پڑ جاتے۔

''امی! حرما کی کچھ طبیعت خراب ہے، آپ اسے کسی لیڈی ڈاکٹر کو دکھا دیں''۔ ذیشان کو بولتے ہوئے جھجک بھی آ رہی تھی۔

''ارے تو مجھ سے بولا کیوں نہیں؟'' وہ گھبرا گئیں۔ حرما بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی، عجب گھبراہٹ بھی ہو رہی تھی۔

''ابھی تو میں کالج جا رہا ہوں، آپ ایسا کیجئے گا شہران کے ساتھ ٹیکسی میں جایئے گا''۔ وہ تیار ہوا کھڑا تھا۔

''ہوں.... اسی کے ساتھ جاؤں گی''۔ انہوں نے حرما کی حالت دیکھ کر اندازہ کر لیا تھا اسے کیا مسئلہ ہے۔

''کتنے دن سے یہ حالت ہے؟'' انہوں نے پوچھا۔

''دس دن ہو گئے ہیں''۔ اسے شرم بھی آ رہی تھی۔

''شہران آ جائے، میں تمہیں ڈاکٹر نگار کو دکھا دوں گی''۔ انہوں نے قریبی کلینک میں بیٹھنے والی ڈاکٹر کا نام لیا۔ اتفاق سے شہران دوپہر ایک بجے آ گیا تھا، وہ اس کے ساتھ چلی گئی تھیں، ڈاکٹر نگار نے خوش خبری سنا دی تھی، وہ خیر سے امید سے تھی، ان کا تو خوشی کے مارے برا حال تھا۔ شہران کو تشویش ہو رہی تھی، حرما کو ہوا کیا جو ایک دم ہی بیمار پڑ گئی۔

''تم احتیاط رکھنا بیٹھتے اٹھتے اور جھکنے میں''۔ وہ اسے گھر آ کر ہدایتیں دینے لگی تھیں، وہ ابھی لیٹی ہی تھی اسے شیبا کی آواز آئی۔

''بھابی! آپ کی امی اور بھابی آئی ہیں''۔ وہ تو حیرانگی اور خوشی سے اٹھ کر ہی بیٹھ گئی، آج پہلی دفعہ وہ لوگ آئی تھیں۔

''ارے آیئے! آج تو بہت بھاگوان دن ہوا''۔ حمیرا بیگم نے انہیں لاؤنج میں ہی بٹھالیا تھا، امی اور بھابی بڑی خوشی اور تپاک سے حمیرا بیگم سے ملی تھیں۔

''ہمیں آنا تو تھا ہی، سوچا آج ہی نکل چلیں''۔ امی بولیں۔

''اسد بھائی کی طبیعت کیسی ہے؟''

''ماشاءاللہ! ٹھیک ہے، انہوں نے ہی ہمیں یہاں بھیجا ہے''۔

''ارے آپ ہی کا گھر ہے، جب دل چاہے آجایا کریں''۔ حرما امی کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔

''آج میرے پاس بھی خوش خبری ہے، خیر سے ہماری بہو بھی امید سے ہے''۔ حمیرا بیگم نے وفور مسرت سے بتایا۔

''اچھا....!'' امی نے فوراً ہی حرما کو گلے سے لگایا، وہ شرم وحیا سے جھینپ سی گئی۔

''ہم بھی کچھ کہنے آئے ہیں''۔ امی جھجکی تھیں۔

''ارے شیبا!'' حمیرا بیگم نے اسے آواز دی۔

''حمیرا! کچھ بھی کھانے پینے کا تکلف نہیں کرنا، کیونکہ کھانا کھا کر چلے ہیں''۔ امی نے انہیں روکا۔

''ہم تو آپ سب کو اتوار کو رات کے کھانے پر بلانے آئے ہیں''۔

''بھئی! رشتے داری تو ہوگئی ہے، ساتھ مل کر بیٹھیں گے تو اور محبت بڑھے گی یہ حرما کے ابو نے خاص طور پر کہلوایا ہے''۔ امی نے ان کا میسج بھی دے دیا۔

''آنٹی! آیئے گا ضرور، یہ ہماری عزت افزائی ہوگی''۔ بھابی نے بھی اصرار کیا۔

''اچھا ٹھیک ہے، انشاءاللہ تعالیٰ ہم لوگ ضرور آئیں گے''۔ حمیرا بیگم نے ان کی دعوت خوش دلی سے قبول کرلی۔ ناں، ناں کرتے ہوئے بھی حمیرا بیگم نے ناشتے وغیرہ کا کافی اہتمام کرلیا تھا، قدرت کے بھی کھیل نرالے ہیں جنہیں کل لوگ حقیراً اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، آج وہی سر پر بٹھا کے عزت بھی دے رہے تھے۔

رات میں سبھی موجود تھے، حمیرا بیگم نے اسد مرزا کے گھر سے آئی دعوت کا بھی بتادیا۔

''پھر تو ہم سب کو جانا چاہیے''۔ محمد احمد نے بھی تائید کی۔

''پہلی دفعہ اس طرح گھر جائیں گے کچھ انتظام سے جانا، مطلب پھل وغیرہ لے کے، خیر سے خوشی خوشی یہ رشتے داری ہوگئی ہے''۔

''ہوں.... یہ تو آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں''۔ حمیرا بیگم نے بھی تائیدی سر ہلایا۔

''تم اتوار کو جلدی گھر آجانا''۔ حرما نے شہران کو بھی یاد دلایا شیبا اور وہ دسترخوان سمیٹ رہی تھیں۔

''جی کوشش کروں گا''۔ اس نے انکار کرنے سے گریز کیا، ذیشان نے شہران کے سنجیدہ چہرے کو استفہامیہ نگاہوں سے جانچا جو روز بروز خاموش سے خاموش تر ہوتا جا رہا تھا۔

''بھائی! آئس کریم کھلانے لے چلیے''۔ بسمہ ضد کرنے لگی۔

''آرام سے بیٹھا کرو، ہر وقت کھانا پینا یاد رہتا ہے''۔ حمیرا بیگم نے اسے سرزنش کی۔

''امی! بہت دن سے بھائی نے کھلائی نہیں ہے''۔ وہ شہران کے بازو سے لپٹ کے بیٹھ گئی۔

''چلو کیا یاد کروگی''۔ وہ کی رنگ ٹٹولتا ہوا کھڑا ہوگیا۔

''جاؤ بھابی اور شیبا کو بھی کہہ دو''۔

''کیا.... انہیں بھی؟'' بسمہ تو حیران رہ گئی، کیونکہ وہ تو شیبا پر اتنی پابندیاں لگاتا تھا اور آج خود چلنے کو کہہ رہا تھا۔

''زیادہ حیران نہیں ہو، میں باہر ہوں تم لوگ آجاؤ''۔ وہ جز بز سا ہوگیا۔ حرما اور شیبا پر بھی شادیٔ مرگ طاری ہوگیا، اکھڑ سا شہران کا کایا پلٹ کیسے ہوگیا؟

''تم لوگ چپ کر کے چلی جاؤ، کچھ بولنا نہیں، کبھی چڑ جائے''۔ امی نے ساتھ ہی ہدایت بھی کی، دونوں جلدی جلدی اپنی چادریں سنبھال کے نکل گئی تھیں۔

☆............☆............☆

''ارے بھئی بیٹا! حیران کیوں ہو، چلنے کی تیاری کرو''۔ روحیل سکندر ان دونوں کو بھی ساتھ لے کر تیمور اور اس کی بیوی کو لینے آگئے تھے، چہکتی ہوئی اریشماء بھی ساتھ تھی، جانے کیوں تیمور کو ایسا لگ رہا تھا آج حمران جیت گیا ہے، اس کے دل میں رقابت کی آگ ہنوز اسی طرح تھی۔

''واؤ تیمور! تمہاری وائف بہت پیاری اور خوبصورت ہے''۔ اریشماء نے کھلے دل سے اس کی تعریف کی، عائشہ خود کو دوپٹے میں سموئے ان اجنبی چہروں کے درمیان جھینپی ہوئی بیٹھی تھی۔

''چلو بھئی کامران! بہو کو چلنے کو کہو''۔ انہوں نے کامران کو مخاطب کیا جو آنکھوں ہی آنکھوں میں تیمور سے جانے کیا کہہ رہے تھے جو روحیل سکندر نے بھی دیکھ لیا تھا۔

''ڈیڈی! ہم لوگ ایسا کرتے ہیں عائشہ کو اپنے گھر لے جاتے ہیں، کیونکہ ولیمہ ہماری طرف سے ہے تو سارا کچھ ارینجمنٹ میں خود کروں گی، آئی مین ڈریس، میک اپ، جیولری وغیرہ''۔ بلیو کاٹن کے سوٹ میں ہنستی کھلکھلاتی اریشماء ان سب کو اپنا مضحکہ اڑاتی ہوئی لگ رہی تھی۔

''شاہدہ!'' کامران نے انہیں اشارہ کیا۔ وہ روحیل سکندر کی وجہ سے کچھ نہیں بول رہی تھیں، سب کچھ خاموشی سے کرتی جا رہی تھیں۔ عائشہ نے اپنے چند سوٹ بیگ میں رکھے، تیمور تو غصے سے لال بھبھوکا ہو رہا تھا، جتنا وہ اپنی شادی کو خفیہ رکھے ہوئے تھا، جانے کیسے روحیل سکندر کو خبر ہوگئی۔

''کہیں حمران!'' ذہن نے پھر سوچا۔

''اس کو تو کچھ پتہ ہی نہیں''۔ خود ہی نفی بھی کردی۔ عائشہ کا فوزیہ روحیل نے پرتپاک استقبال کیا تھا، عائشہ ان کی محبت پر حیران تھی جو اتنی شفقت اور پیار نچھاور کر رہے تھے، جبکہ اس کی ساس نے تو ایک دفعہ بھی گلے سے نہیں لگایا تھا اور کامران سکندر نے بھی سر پر ہاتھ نہیں رکھا تھا۔

''اریشماء!'' چند گھنٹوں میں اتنی فری ہوگئی ...اپنائیت اور خلوص پر مسکرائے جا رہی تھی۔ ملازمہ نے کھانا

لگا دیا، فوزیہ نے ڈنر پر تکلف ہی تیار کیا تھا، بریانی، کوفتے، کباب اور کسٹرڈ، آئس کریم کافی کچھ انہوں نے رکھا تھا، تیمور کا تو سر ہی جھکا ہوا تھا، اریشماء کا چہکنا اسے جلا رہا تھا، اسے اریشماء سے محبت نہیں تھی، صرف دولت کی وجہ سے اس کی سمت بڑھا تھا، یہ سب بھی اس نے اپنی امی اور پاپا کی وجہ سے کیا تھا، پھر تو اسے حمدان کو دیکھ کر ضد ہی ہو گئی کہ اریشماء کا جھکاؤ حمدان کی طرف نہیں ہونے دے گا، اس لیے ہی حمدان کی ہر لمحہ بے عزتی اور تضحیک کرتا رہتا تھا۔

''ممی! کل ہم لوگ شاپنگ پر چلیں گے''۔

''عائشہ کو شاپنگ پر نہیں لے جا سکتے، اس کی کنڈیشن ایسی نہیں ہے''۔ فوزیہ نے خود ہی منع کیا۔

''چچی جان! آپ تو چلیں گی ہی اپنی بہو کا ڈریس لینے؟'' وہ شاہدہ کے بازو کو پکڑ کے بولی۔

''ہاں، ہاں کیوں نہیں''۔ وہ گڑبڑا گئیں۔

''تایا ابو! اس سب کی ضرورت تو نہیں ہے''۔ قدرے توقف کے بعد تیمور نے لب کھولے۔

''دیکھو برخوردار! تم نے جو کرنا تھا کر لیا، اب ہم سب کی خوشی سے بھی ہونے دو''۔ روحیل سکندر کے لہجے میں ذو معنی طنز تھا۔ تیمور نے سٹپٹا کر سر جھکا لیا، کامران اور شاہدہ بھی خفیف سے ہو گئے۔

''ویسے تیمور! تمہاری پسند کی داد دینی پڑتی ہے، تم نے بیوی کا انتخاب بالکل ٹھیک کیا ہے''۔ اریشماء نے پھر اس کو سلگایا۔

''بی بی جی! آپ کا موبائل کب سے بج رہا ہے''۔ ملازمہ نے اس کے ہاتھ میں سیل دیا۔

''اوہ... عدین کی کال''۔ وہ ریسیو کرتی ہوئی ہال کمرے سے ہی نکل گئی، تیمور کو جانے سب کچھ کیوں اتنا برا لگ رہا تھا۔

☆..........☆..........☆

''واؤ... زبردست نیوز''۔ عدین سیل بند کر کے اندر آیا، حمدان نے چونک کر دیکھا وہ کسی فائل کی ورق گردانی کر رہا تھا، امی رات کے کھانے کے بعد کے برتن دھو رہی تھیں۔

''خیریت؟'' انہوں نے استفسار کیا۔

''سر تیمور! کی خفیہ شادی پر چھاپہ پڑ گیا ہے اور اریشماء باجی کے ڈیڈی نے Sunday کو ولیمہ رکھا ہے، ہم سب کو بھی انہوں نے انوائٹ کیا ہے''۔ اس نے خوش ہو کر بتایا۔

''جانے کی ضرورت نہیں ہے، تیمور، اریشماء کا کزن ہے، ہماری کوئی تک نہیں بنتی کہ اس کے کزن کے ولیمے پر جائیں''۔ حمدان نے قطعیت بھرے لہجے میں جانے سے ہی منع کیا۔

''ولیمہ تو روحیل انکل کر رہے ہیں''۔ اس نے بحث کی۔

''کچھ بھی ہے مگر ہمارا جانا اس فنکشن میں ضروری نہیں ہے''۔ سنجیدہ لہجے میں گویا ہوا۔

''بات ٹھیک کی ہے حمدان نے، ہمارا جانا ضروری نہیں ہے، معذرت کر لیں گے''۔

''امی! وہ بہت غصہ ہوں گی''۔ عدین نے پھر کہا۔

''جب اس کی منگنی ہو رہی تھی اس وقت تم سب کو کیوں نہیں بلایا؟ اس لیے ابھی تو جانے کی کوئی تک ہی نہیں

ہے''۔ حمدان نے پھر یاد دلایا۔

''ہوں...!'' عدین کی بھی سمجھ میں آ گئی، حمدان، تیمور کے ولیمے پر جانے کا کوئی ڈرامہ نہیں چاہتا تھا، کیونکہ اسے اندازہ تھا، تیمور بھری محفل میں اسے بے عزت کرنے سے نہیں رہے گا، روحیل سکندر نے ابھی تک تیمور کی شادی کا اس سے ذکر نہیں کیا تھا، اسے تو اریشماء سے ہی پتہ چلا تھا، مگر اس نے پھر بھی کوئی کمنٹس پاس نہیں کیے تھے، وہ فائل لے کر اپنے بیڈ روم میں چلا گیا، شوروم اس کے نام ہونے والا تھا، وہ کیس جیت گیا تھا، مگر ابھی کاغذی کارروائی ہو رہی تھی، اسی میں وہ مغز بھی کھپا رہا تھا۔

''حمدان! سو تو نہیں رہے؟'' امی کام وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد اس کے روم میں چلی آئی تھیں۔

''بیٹا! مجھ سے گھر کے کام ہو نہیں رہے ہیں''۔ وہ تھکی تھکی سی رہنے لگی تھیں۔

''ماسی لگا لیں؟''

''ماسیوں کا اعتبار نہیں ہوتا''۔ وہ جھٹ بولیں۔

''میں نے تمہارے لیے لڑکی دیکھی ہے، فائزہ نے ہی دکھائی ہے مجھے، اور شریف لوگ ہیں، میں چاہ رہی تھی تم بھی ایک نظر دیکھ لو''۔

''کچھ دن ٹھہر جائیں''۔ وہ اریشماء کے علاوہ کسی کو جگہ ہی نہیں دے رہا تھا، جبکہ اس کی بھی یہی کوشش تھی، اریشماء کا دھیان اس کی طرف سے ہٹ جائے، مگر اب دل ہی گوارا نہیں کر رہا تھا۔

''تم مجھے ہر دفعہ ٹال دیتے ہو، میں تو مصباح کی شادی سے پہلے چاہ رہی تھی، تمہاری کہیں بات تو لگا دوں''۔ وہ مایوس سی ہو گئیں، حمدان اپنے پیروں پر پانی پڑنے ہی نہیں دے رہا تھا۔

''حمدان! مجھے لگتا ہے تم اریشماء کو چاہتے ہو''۔

''امی! کیا ہو گیا ہے میں ایسا کچھ نہیں چاہتا''۔ وہ نگاہ چرا کے برا مان گیا۔

''میں ماں ہوں، اپنے بچوں کے چہروں سے پہچان لیتی ہوں، ان کے دل میں کیا ہے''۔ وہ مبہم سی معنی خیز مسکراہٹ لیے اسے جانچ رہی تھیں۔

''ضروری نہیں جو آپ پہچان لیتی ہوں وہی سچ بھی ہو''۔ وہ بیٹھے سے کھڑا ہو گیا۔

''آپ کو نہیں پتہ، میں آج کل کس کام میں الجھا ہوا ہوں''۔

''خیریت...؟'' انہوں نے چونک کر بغور اسے دیکھا۔

''آپ کو پتہ بھی نہیں چلا میں نے شوروم حاصل کر لیا ہے''۔

''کیا...؟'' وہ تو متحیر زدہ سی رہ گئیں۔

''آپ سے [illegible] مجھ سے سب کچھ چھپا کر رکھا، میں بھی معاملے کی تہہ تک پہنچ گیا''۔ وہ مسکرایا۔

''حمدان [illegible]... یہ سب ک... کیسے ہو گیا؟ میرے بیٹے! کیا کر دیا؟'' وہ خوش ہونے کے بجائے تفکر زدہ لہجے میں گویا ہوئیں، حمدان نے ساری تفصیل سے انہیں آگاہ کر دیا، وہ حمدان کو حیرانگی سے دیکھے گئیں، اس نے کیسے فائل بھی ڈھونڈ نکالی اور شوروم جو اس کا اپنا بنایا ہوا تھا، اس نے حاصل کر ہی لیا، آج ان کے شوہر دنیا میں نہیں تھے، ورنہ وہ کتنا

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

خوش ہوتے۔

''امی! ہمارے دکھ کے بادل چھٹ گئے ہیں اور سکھ کا ابر ہم پر برسنے والا ہے، ہمارا گلشن اقبال والا بنگلہ بھی مل جائے گا جس پر قبضہ کرلیا تھا''۔

''حمدان! تم نے کسی سے دشمنی تو نہیں کرلی بیٹا! تم لوگوں کے علاوہ میرا کچھ بھی نہیں ہے، مجھے نہیں چاہیے تھا یہ سب''۔ وہ ڈر بھی رہی تھیں۔

''جو ہمارا حق تھا وہ ہمیں مل رہا ہے، ابو سے وہ سب اس شخص نے دھوکے سے لیا تھا، وہ بری طرح مقدمہ ہارا ہے، کوئی بھی ڈاکومنٹس اس کے پاس اصلی نہیں تھے''۔ اس نے تفصیل بتا کے انہیں مطمئن کیا۔

''میرے بچے تجھ پر یہ کیسی دھن سوار ہوگئی ہے؟''

''امی! آپ کو خوش ہونا چاہیے، آپ الٹا رو رہی ہیں''۔ اسے امی کی حالت پر دکھ ہونے لگا۔

''تمہیں نہیں پتہ لوگ کیا کیا نہیں کرتے میرے بیٹے! وہ لوگ تجھے نقصان نہیں پہنچادیں''۔ انہوں نے حمدان کا چہرہ ہاتھوں میں لیا۔

''ایسا کچھ نہیں ہے، آپ نے اس ڈر کی وجہ سے مجھ سے فائل بھی چھپادی اور مجھے کچھ بتایا بھی نہیں''۔ وہ خفگی سے گویا ہوا۔

''اب آپ کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، ہمارے بھی خوشحالی کے دن آرہے ہیں، آپ شکر ادا کریں، آپ کے بیٹے نے سب کچھ جیت لیا ہے''۔ اس نے امی کو اپنے شانے سے لگایا، انہوں نے آنسو صاف کرتے سر اثبات میں ہلایا، جتنا بھی اوپر والے کا شکر ادا کرتیں وہ کم ہی تھا۔

☆..........☆..........☆

گھر میں ایک پر رونق تقریب کا سماں تھا، اسد مرزا خوش مزاجی سے ان سب سے ہی باتیں کررہے تھے، شہران پورا وقت کسی میگزین کی ورق گردانی میں لگا رہا، لیل ماہ اسے کئی دفعہ نوٹ کرچکی تھی وہ بھولے سے بھی اس پر نگاہ غلط نہیں ڈال رہا تھا۔

''بڑا شریفوں کی طرح بیٹھا ہے یہ بدمعاش غنڈہ!'' وہ دانت پیسنے لگی، فان کلر کی پینٹ پر لائٹ پنک شرٹ میں ہلکی سی بڑھی شیو جو اس کی ہر وقت ہی رہتی تھی، خاصا ڈیشنگ اور اسمارٹ لگ رہا تھا، پرسنیلیٹی تو اس کی تھی ہی سحر انگیز، لیل ماہ اس کے سامنے پزل ہی ہوجاتی تھی، اس کی آنکھوں تک میں رعب تھا۔

''اسد بھائی! میں آپ کو کچھ کہنا چاہتی ہوں، حالانکہ ہم اس لائق تو نہیں، پھر بھی آپ نے ہماری ایسی عزت افزائی کی۔ [illegible] ہم آپ کے شکر گزار ہیں''

''[illegible] آپ کیسی باتیں کررہی ہیں بلکہ مجھے شرمندہ ہی کررہی ہیں، میں غلطی پر تھا یہ میں جانتا ہوں، ہمیشہ غلط ہی سوچا [illegible] نفرت کی ہی نگاہ سے دیکھا یہ میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے، جبکہ عزت دینے والا تو او[illegible] الا ہے، ہم [illegible] ہوتے ہیں اس کے بندوں میں تفریق کرنے والے؟'' وہ خود کو ندامت کی عمیق گہرائیوں میں کرتا ہوا محسوس [illegible] نے، شروع سے محمد احمد کے پورے گھرانے کو نفرت کی نگاہ سے ہی دیکھا تھا۔

''میرا مقصد آپ کو شرمندہ کرنا نہیں ہے، آپ ایسا کچھ نہیں سوچیئے''۔ حمیرا بیگم نے ان کی شرمندگی کو کم کیا۔

''میں آپ کی لیل ماہ کو اپنے شہران کے لیے مانگ رہی ہوں، اسے بہو بنا کر مجھے اور خوشی ہوگی''۔ شہران کے ہاتھوں سے میگزین پھسل گیا، ایسی غیر متوقع بات سب ہی گنگ تھے۔

حرما نے بھی حیرانگی اور خوشی سے انہیں دیکھا، وہ تو کل تک خود انکاری تھیں، پھر یہ اچانک سے فیصلہ؟ خوشی سے اس کے لب مسکرانے لگے، ذیشان نے اس کے کھلتے چہرے کو دیکھا۔

''حالانکہ میرا یہ بیٹا آپ کے لائق تو نہیں ہے کہ آپ کا داماد بنے، مگر مجھے آپ کی بیٹی کو بہو بنا کر اور زیادہ فخر ہوگا''۔ لیل ماہ نے سنا تو غصے میں بھناتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

''مزید اس طرح کہہ کر تو آپ مجھے اور شرمندہ کررہی ہیں''۔ اسد مرزا جھٹ گویا ہوئے۔ شہران کی ایسی پچویشن تھی وہ اٹھ کر بھی نہیں جاسکتا تھا، مگر اسے اپنی امی پر غصہ آنے لگا کہ اس سے پوچھے بنا ہی اس کا رشتہ یہاں دے دیا۔

''آپ اچھی طرح سوچ کر جواب دے دیجیے گا، مگر یاد رکھیے گا زبردستی نہیں ہے اور ہاں! لیل ماہ سے ضرور پوچھیے گا کیونکہ زندگی بھر کے یہ فیصلے ہوتے ہیں، بچوں سے پوچھ کر کیے جائیں تو بہتر ہیں''۔

''آہ..... بچوں سے پوچھ کر کیے جائیں تو بہتر ہیں، مجھ سے تو پوچھنا ضروری نہیں سمجھا''۔ وہ دل ہی دل میں سوچ کر سلگ رہا تھا اور اسے قوی امید تھی، لیل ماہ تو فٹ سے انکار کردے گی، اسی وجہ سے وہ ذیشان کو پہلے ہی منع کرچکا تھا، مگر امی..... انہیں کون سمجھائے؟

''کیوں نہیں''۔ اسد مرزا نے سر اثبات میں ہلایا۔ ارباز بھائی، بھابی امی سب ہی خوش بیٹھے تھے، امی تو جانتی تھیں اسد مرزا کی بھی یہی مرضی ہے، مگر یہاں بھی فیصلہ وہ خود کرنا چاہتے تھے، لیکن حمیرا بیگم نے لیل ماہ کی مرضی کو زیادہ اہمیت دی تھی۔

☆..........☆..........☆

اس کا دل اتنا گھبرا رہا تھا وہ لائبہ سے ملنے آگئی اور شہران کے رشتے کا بھی بتادیا وہ تو مبارک باد دینے لگی تھی۔

''شرم تو نہیں آتی، مبارک باد دیتے ہوئے''۔ وہ خفگی سے خونخوار ہوکر اسے گھورنے لگی تھی۔

''ارے خوشی کی بات ہے، تم خواہ مخواہ میں اتنی ٹینشن لے رہی ہو، شہران بھائی ایسے بھی برے نہیں ہیں''۔ اس نے حمایت کی۔

''بہت ہی کمینی ہو''۔ اس نے لائبہ کے ہاتھ پر زور سے تھپڑ مارا۔

''تم سب کچھ چھوڑو، یونیورسٹی جوائن کرلو''۔

''میری پڑھائی بھی اس بدتمیز کی وجہ سے چھوٹی ہے''۔ اسے اپنے ماسٹر ادھورا رہ جانے پر بہت دکھ و افسوس ہوتا تھا۔

''انکل نے بھی اجازت دے دی، تم کیوں جوائن نہیں کرتی ہو، تمہارا ذہن ہی بٹ جائے گا؟'' وہ اسے سمجھانے کی پوری کوشش کرنے لگی۔

''ہوں..... سوچتی ہوں''۔ وہ گہری سوچ میں مستغرق ہوگئی، کل تک وہ شہران کو چاہ رہی تھی اور آج اسے اتنی ہی

نفرت ہوگئی تھی، وہ اس کے سائے سے بھی بچ کر رہنا چاہتی تھی، مگر قسمت سے جو دعائیں اس وقت کی گئی تھیں وہ آج مستجاب ہو رہی تھیں، شہران اسے مل رہا تھا تو وہ نہیں چاہ رہی تھی۔

''کیا سوچ رہی ہو؟'' لائبہ نے ٹہوکا دیا۔

''یہی کہ یونیورسٹی جوائن کر ہی لوں''۔ وہ کپڑے جھاڑ کے کھڑی ہوگئی۔

''ہاں چلیں؟ ابھی تو آئی ہو''۔

''بہت دیر ہوگئی ہے، رات کے کھانے کی تیاری کرنی ہے''۔ رات کا کھانا وہ بناتی تھی۔ چادر ٹھیک سے اوڑھتی باہر نکل گئی اور شہران کو ییلو کیب کے ساتھ ہی کھڑا پایا، دونوں کی نگاہوں کا تصادم ہوا، شہران کی گہری نگاہ اٹھی ضرور، مگر پھر اس نے نگاہوں کا زاویہ دوسری سمت کرلیا، مغرب کے بعد گلی میں کچھ سناٹا ہوگیا تھا۔

''مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں، اگر سیل موجود ہو تو میرا یہ نمبر ہے، اس پر رنگ کرلینا''۔ لگتا تھا اسے یقین تھا اس لیے لیل ماہ سے بات کرنے کا موقع ضرور ملے گا، پیپر اس کی طرف بڑھایا۔

''میں تمہاری شکل تک دیکھنا نہیں چاہتی بدتمیز آدمی!''۔ وہ نفرت وحقارت سے چنگاریاں نکالتی ہوئی اپنے گھر کی طرف بڑھنے لگی۔ شہران راہ میں حائل ہوگیا، گرے پینٹ پر وائٹ ٹی شرٹ میں تیکھے سے مزاج کے ساتھ برہم ہو رہا تھا۔

''تم سے آرام سے اور طریقے سے بات کر رہا ہوں، تمہاری سمجھ میں نہیں آتا؟ اسی لہجے میں تم سے بات کروں جس کی تم لائق ہو؟''

''دیکھو! مجھے ڈرانے دھمکانے کی تو کوشش کرو نہیں، میں تم سے اب ڈرنے والی بھی نہیں ہوں اور پھر میں نے تمہاری ساری بدمعاشوں والی حرکتیں آپی کو بتادی ہیں، اور اگر خیریت چاہتے ہو تو شرافت سے میرا راستہ چھوڑ دو، کیونکہ میں اور تم سے شادی کروں گی، کبھی نہیں''۔ لہجہ اتنا اہانت لیے ہوئے تھا، شہران نے لیل ماہ کے گلابی گلابی مکھڑے کو اتنا چراغ پا اور پراعتماد دیکھا۔

''میں بھی تم سے شادی کرنے کو مرا نہیں جارہا، تم میں ہے ہی کیا؟ نہ شکل اچھی اور نہ عقل، ذرا سی میں نے تم پر توجہ کیا دے دی خود کو اپسرا سمجھنے لگیں، میری پسند تم جیسی لڑکی ہو بھی نہیں سکتی''۔ اس نے بھی بدلہ اتار کے حساب برابر کیا۔ لیل ماہ کا غصے کے مارے برا حال ہوگیا، آنکھوں میں آگ بھر گئی۔

''آوارہ غنڈہ!'' وہ دل میں گالیاں دیتی اندر جانے لگی، شہران کے الفاظ اسے دھواں دھواں بھی کر گئے تھے، اس نے ایک لمحے میں اس کے بخیئے ادھیڑ دیئے تھے۔

''جاہل، جنگلی!'' وہ اپنا غصہ دبانے کی بہت کوشش کر رہی تھی۔

☆..........☆..........☆

روحیل سکندر نے تیمور کے ولیمے کا فنکشن شاندار ہی رکھا تھا، حمدان کو وہ دعوت بھی دے چکے تھے، سیل پر کالز کیے جارہے تھے، جو وہ شاید جان کے ریسیو نہیں کر رہا تھا۔ روحیل سکندر نے مایوس ہو کر سیل کو دیکھا، اس وقت خود کو وہ خودغرض ہی سمجھ رہے تھے، انہیں اریشماء کے لیے حمدان سب سے بہتر لگ رہا تھا، وہ بھتیجے کی محبت میں اسے بھی اگنور

کر گئے تھے، حالانکہ انہوں نے کبھی اسٹیٹس کو درمیان میں نہیں رکھا تھا، مگر اریشماء کو یہی ریزن دیا وہ آسائشوں کی عادی ہے، وہ ان سب کے بغیر نہیں رہ سکتی ہے۔

دوبارہ کال کرنے لگے، اریشماء بلیک شیفون جارجٹ کے اسٹائلش سے سوٹ میں لائٹ سے میک اپ میں شولڈر کٹ بالوں کی لیئر اسٹیپ کٹنگ اس پر بہت پیاری لگ رہی تھی، بڑا سا دوپٹہ شانوں پر جھول رہا تھا۔

''ڈیڈی! کسے اتنی دیر سے کال کرنے میں بزی ہیں؟'' اس نے پوچھا۔

''حمدان کو کال کر رہے تھے، وہ ریسیو ہی نہیں کر رہا''۔

''ہوسکتا ہے بزی ہو کہیں، آپ کیوں اسے کر رہے ہیں؟'' اس نے پھر انجان بن کے پوچھا۔

''بیٹا! میں چاہ رہا تھا وہ بھی آجاتا''۔ انہوں نے سیل دوسرے ہاتھ میں دبالیا۔

''ڈیڈی! چھوڑیئے اسے، بہت مغرور اور بددماغ ہے''۔ اریشماء نے جان بوجھ کر ایسا کہا۔

''بری بات بیٹا! وہ ایسا بالکل بھی نہیں ہے، ہر کام ذمے داری سے کرتا ہے، خوددار بہت ہے، اسی وجہ سے وہ کم ہی لوگوں سے بات کرتا ہے، بددماغ اور مغرور ذرا بھی نہیں ہے''۔ انہیں اریشماء کا اس طرح سے کہنا ناگوار گزرا۔

''آپ کو نہیں پتہ، ہر وقت اکڑا رہتا ہے''۔

''تم ایسا کرو مہمانوں کو دیکھو، کون کون آیا ہے، اپنی چچی جان کو اسٹیج پر لے کے جاؤ، عائشہ کیسی مرجھائی ہوئی بیٹھی ہے''۔ انہیں اس بات کا بہت دکھ تھا، شاہدہ نے ایک دفعہ بھی اسے گلے نہیں لگایا تھا۔

''میں کئی دفعہ بول چکی ہوں، وہ بہت غصے میں بھری ہوئی ہیں''۔ اس کی نگاہیں تیمور کا تعاقب کر رہی تھیں، پریشان گھبرایا ہوا لگ رہا تھا، کئی دفعہ اریشماء سے بات کرنے کے بہانے بھی ڈھونڈے، مگر اس نے موقع ہی نہیں دیا۔

''ان کی بھی فضول کی ڈرامے بازی ہے''۔ روحیل سکندر تاسف سے گویا ہوئے، اریشماء نے چونک کے انہیں دیکھا، روحیل سکندر نے ایک دفعہ بھی تو اس سے یہ نہیں کہا تھا، ان کا فیصلہ اس کی زندگی کے لیے غلط ثابت ہوا تھا۔

''ڈیڈی! یہ آپ کہہ رہے ہیں؟'' روحیل سکندر اس پر صرف ایک نگاہ ڈال کر آگے نکل گئے، فوزیہ روحیل بھی لوگوں سے بڑے پرتپاک انداز میں مل رہی تھیں، کئی لوگوں نے کامران سکندر پر طنز بھی کیا تھا۔

''جب آپ کے بیٹے نے شادی کر ہی لی تھی تو آپ نے روحیل سکندر کی بیٹی سے منگنی کیوں کی؟'' کئی لوگوں کے ایسے سوالات پر وہ گڑبڑائے، ہڑبڑائے سے ہوگئے تھے۔

''ممی! تایا ابو نے یہ سب کر کے پوری محفل میں ہمیں بے عزت کیا ہے''۔ تیمور، شاہدہ سے خاصے برہم لہجے میں بول رہا تھا۔

''بیٹا! یہ انہوں نے ہم سے اپنی بیٹی کا بدلہ لیا ہے''۔ وہ تو ویسے ہی بھری ہوئی بیٹھی تھیں۔

''میں بھی ایسا بھیانک بدلہ لوں گا، یاد کریں گے، اریشماء کی شادی میں کسی طرح بھی کسی اور سے ہونے نہیں دوں گا''۔ تیمور پر رقابت کی آگ سوار تھی، حمدان کو اہمیت دیا جانا وہ برداشت نہیں کر سکے گا۔

''آہستہ بولو، اطراف میں لوگ بیٹھے ہیں''۔ شاہدہ اپنی ساڑھی کا پلو سنبھالتی ہوئی سامنے والی ٹیبل پر چلی گئی تھیں۔

”تیمور! تم ادھر بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ عائشہ کے ساتھ فوٹو سیشن کروایا؟“ اریشماء اسے تپاتی ہوئی لگی تھی۔

”مجھے ایسا کوئی شوق نہیں ہے“۔ لٹھ مار انداز میں گویا ہوا۔

”جب شادی شوق سے کر لی تو فوٹو سیشن کروانے میں کیا قباحت ہے؟“ وہ بھی طنز سے باز نہیں آئی۔

”ہر بات کی حد ہوتی ہے“۔

”ٹھیک کہا، ہر بات کی حد ہوتی ہے، کسی بھی لڑکی کا تمہارا جب دل چاہے گا، مذاق بنادو گے یاد رکھنا تیمور! عائشہ تمہاری بیوی ہے، اسے اس کے حق سے محروم کر کے بہت بڑی غلطی کرو گے“۔ وہ اسے وارن کرنے لگی۔

”تمہیں میری اتنی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے“۔ وہ بہت کڑوا ہو رہا تھا۔

”تمہاری فکر کون کر رہا ہے، میں تو عائشہ کی بات کر رہی ہوں، تمہاری بیوی بہت پیاری اور معصوم ہے، پلیز اسے دھوکہ نہیں دینا“۔ اس نے بھی جتا دیا۔ تیمور لب بھینچ کے اس کے سجے سنورے حسن کو دیکھے گیا، کتنی دلکش تھی اور سب کی کتنی فکر کرتی تھی، عائشہ سے ملے اسے دو دن ہوئے تھے، مگر اس کے لیے ہمدردی کا جذبہ وہ لاجواب ہو گیا تھا۔

”زندگی ہر دفعہ نہیں سنورتی ہے، جب دل چاہا بگاڑ لیا اور جب دل چاہا اس میں سے کسی کو نکال دیا، صرف ایک بار زندگی میں کوئی پیارا لگتا ہے، اس لیے تمہیں عائشہ بہت پیاری لگی ہوگی، مگر دشمنی کی وجہ سے اپنا اور عائشہ کا نقصان نہیں کرنا، پھر یاد رکھنا تمہیں کہیں جگہ نہیں ملے گی“۔ اریشماء بہت صاف گو اور کھرے مزاج کی تھی، لگی لپٹی وہ کبھی کی نہیں رکھتی تھی، تیمور سے تو اس کی لگتی بھی بہت تھی۔

”جیسے تمہیں حمدان پیارا لگتا ہے“۔ اس نے برجستہ طنزیہ کہا۔

”ایسا میں نے تم سے کبھی کہا ہی نہیں، یہ تمہارا ذہن سوچتا ہے“۔ وہ اس کا جلنا کلسنا سب محسوس کر رہی تھی۔

”اریشماء! تم بھی یاد رکھنا میرے ساتھ تم نے بھی برا کیا ہے“۔ وہ بھی اسے جتانے لگا۔

”برا تم نے کیا ہے مجھے“۔ وہ محفل اور لوگوں کا خیال کر کے مزید لاتناہی گفتگو سے بچ کر اسٹیج کی سمت روانہ ہو گئی۔

☆..........☆..........☆

گھر میں اس کے رشتے کی باتیں ہو رہی تھیں، مگر وہ ایسا ہو گیا جیسے تعلق ہی نہیں، رات کو بھی دیر سے گھر آنے لگا تھا، صبح میں کہیں تیار ہو کر ایسا جاتا کہ دوپہر میں ہی آتا تھا۔

”اس سے امی! بات تو کریں“۔ حرما کوئی بھی قدم ایسا نہیں اٹھانا چاہ رہی تھی کہ شہران کی مرضی کے خلاف ہو، حمیرا بیگم نے وہاں اچانک سے ہی فیصلہ کر کے رشتہ دے دیا تھا۔

”گھر میں ٹک کر بیٹھے تو میں بات کروں“۔ وہ بھی فکر مند تھیں، ہفتے سے اوپر ہو گیا تھا، انہیں اسد مرزا کے گھر سے آئے ہوئے، اسی وقت وہ اپنے روم سے نکلا تھا ٹیکسی لے کر جا رہا تھا۔

”شہران! ادھر آؤ، مجھے بات کرنی ہے“۔ حرما اسے دیکھ کر اندر چلی گئی تاکہ حمیرا بیگم اس سے تنہائی میں آرام سے بات کر سکیں۔

”مجھے جلدی نکلنا ہے“۔ وہ عجلت میں تھا، بلیک پینٹ پر بلیک ہی ٹی شرٹ میں نہایا دھویا نکھرا نکھرا لگ رہا تھا۔

”چلے جانا“۔ انہوں نے بازو سے پکڑ کے اسے تخت پر بٹھایا۔

”لیل ماہ کے لیے جو میں نے رشتہ دیا ہے، میں بات آگے بڑھاؤں؟“

”آپ وہاں مجھ سے پوچھ کر رشتہ دے کر آئی تھیں جو بات آگے بڑھانے کی کر رہی ہیں؟“ رکھائی اور اکھڑ لہجے میں گویا ہوا۔

”ان کی بیٹی کی مرضی کو اہمیت دے رہی ہیں، میری مرضی پوچھی تھی آپ نے؟“

”کیوں کیا برائی ہے لیل ماہ میں؟ پھر مجھے بھی لگتا ہے تم بھی لیل ماہ کو پسند کرتے ہو“۔ انہوں نے نگاہ چرا کے کہا۔

”جی نہیں، مجھے وہ نک چڑھی چڑیل قطعی نہیں پسند، پتہ نہیں کہاں سے آپ کو لگا میں اسے پسند کرتا ہوں“۔ لاجواب تو وہ کسی سے ہوتا ہی نہیں تھا۔

”میں سب سمجھتی ہوں“۔ وہ اپنی بات پر ڈٹی ہوئی تھیں۔

”ان کی بیٹی کے اتنا دماغ ہے اور مجھے ایسی بدصورت لڑکی سے شادی کرنی بھی نہیں ہے“۔ وہ کچن میں موجود حرما کا بھی لحاظ نہیں کر رہا تھا۔

”دیکھو شہران! اگر تمہیں لیل ماہ نہیں پسند، اس طرح تمہیں میری بہن کی توہین کرنے کا بھی کوئی حق حاصل نہیں ہے“۔ حرما کے تو دل پر جا لگی تھی، وہ تیزی سے باہر آئی تھی، شہران خفیف سا ہو گیا، وہ تو لیل ماہ سے اپنا بدلہ ہی نکال رہا تھا، جس نے کل اس کی گلی میں بے عزتی جو کی تھی۔

”سوری بھابی! مجھے آپ کو ہرٹ کرنے کا حق تو نہیں، مگر مجھے آپ کی بہن بالکل پسند نہیں“۔

”راستہ روک روک کے اسے تنگ کرتے تھے، دھمکیاں دیتے تھے اور آج بول رہے ہو پسند نہیں، تم نے اسے سمجھا کیا تھا جو اس کے ساتھ ایسا کرتے تھے؟“ وہ تو پھٹ پڑی۔ حمیرا بیگم حق دق سی سنتی رہ گئیں، یہ سب تو انہیں بھی خبر نہیں تھی۔

”وہ میں کسی اور وجہ سے کرتا تھا، مگر اب میں ایسا بالکل بھی نہیں کروں گا، کیونکہ جن لوگوں کی کوئی عزت نہیں ہوتی ان کی بعد میں بھی نہیں ہوتی، آپ کے گھر والے مجھے ساری زندگی اسی طرح ہی دیکھیں گے، کل تک میں برا تھا، ہمارا گھرانہ عزت کے لائق نہیں تھا، آج ہمیں اس طرح سر پر بٹھا کر......! پلیز ایسا کوئی احسان نہیں کریں، میرا مزاج بہت الگ ہے، میں اپنی ذات کے حوالے سے باتیں کبھی بھولتا نہیں ہوں“۔ لہجہ اس کا اتنا کڑوا اور ناگوار ہو گیا تھا، حرما حیرانگی سے اسے دیکھے گئی جو ابھی تک اتنا بدظن تھا، جبکہ اس کے گھر والوں نے تو سب کچھ بھلا کے ان سب کو سر آنکھوں پر بٹھایا تھا۔

”اور ہاں! آپ کے متعلق جو بری افواہ پھیلائی تھی، وہ آپ کا ایکس منگیتر تھا، آپ کے والد نے کبھی جاننے کی ضرورت ہی نہیں کی، اور سنی سنائی پر یقین کر کے آپ کو رخصت کر دیا“۔ یہ اور انکشاف حرما کے لیے لرزانے کو کافی تھا، کتنی مشکل سے تو بھولی تھی۔

”شہران! بند کرو اپنی بکواس“۔ حمیرا بیگم دھاڑیں۔

”میں نے سچ بتایا ہے، کوئی بکواس نہیں کی ہے“۔ وہ کھڑا ہو گیا۔

”مجھے ایسے لوگوں میں رشتہ کرنا ہی نہیں ہے، جہاں میری اور میرے گھر والوں کی کوئی عزت نہیں تھی“۔ درشت

لہجے میں بولتا ہوا وہ کتنا اجنبی لگ رہا تھا۔ حرما لب کچلتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی، ایک تو اس کی کنڈیشن بھی دوسری تھی، ایسے میں کوئی صدمہ اور دکھ اس کے لیے بالکل بھی ٹھیک نہیں تھا۔

"مجھے لگتا ہے تُو ناک کٹوائے گا"۔

"امی! ہماری تو ناک پہلے ہی کٹی ہوئی ہے، ہمارے باپ کے کرتوت کی وجہ سے، اب دوبارہ کٹ جائے گی تو کوئی فرق نہیں پڑے گا"۔ اس نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"شہران! تُو کتنا بدتمیز اور منہ پھٹ ہو گیا ہے، سب کا لحاظ ختم ہوتا جا رہا ہے"۔

"غلط بات بالکل نہیں کریں، میں بھابی کی عزت بہت کرتا ہوں، مگر میں نے انہیں حقیقت سے آگاہ کیا ہے، مجھ سے دکھاوے کے ڈرامے نہیں ہوتے ہیں"۔ وہ نرم پڑا۔

"پھر روز اسد مرزا کی طبیعت پوچھنے کیوں جاتا تھا؟"

"اس لیے کہ بیمار کی مزاج پرسی ضروری ہے، پھر انہیں ہاسپٹل میں ہی لے کر گیا تھا، اس لیے پوچھنا فرض ہے"۔

"مجھے تیری باتیں ذرا سمجھ نہیں آتی ہیں"۔ وہ بے زاری اور اکتاہٹ کا شکار ہو گئی تھیں۔

"میری بھی بات کان کھول کر سن لے، اگر اسد بھائی کی طرف سے ہاں میں جواب آ گیا تو میں یہ رشتہ پکا کر دوں گی"۔

"ان کی بیٹی ہی منع کر دے گی"۔ وہ جاتے جاتے پلٹ آیا۔

"پتہ نہیں کیسے مزاج کا ہے تُو"۔

"جا رہا ہوں میں، بھابی کو سمجھا دیجیے گا"۔ وہ کسی بھی بات کی فکر کیے بغیر کی رنگ پینٹ کی پاکٹ سے نکال کر مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

☆............☆............☆

حرما کی طبیعت خراب تھی، وہ رہنے کے لیے میکے آ گئی تھی، ادھر گھر والے سب ہی راضی تھے، مگر لیل ماہ سے جب پوچھا گیا، اس نے صاف انکار کرنے کے بجائے رضامندی دے دی تھی، وہ بھی صرف اپنے ابو کی حالت دیکھتے ہوئے۔

"لیل ماہ! جب تمہیں فیصلے کا اختیار دیا گیا تھا تو کیوں انکار نہیں کیا؟" حرما کو اس کی دماغی حالت پر شبہ ہونے لگا۔

"اب میں نے رضامندی دے دی ہے، تو آپی! تمہیں ابھی بھی اعتراض ہے، ورنہ تمہارا وہ غنڈہ دیور اس قابل نہیں ہے، خود کو سمجھتا کیا ہے، دیکھیے گا میں اس کا بینڈ بجا دوں گی"۔ اس دن کی شہران کی گفتگو اسے آگ لگا رہی تھی۔ حرما کو یہ پریشانی اور فکر سوار ہو گئی تھی کہ شہران نے تو صاف انکار کر دیا تھا، وہ تو ان دونوں کے بیچ پھنس گئی تھی، اگر ساری بات لیل ماہ کو بتاتی تو یہ بھی شہران سے کم نہیں تھی۔

"واہ.....! بہت اچھے خیالات ہیں"۔ حرما کو افسوس ہونے لگا۔

"تمہارے دیور کے بھی خیالات خاصے اچھے ہیں، کبھی اسے بھی بٹھا کے پوچھنا"۔ وہ بھی طنزیہ ہاتھ نچا کے بولی۔

"جب تم دونوں کے دلوں میں گنجائش ہی نہیں ہے تو کیوں تم نے ہاں کی؟ منع کر دو"۔

"آپی! پہلے تم فورس کرتی ہو کہ یہ رشتہ ہو جائے اور اب کہتی ہو انکار کر دو، یہ کوئی کھیل نہیں ہے"۔ وہ بھی غصے میں آ کر اسے منانے لگی۔

"دلوں میں گنجائش وہاں ہوتی ہے جہاں کچھ انسیت ہو، تمہارا دیور اس قابل ہی نہیں ہے کہ دل میں گنجائش نکالی جائے"۔

"فضول بکواس کیے جا رہی ہو، ابھی تم اس کی عزت نہیں کر رہی ہو، بعد میں شوہر بن جائے گا تو تم اسے جوتی کی نوک پر رکھو گی"۔ وہ ذہنی انتشار کا شکار ہو رہی تھی، جتنا اسے ڈاکٹر فکر و پریشانی سے دور رہنے کو کہہ رہے تھے اس پر فکروں کا جال بچھ گیا تھا۔

"شوہر بن کے بھی وہ عزت کے قابل نہیں ہو گا"۔ لہجے میں اس کے نفرت، حقارت سب ہی کچھ عیاں تھا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو رہا ہے، میں ہی اس رشتے سے انکار کرتی ہوں، بعد میں تو تم اور ہنگامے کھڑے کر دو گی"۔ وہ اٹھی۔

"تم کیا چاہتی ہو، تمہارے آوارہ دیور کو سر پر بٹھا کے امن کا نقارہ بجاؤں؟"

"لیل ماہ! پلیز خاموش ہو جاؤ، تم بھی بالکل شہران کی طرح بدتمیز ہو گئی ہو"۔ وہ سر پکڑ کے رہ گئی، سر اس کا دکھنے لگا تھا، یہاں وہ خود کو ریلیکس کرنے آئی تھی، مگر الجھن کا ہی شکار ہو گئی تھی۔

"امی! میں گھر جا رہی ہوں"۔ وہ لاؤنج میں آ گئی، وہ عصر کی نماز پڑھ کے فارغ ہوئی تھیں۔

"کل ہی تو آئی ہو، ایسی جانے کی کیا ضرورت پڑ گئی، چار چھ دن رہ کر آرام کرو، طبیعت ٹھیک ہو تو چلی جانا"۔ وہ اس کی زرد ہوتی رنگت دیکھ کر گویا ہوئیں۔

"ذیشان کو پریشانی ہو گی"۔ وہ بولی۔

"ذیشان کو میں نے کہہ دیا ہے یہاں آ جایا کرے گا، کھانا کھانے"۔

"امی! آپ اس رشتے سے منع کر دیں"۔ وہ اصل موقف پر آ گئی، جس کی وجہ سے وہ جا رہی تھی۔

"لیل ماہ نے خود رضامندی دی ہے"۔ وہ بتانے لگیں۔

"آپ کو نہیں پتہ وہ کیا کچھ سوچ کر بیٹھی ہے"۔ اس نے پھر امی کو ایک ایک بات شہران کی اور لیل ماہ کی بھی بتا دی، وہ سن کر فکرمند سی ہو گئیں۔

"ہم تو شہران کو ایسا کچھ نہیں سمجھتے"۔ وہ تاسف سے بولیں۔

"مگر وہ تو وہی بجھتا ہے، آپ یہ رشتہ ختم کریں، ابو کو میں سمجھا دوں گی"۔ وہ جلد از جلد چاہتی تھی یہ بات ختم ہو جائے۔

"تمہارے ابو کی تو پوری مرضی ہے، تم دونوں ایک گھر میں ہی رہو گی"۔

"امی اس قصے کو یہیں ختم کر دیں"۔ اس نے دو ٹوک انداز میں ہی منع کر دیا۔

(جاری ہے......)

☆............☆............☆

شازیہ مصطفیٰ عمران
قسط نمبر 23
سلسلے وار ناول
کبھی عشق ہو تو پتہ چلے

"میں جتنا بھی شکرادا کروں کم ہے"۔ وہ آنکھیں بند کیے اللہ تعالیٰ کا شکرادا کررہی تھی جو اس نے چاہا تھا وہ ہوگیا تھا۔

"حمدان کا رسپانس کیا ہے؟" زویا کو آج بہت عرصے بعد وہ ہنستی مسکراتی اور شانت نظر آئی تھی، اسے اپنی یہ صاف گو پیاری سی سہیلی بہت عزیز تھی۔

"اس کا وہی روکھا اور سرد مہر رویہ ہے، وہ تیمور کے ولیمے کے فنکشن میں بھی نہیں آیا تھا، ڈیڈی نے کتنی کالز کی تھیں"۔

"خوددار اور محتاط آدمی حمدان جیسے ہی ہوتے ہیں"۔ زویا نے اس کا پرسوچ اور اداس چہرہ دیکھا۔

"زویا! کیا میں ساری زندگی اس کے پیچھے پاگلوں کی طرح بھاگتی رہوں گی، وہ کیا کبھی بھی مڑ کے نہیں دیکھے گا"۔

"کیا پتہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے خود ہی اسباب بنانے شروع کردیئے ہیں، تیمور سے تمہاری منگنی ختم ہوئی، انکل کا رجحان حمدان کی طرف ہوگیا ہے، ہوسکتا ہے اسی طرح تمہاری منزل تمہیں ملنی ہو"۔ زویا کی ساری دعائیں اسی کے لیے تھیں کہ وہ اور حمدان ایک ہوجائیں۔

"ہوں.....!" اریشماء گہری سوچ میں مستغرق تھی۔

"اچھا یہ اداسی والا دورہ ختم کرو ورنہ میں چلی جاؤں گی، ویسے ہی ریحان سے اتنی مشکل سے اجازت ملی ہے، تم انہیں جانتی ہی ہو، مجھے کہیں نکلنے نہیں دیتے کہ میں ان کی نظروں سے دور کہیں نہیں جاؤں"۔

"بس اپنے میاں کی شومت مارا کرو"۔ اس نے گھورا۔

"جب تمہاری شادی ہوگی، تو تمہیں بھی پتہ لگ جائے گا"۔

"میری شادی ہوگی تو حمدان سے ورنہ ساری زندگی میں شادی ہی نہیں کروں گی"۔

"حمدان کو ایسا کر، اغواء کروالے، یہ میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں"۔ زویا نے پھر اسے چھیڑا۔

"جب بھی بولنا فضول بکواس کرنا"۔

"ارے بھئی! لڑکیو..... کھانا لگ گیا ہے آجاؤ"۔ فوزیہ ان دونوں کو بلانے چلی آئی تھیں۔

"آنٹی! اسے تو میرا ذرا احساس نہیں، کتنی بھوک لگ رہی ہے، مجھے بٹھا کر رکھا ہوا ہے"۔ زویا انہیں دیکھتے ہی شروع ہوگئی۔

"جھوٹی ایک دفعہ بھی کھانے کا مجھ سے بولا نہیں"۔ اریشماء بھی چڑھ دوڑی۔

"چلو آجاؤ تم دونوں، بھوک کی وجہ سے اسی طرح لڑتی ہی رہوگی"۔ وہ مسکرانے لگیں، سوئے ہوئے افہام کو انہوں نے گود میں اٹھالیا۔

"اسے یہیں سونے دیں"۔

"اکیلے کمرے میں بچوں کو نہیں چھوڑتے، جاکے تم کھانا کھاؤ، جب تک میں اسے لے کے اپنے روم میں بیٹھی رہوں گی"۔ وہ تینوں ہی روم سے باہر آگئیں۔ کھانے وغیرہ سے فارغ ہوکر وہ دونوں ہال کمرے میں ہی بیٹھ گئی تھیں افہام بھی اٹھ گیا تھا۔

"زویا! مجھے تیمور کے ارادے ٹھیک نہیں لگ رہے ہیں"۔

"تم اسے سوچ سوچ کے اپنے ذہن پر حاوی نہیں کرو، وہ کچھ نہیں کرسکتا، سوائے جلنے کے"۔ زویا نے اسے تسلی دیتے

کے ساتھ سمجھایا بھی۔

"مجھے اس کی آنکھیں اس دفعہ خطرناک لگ رہی تھیں"۔ پُراعتمادسی اریشماء بھی پہلی دفعہ اس سے ڈرنے لگی۔

"اس کی کوئی بات کرو ہی نہیں"۔ زویا بھی فکرمندسی ہوگئی تھی، تیمور رقابت میں کچھ بھی کر سکتا تھا۔

☆.........☆.........☆

"بیٹا! آپ کہاں بزی ہوتے ہو، سیل بھی ریسیو نہیں کرتے ہو؟" روحیل سکندر نے استفسار کیا، وہ جوامیلز چیک کرنے میں منہمک تھا، چونک کر سر اٹھایا۔

"سوری سر! وہ میں کچھ زیادہ ہی بزی تھا، آفس سے چھٹیاں بھی اسی لیے کی تھیں"۔ اس نے توجیہہ پیش کی۔

"آپ تیمور کے ولیمے کے فنکشن میں بھی نہیں آئے؟"

"اصل میں سر! جن سے میرا کوئی تعلق نہیں ہوتا یا میں جن سے تعلق رکھنا نہیں چاہتا، ان سے وابستہ کسی بھی کام میں مداخلت نہیں کرتا"۔ حمدان انتہا سے زیادہ صاف گو اور کھرا انسان تھا، روحیل سکندر لاجواب سے ہوگئے۔

"اس کا مطلب ہے تم مجھ سے تعلق رکھنا نہیں چاہتے؟"

"سر! ایسی کوئی بات نہیں ہے اور میں آپ کی بات کر بھی نہیں رہا تھا، میرا اشارہ تیمور کی طرف تھا سر! وہ مجھے ناپسند کرتے ہیں، تو میں ایسے شخص کو آوائیڈ ہی کرتا ہوں"۔ اس نے وضاحت دی۔ وہ مسکرانے لگے۔

"خیر کوئی بات نہیں"۔

"میں نے آپ سے کہا تھا وقت آنے پر میں آپ کو اپنی مصروفیت کی وجہ بتادوں گا"۔

"ہوں.... کہا تو تھا"۔ وہ اس کی جانب مکمل متوجہ تھے اور تجسس بھی تھا حمدان ایسے کون سے کام میں الجھا ہوا ہے؟

"میرے فادر کا بہت اچھا بزنس تھا، اور میرا شوق جو تھا گاڑیوں کا شوروم بنانے کا تھا، ابو نے میرا یہ شوق بھی پورا کر دیا، اس وقت میں امریکہ میں تھا، بزنس مینجمنٹ کا کورس کر رہا تھا، اسی دوران مجھے خبر ملی ابو کی بہت طبیعت خراب ہے، میں ایگزام میں اتنا الجھا ہوا تھا کہ ابو مجھے یہی کہتے تھے اپنی پڑھائی پر توجہ دو، یہاں آنے کی ضرورت نہیں ہے"۔ وہ انہیں بتانے لگا، روحیل سکندر بغور حیرانگی سے سن رہے تھے، کیونکہ حمدان نے کبھی بھی یہ ظاہر نہیں کیا تھا وہ بھی امیر باپ کا بیٹا تھا۔

"ادھر کیا کہانی چل رہی تھی، مجھے کچھ نہیں پتہ تھا، ابو کا ہمارا بزنس اور شوروم ان کے بزنس پارٹنر نے ہتھیا لیا، ابو اتنے مجبور ہوگئے کہ اپنا گھر رہن تک بیچنے کے درپے ہوگئے، مجھے میری امی نے ساری حقیقت سے پھر بھی آگاہ نہیں کیا، ہمارا گلشن اقبال کا بنگلہ اور دیگر پراپرٹی سب ہی چلی گئی، اور ہم سب لوگ ایک فلیٹ میں آگئے، میں پھر ایگزام دے کے جو واپس آیا، پھر لوٹ کے امریکہ نہیں گیا، ابو کے ساتھ بیماری میں چند دن ہی گزارے ہوں گے، وہ بھی چل بسے"۔ وہ بولتے بولتے کچھ دیر توقف کے لیے رک گیا، روحیل سکندر کو ایسا کچھ نہیں معلوم تھا، بس یہ پتہ تھا کسی بھلے آدمی نے گردہ دیا تھا جس کا بیٹا حمدان تھا۔

"بیٹا! یہ سب تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"

"بتا کر کیا کرتا؟" وہ آہستگی سے گویا ہوا۔

"آج میں وہ سب کچھ جیت گیا ہوں، سب کچھ میں نے وکیل کے ذریعے حاصل کر لیا ہے"۔

"ہوں..... یہ تو بہت اچھی خبر سنائی، مبارک ہو"۔ روحیل سکندر نے دل سے خوش ہو کر مبارک باد دی۔

"میری وائف ہمیشہ مجھ سے یہی کہتی ہے حمدان کے انداز میں شہزادوں کی طرح آن بان ہے، جیسے وہ بہت اونچے گھرانے سے تعلق رکھتا ہو"۔ انہوں نے فوراً یہ روحیل کی کہی ہوئی بات دہرائی۔

"سر! میں نے کبھی ایسا ظاہر تو نہیں کیا"۔ وہ جزبز ہوگیا۔

"تم نے ظاہر نہیں کیا، مگر تمہاری نفاست پسندی، بہت کچھ ظاہر کرتی ہے"۔ وہ مسکرائے۔

"یہ تو تم نے بہت خوشی کی خبر سنائی ہے، پھر تو پارٹی ہونی چاہیے، وہ بھی میری طرف سے"۔

"نہیں سر! میں ایسا کچھ نہیں کروں گا"۔ اس نے سہولت سے منع کر دیا۔

"پھر بھی بیٹا! یہ میری خوشی ہوگی"۔

"آپ کی خوشی سر آنکھوں پر، مگر ابھی نہیں کیونکہ ابھی مجھے بہت کچھ سیٹ کرنا ہے"۔

"پھر آپ کیا یہ جاب چھوڑ دو گے؟" روحیل سکندر کو کچھ کچھ اندازہ ہو رہا تھا وہ جاب چھوڑ دے گا۔

"اپنا بزنس سیٹ کرنے کے لیے مجھے جاب چھوڑنی پڑے گی"۔ اس نے صاف بتا دیا۔

"یار! میں پھر یہ سب کیسے سنبھالوں گا؟"

"سر! پہلے بھی آپ اور اریشماء سنبھال رہے تھے، یوں سمجھیں مجھے تو آپ نے سہارا دیا ہے"۔ وہ گویا ہوا۔

"اریشماء تو تمہیں چھوڑنے نہیں دے گی"۔

"سر! مجھے اپنے قدم جمانے کے لیے یہ سب کرنا ہوگا"۔

"چلو اس کے لیے تمہیں معافی ہے، مجھے بھی خوشی ہوگی، تم اپنا بزنس سیٹ کر لوگے"۔ روحیل سکندر نے ڈھیروں دعائیں دیں، حمدان نے انہیں کچھ سمجھتے ہوئے سب کچھ بتا دیا تھا، اس کی انہیں زیادہ خوشی تھی۔

☆.........☆.........☆

گھر میں اس کے رشتے کی کوئی بات نہیں ہو رہی تھی، اس نے سکون کا سانس بھرا تھا، یونیورسٹی بھی جانا شروع کر دیا تھا، وہ تو شکر تھا شہران اسے ایک دن بھی نہیں نظر آیا تھا، مگر اس نے سوچ لیا تھا اس سے بالکل نہیں ڈرے گی، اچھی طرح طبیعت صاف کر دے گی، مگر جس دن سے اس نے یہ کہا تھا۔

"تم جیسی لڑکی سے میں شادی کرنا بھی نہیں چاہتا"۔ یہ جملہ اس کو آگ سی لگا دیتا تھا۔

"وہ شخص میری انسلٹ پر انسلٹ کیے جا رہا ہے، اس کی عقل ٹھکانے میں لگاؤں گی"۔ پوائنٹ سے اتر کے وہ سوچوں میں مستغرق گلی کے اندر جا رہی تھی، شہران جانے کہاں سے بوتل کے جن کی طرح سامنے آگیا، وہ تو اچھل ہی گئی۔

"کیا وحشت ہے؟" فان کلر کی بڑی سی چادر میں خود کو لپیٹا ہوا تھا، نگاہیں ناگواری لیے ہوئے تھیں۔

"کیا ہوا ساری اکڑ نکل گئی، جو مجھ سے شادی پر راضی ہوگئی ہو؟" شہران نے اسے بغور دیکھا۔

"ظاہر ہے تم جیسے شخص سے کوئی لڑکی شادی تو کرے گی نہیں، میں تمہارا بھلا کر دوں"۔ لہجے میں حقارت تھی۔

"یہ تم نے کیسے اندازہ کر لیا؟" وہ زیر ہونے والوں میں سے تو بالکل نہیں تھا۔

"اس لیے کہ شروع سے آپ مجھ پر جو نگاہ لگائے ہوئے تھے"۔ وہ بھی بتانے لگی۔

"تم پر اور نگاہ..... اتنی اچھی تو ہو نہیں"۔

"مجھے تو اندازہ ہو گیا ہے، میں بہت اچھی اور خوبصورت ہوں، جو تم میرے پیچھے پڑے ہوئے ہو"۔ چادر کو سمیٹ کے شانوں پر کیا۔

"خوبصورت محترمہ! مجھے تو تمہیں حاصل کرنے کی ضد ہو گئی ہے"۔

"حاصل ہو تو رہی ہوں، پھر کیا پرابلم ہے، جلدی سے شادی کرو تا کہ میں بھی سکون سے رہوں"۔ وہ نڈر انداز میں طنزیہ لہجے میں بے باک سی ہوئی تھی۔

"لگتا ہے میں پسند آ گیا ہوں"۔

"ابھی سنا نہیں تم نے تمہارا بھلا کرنا چاہ رہی ہوں تا کہ تم کسی اور لڑکی کی زندگی اجیرن نہ کر دو"۔

"بہت فضول بکواس کرتی ہو"۔ اس نے لیل ماہ کی پرفسوں آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں، وہ نگاہیں پھیر کر نخوت سے ہنکاری تھی۔

"کیوں بکواس تم ہی کر سکتے ہو؟" وہ آگے بڑھنے لگی۔

"لگتا ہے تمہارے کس بل نکالنے ہی پڑیں گے، دیکھنا ایسا کروں گا تمہارے ساتھ کہ تم بولنے کے بھی قابل نہیں رہو گی"۔ وہ دانت پیسنے لگا۔

"میں بھی تمہارے کس بل نکالوں گی، تمہیں بھی پتہ چلے گا کس سے پالا پڑا ہے"۔ وہ بھی ترکی بہ ترکی گویا ہوئی۔

"تم تو بے شرم بھی ہو گئی ہو"۔ وہ اس کی پراعتمادی پر متحیر زدہ سا رہ گیا۔

"کیا کروں بے شرم تو بننا ہی پڑے گا، جب روز تمہارے ساتھ رہنا پڑے گا"۔ شہران تو ہق دق سا اس کے جملوں کی بے باکی پر سکتے میں آ گیا، لیل ماہ اتنی بے باک ہو رہی تھی۔

"لڑکی ہو کر تم لڑکے سے ایسی بے شرمی سے بات کر رہی ہو؟"

"کیا کروں، تمہاری عادت پڑنے لگی ہے، کہو تو شادی سے پہلے ہی.....!"

"شٹ اپ!" شہران تو دھاڑا۔ لیل ماہ کا سانس بہت تیزی سے چل رہا تھا، جانے کیوں اس میں ایسی ہمت آ گئی تھی، وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

☆.............☆.............☆

وہ لان میں بیٹھی تھی، ڈیڈی نے جب سے یہ بتایا تھا حمدان نے کیس جیت لیا ہے، وہ نوکری بھی چھوڑ دے گا، وہ اداس ہو گئی تھی، جو حمدان کو دیکھنے کا آسرا تھا وہ بھی نہیں رہے گا، مصباح کی شادی کے بعد سے حمدان کے گھر بھی جانا چھوڑ دیا تھا، عدین کے شکوے اور ناراضی والے میسج آتے رہتے تھے، مگر وہ ابھی تک بھی نہیں گئی تھی۔

ڈور بیل ہو رہی تھی، چوکیدار اٹھ کر کھولنے لگا، اریشماء کی نگاہ اس کے تعاقب میں تھی، شام کی سیاہی پھیل رہی تھی، موسم میں خنکی بھی ہونے لگی تھی۔

"آپ..... شکر ہے یہیں مل گئیں"۔ عدین نے چہک کے اسے کہا، اریشماء مودب ہو کر قریب آ گئی، حمدان کی امی بھی ساتھ آئی تھیں۔

"بیٹا! آپ نے تو اپنی شکل تک سے ترسا دیا"۔ امی نے اسے گلے لگا کے پیار کیا۔

"آنٹی! آئیے اندر چلیئے"۔ وہ بہت خوش ہو رہی تھی اور اسے حیرانگی بھی ہو رہی تھی، امی اس سے خود ملنے آ گئی تھیں۔

"ناراضی لگتا ہے زیادہ ہو گئی ہے"۔ وہ مسکرائیں۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے، کچھ مصروفیت چل رہی تھی"۔ اس نے عذر تراشا۔

ڈرائنگ روم کی ساری لائٹیں آن کر دی تھیں، خوبصورت ساڈیکوریٹڈ ڈرائنگ روم عدین رشک بھری نگاہ سے دیکھنے لگا، کبھی ان کا بھی ایسا ہی ڈیکوریٹڈ ڈرائنگ روم ہوا کرتا تھا۔

"آپ بیٹھیے میں ممی کو بلاتی ہوں"۔ وہ بلانے چلی گئی۔

"مجھے پتہ ہے اریشماء باجی کی ناراضی بھائی جان سے ہے، انہوں نے ہی کچھ کہا ہوگا"۔ عدین کو پکا یقین تھا مگر حمدان سے پوچھنے کی تو اس میں بھی ہمت نہیں تھی، فوزیہ روحیل ان سے پرتپاک انداز میں ملی تھیں اور انہیں مبارک باد بھی دی تھی۔

"میں کئی دن سے عدین سے کہہ رہی تھی، یہ ٹیوشن پڑھا کے ہی دیر سے آتا ہے، آج تو میں نے کہا چھٹی کر لو، مجھے اریشماء سے ضرور ملنے جانا ہے"۔ امی کو اریشماء اتنی پیاری لگتی تھی وہ ہر وقت یہی دعا کرتی تھیں کسی طرح بھی وہ ان کے گھر کی بہو بن جائے۔

"آنٹی! مصباح کیسی ہے، خوش تو ہے؟" اریشماء نے پوچھا۔

"ماشاء اللہ بہت خوش ہے، آئے گی رہنے آج کل میں، ہم اس فلیٹ سے شفٹ ہو رہے ہیں، میں نے کہا سامان کی پیکنگ وغیرہ آ کے کروا دے، میرے بس کی نہیں"۔ انہوں نے ساتھ ہی یہ بھی تفصیل سے بتا دیا۔

"کہاں شفٹ ہو رہی ہیں؟" فوزیہ روحیل نے بھی پوچھا۔

"حمدان نے آپ کو بتا تو دیا ہوگا، ہم لوگ گلشن والے بنگلے میں شفٹ ہو رہے ہیں، پہلے بھی ہم لوگ اسی میں رہتے تھے"۔

"ممی بہت خوشی ہوئی ہے مجھے تو حمدان نے اتنی کوشش اور محنت سے سب حاصل کر لیا"۔

"مجھے تو پتہ بھی نہیں تھا یہ سب کر رہا ہے"۔ امی کے چہرے پر خوشی دیدنی تھی۔

"اللہ تعالیٰ آپ کو مبارک کرے، اب آپ حمدان کی شادی کا سوچیں"۔

"آنٹی! یہ آپ نے بہت زبردست بات کی ہے"۔ عدین نے بھی خوش ہو کر تائید کی۔ اریشماء ناشتے کی ٹرالی ملازمہ کے ساتھ اندر لے آئی تھی، عدین کی معنی خیز نگاہیں اس پر تھیں۔

"میری بھی یہی کوشش ہے، حمدان کی شادی کروں گی، مصباح کے جانے کے بعد میں اکیلی سی ہو گئی ہوں، یہ دونوں بھائی اپنے اپنے کاموں میں ہوتے ہیں، میں سارا دن اکیلی رہتی ہوں"۔ امی کی نگاہیں اریشماء پر تھیں جو لوازمات نکال کے پلیٹوں میں رکھ رہی تھی۔

"دیکھی کوئی لڑکی؟" فوزیہ روحیل کو تجسس بھی تھا۔

"لڑکی تو دیکھی ہوئی ہے، حمدان سے ایک دفعہ اور بات کروں گی"۔ انہوں نے پیار بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے

لوازمات کی پلیٹ تھامی جوارِیشماء ان کے آگے بڑھا رہی تھی۔

"پتہ نہیں آنٹی نے کون سی لڑکی دیکھی ہے؟" اریشماء کو بے چینی ہوگئی، وہ پہلو بدل کر صوفے پر بیٹھ گئی۔

"یہ تو اچھی بات ہے"۔ فوزیہ روحیل نے خوشی کا اظہار کیا، مگر اریشماء کا پریشان اور متفکر چہرہ بھی ان کی نگاہوں کی زد میں تھا۔

"آنٹی! شفٹنگ کب تک ہوگی؟ کچھ ہیلپ کروانے میں بھی آجاؤں گی"۔

"آپ ہیلپ کروائیں گی؟" عدین نے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔

"تمہارا کیا مطلب ہے، مجھے کچھ نہیں آتا؟" وہ برامان کے گویا ہوئی۔ امی اور فوزیہ روحیل مسکرانے لگی تھیں، وہ منہ پھلا کے جو بولی تھی۔

"ارے بیٹا! میں نے اریشماء کو ہر کام کی عادت ڈالی ہے، ایک کوکنگ نہیں آتی تھی، وہ بھی اس نے آہستہ آہستہ سیکھ ہی لی"۔ انہوں نے بتایا۔

"واؤ.... یہ تو کبھی انہوں نے ہمیں بتایا ہی نہیں"۔ عدین نے ستائشی انداز میں حیرانگی کا اظہار کیا۔

"پھر کل ہی ہمارے گھر آئیے اور اپنے جوہر دکھائیے"۔

"کیا بدتمیزی ہے عدین! وہ کیوں ہمارے گھر آکر کوکنگ کرے؟" امی نے سرزنش کی۔

"نہیں آنٹی! اسے میں بنا کر اب تو ضرور کھلاؤں گی، ورنہ یہ مجھے بولتا ہی رہے گا"۔ اریشماء نے بھی پر جوش لہجے میں کہا، وہ سب ہی ہنسنے لگے تھے۔

☆..........☆..........☆

"اس لڑکی کو ہوا کیا ہے، کتنی بے باکی سے مجھ سے وہ سب بول دیا، جو اسے بولنا بھی نہیں چاہیے تھا"۔ شہران کو اس کی دلیری پر حیرت تھی۔

"مجھ سے آنکھ ملا کے بات کرتے ہوئے جھجک آتی تھی اور آج تو کیسے دوبدو بول رہی تھی"۔ وہ سوچ سوچ کے حیران پریشان تھا، جب سے لیل ماہ سے ملا تھا باقی کا ٹائم اس کی باتیں ہی دماغ میں گونجتی رہی تھیں، وہ کبھی لیٹ جاتا تو کبھی کھڑا ہو جاتا تھا، اسے لیل ماہ اچھی لگنے لگی تھی، مگر اظہار کرتا تو وہ جانتا ہی نہیں تھا، وہ خود پر حیران تھا جو صنفِ نازک کو توجہ کے قابل نہیں سمجھتا تھا، ایک لڑکی نے اسے متاثر کر دیا تھا، شروع میں اسے اسد مرزا سے بدلا لینا تھا اور لیل ماہ کو بدنام بھی کرنا تھا، مگر اس کی آہستہ آہستہ ساری سوچیں اور ارادے بدل گئے تھے، اسد مرزا سے بڑے مودب انداز میں ملتا تھا، اب تو اس نے جانا ہی بند کر دیا تھا، جب سے حمیرا بیگم اس کے رشتے کی بات چلا کے آئی تھیں۔

ایک طرف دل اس لڑکی کے لیے لپک رہا تھا، دوسری طرف اس لڑکی کی بے باکی پسند نہیں آئی تھی، وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کیا فیصلہ کرے؟ حمیرا بیگم نے اسے دوٹوک کہہ دیا، اس رشتے سے وہ انکار تو بالکل بھی نہیں کریں گی، چاہے وہ راضی ہی نہ ہو، حمیرا بیگم نے اسے یہ تک کہہ دیا تھا وہ چاہے دل سے راضی نہیں ہو، مگر میری زبان کا پاس رکھتے ہوئے یہ شادی کرنی ہوگی، چاہے بعد میں وہ توجہ بھی نہیں دے۔

"اتنا بڑا فیصلہ کیسے کروں؟" دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

"بعد میں توجہ کیسے نہیں دوں، جب وہ میرے پاس اور اتنے قریب ہوگی، اگنور کیسے کروں گا؟" یہ پریشانی بھی تھی، اس کا کوئی دوست وغیرہ تو تھا نہیں جس سے وہ اپنی یہ ساری باتیں شیئر کرے۔ ساری زندگی وہ سب سے ناراض ہی ہوتا رہا تھا، یار دوست بھی ایک ایک کر کے اسے چھوڑ گئے تھے، اس کی اکھڑ مزاج طبیعت کی وجہ سے۔

"ہوں.... مجھے لگتا ہے چپ ہی رہنا پڑے گا"۔ وہ اس نتیجے پر پہنچا تھا، اسے ایک دم ہی گرمی لگنے لگی، جب زیادہ وہ سوچتا اس کی یہی کیفیت ہو جاتی، وہ نہانے کے لیے واش روم جا رہا تھا۔

"شہران! سو تو نہیں رہے؟" ذیشان اس کے کمرے میں چلا آیا۔ وہ گڑبڑایا، ذیشان اور اس وقت اس کے کمرے میں اسے جب بھی کوئی زیادہ خاص بات کرنی ہوتی تھی، رات کے پہر میں آتا تھا۔

"ابھی تو نہیں سو رہا"۔ تولیہ اس نے واپس چیئر کی پشت پر ڈال دیا۔ ذیشان اس کے بیڈ کے سرے پر بیٹھا سنجیدہ اور متفکر لگ رہا تھا۔

"بھائی! کیا بہت گھمبیر بات ہے جو آپ اتنے پریشان بھی لگ رہے ہیں؟" اسے الجھن بھی ہوا مگر شہران کو اتنا اندازہ تھا بات اس کی اور لیل ماہ کی ہی ہوگی۔

"شہران! تم واقعی لیل ماہ سے شادی نہیں کرنا چاہتے؟" ذیشان بغیر تمہید باندھے گویا ہوا، وہ ایک لمحے کو چونک کر چپ ہو گیا، اس کا اندازہ بالکل درست نکلا۔

"بھائی! میں سمجھتا ہوں مجھے شادی کرنی ہی نہیں چاہیے"۔

"کیوں؟" ذیشان نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"میں اس قابل نہیں"۔

"کیا مطلب ہے؟" وہ بیٹھے سے کھڑا ہو گیا۔

"ارے، ایسی کوئی بات نہیں ہے، جو آپ پریشان ہو رہے ہیں، بس میں خود نہیں چاہتا، کیونکہ میرا مزاج اتنا اکھڑ اور بدتمیز ہے، یہ میں خود بھی جانتا ہوں"۔ وہ جھٹ تیزی سے گویا ہوا۔

"یار! یہ کیا بات ہوئی؟"

"بھائی! یہی تو بات ہے، خواہ مخواہ گھر میں جھگڑے ہوتے رہیں گے اور میری اور اس کی بنے گی نہیں"۔ وہ رک رک کے بول رہا تھا۔

"تم ایسا کیوں سوچ رہے ہو؟ پیار و محبت سے ہینڈل کرنا"۔ وہ سمجھانے لگا۔

"میری خوشامد کی عادت نہیں ہے، یہ آپ سب بھی بہتر جانتے ہیں"۔

"شہران! کچھ رشتوں میں خوشامد ضروری ہوتی ہے اور میاں و بیوی اگر ایک دوسرے کی خوشامد کر لیتے ہیں، تو رشتہ اور مضبوط ہو جاتا ہے"۔ وہ سمجھانے لگا۔

"مگر یہاں ایسا کچھ نہیں ہو سکتا، مزاج میرا بھی تیکھا ہے اور اس کا بھی تیکھا ہے"۔ اصل بات سے تو وہ ذیشان کو ابھی بھی آگاہ نہیں کر رہا تھا، کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا، لیل ماہ اسے بعد میں جوتی کی نوک پر رکھے گی۔

"تم خود کو بدل بھی تو سکتے ہو؟"

"بھائی! میں اگر بدل بھی گیا، مجھ پر چھاپ تو اکھڑ مزاج کی ہی لگی رہے گی، ساری زندگی وہ مجھے یہی طعنے مارتی رہے گی"۔

"جو تم سوچ رہے ہو، ہوسکتا ہے ایسا نہیں ہو"۔ ذیشان کو اس کی اتنی گہرائی سے سوچے جانے والی باتوں پر حیرانگی بھی ہو رہی تھی۔

"بھائی! آپ خود سوچیے، اسد مرزا نے کبھی ہمارے خاندان کو اور ہمیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا ہے اور میں ایسا بالکل نہیں چاہتا کہ آج وہ اتنے سیریس بیمار ہوئے ہیں تو وہ اپنی سوچوں کو بدل کے ہمیں یوں عزت دیں"۔ وہ سر جھکائے ہوئے تھا۔

"شہران! اسد انکل کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا ہے"۔

"غلطی کا احساس ایسے وقت میں ہوا جب وہ مجبور ہوگئے، اور آپ جانتے ہیں میں تو کبھی بھی مجبور ہو کر ہر بات بھلا دوں جو حقیقت ہے، وہ حقیقت رہے گی، اور انکل کے تمام خاندان میں ہماری کیا پوزیشن ہے یہ آپ بھی جان سکتے ہیں"۔

"تم ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو، تمہارا مطلب کیا ہے؟" وہ کچھ بے زار سا ہوگیا۔

"میری باتوں کا مطلب صرف یہی ہے کہ یہ رشتہ اس طرح مجبوری میں نہیں کیا جائے تو بہتر ہے"۔ اس نے لیل ماں کی کڑوی باتوں کو مخفی رکھتے ہوئے کہا۔

"امی نے تو زبان دے دی ہے، وہ کہتی ہیں مجھے شرمندہ کروانے کی ضرورت نہیں ہے، اسد انکل کی بیماری جانتے ہو؟"

"امی نے تو مجھے بھی فیصلہ سنا دیا ہے"۔ اس نے ذیشان کی صورت دیکھی۔

"پھر میرے بھائی! چپ کر کے راضی ہو جاؤ"۔

"بھائی! کیا فائدہ ان کی بیٹی بعد میں مجھے عزت نہیں دے گی تو؟" لہجے میں اس کے سنجیدگی تھی، چہرے پر درشتی بھی تھی۔

"عزت تم جب اسے دو گے تو وہ بھی تمہیں دے گی، بس بات برداشت کی ہے"۔ اس نے شہران کی پشت پر ہاتھ پھیر کے سمجھایا۔

"اگر آپ کہتے ہیں تو میں چپ ہو جاتا ہوں"۔ اسے اپنے بھائی کی باتیں رد کرنے کا حوصلہ نہیں تھا، اس لیے وہ چپ ہوگیا تھا۔

☆..........☆..........☆

"کیا خوشبو آ رہی ہے؟" عدین نے خوشبو کو سانس کھینچ کے اندر ہی جذب کیا۔

"مذاق اڑا رہے ہو؟" اریشماء نے اسے گھورا۔

"اریشماء باجی! سچ کہہ رہا ہوں، آپ کے پکائے ہوئے کھانے میں خوشبو بھی زبردست ہے"۔ ستائشی لہجے میں کہتے ہوئے اسے یقین دلایا۔ حمدان کو بھی خوشبو آ تو رہی تھی، اسے تجسس بھی تھا بنا کیا رہی ہے، آج وہ بہت دنوں بعد ادھر آئی تھی، وہ بھی امی کے بہت بلانے پر، مگر اس سے خفگی ہی رکھی ہوئی تھی۔

"کیا بنا رہی ہیں؟" وہ ان سنی کر کے پکانے میں منہمک تھی، بالوں کو اونچا کر کے کیچر میں جکڑا ہوا تھا، لیمن جارجٹ کا دوپٹہ دائیں شانے پر پڑا تھا۔

"میں پوچھ رہا ہوں کیا بنا رہی ہیں؟" حمدان نے پھر ذرا تیز آواز میں مخاطب کیا، اریشماء نے نگاہ ترچھی کی اور دوبارہ اپنے کام میں اسی طرح لگی رہی، وہ حمدان سے بات نہیں کر رہی تھی۔ حمدان کے لب مبہم سی مسکراہٹ لیے اس کی ناراضی اور خفگی کو خوب سمجھ رہے تھے۔

"لگتا ہے اس دفعہ سیریس ناراض ہوگئی ہیں؟" وہ کچن میں ہی آ گیا۔

"آنٹی!" اس نے آوازیں دینی شروع کیں۔

"امی کو کیوں بلا رہی ہیں، اگر اتنا برا لگ رہا ہوں، میں خود چلا جاتا ہوں"۔ وہ گڑبڑایا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے، مجھے ان سے کچھ کام ہے"۔ کڑاہی اس نے چولہے پر رکھ دی تھی، وہ آج حمدان کو جتانا چاہتی تھی، وہ کوکنگ میں ماہر ہوگئی ہے۔

"آنٹی! نمک آپ چکھ لیں، کم تو نہیں ہے؟ کیونکہ ہمارے گھر تو نمک کم کھایا جاتا ہے"۔ اس نے امی کو سالن چکھایا، حمدان کا بھی دل کر رہا تھا وہ بھی ٹیسٹ کرے، مگر اس نے خود کو کنٹرول میں رکھا۔

"رہنے دو"۔ وہ مسکرائیں۔ چاروں ہی دسترخوان پر بیٹھ گئے تھے، اریشماء نے چکن کڑاہی مزے کا بنایا تھا، عدین ہر لقمے پر تعریف کر رہا تھا۔ حمدان بھی حیران تھا اریشماء نے اتنی جلدی کیسے یہ سب سیکھ لیا، وہ بھی اتنا مزے دار۔

"چلیے! جس گھر جائیں گی وہاں کے لوگوں کے عیش ہو جائیں گے"۔ عدین نے معنی خیزی سے کہتے ہوئے کن انکھیوں سے حمدان کو دیکھا، امی بھی لب بھینچ کے مسکرانے لگیں۔ کھانے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد وہ جانے کے لیے کھڑی ہوگئی تھی۔

"آپ اکیلی جائیں گی؟"

"ظاہر ہے"۔ وہ پرس اٹھانے لگی۔

"حمدان کے ساتھ چلی جاؤ"۔

"آنٹی! ڈرائیور ہے نیچے، میں اسی کے ساتھ آئی تھی"۔ اس نے جھٹ کہا۔ حمدان کو جانے کیوں لگ رہا تھا وہ جھوٹ بول رہی ہے، امی سے سلام و دعا کر کے وہ نیچے اتر آئی، حمدان بھی ساتھ تھا، عدین کی سیل پر کال آ گئی تھی۔

"آپ نے جھوٹ کیوں کہا ڈرائیور ہے؟" حمدان درشت لہجے میں گویا ہوا۔

"مسٹر حمدان احمد! میں نے جان کے کہا ہے اور ہاں، آپ بھی آج سے بے فکر ہو جائیں کہ میں آپ کے پیچھے آؤں گی"۔ وہ سرد مہری اور روٹھے پن سے کہتی ہوئی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔

"جی...!"

"اللہ حافظ!" یہ کہہ کر وہ رکی نہیں، یہ جا اور وہ جا ہوگئی تھی، حمدان کو آج اس کے سارے ہی روپ حیران کرنے والے لگ رہے تھے، وہ اس سے دست بردار ہوگئی تھی، مگر کیوں؟

☆..........☆..........☆

اسد مرزا نے لیل ماہ کو بلایا تھا، وہ سر جھکائے دونوں ہاتھوں کو آپس میں جکڑے ان کے سامنے صوفے پر بیٹھی تھی، امی بھی ان کے ساتھ ہی بیٹھی تھیں۔

''دیکھو بیٹا! میں جانتا ہوں، میں نے تم سب کے ساتھ زیادتی ہی کی ہے''۔ وہ دھیمے لہجے میں گویا ہوئے، مگر ان کے انداز میں دکھ بھی تھا۔ لیل ماہ نے چونک کر سر اٹھایا، اسد مرزا اتنے ٹوٹے ہوئے لگ رہے تھے وہ حیران تھی۔

''میں نے حرما کے ساتھ بھی زیادتی کی، لوگوں کی سنی سنائی پر یقین کر کے اپنی معصوم سی بیٹی کی زندگی کا فیصلہ یوں کر دیا کہ جیسے وہ میری اولاد تھی ہی نہیں، وہ تو ذیشان اتنا شریف ہے اور اس کے گھر والے انہوں نے بھی ہماری حرما کی عزت ہی رکھی اور رخصت کرا کے گھر لے گئے، وہ وہاں خوش بھی ہے، میں محمد احمد کو اور ان کے گھرانے کو ہمیشہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا، مگر آج جو میں یہاں زندہ بیٹھا ہوں، ان سب کی بدولت ہوں''۔ وہ قدرے توقف کے لیے رکے۔

''ابو! یہ سب باتیں کرنے کا مقصد کیا ہے؟'' اس نے ساری ہمتیں مجتمع کر کے لب کھولے۔

''ان سب باتوں کا مقصد صرف یہی ہے کہ بیٹا تم بھی میری آنکھوں سے انہیں دیکھو، وہ سب بہت قابل احترام ہیں''۔

''ابو! انہوں نے ہماری مدد کی، تو وہ سب بھول کے ہم انہیں سر پر بٹھالیں؟'' اسے تو شہران پر غصہ تھا، وہ برا لگنے لگا تھا۔

''تمہیں فیصلے کا اختیار ہے، میں تمہاری زندگی کا فیصلہ تم سے پوچھ کر کروں گا، کیونکہ پچھلی دفعہ میں صرف غصے میں جلد بازی میں تمہارا رشتہ ادھیڑ عمر شخص سے کر رہا تھا، مگر مجھے جب پتہ چلا وہ شادی شدہ اور پوتے پوتی والا ہے میں ٹوٹ سا گیا تھا''۔

''آپ کو اختیار ہے سارے فیصلے تو آپ خود کرتے آ رہے ہیں''۔ لیل ماہ خفگی اور تلخی سے گویا ہوئی۔

''لیل ماہ! کس لہجے میں تم اپنے ابو سے بات کر رہی ہو؟'' امی نے اسے ناگواری سے سرزنش کی۔

''ذکیہ! اسے بولنے دو''۔ انہوں نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روکا، لیل ماہ شدت غم سے لب کچلنے لگی، اسے اپنے ابو سے بہا شکایت تھی، وہ ذرا بھی اپنے بیوی اور بچوں کو اہمیت نہیں دیتے تھے، اپنی مرضی کرتے آئے تھے، اسی وجہ سے لیل ماہ، حرما کے مقابلے میں کچھ منہ پھٹ بھی تھی۔

''میں بس اتنا ہی کہوں گا میں نے جو غلطی کی ہے، تم نہیں کرنا، حرما کے سسرال والے واقعی بہت اچھے ہیں اور شہران جسے میں سب سے زیادہ برا سمجھتا تھا، وہ بہت ادب و احترام کرتا ہے، مغرب کی نماز میں مجھے ملتا تھا، مگر میں ہمیشہ اسے ایسے دیکھتا تھا کہ جیسے نمازیں پڑھنے کا اسے کوئی حق نہیں ہے، مگر اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے اسے کس کی عبادت اچھی لگتی ہے، میں ایک طرف اللہ کو خوش کرتا تھا تو دوسری طرف اس کے بندوں کو حقیر سمجھتا تھا''۔ وہ بولتے بولتے چپ ہو گئے تھے۔

''آپ کیا چاہتے ہیں، میں آپ کو کیا جواب دوں؟''

''میں بس اتنا کہوں گا، سوچ سمجھ کے فیصلہ کرنا، کیونکہ خوددار لوگ دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں اور میری یہی خواہش ہے، تم دونوں بہنیں ایک ہی گھر کی بہو بنو، کیونکہ محمد احمد کی بیوی بہت سلجھی ہوئی خاتون ہیں، وہ ہر بات کو خوب سمجھتی ہیں'' جب ہی انہوں نے یہ کہا لیل ماہ سے اس رشتے پر ضرور پوچھا جائے۔

''ابو! مجھے اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں''۔ وہ اپنے باپ کو اور شرمندہ نہیں دیکھ سکتی تھی، وہ آج پہلی دفعہ اپنی اولاد کے سامنے ہارے تھے، اور لیل ماہ کے لیے یہی کافی تھا، وہ اپنی غلطی کو تسلیم کر رہے تھے۔

''لیل ماہ بیٹا! اتنی جلدی اپنا فیصلہ نہیں دو، تم سوچ سمجھ لو، پھر کہنا''۔ اسد مرزا نے اس کے سر پر بڑی محبت وشفقت سے ہاتھ پھیرا تھا، اس پر تو شادی مرگ طاری ہو گیا، اس کے ابو نے پہلی دفعہ آج اس کے سر پر اتنی محبت سے ہاتھ رکھا تھا، اس کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے۔

''ابو! مجھے آپ سے بس اتنی شکایت ہے، آپ نے ہم سے پیار سے کبھی بات کیوں نہیں کی، میں نے تو دیکھا ہے بیٹیاں باپ سے بہت قریب ہوتی ہیں، مگر ہمارے گھر کا ماحول ایسا کیوں ہے، آپ کی اولادیں آپ سے اتنا ڈرتی ہیں''۔

''اس میں بھی میری ہی غلطی ہے، میں باہر کے لوگوں کی باتوں پر زیادہ توجہ دیتا تھا، اس لیے اپنی اولادوں سے دور ہو گیا، اگر ماں و باپ چاہیں تو اپنی اولادوں سے دوستوں جیسا رویہ رکھ سکتے ہیں''۔ انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔

''ابو! ہمیں آپ سے بہت ڈر لگتا تھا''۔ وہ رو رہی تھی۔

''اب ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، مجھے بھی سب سمجھ آ گیا ہے، کیونکہ میں خود کو بہت بڑا سمجھنے لگا تھا، مگر اللہ تعالیٰ کی ذات کے آگے کوئی بڑا نہیں ہے''۔ انہوں نے پھر لیل ماہ کو شانے سے لگا لیا۔

امی کی آنکھوں میں بھی خوشی کے آنسو آ گئے، آج ساری کدورت اور دھند چھٹ گئی تھی، بادلوں نے سایہ کر دیا تھا۔

''ابو! مجھے اس رشتے سے کوئی اعتراض نہیں ہے، کیونکہ بیٹیاں ماں و باپ کی خوشیوں کے لیے خود تک کو مٹا دیتی ہیں''۔ اس نے یہ کہہ کر انہیں ہلکا پھلکا کر دیا تھا، مگر یہ فیصلہ کرتے ہوئے اس کے دل پر جو گھبراہٹ تھی یہ وہی جانتی تھی۔

☆..........☆..........☆

''کیا کر رہی ہو؟'' فوزیہ روحیل نے اسے کب سے کمپیوٹر کے آگے بیٹھے ہوئے دیکھا۔

''کچھ نہیں کپڑوں کی ڈیزائننگ دیکھ رہی تھی''۔ مسکرا کے چیئر سے ٹیک لگائی پنک کپڑوں میں وہ اپنے سادہ سے سراپے میں تھی۔

''تم اپنی پڑھائی شروع نہیں کرو گی؟''

''ممی! دل ہی نہیں چاہتا''۔ اس نے ساری توجہ ممی کی طرف کر دی۔

''اچھا ہے مصروف رہو گی''۔ انہیں اریشماء کی بہت فکر ہونے لگی تھی، جب سے تیمور کی شادی کا پتہ چلا تھا۔

''میں ویسے بھی اتنا مصروف رہتی ہوں، آپ کو ہی شکایت رہتی تھی میں گھر میں ٹک کر نہیں رہتی، اور اب ٹک کر رہتی ہوں اس پر بھی میری ماں کو شکایت ہے''۔ اس نے شوخی سے کہا، فوزیہ روحیل نے مسکرا کے اپنی موہنی سی صورت والی بیٹی کو دیکھا۔

''مجھے تمہاری بہت فکر ہونے لگی ہے''۔

''کم آن ممی! آپ یہ بالکل نہیں سوچیے کہ میری منگنی ٹوٹ گئی ہے تو مجھ پر کوئی اثر پڑے گا، آئی مین صدمہ وغیرہ۔ اُسے میری اس موذی تیمور سے جان تو چھوٹ گئی''۔ وہ کتنی ہلکی پھلکی اور شانت رہنے لگی تھی، اب اسے یہ بھی کوئی فکر نہیں

تھی کہ ڈیڈی اس کی مرضی کے بغیر کوئی فیصلہ وغیرہ کردیں۔

"تمہارا حمدان کے بارے میں کیا خیال ہے؟" فوزیہ روحیل جھٹ گویا ہوئیں۔

"ممی! دیکھئے حمدان سے کچھ بھی توقع نہیں رکھیئے اور میں یہ بالکل نہیں چاہوں گی کہ میں پھر اس کی جانب رجوع کروں، کیونکہ ممی اس نے مجھے کبھی توجہ دی ہی نہیں، اور اگر آپ یا ڈیڈی اس سے ایسی کوئی بات کریں یہ اچھی بات نہیں ہوگی، کیونکہ میں نے اندازہ کرلیا، ڈیڈی کو حمدان کبھی میرے حوالے سے پسند نہیں رہا، وہ اسے اہمیت دیتے ہیں، اس کی قدر کرتے ہیں، مگر انہوں نے کلاس کو آگے رکھا اور آج دیکھئے حمدان بھی ہائی کلاس سے ہی تعلق رکھتا تھا، یہ ہمیں اندازہ ہی نہیں ہوا تھا، وہ پھر یہ سمجھے گا میں ان لوگوں کے برابر کا آ گیا ہوں، تو یہ چاہتے ہیں ان کی بیٹی سے اس کا رشتہ ہوجائے"۔

اریشماء نے گہری سوچ کے ساتھ اتنی گہری بات کی، فوزیہ روحیل نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

"اریشماء! میری جان! تمہیں حمدان شروع سے پسند آیا ہے اور میں چاہتی ہوں میری بیٹی کی شادی اس کے پسندیدہ شخص سے ہو"۔ وہ افسردگی سے گویا ہوئیں۔

"ممی! میں کبھی شادی نہیں کروں گی"۔

"کیا... اللہ نہ کرے ایسا ہو، تم ایسی بات زبان سے بھی نہیں نکالو"۔ وہ ڈر سی گئیں، وہ تو چاہتی تھیں اریشماء جلد از جلد اپنے گھر کی ہوجائے تاکہ اس کے چچا چچی اور تیمور کوئی نیا پھڈا کھڑا نہیں کردیں۔

"آپ میرے لیے سوچنا چھوڑ دیں"۔ اسے ڈیڈی سے بھی شکایت تھی انہوں نے ہمیشہ اپنے بھتیجے کو ہی اہمیت دی تھی۔

"میں ایسے کیسے سوچنا چھوڑ دوں؟ تمہارے ڈیڈی سے بات کروں گی"۔ وہ فکرمند ہوگئی تھیں، اریشماء ان کی جان تھی اور وہ اپنی اکلوتی بیٹی کو ایسے نہیں چھوڑ سکتی تھیں، شروع سے انہوں نے اس کی پسند کا خیال رکھا تھا، پھر اریشماء اکلوتی ضرور تھی، مگر اس کی تربیت انہوں نے بہت اچھی کی تھی۔

☆..........☆..........☆

"تم نے اس گھر کو کیوں کرائے پر دے دیا؟ ہم لوگ اسی میں ہی شفٹ ہوجاتے"۔ امی کو حمدان کی یہ بات سمجھ نہیں آئی تھی۔

"اگر ہم اس میں شفٹ ہوتے آپ ابو کو یاد کرکے روتی رہتیں اور میں نہیں چاہتا کہ آپ یوں اداس اور غم میں مبتلا رہیں"۔ وہ اخبار پر سرسری سی نگاہ ڈال کے آفس کے لیے نکلتا تھا۔

"میں نے دوسرے مکان کا بندوبست کرلیا ہے، کیونکہ فلیٹ میں اترنے چڑھنے سے آپ کے گھٹنوں میں الگ درد رہتا ہے"۔ اس نے بتایا۔

"وہ تو بہت مہنگا ہوگا"۔ انہیں فکر ہوئی۔

"ہمارے پاس اتنا پیسہ ہے کہ ہم لے سکتے ہیں، ابو کے سارے قرضے اس شخص سے لے لیے ہیں، آپ پریشان نہیں ہوں"۔ اس نے مسکرا کے اطمینان دلایا۔

"آپ سامان باندھنا شروع کردیں، باقی فرنیچر وغیرہ میں نیا ڈلوا دوں گا"۔

"مصباح کو بلاؤں گی جب ہی مجھ سے ہوگا یہ سب"۔ وہ گویا ہوئیں۔

"ہوں...!" اس نے سر ہلایا۔

"اور ہاں آج مجھے اریشماء کی طرف لے چلنا"۔

"کیوں خیریت تو ہے؟" وہ غیر متوقع بات پر چونکا۔

"وہ فوزیہ بیگم کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، خیر خیریت کے لیے چلی جاؤں گی، میں نے مصباح کو بھی بلایا ہے"۔ وہ ناشتے کی ٹرے اٹھا کر کچن میں لے گئیں۔

"آپ کی اریشماء یہاں آ کیوں نہیں رہی؟"

"تمہارا زاویہ کون سا اس کے ساتھ ٹھیک ہوتا ہے"۔ وہ ناراضی سے تیز لہجے میں بولیں۔ حمدان خجل ہوگیا، بائیک کی کی رنگ اٹھائی اور خدا حافظ کہہ کر نکل گیا، آج اس کا ارادہ شوروم جانے کا بھی تھا، جو ابھی تک بند پڑا تھا، شام میں وہ جلدی آفس سے فارغ ہوگیا تھا، جانے کے لیے نکل ہی رہا تھا کہ وہ لائٹ اورنج اور پرپل اسٹائلش گھیر دار فراک میں اس کے سامنے چلی آئی۔

"لگتا ہے بہت جلدی میں ہیں"۔ اریشماء کی استفہامیہ نگاہوں نے بلیک پینٹ، گرے شرٹ میں ملبوس ڈیسنٹ سے حمدان کو بھرپور گہری نگاہوں سے دیکھا۔

"جی!" وہ مسکرایا۔

"مبارک ہو آپ کو!" یکدم ہی تھوڑے توقف کے بعد وہ بولی۔

"کس خوشی میں؟" جاتے جاتے وہ چونک کر پلٹا۔

"آپ کا کھویا ہوا سب کچھ مل گیا"۔ ذومعنی لہجے میں وہ گویا ہوئی، حمدان نے اسے دیکھا جو مسکرا بھی رہی تھی۔

"ہوں...!" سر ہلایا۔

"اپنے نئے گھر میں کب انوائٹ کریں گے؟ آئی مین پارٹی وغیرہ کب کریں گے؟"

"میں فضول اسراف کا قائل نہیں ہوں، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکرانے کے نوافل پڑھ لیے ہیں، اس نے مجھے سب کچھ دے دیا"۔

"پھر حمدان احمد! زندگی میں کچھ تو اور پانا باقی ہوگا اور میری دعا ہے کہ آپ کی زندگی کی ہمسفر آپ کی مرضی اور پسند کے مطابق مل جائے"۔ وہ اتنی سنجیدہ آج سے پہلے کبھی نظر نہیں آئی تھی۔

"ہوں... آپ دعائیں کرتی رہیں، وہ بھی مل جائے گی"۔ معنی خیز لہجے میں وہ اسے تنگ ہی کرنے لگا۔

"ہوں...!" اریشماء نے ہوں کو لمبا کیا۔

"چل رہی ہیں میرے ساتھ شوروم دیکھنے؟"

"یس شیور، کیوں نہیں"۔ وہ حمدان کی آفر پر خوش بھی ہوئی اور حیران بھی ہوئی۔ حمدان کو اس لڑکی سے روز بروز محبت ہوتی جارہی تھی، مگر اپنے کسی فعل سے ابھی تک اس نے ظاہر نہیں کیا تھا۔

"آج آپ کی گاڑی مجھے کچھ گھنٹوں کے لیے ادھار مل سکتی ہے؟"

WWW.PAKSOCIETY.COM

''ارے آپ نے ایسی بات کیوں کی، آپ کا جب دل چاہے، گاڑی لے جاسکتے ہیں''۔ اسے حمدان کا یہ روپ متحیر زدہ کررہا تھا، لہجہ بھی اس کا شوخ لگ رہا تھا۔ اریشماہ نے کی رنگ اسے پکڑائی، دونوں ایک دوسرے کی ہمراہی میں باہر آگئے تھے، حمدان بڑی مستعدی سے گاڑی ڈرائیو کررہا تھا۔

''میرے ابو نے میری ہر خواہش کو پورا کیا تھا اور یہ شوروم تو میری خواہش تھی، مگر ابو کی وفات کے وقت ہی سب کچھ ہی بکھر گیا تھا''۔ وہ اسے دھیمے لہجے میں بتا رہا تھا۔

''جب ہی آپ دل برداشتہ ہو کر خودکشی کرنے چلے تھے؟'' اریشماہ کو کچھ عرصے پہلے کا زندگی سے بے زار الجھا بکھرا حمدان ذہن میں آگیا۔

''اتنی بڑی ذمے داری اچانک سے سر پر پڑگئی، پھر میں اپنے گھر والوں کے لیے کچھ نہیں کرسکا تھا، اس لیے اپنی زندگی سے بے زار ہوگیا تھا''۔ اس نے گاڑی پارکنگ ایریا میں پارک کی، دونوں پھر شوروم تک آگئے، حمدان نے چند ورکرز رکھ لیے تھے، جو آفس میں بیٹھے تھے، اریشماہ شوروم دیکھ کر مرعوب ہوگئی اور اس میں کار کا ماڈل جو شوکیس میں رکھا تھا لائٹنگ سے جگمگا رہا تھا۔

''اتنا خوبصورت ماڈل ہے''۔ وہ سراہے بغیر نہیں رہ سکی۔

''یہ میں امریکہ سے لایا تھا، جب مجھے پتہ چلا ابو نے شوروم تیار کرلیا ہے، میں نے یہ وہاں سے بھیجا تھا''۔ وہ بتانے لگا۔

''میری ساری مخلص دعائیں آپ کے ساتھ ہیں، آپ کو سب کچھ مل جائے جس کی تمنا بھی نہیں کی ہو''۔ حمدان نے مسکرا کے آمین کہا۔

''دعا میں بھی خود کو ہی یاد رکھا ہے''۔ وہ سوچنے لگا۔ دل سے تو خواہش ہورہی تھی اریشماہ کو اپنے سینے سے لگا کے کہے۔

''مجھے صرف تمہاری تمنا ہے''۔

☆..........☆..........☆

حمیرا بیگم نے تو منگنی پر بھی ڈھیروں تیاری کرلی تھی، لیلیٰ ماہ کے لیے چار خوبصورت سے سوٹ، سینڈل، چوڑیاں غیرہ سب ہی کچھ رکھا تھا، حرا بھی خوش تو تھی، مگر اسے یہ ضد تھی لیلیٰ ماہ نے صرف ابو کی وجہ سے رضامندی دی ہے۔ ہران کو تو حیرانگی کے جھٹکے لگ رہے تھے، لیلیٰ ماہ کی اکڑ وکڑ کہاں گئی، جو وہ راضی ہوگئی تھی۔

''اتنا کچھ فضول کیوں خرچ کررہی ہیں؟'' شہران نے اتنا کچھ سامان دیکھا تو بولے بغیر نہیں رہ سکا۔

''ارے گھر سے خوشی کا کام ہورہا ہے، تو یہ فضول کیوں ہوا؟'' حمیرا بیگم نے اس کے ناگوار چہرے کو دیکھا۔

''منگنی پر اتنا خرچ کررہی ہیں، سیدھی سی شادی ہی کردیتیں''۔ وہ چیزوں کو دھکیل کے اپنی جگہ بنا کر بڑے نے پر بیٹھا۔

(جاری ہے.....)

☆..........☆..........☆
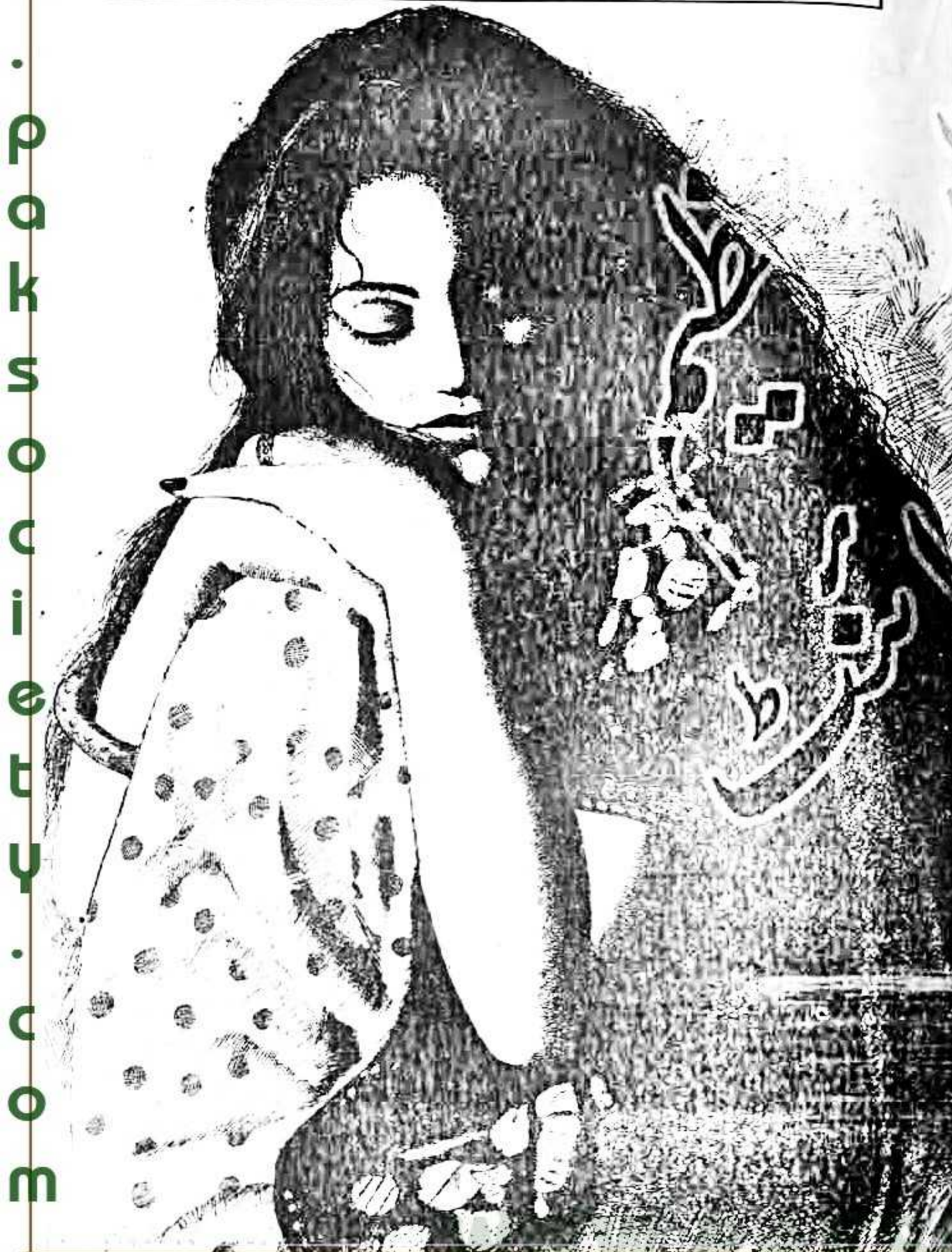
''شادی بھی میں جلدی ہی کراؤں گی''۔

''آج ہی نکاح پڑھوا کے ساتھ ہی لے کے آیئے''۔

''ارے شہران! کیا ضدیں باندھتے ہو''۔ ذیشان نے سنا تو وہ بھی وہیں آیا۔

''بھائی! میں تو امی کی فضول خرچی پر کہہ رہا ہوں''۔ اس نے اپنی جھینپ مٹائی۔

''تمہاری شادی اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک تم اور لیلیٰ ماہ خوشی خوشی ایک دوسرے کو قبول نہیں کر لیتے ہو''۔ حمیرا بیگم کے جانے کے بعد اس نے شہران کے کان میں سرگوشی کی۔

''کیا....؟'' وہ ناگواری سے بولا۔

''یہ میں نے کہا ہے کیونکہ تم دونوں کے درمیان جو چل رہا ہے اس سے ہم سب واقف ہیں اور یہ سب سوچ سمجھ کے کیا جا رہا ہے''۔ ذیشان نے حیران پریشان شہران کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

''یہ تو بہت مشکل ہے میرے اور اس کے درمیان جو چل رہا ہے، وہ سب ختم ہو''۔ اڑیل گھوڑا تو بہت تھا اس سے ذیشان خوب واقف تھا جب ضد پر آ جائے تو مجال ہے جو کسی کی مان لے۔

''تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے''۔

''میرا دماغ خراب ہے آپ کی سالی محترمہ کا دماغ کیا بہت ٹھیک ہے خود کو جانے کیا سمجھتی ہے''۔ دانت پیسنے لگا۔

''اتفاق سے وہ بھی تمہارے متعلق یہی کہتی ہے''۔ ذیشان کو ہنسی آنے لگی۔ حرما سامنے ہی لاؤنج میں تھی اسے اشارے سے منع کرنے لگی، مگر ذیشان پھر بھی اس سے باتوں میں لگا ہوا تھا۔

''دیکھو شہران! سنجیدہ ہو کر سوچو یہ جو رشتہ سب نے جوڑا ہے، اسے تم دل سے قبول کرو اور ایک دوسرے کے لیے گنجائش نکالو''۔ وہ اسے مدبرانہ انداز میں سمجھانے لگا۔

''راضی ہو تو گیا ہوں اور کتنی گنجائش نکالوں؟'' چہرے پر جھنجھلاہٹ اور بےزاری کے آثار واضح ہو رہے تھے۔

''زبردستی تم اس سے نبھاؤ گے''۔

''کچھ بھی سمجھ لیں مگر میں اس لڑکی کے سامنے خود کو جھکاؤں گا بالکل نہیں، میں جیسا ہوں ایسا ہی رہوں گا اگر بدلنا ہوگا تو اسے خود کو بدل کے آنا ہوگا''۔ شہران کے لب و لہجے میں لیلیٰ ماہ کے معاملے میں ذرا بھی لچک نہیں تھی۔

''زندگی کو تم لگتا ہے بےکار چیز سمجھتے ہو''۔

''دیکھئے بھائی! آپ کو اگر اس کی وکالت کرنی ہے تو پلیز مجھ سے اس ٹاپک پر بالکل بھی بات نہیں کریں''۔ وہ چڑ گیا۔

''ارے پاگل میں کیوں اس کی وکالت کروں گا، تمہیں عقل کے ناخن دے رہا ہوں کہ فضول کی ضد اور اکڑ چھوڑ کے خوشی خوشی اس رشتے پر راضی ہو جاؤ''۔ وہ بھی کھسیا ہی گیا کیونکہ شہران کی موٹی عقل میں جو کوئی بات آ ہی نہیں رہی تھی کس طرح اسے وہ واضح الفاظ میں سمجھائے۔

''مجھے عقل کے ناخن دینے کا کوئی فائدہ نہیں، بلکہ اپنی سالی کو دیجئے''۔ وہ نخوت سے گویا ہوا۔ ذیشان نے تو سر ہی پیٹ لیا تھا وہ کسی طرح بھی نہیں مان رہا تھا فریج پر سے اپنا موبائل اٹھایا اور باہر نکل گیا، جمعہ کی نماز کا وقت ہو گیا تھا اور وہ

جمعہ کی نماز کے لیے ایک گھنٹہ پہلے ہی جا کر مسجد میں بیٹھتا تھا، وہاں کے سارے خطبے اور واعظ وہ شروع سے سنتا تھا، اکثر اسد مرزا سے بھی اس کا ٹاکرا ہو جاتا تھا، مگر جب سے ان کا بائی پاس ہوا تھا وہ مسجد میں ہی نہیں آ رہے تھے اس نے نماز وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد جو اطراف میں نگاہ دوڑائی حیرت کی انتہا نہ رہی، اسد مرزا اس کی ساتھ والی نشست پر ہی تھے، وہ کسی کی مدد سے نیچے سے اٹھ رہے تھے، شہران بھی کھڑا ہو گیا اسی لمحے ان کی نگاہ بھی پڑ گئی۔

''السلام علیکم!'' شہران نے مودب لب و لہجے میں ان سے سلام دعا کی۔ اسد مرزا نے جواب میں ڈھیروں دعاؤں سے نوازا وہ کچھ شرمندگی سی شہران کے سامنے فیل کر رہے تھے اور پھر جب سے انہیں یہ پتہ چلا تھا، وہ ابھی بھی ان سے کچھ خائف ہے تو خود کو اور ندامت میں گھرا ہوا محسوس کرنے لگے تھے۔

''آپ کی طبیعت کیسی ہے؟'' وہ چاہ کے بھی ان سے روڈ ہو کر بات نہیں کر سکا تھا کیونکہ جب بھی وہ اسے مسجد میں دیکھتے تھے اسد مرزا کی نگاہوں میں تمسخر ہی ہوتا تھا۔

''بہتر محسوس کی تو سوچا آج جمعے کی نماز مسجد میں ہی ادا کر لوں، ورنہ میں تو اتنا گناہ گار بندہ ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے پھر بھی نئے سرے سے ہمت و طاقت عطا کر دی ہے''۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کے چھڑی کے سہارے سے مسجد سے باہر نکلنے لگے۔

''یہ تو اللہ کو پتہ ہے کون گناہ گار ہے؟'' شہران نے گلی میں چلتے پھرتے لوگوں پر نگاہ ڈالی۔

''ہوں....!'' وہ اتنا ہی کہہ سکے۔

''بیٹا! مجھے آپ سے چند ضروری باتیں کرنی ہیں، آپ کو فرصت ہو تو کسی دن گھر آ جاؤ''۔ ان کے لہجے میں کچھ عاجزی سی تھی۔

''جی ضرور، کوشش کروں گا''۔ انہیں دروازے تک چھوڑ کے وہ آگے بڑھ گیا تھا۔

☆.........☆..........☆

''ڈیڈی! حمدان کا شوروم بہت خوبصورت اور اسٹائلش ہے''۔ اریشماء خوش ہو کر انہیں بتا رہی تھی۔

''ہوں، میں نے بھی دیکھا تھا''۔ روحیل سکندر کا ذہن تو کہیں اور ہی گھوم رہا تھا، وہ کئی دنوں سے اریشماء سے بات کرنا چاہ رہے تھے، مگر ان کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کیونکہ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ کل تک وہ خود حمدان کو اہمیت اس طرح سے نہیں دے رہے تھے، جیسے آج وہ ان کے دل میں اپنی قدر و منزلت جگا گیا تھا، نہایت ایمانداری اور خودداری سے ان کے انڈر میں رہ کر کام کر رہا تھا اور آج وہ بھی اپنی پرانی حیثیت میں واپس آ چکا تھا تو انہیں جانے کیوں ایسا بھی لگ رہا تھا کہ حمدان کی مالی پوزیشن جیسے ہی بہتر ہوئی، وہ بھی خود غرض سے باپ بن کے سوچ رہے تھے، کہ ان کی بیٹی کے لیے اس سے اچھا جیون ساتھی کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا، مگر انہوں نے اگر ایسا سوچا بھی تھا تو کچھ غلط بھی نہیں تھا، ان کی بیٹی آسائشوں میں پلی بڑھی تھی اگر بعد میں حمدان اس کی ضرورتیں بھی پوری نہ کر سکتا تو جھگڑا تو لازمی ہی ہونا تھا۔

''اریشماء! اگر میں تم سے کہوں حمدان کے بارے میں سوچو تو کیا سوچو گی؟''

''جی....؟'' وہ ان کے غیر متوقع سوال پر چونک گئی۔

''مجھے حمدان تمہارے لیے بہتر لگتا ہے''۔

''ڈیڈی! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟'' وہ تو حیران رہ گئی۔

''بیٹا! پہلے میں نے تمہاری پسند کو جان بوجھ کے اگنور کرتے ہوئے تیمور سے منگنی کردی''۔

''ڈیڈی! آپ حمدان سے متعلق ایسا کچھ بھی نہیں سوچیئے کیونکہ میں اب ایسا بالکل نہیں چاہتی''۔ اس نے سیدھی اور صاف بات کی۔

''وہ تو تمہاری پسند رہا ہے''۔

''مگر اب نہیں کیونکہ ڈیڈی! میں اپنا آپ نہیں گرانا چاہتی، حمدان کو پھر یہی لگے گا کہ وہ مالی لحاظ سے ٹھیک ہوگیا ہے تو آپ نے اسے اہمیت دینی شروع کردی ہے''۔ اسے ڈیڈی کی بات پر افسوس بھی ہوا انہوں نے بھی جب سوچا جواب ممکن نہیں تھا، کل تک اسے کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔

''میں اسے بہت دنوں سے تمہارے حوالے سے ہی سوچنے لگا تھا، جب تیمور کے تیور میں نے دیکھ لیے تھے، جبکہ حمدان بھی تیمور کے متعلق سب جانتا تھا مگر اس نے کبھی مجھ پر واضح نہیں کیا''۔ روحیل سکندر سر جھکائے ہوئے کہہ رہے تھے۔ اریشماء کو دوسرا حیرانگی کا جھٹکا لگا، حمدان کو تیمور کی ساری حقیقت معلوم تھی۔

''آپ نے حمدان سے پوچھا کہ اس نے بتایا کیوں نہیں؟''

''میں جانتا ہوں اس نے کیوں نہیں بتایا''۔ وہ گہری سوچ کے ساتھ گویا ہوئے، ان کے رویے سے حمدان نے بھی اندازہ کرلیا تھا کہ اگر وہ تیمور کے متعلق سچ بتائے گا تو وہ یہی سمجھیں گے کہ اس کی اریشماء پر نگاہ ہے۔

''ڈیڈی! یہ تو غلط بات ہے حمدان کو سب پتہ تھا اور اس نے ہمیں کچھ نہیں بتایا''۔ اسے حمدان پر غصہ آنے لگا جو اتنا غیر اہم اسے سمجھتا تھا کہ اتنی سنجیدہ بات تک چھپائے رکھی۔

''حمدان کو کچھ نہیں کہو، اس نے بالکل ٹھیک کیا''۔ روحیل سکندر، حمدان کی خوبیوں کے پہلے ہی معترف ہوگئے تھے، اس نے اپنی انا اور وقار کو گرنے نہیں دیا تھا۔

''میں حمدان سے خود تمہارے لیے بات کروں گا''۔

''ڈیڈی! بالکل نہیں، آپ مجھے پلیز اس کے آگے نہیں گرنے دیں گے اور میں آپ کو بھی اس کے آگے نہیں گرنے دوں گی''۔

''مجھے اس میں بھی کوئی قباحت نہیں''۔

''نہیں ڈیڈی! حمدان مجھے ذرا بھی لائیک نہیں کرتا''۔

''کیا کہہ رہی ہو؟'' روحیل سکندر چونک کر رہ گئے وہ تو یہی سمجھ رہے تھے کہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔

''ڈیڈی! میں سچ کہہ رہی ہوں''۔ ریشماء کا چہرہ افسردگی اور مایوسی سے جھکا ہوا تھا۔

''تم تو کہتی تھیں وہ تمہیں پسند کرتا ہے''۔

''ڈیڈی! میں نے آپ سے اس وقت یہ نہیں کہا تھا بلکہ آپ نے مجھ سے یہ کہا تھا، تم جسے پسند کرتی ہو مجھے اس سے ملواؤ''۔ اس نے یاد دلایا، جب اس کی منگنی تیمور سے ہونے والی تھی۔

''میں حمدان کو پسند ضرور کرتی ہوں، مگر حمدان نے مجھ پر کبھی توجہ نہیں دی ہے، اس لیے آپ پلیز اس سے کسی بھی قسم کی کوئی بات نہیں کیجئے گا''۔ وہ آنکھوں میں نمی لیے ان سے التجائیہ لہجے میں گویا تھی۔ روحیل سکندر کو احساس ندامت نے

گھیر لیا، ان کی اکلوتی اولاد جو اتنی منتوں مرادوں سے ان کی گود میں آئی تھی اس کی زندگی کا فیصلہ کرتے وقت اس کی رضا مندی نہیں پوچھی۔

''میں اب شادی کبھی نہیں کروں گی''۔

''تم مجھے اور اپنی ممی کو دکھ دوگی شادی نہ کرکے''۔ وہ بھی افسردہ ہوگئے۔

''آپ کیا چاہتے ہیں میں شادی کرکے ہمیشہ ناخوش رہوں؟''

''اللہ نہ کرے میری بچی!''۔ انہوں نے اسے سینے سے لگالیا۔

''میری قسمت میں جو بھی لکھا ہوگا مجھے قبول تو کرنا ہوگا، مگر ڈیڈی! آپ مجھ سے شادی کا نہیں کہیے گا، کیونکہ آپ کی بیٹی اتنی غیر اہم نہیں کہ سب کچھ بھلا کے نئے آدمی کے ساتھ اپنی زندگی شروع کردے''۔ وہ بہت روہانسی بھی ہورہی تھی۔ روحیل سکندر کو اپنی غلطی کا احساس ہورہا تھا، انہوں نے اپنی بیٹی کے ساتھ بہت ظلم کیا تھا، بھتیجے کی محبت کے آگے صرف اپنی بیٹی کے بہتر مستقبل کے لیے بھتیجے کو اہمیت دی تھی ورنہ وہ تو حیثیت کو کبھی ترجیح ہی نہیں دیتے تھے، حمدان انہیں اول روز سے پسند رہا تھا، وہ اس کی اسی طرح عزت وقدر کرتے تھے۔

☆..........☆..........☆

جاب سے آکر وہ باتھ لینے کے بعد بڑا فریش لگ رہا تھا، وائٹ قمیض شلوار میں اونچا لمبا توانا شہران اسد مرزا کے گیٹ کے باہر کھڑا تھا، ڈوربیل پر ہاتھ رکھا تھا، اسے خاصی جھجک بھی محسوس ہورہی تھی، مگر آج اسے موقع ملا تو ان سے ملنے آگیا تھا۔ زین نے اس سے سلام ودعا کی اور اندر اس کی ہمراہی میں آگیا، لیل ماہ اسے دیکھ کر گڑبڑا سی گئی، عصر کی نماز پڑھ کر وہ وہیں لاؤنج میں بیٹھی تھی، شہران نے اسے دیکھنے سے اجتناب کیا وہ تیزی سے اندر چلی گئی۔

''کیسے ہو بیٹا؟'' اسد مرزا اس کی آمد سے بہت خوش ہوئے تھے۔

''الحمدللہ! ٹھیک ٹھاک ہوں''۔ اس نے بھی ناپ تول کے ہی جواب دیا۔

''آپ کو مجھ سے کچھ ضروری باتیں کرنی تھیں؟''

''ہاں مجھے یاد ہے''۔ وہ پہلو بدل کے صوفے پر بیٹھے، چھوٹا سا ڈرائنگ روم نفاست سے ڈیکوریٹ کیا ہوا تھا، شہران نے طائرانہ نگاہ ڈالی تھی، ذکیہ بیگم لوازمات سے پُر ٹرے اندر لے آئی تھیں، وہ ٹیبل کو کھسکا کے ان کے لیے جگہ بنانے لگا۔

''آنٹی! میں گھر سے چائے وغیرہ پی کے چلا تھا''۔

''کوئی بات نہیں اور پی لو ہمارے ساتھ''۔ انہوں نے مسکرا کے لوازمات پلیٹ میں رکھے اور اس کے آگے کی۔ اسد مرزا الفاظ کو ترتیب دے رہے تھے اس سے بات کہاں سے شروع کریں۔ لیل ماہ، ذکیہ بیگم کو آواز دے رہی تھی، وہ اٹھ کر باہر چلی گئی تھیں۔

''بیٹا! میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں، آپ کو میں نے شروع سے اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا''۔

''پلیز انکل! مجھے یہ باتیں قطعی پسند نہیں ہیں، میں جیسا آج ہوں ویسا کل بھی تھا، آپ پلیز رشتہ بدلنے پر خود کو اتنا مجبور ظاہر کرکے مجھ سے ایسی باتیں نہیں کریں، میں کل بھی آپ کی عزت کرتا تھا اور آج بھی کرتا ہوں، مگر میں آپ کے جواب میں جو بھی فعل سرانجام دیتا تھا، وہ میرا غصہ ہوتا تھا، کیونکہ مجھے وضاحتیں دینے اور یقین دلانے کی عادت نہیں ہے

اور رہا میرے باپ نے شادی کی تھی، ضروری نہیں ہے کہ بیٹے بھی ایسے ہی ہوں، ہمارے باپ جیسے ہیں ہم جانتے ہیں میں ان سے بھی کون سا ٹھیک طرح بات کرتا تھا، صرف اس وجہ سے کہ آپ ہمیں اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے، مگر ضروری نہیں کہ باپ کی حرکتوں کی سزا اس کی اولاد کو ملے"۔ اس نے ان کی بات کاٹ کے جواب میں اپنی بات کہہ دی۔

"مجھے نہیں پسند اور نہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کمپرومائز کریں کیونکہ میں آپ کا داماد بننے جا رہا ہوں تو....."

"نہیں شہران بیٹا! ایسی بات نہیں ہے"۔ وہ اور زیادہ شرمندہ ہونے لگے۔

"میں آپ کی باتوں کا سارا مفہوم سمجھ گیا ہوں، میں بدتمیز اور خودسر ضرور ہوں، مگر بڑوں کی عزت کرنا خوب جانتا ہوں"۔ اس کا لہجہ اتنا روکھا ہو رہا تھا اسد مرزا حیرانگی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"میں چلتا ہوں"۔ وہ کھڑا ہو گیا۔

"بیٹا! بیٹھو تو، مجھے تم اور شرمندگی میں مبتلا کر کے جا رہے ہو، میں اتنا تو کر سکتا ہوں کہ تم سے معافی مانگوں؟"

"انکل! آپ معافی کیوں مانگ رہے ہیں، جیسا وقت چل رہا تھا آپ نے بھی وہی کیا اور میں نے بھی وہی کیا، پلیز بات کو طویل کر کے کیوں آپ پریشان ہوتے ہیں، ریلیکس رہیں"۔ اسے اسد مرزا کی حالت کا اندازہ تھا وہ کتنے نحیف اور کمزور سے لگ رہے تھے۔

"پھر بھی بیٹا! مجھے معاف کر دو"۔

"آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں"۔ اس نے اسد مرزا کے جڑے ہوئے ہاتھوں کو تھام لیا۔

"پلیز انکل! یہ سب نہیں کریں"۔ اس نے لب بھینچ لیے تھے، شہران اتنا بھی خودسر نہیں تھا کہ اپنے بزرگوں کو یوں اپنے آگے جھکتے ہوئے دیکھے۔

☆..........☆..........☆

حمدان نے اپنا گھر، شوروم سب ہی سیٹ کر لیا تھا، اور اب وہ جاب چھوڑنا چاہتا تھا، مگر روحیل سکندر نے اسے نئے پروجیکٹ کی ذمے داری دے دی تھی۔

"میں جاب چھوڑنا چاہ رہا ہوں اور وہ مجھے الجھائے جا رہے ہیں"۔

"آپ کو ضرورت ہی کیا ہے چھوڑنے کی؟" عدین نے کہا۔

"میں ادھر شوروم سنبھالوں یا یہ جاب اور پھر ہمارا آسرا ہو گیا ہے جاب کی ضرورت بھی نہیں ہے"۔ وہ تک سک سے تیار ہو کر شوروم ہی جا رہا تھا۔ مصباح آئی ہوئی تھی، امی اس کے ساتھ اریشماء کی طرف ہی جا رہی تھیں، مگر حمدان کو ظاہر نہیں کیا تھا، ورنہ وہ جھٹ سے منع کر دیتا۔

"دیر سے گھر آؤ گے کیا؟" امی نے پوچھا۔

"ہوں.... دیر ہی ہو جائے گی، سات تو ابھی بج گئے ہیں"۔ اس نے موبائل کی اسکرین پر ٹائم دیکھا۔

"کیوں آپ کو کہیں جانا ہے تو میں پہلے آپ لوگوں کو ڈراپ کر دوں گا"۔ وہ سمجھ گیا تھا۔

"نہیں ایسا خاص نہیں جانا، مصباح کو بازار جانا تھا وہ تو ہم رکشے پر بھی چلے جائیں گے"۔ انہوں نے بتایا۔

"یہ رات تک آپ لوگ بازاروں میں نہیں گھوما کریں، حالات دیکھ لیں شہر کے"۔ وہ خفا ہونے لگا۔

"ارے! ابھی ہم جا بھی نہیں رہے"۔ وہ حمدان کے اس انداز پر الٹا پریشان ہو جاتی تھیں۔

"عدین! سارے دروازے وغیرہ لاک رکھا کرو، اس ایریے میں دیکھ لو سناٹا کتنا ہوتا ہے"۔ اس نے گلشن اقبال کے پوش ایریے کا ذکر کیا جہاں وہ لوگ شفٹ ہوئے تھے۔

"امی! بھائی جان تو ایسے کبھی بھی شادی کے لیے سنجیدہ نہیں ہوں گے"۔ مصباح لائٹ پنک جارجٹ کے پرنٹڈ لمبی شرٹ پر ٹراوزر میں بڑے سے دوپٹے میں تیار کھڑی تھی، امی بھی تیار ہو گئی تھیں، عدین کو ساتھ لے کے جا رہی تھیں، گھر کو اچھی طرح لاک کر دیا، نئے نئے یہاں شفٹ ہوئے تھے۔

"جب تک میں بات نہیں کروں گی یہ اسی طرح جان چھڑاتا رہے گا"۔

"امی! بھائی جان کہیں غصہ نہ ہوں؟"

"کچھ بھی ہو مجھے اس کی سننی ہی نہیں ہے، لو بھلا بتاؤ اس کا کہیں اور ہو گیا تو ہم تو پھر کچھ نہیں کر سکتے"۔ ٹیکسی میں وہ لوگ بیٹھ چکے تھے، امی نے مٹھائی کا ڈبہ اور پھل فروٹ بھی لے لیے تھے، اس لیے کہ یہ نیک شگون ہوتا ہے، جب کہیں رشتے کی بات کرنے جاتے ہیں۔ اریشماء ان سب کو یوں اچانک دیکھ کر حیرانگی کے ساتھ خوش ہو گئی، پھر مصباح کو شادی کے بعد پہلی دفعہ اپنے گھر میں دیکھ رہی تھی۔

"ارے کیا یہیں کھڑا رکھو گی؟" روحیل سکندر بھی اتفاق سے گھر پر ہی نظر آ رہے تھے، ورنہ آفس کے بعد وہ کہیں نا کہیں میٹنگ وغیرہ کے لیے نکل جاتے تھے۔

"اریشماء باجی! تو باؤلی ہو گئی ہیں، آگے کی بات سن کے تو مزید باؤلی ہو جائیں گی"۔ عدین نے چلتے ہوئے اس کے کان میں معنی خیز سرگوشی کی، اس نے چتون سکیڑ کے اسے گھورا، فوزیہ روحیل ان کی خاطر میں کوئی کمی نہیں رکھ رہی تھیں انہوں نے ڈنر میں خاصا اہتمام کروایا تھا۔ مصباح اور اریشماء آپس میں باتوں میں مگن تھیں، اریشماء کو پتہ بھی نہیں چلا، انہوں نے روحیل سکندر سے اپنا مدعا بیان بھی کر دیا، روحیل سکندر اور فوزیہ روحیل بے یقینی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے ان دونوں کی خواہش بھی تو یہی تھی اریشماء اور حمدان ایک ہو جائیں۔

"کیوں فوزیہ بہن! میں نے چھوٹا منہ بڑی بات تو نہیں کر دی، کیونکہ میں جانتی ہوں کہ ہم لوگ آپ لوگوں کے برابر کے نہیں ہیں، مگر ہم اریشماء کو بیٹی بنا کے رکھیں گے"۔ اریشماء نے حیرانگی سے سنا، وہ ہکا بکا سی، حیرت سے منہ کھلا تھا اس کی سماعتوں نے کیا سنا تھا۔

"آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں، ہم ایسا کچھ نہیں سوچ رہے ہیں"۔ روحیل سکندر نے جھٹ وضاحت دی۔ عدین کی معنی خیز نگاہیں اریشماء کو چھیڑ رہی تھیں، مصباح نے اریشماء کے نرم و نازک ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں تھام لیا تھا، اریشماء نے نگاہ جھکالی تھی، یہ سب یوں اچانک سے کیسے؟

"دیکھیے روحیل بھائی! مجھے اریشماء شروع سے بہت پسند آئی ہے، مجھے معاف کر دیجیے گا، میں نے اپنی خواہش کا اظہار کر دیا جو میں شروع سے ہی آپ سے کرنا چاہتی تھی، مگر حیثیت کی دیوار مجھے یہ سب کرنے نہیں دے رہی تھی"۔

"آپ ایسا کیوں سوچ رہی ہیں، ہمارے ہاں حیثیت کچھ نہیں ہوتی ہے، حمدان اچھا سعادت مند لڑکا ہے، میں اسے جانتا ہوں، وہ کتنا خوددار ہے"۔ وہ خوشی و انبساط میں مبتلا ان سے گویا ہوئے ان کی بھی تو یہی خواہش تھی ان کی بیٹی کی

شادی حمدان سے ہی ہو۔

”روحیل بھائی! حمدان میرا اتنا صابر بچہ ہے اس نے سارے حالات کا مقابلہ جس طرح کیا ہے یہ میں ہی جانتی ہوں، اپنے ابو کا سب کچھ اس نے کیسے واپس لیا یہ مجھے اب تک نہیں پتہ چلا“۔ انہوں نے بھی ڈھیرے ڈھیرے بتایا۔

”آپ مجھے مایوس نہیں کیجیے گا کیونکہ میں جانتی ہوں بیٹی والے اتنی جلدی کوئی فیصلہ نہیں کرتے ہیں، مگر اگر فیصلہ میرے بیٹے کے حق میں ہو تو یہ میرے لیے باعث فخر بھی ہوگا“۔ وہ اتنی عاجزی سے بول رہی تھیں فوزیہ روحیل نے اٹھ کر ان کے ہاتھ تھام لیے، اریشماء کی دھڑکنوں نے شور مچانا شروع کر دیا تھا، یہ سب اس کے لیے بھی جھٹکے سے کم نہیں تھا۔

”آپ اطمینان رکھیے، ہم جلدی ہی آپ کو جواب دیں گے، چلیئے کھانا لگ گیا ہے“۔ فوزیہ روحیل نے ان سب کو کھانے کے لیے اٹھایا، انہوں نے بہت منع بھی کیا، مگر روحیل سکندر نے ایک نہیں سنی۔

☆..........☆..........☆

”کیسی اکڑ ہے اس انسان میں، مجھ سے تو ساری زندگی منہ ٹیڑھا کر کے ہی بات کیا کرے گا“۔ منگنی کا دن اتوار کا رکھا تھا، گھر میں تیاریاں ہوگئی تھیں دعا اور زین اسے چھیڑے جا رہے تھے، بھابی خاصی خوش تھیں۔ شاید اس کے رخصت ہونے پر یہ تو اس کی سوچ تھی۔

”تم کیا منہ بنا کے بیٹھی ہو“۔ حرما صبح سے آئی ہوئی تھی اس کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی، اس لیے آرام کی وجہ سے آئی تھی۔ منگنی وغیرہ کی چیزیں لے کے اسے حمیرا بیگم اور سب کے ساتھ ہی آنا تھا۔

”میرا منہ ہی ایسا ہے“۔ تنک کے جواب دیا۔

”فضول کی بکواس نہیں کیا کرو، لائبہ کے ساتھ پارلر چلی جاؤ، مہندی بھی لگوا لینا“۔

”آپی! تم تو مجھے ایسے تیار کروانا چاہ رہی ہو جیسے کل منگنی نہیں شادی ہو“۔ جھنجلائی اور کھسیائی ہوئی گویا ہوئی، بالوں میں برش چلا رہی تھی، اپنے سلکی دراز بالوں کا وہ بہت خیال رکھتی تھی۔

”میری ساس نے خاص طور پر کہلوایا ہے، اور اسی وجہ سے میں آئی ہوں کہ تم سے زبردستی یہ سب کرواؤں“۔ وہ اس کے برہم چہرے کو دیکھنے لگی۔ لیل ماہ کتنی دعائیں کرتی تھی کہ ان دونوں بہنوں کی شادی ایک ہی گھر میں ہو اور آج یہ ساری دعائیں مستجاب ہوگئی تھیں۔

”آپ سب کی مرضی ہے اس منگنی پر، میری کوئی نہیں ہے“۔

”لیل ماہ! تم دماغ خراب نہیں کرو، شادی ہونے کے بعد سب ٹھیک ہو جائے گا“۔

”پتہ نہیں کیا ٹھیک ہو جائے گا، تمہارے دیور کو ذرا تمیز نہیں ہے، اور نہ ہی اسے میری پرواہ ہوگی، اپنے غصے اور اکڑ میں“۔ چوٹی بنا کے پیچھے کی۔

”ایسا تم سوچ رہی ہو، ورنہ حقیقت یہ نہیں ہے“۔ حرما کو اس کی بدگمانی پر فکر ہو رہی تھی، پتہ نہیں یہ بعد میں شہران کے ساتھ سیٹ بھی ہوگی یا نہیں۔

”سب کچھ تمہیں بتا چکی ہوں پھر بھی کہہ رہی ہو کہ حقیقت یہ نہیں ہے“۔ وہ تو تپ گئی۔

”تم اس ساری بحث کو چھوڑو، تیار ہو، میں تمہارے مہندی لگوا کے آتی ہوں، شہران گاڑی لے کے آ جائے گا“۔

”اس کے ساتھ تو بالکل بھی نہیں“۔ وہ سن کے اچھل گئی۔

”اچھا ہے نا، آرام سے ٹیکسی میں چلے جائیں گے“۔

”ہم ٹیکسی میں خود بھی جا سکتے ہیں، اس کے ساتھ تو بالکل بھی نہیں“۔ وہ شہران کا کسی طرح بھی سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی، جب سوچتی فکر اور گھبراہٹ ہی ہونے لگتی تھی۔

”لیل ماہ! تم کتنی لڑاکا اور بدتمیز ہوگئی ہو“۔ حرما کو اس کی حرکتوں پر غصہ آنے لگا۔

”جیسا تمہارا دیور ویسی میں ہوگئی ہوں“۔ تڑخ کے ہی جواب دیا۔

”تم غصہ ختم کر کے کچھ اچھا نہیں سوچ سکتی ہو؟“ وہ اکتا گئی۔

”مثلاً کیا اچھا؟“ ترکی بہ ترکی گویا ہوئی۔

”اپنی سوچ کو مثبت رکھو، پھر دیکھنا تمہیں برائی میں بھی اچھائی نظر آئے گی، میں مانتی ہوں شہران اکھڑ اور روکھا ہے، اگر وہ بدتمیز ہوتا تو ابو کو اس حالت میں ہاسپٹل نہیں لے کے جاتا، اس نے ہم سب کو کتنی دیر بعد بتایا وہ ابو کو ایڈمٹ کروا چکا تھا“۔ حرما نے اسے سنجیدہ لہجے میں سمجھایا۔

”ہر لڑکی کی شادی ہونی ہوتی ہے تم اس بات کا شکر ادا کرو، تمہاری منیب الرحمٰن سے جان چھوٹ گئی، اگر اس سے ہو جاتی تو کیا ہوتا، تم روتی ہی رہتیں، صرف اس لیے کہ وہ ہمارے باپ کی عمر کا ہے اور شکر ادا کرو، تمہیں صحیح عمر کا شخص مل رہا ہے اور تم اسے ہی برا بھلا کہہ رہی ہو، تم اگر خود کو بدلو، سوچوں کو بدلو تو دیکھنا تمہیں سب کچھ واضح نظر آئے گا، ہر ایک میں برائی ہوتی ہے، تم میں بھی بہت سی برائیاں ہیں، تم بھی تو خود پر نظر ڈالو، ہو سکتا ہے اسے بھی تم سے یہی شکایتیں ہوں، دیکھو! اب رشتہ ہونے جا رہا ہے تو تمہاری باری ہے کہ اسے کیسے نبھاتی ہو، تمہیں جو کچھ بھی کہنا ہے تم شہران سے روبرو ہو کر کہنا، کیونکہ سامنے بیٹھ کر اگر دل صاف کر لو تو بہت اچھا ہے“۔ لیل ماہ سر جھکائے گہری سوچ میں غرق حرما کی اتنی گہرائی سے سمجھائی گئی باتوں کو سن بھی رہی تھی۔

”اللہ تعالٰی ہمیشہ ہم بندوں کا اچھا ہی چاہتا ہے، اگر انسان صابر و شاکر رہ کر گزارہ کرے تو پھر اچھا ہی ہوتا ہے“۔

”آپی! شہران میں غنڈوں والی صفت کیوں ہے؟“۔

”میں نے تمہیں کیا کہا ہے، اسے ماحول ہی ایسا تناؤ والا ملا ہے، ذیشان تو اکھڑ نہیں ہوئے، مگر شہران میں غصہ آ گیا ہے“۔ اس نے بتایا۔

”میں جب یہاں سے رخصت ہو کر ذیشان کے گھر گئی، تمہیں کیا بتاؤں کتنی اذیتوں سے گزری ہوں، مگر وہ سب لوگ اتنے اچھے ہیں سب نے میرا دل جیت لیا، وہاں میری اتنی عزت و قدر ہے کہ میں خود حیران ہوتی ہوں، ذیشان مجھے خود سے زیادہ چاہتے ہیں اور اب جب سے یہ پریگنینسی اسٹارٹ ہوئی ہے ذیشان اور ان کی امی میرا اتنا خیال رکھتی ہیں کہ کیا بتاؤں، میرا یہاں دل نہیں لگتا دل کرتا ہے میں اپنی سسرال چلی جاؤں، اس لیے کہ وہ سب توجہ و محبت ہی اتنی دیتے ہیں، مگر یہ سب اس طرح ہی ممکن ہوگا کہ تم بھی میری طرح اپنی سوچ کو مثبت رکھنا، دیکھنا سب ہی تمہارے ہوں گے، شہران کو تم توجہ و پیار سے ہینڈل کرنا، دیکھنا وہ تم سے اتنی محبت کرے گا تم خود پر ناز کرو گی“۔ وہ اسے سمجھا رہی تھی، لیل ماہ کے دل و دماغ کھلتے جا رہے تھے، مگر اسے شہران کی باتیں بھی دکھ دیتی تھیں، اس کی روکھائی ذرا گوارہ نہیں تھی۔

☆..........☆..........☆

''آپ مجھ سے تو ذکر کر دیتیں''۔ حمدان تو سر تھام کے ہی رہ گیا۔

''تم سے ذکر کرتی تو وہی تم کہتے ابھی نہیں''۔ وہ اسے بتا چکی تھیں، اریشماء کے لیے اس کی بات کر آئی تھیں۔

''پھر بھی امی! میرے علم میں تو یہ بات رہتی آپ اس ارادے سے وہاں جا رہی ہیں''۔ حمدان کو خوشی بھی ہو رہی تھی اور حیرانی بھی کہ امی نے کتنی جلدی سب کچھ کر ڈالا تھا۔

''اب تو علم میں دے دی ہے''۔ وہ تیز لہجے میں گویا ہوئیں، جب سے حمدان پر گھر کی ذمے داریاں پڑی تھیں، وہ حد سے زیادہ سنجیدہ اور سوبر ہو گیا تھا، ورنہ دس سال پہلے بہت خوش مزاج اور شوخ ہوا کرتا تھا، عدین اور وہ دونوں گھر میں رونق لگائے رکھتے تھے، حمدان جب بھی چھٹیاں گزارنے پاکستان آتا تھا وہ کتنا اہتمام کرتی تھیں، بالکل شہزادوں کی طرح ان کے بچے زندگی گزار رہے تھے، اچانک سے سب کچھ ایسا بکھرا کے حمدان دل برداشتہ ہی ہو گیا تھا، ایسے میں روحیل سکندر اور اریشماء نے ہی اسے سہارا دیا تھا، وہ ان کے بھی احسانات نہیں بھولیں گی۔

''اچھا جب آپ گئی تھیں سب تھے گھر میں؟'' قدرے توقف کے بعد کچھ جھجک کر گویا ہوا، وہ پوچھنا اریشماء کا چاہ رہا تھا۔

''ہاں اریشماء بھی تھی''۔ وہ جیسے سمجھ گئی تھیں۔ حمدان نے جھینپ کے لب بھینچ لیے۔

''روحیل بھائی کہہ رہے تھے جلد ہی مثبت جواب دیں گے''۔

''اچھا....!''

''لڑکی کا معاملہ ہوتا ہے، سوچ سمجھ کے ہی جواب دیں گے، مگر مجھے امید ہے، ہاں کا ہی جواب ہوگا''۔ امی کو قوی امید تھی وہ اس کے روم سے نکل گئی تھیں۔ حمدان کے لب مسکرانے لگے تھے، اسے اس پر بھی حیرانی تھی کہ اریشماء کی ایکسائٹمنٹ والی کال کیوں نہیں آئی وہ تو یہی چاہتی تھی اب یہ سن کے اس کا رسپانس کیا ہوا تھا۔

''اے پاگل لڑکی! اب پتہ لگے گا تمہیں، میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں''۔ وہ سوچوں میں اریشماء سے مخاطب تھا۔ آج پہلی دفعہ وہ خیالوں میں اریشماء کو خود کے ساتھ محسوس کر رہا تھا، وہ اور لڑکیوں سے کتنی مختلف تھی، مستقل مزاج اور پر اعتماد، کام کے وقت وہ کام کی ہی بات کرتی تھی، مگر عام وقت میں وہ ہمیشہ اسے یہ محسوس کراتی تھی وہ اسے کتنا چاہتی ہے، صبح وہ اٹھ کر مسکراتا ہوا آفس کے لیے نکل گیا تھا، روحیل سکندر آج خلاف توقع وقت سے پہلے موجود تھے۔

''السلام علیکم!'' حمدان نے مودب لب و لہجے میں انہیں سلام کیا وہ مسکرا کے اسے ہمیشہ جواب دیتے تھے۔

''آج میں اتنی جلدی اس لیے آ گیا ہوں کہ تم سے نیو پروجیکٹ پر ڈسکس کرنا ہے، اریشماء تو آفس سے الگ ہی ہوتی جا رہی ہے''۔ انہوں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا، کل سے روحیل سکندر حمدان کا پرپوزل آنے پر بہت خوش تھے۔

''سر! مجھے آپ سے ضروری بات کرنی تھی''۔ وہ سر جھکائے قدرے توقف کے بعد گویا ہوا، بلیک پینٹ پر آف وائٹ شرٹ میں ہمیشہ کی طرح ڈیسنٹ ہی لگ رہا تھا۔

''مجھے بھی آپ سے ڈھیر ساری کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں، مگر اس کے لیے آفس مناسب نہیں ہے، تم آج رات کا ڈنر میرے گھر پر میرے ساتھ کرنا''۔ انہوں نے بھی جھٹ اپنا بھی مدعا بیان کر دیا۔

''مجھے رات میں ٹائم مشکل سے مل رہا ہے''۔ اس نے عذر پیش کیا وہ آفس کے بعد شوروم چلا جاتا تھا، کچھ وقت وہاں بھی لگا رہا تھا۔

''یار! آج جلدی چلے جانا آفس سے، مگر ڈنر میرے ساتھ ہی کرنا ہے پلیز''۔ ان کے لہجے میں التجا تھی، وہ سر ہلا کے رہ گیا، انہیں زیادہ انکار کرنا بھی اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

''ہوں.... اب تم بولو کیا کہنا ہے؟'' ان کے لہجے میں بشاشت تھی۔

''میں ریزائن کرنا چاہ رہا ہوں''۔ وہ رک رک کے گویا ہوا۔

''حمدان بیٹا! تم اگر ریزائن کر دو گے تو میں تو کچھ بھی نہیں کر سکوں گا''۔ وہ متفکر سے ہو گئے۔

''سر! مجھے اپنا بھی کام دیکھنا ہے، کیونکہ وہاں میری موجودگی زیادہ ضروری ہے نیا نیا کام ہوگا، اسے سیٹ کرنے میں بھی ٹائم لگے گا''۔ اس نے توجیہہ ظاہر کی۔

''مگر میں تمہارا ریزائن قبول نہیں کروں گا، تم نے ادھر سارا کام سنبھالا ہوا ہے، کچھ بھی ہے تمہیں ادھر بھی سنبھالنا ہے''۔ وہ جیسے اس کا کوئی عذر نہیں سننا چاہتے تھے۔

''سر! یہ مناسب نہیں ہے''۔ وہ کہنے سے جھجک رہا تھا اس کا اشارہ کس بات کی طرف ہے۔

''جو مناسب ہے میں وہ بہتر سمجھ کے ہی کرتا ہوں، تم جیسے کام کرتے ہو، اسی طرح کرو، چند گھنٹے کے لیے ہی چاہے آؤ، تمہیں آنا پڑے گا، کیونکہ اریشماء نے تو منع کر دیا ہے''۔

''مگر کیوں سر! انہوں نے کیوں آنے سے منع کر دیا ہے؟'' وہ انجان بن کے گویا ہوا۔

''کہتی ہے مجھے نہیں کرنا بزنس نا کچھ اور، اب تم ہی اس سے بات کر لینا، ابھی تو تم وہ سائٹ کے پروجیکٹ کے پیپرز لاؤ''۔ انہوں نے گفتگو کو سمیٹا۔

''جی.....!'' وہ کھڑا ہو گیا۔ حمدان پریشان ہو رہا تھا، وہ دو جگہ کیسے توجہ دے سکے گا، اس کا ارادہ جینٹس بوتیک اسٹارٹ کرنے کا بھی تھا، کیونکہ بجٹ اس کے پاس بن رہا تھا، کچھ تو مزید کر کے اسے اپنے بزنس کو بڑھانا تھا، روحیل سکندر کا آفس سنبھالنا جبکہ رشتہ ہونے جا رہا تھا، اسے یہ مناسب نہیں لگ رہا تھا ورنہ آفس کے لوگ ہی یہ سمجھنے لگیں گے کہ اس نے لالچ میں یہ شادی کی ہے، جبکہ اسے روحیل سکندر کے پیسے دولت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، اس کے پاس اپنا ہی بہت کچھ ہو گیا تھا، نہ پہلے ہی اس نے کوئی نگاہ رکھی تھی۔ اسے یہ بھی اندازہ تھا تیمور بھی اس رشتے سے بہت تلملائے گا، وہ شروع سے ہی اس سے پرخاش رکھے ہوئے تھے، وہ جلن اور حسد میں کچھ بھی کر سکتا تھا۔

☆..........☆..........☆

حمیرا بیگم نے منگنی کے ساتھ شادی کی تاریخ بھی مانگ لی تھی، کیونکہ بقول ان کے منگنی لمبے عرصے تک نہیں رکھنی چاہیے، شادی ہی بہتر ہے، پھر شہران بھی کم از کم کچھ سدھرے گا، منگنی پر اسد مرزا نے شہران کو گھر ہی بلا لیا تھا، بڑی رونق لگ گئی تھی، لیل ماہ پنک اور اسکائی بلیو کنٹراسٹ سوٹ میں لائٹ میک اپ میں خاصی دلکش لگ رہی تھی، شہران نے کئی دفعہ کن انکھیوں سے اسے دیکھا تھا، مگر اسے لیل ماہ کے چہرے پر پریشانی ہی نظر آ رہی تھی، شیبا اور بسمہ نے اسے مٹھائی کھلاتے ہوئے خوب چھیڑا بھی، وہ بس مشکل سے مسکرائی تھی۔ شادی میں تین مہینے تھے، تیاریاں حمیرا بیگم خوب زور و شور

سے کررہی تھیں اور سب لیل ماہ کی ہی پسند سے وہ لے رہی تھیں، شہران چاہ رہا تھا کہ لیل ماہ سے ایک دفعہ بات تو کرلے، کیونکہ وہ زبردستی کی شادی نہیں کرنا چاہتا تھا، وہ حرما سے کئی دفعہ بات کرنے کی سوچ رہا تھا، مگر جھجک کر رک جاتا تھا، مگر آج اس نے ہمت کرلی تھی، حرما اپنے میکے جارہی تھی کچھ دن وہاں شاید رکنے کا ارادہ تھا۔

''بھابی! مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے''۔ وہ ٹی وی لاؤنج سے نکل رہی تھی، شہران کا متفکر اور پرسوچ چہرہ دیکھ کر وہ ٹھٹھک کے رک گئی اور حیران بھی ہوئی اس نے پہلی دفعہ یوں مخاطب کیا تھا۔

''مجھے لیل ماہ سے مل کے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں، اگر مجھے موقع مل جائے تو.....!'' وہ لب بھینچ کے رہ گیا۔

''ہاں موقع تو مل جائے گا خیریت تو ہے ناں؟'' وہ پریشان ہوگئی تھی۔

''دیکھیے بھابی! آپ کے اور ہمارے گھر میں اتنی خوشیوں سے شادی کی تیاریاں ہورہی ہیں، میں چاہتا ہوں کہ میں خود سے ایک دفعہ لیل ماہ سے پوچھ لوں''۔

''اس سے پوچھنے کی ضرورت کیا ہے وہ راضی ہے تو''۔

''نہیں، میں چاہتا ہوں کہ اسے جو غلط فہمیاں اور شکایتیں ہیں میں وہ سب کلیئر کرکے ہی اس سے پوچھوں گا اور میں نہیں چاہتا کہ لیل ماہ کی مرضی کے بغیر بات اتنی آگے بڑھے''۔ وہ لمبی چوڑی تمہید باندھتا نہیں تھا، ساری بات حرما سے واضح کردی، وہ بھی تو یہی چاہتی تھی یہ دونوں ساری باتیں کلیئر کرلیں تو زیادہ بہتر تھا۔

''ٹھیک ہے میں ابھی گھر ہی جارہی ہوں، لیل ماہ کو کچھ شاپنگ کروانی ہے، تم ایسا کرنا اسے تم ساتھ لے جانا اور جو بھی بات کرنی ہو کرلینا''۔ حرما نے جیسے اس کی مشکل آسان کی۔

''شکریہ بھابی!'' وہ بہت سنجیدہ تھا۔

''شہران! میں نے اندازہ کرلیا ہے تم بھی اور لیل ماہ بھی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہو، مگر ایک دوسرے کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتے ہو''۔ وہ مسکراتی ہوئی روم میں آگئی۔

''کیا بات ہے کب تک چلنا ہے؟'' ذیشان نے پوچھا وہ کالج سے آکر کچھ دیر ستانے کے لیے لیٹ گیا تھا۔

''سنیئے! ابھی مجھے شہران کہہ رہا تھا.....!'' اس نے جواب میں خوش ہوکر ساری بات اسے بتادی۔

''ہوں.....تو موصوف بھی خاصے پریشان ہیں''۔ ذیشان بھی ہنسنے لگا۔

''یہ دونوں مل کر ہی اپنا معاملہ خود ہی سلجھا سکتے ہیں''۔ حرما جلدی جلدی چادر اوڑھنے لگی۔

''اے سنو! صرف دو دن رکنا سمجھیں؟'' ذیشان کو یاد آیا تو گویا ہوا۔

''جانے تو دیں پھر بتاؤں گی کتنے دن رکوں گی''۔ اسے ذیشان رکنے ہی نہیں دیتا تھا، کیونکہ اس کے بغیر دل جو نہیں لگتا تھا۔

''اور سنو! زیادہ بازار گھومنے کی ضرورت نہیں ہے، اپنی کنڈیشن کو دیکھ لینا''۔ اس نے حرما کو خود سے قریب کرکے اس کے کان میں کہا۔

☆..........☆..........☆

''اب تیرے لیے پرپوزل آگیا ہے تو کیوں انکار کررہی ہے؟'' زویا کو اس کی منطق سمجھ نہیں آرہی تھی، پہلے حمدان کے لیے پاگل تھی اور اب خود ہی منع بھی کررہی تھی۔

''اس وقت ڈیڈی نے حمدان پر توجہ کیوں نہیں دی، صرف اس لیے کہ وہ مالی لحاظ سے ہمارے مقابلے کا نہیں تھا''۔ اریشماء کو یہی دکھ و افسوس تھا، ڈیڈی یہاں بھی خودغرض ہی بنے ہوئے ہیں، صرف اپنی بیٹی کا بھلا دیکھ رہے تھے۔

''اریشماء! یہ تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو، مگر اس طرح تو تم خود ہی اپنا نقصان بھی کرواؤ گی''۔ وہ حیرانگی اور فکر میں مبتلا ہوگئی تھی، اس کی سہیلی کو ذرا بھی کہیں بھی سکون نہیں مل رہا تھا۔

''حمدان نے تم سے اس سلسلے میں کچھ بات کی؟''

''زویا! مجھے ایسا لگتا ہے آنٹی نے حمدان سے پوچھے بغیر ہی پرپوزل کی بات کی ہے''۔

''کیوں تم نے اندازہ کیا ہے؟'' وہ گویا ہوئی۔

''میں نے حمدان کا سامنا ہی کرنا چھوڑ دیا ہے، آفس بھی کئی دن سے نہیں گئی''۔ اریشماء کا چہرہ اداس سا ہورہا تھا، بلیو کاٹن کے پلین سوٹ پر ایمبرائیڈری کا دوپٹہ سلیقے سے شانوں پر سمیٹے خاصی دلکش لگ رہی تھی۔

''میں نے خود کو حمدان کے آگے بہت گرالیا ہے، اس لیے مزید میں ایسی کوئی حرکت نہیں کروں گی، سمجھ لوں گی حمدان میری قسمت میں تھا ہی نہیں''۔ اس نے حمدان سے مکمل طور پر دست بردار ہونے کا سوچ لیا تھا۔

''حمدان کے بغیر رہ پاؤ گی؟'' زویا جانتی تھی وہ حمدان کو کبھی بھی نہیں بھول سکے گی۔

''دل کو میں نے سمجھانا شروع کردیا ہے اور باقی کا اور سمجھا لوں گی، کیونکہ میں نے سوچ لیا ہے کہ ٹیکسٹائل کا کورس کرنے کے لیے باہر چلی جاؤں گی''۔

''فرار حاصل کروگی؟'' اس نے اریشماء کا اداس و مغموم چہرہ بہت فکر سے دیکھا۔

''ہوں.....!'' آنکھوں کی نمی واضح ہورہی تھی۔

''تم ایک دفعہ حمدان سے بات کرکے تو دیکھ لو، ہوسکتا ہے وہ تمہیں نہیں جانے دے اور اس کی مرضی سے ہی آنٹی پرپوزل لے کے آئی ہوں''۔

''نہیں زویا! اب مزید میں خود کو بے وقعت نہیں کرسکتی، میں نے جتنی بے وقوفیاں کرنی تھیں کرلی ہیں، میں اپنی انا تک کچل کے اس کے پیچھے دیوانوں کی طرح بھاگی ہوں''۔

''محبت و عشق میں تو ایسا ہی سب کرتے ہیں، تم نے ایسا کیا تو کوئی برا تھوڑی ہی کیا، تم اس سے سچی محبت جو کرتی ہو''۔ زویا نے اس کے دل کی ویرانگی اور اداسی واضح محسوس کی تھی۔

''میں نے کچھ زیادہ ہی کرلیا ہے، جو چیز میری نہیں تھی میں کیوں اس کے پیچھے اتنا بھاگی''۔ اریشماء کو اپنی غلطی کا دکھ و احساس ہورہا تھا۔

''تمہیں کیا پچھتاوا ہورہا ہے؟'' زویا نے اسے ٹٹولا۔

''نہیں پچھتاوا تو بالکل نہیں، ہاں یہ دکھ بہت ہورہا ہے مجھے حمدان نے بہت اگنور کیا ہے''۔

''اس نے ٹھیک کیا ہے وہ خود کو اس قابل نہیں سمجھتا تھا، جب ہی اس نے مجھے رسپانس بھی نہیں دیا، مگر اس نے مجھے ایسا کیوں سمجھا، یہ پرپوزل اس وقت بھی تو آسکتا تھا جب میں تیمور کے لیے راضی نہیں تھی''۔

''اس وقت تمہارے ڈیڈی اسے کیسے قبول کرتے، جبکہ وہ تیمور کو ہی چاہتے تھے''۔ زویا نے اسے دیکھا۔

ڈیڈی لو اس وقت اپنا بھتیجا ہی نظر آ رہا تھا، اور آج دیکھو بھتیجے کی اصلیت کھل کے سامنے آ گئی ہے''۔ اریشماء کا سیل بیپ دینے لگا اس نے بیگ سے سیل نکالا۔

''زویا! میں چلوں گی، ڈیڈی کی کال تھی کچھ کام ہے انہیں شاید''۔ وہ افہام کو چٹک مٹک پیار کر کے اپنا بیگ شولڈر پر لٹکائے زویا کے گلے لگ کے پیار کرنے لگی۔

☆............☆............☆

حرما کی طبیعت خراب ہونے لگی تو زیادہ شاپنگ نہیں کی اس لیے کال کر کے شہران کو بلا لیا۔

''آپی! تمہیں اسے بلانے کی کیا ضرورت تھی، ٹیکسی ہمیں مل جاتی''۔ لیل ماہ چادر میں خود کو سموئے غصے میں تن پھن کرنے لگی۔

''کتنی دیر ہو گئی ہے ہمیں یہاں، آئی کوئی ٹیکسی؟'' حرما نے اس کی تپی ہوئی صورت دیکھی۔ اتنے میں شہران کی ییلو کیب ان دونوں کے قریب رکی، لیل ماہ نے ناگواری سے منہ ہی پھیر لیا، جبکہ شہران فریش سا نظر آیا۔

''شہران! مجھے فوراً گھر چھوڑ دینا، کچھ چیزیں ہیں یہ گھر پر رکھنی ہیں''۔ وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی اور لیل ماہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی ہوئی پیچھے بیٹھ گئی، شہران اس کے تاثرات دیکھ رہا تھا اور اس کا غصہ اور ناگواریت بھی سمجھ رہا تھا۔

''کون سے گھر؟'' اس نے پوچھا۔

''ارے اپنے گھر''۔ حرما مسکرائی۔

''آپی! تم گھر کیوں جا رہی ہو؟'' لیل ماہ کو اعتراض ہوا۔

''چند منٹ کا کام ہے، پھر میں واپس وہیں گھر چلوں گی''۔ اس نے تسلی دی۔ شہران نے حرما کو چھوڑا، لیل ماہ بھی اتر ہی رہی تھی۔

''ایک منٹ رکیئے!'' آج تو بڑی تہذیب سے مخاطب ہوا تھا۔ حرما تو اندر چلی گئی اور شہران نے کیب اسٹارٹ کر دی۔

''کیا بدتمیزی ہے گاڑی روکیئے!'' وہ چیخی۔

''مجھے تم سے چند منٹ چاہئیں''۔ وہ سنجیدہ لہجے میں مخاطب ہوا۔

''دیکھو! مجھے کوئی بات نہیں کرنی ہے اور اب بات کرنے کا وقت نکل گیا ہے''۔ طنزیہ لہجے میں پھنکار کے کہا۔

''ابھی بھی وقت ہے''۔ وہ سن ہی نہیں رہا تھا، ڈرائیو کیے جا رہا تھا۔ لیل ماہ کا غصے کے مارے برا حال ہو رہا تھا۔

''یہ تمہاری اور آپی کی ملی بھگت ہے، جب ہی وہ اتر گئیں''۔

''بھابی سے میں نے ہی کہا تھا کہ مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے''۔ اس نے جھٹ کہا۔

''لیل ماہ! میں نہیں چاہتا کہ تم پر زبردستی فیصلہ تھوپ کے یہ رشتہ قائم کیا جائے، تمہاری اگر مرضی نہیں ہے تو میں انکار کر دوں گا، خود پر ساری بات لے لوں گا، کیونکہ مجھے تو لوگ ویسے بھی شروع سے برا ہی کہتے اور سمجھتے ہیں، یہ بھی میں برداشت کر لوں گا، میں مانتا ہوں کہ میں اکھڑ اور بدتمیز ضرور ہوں، تمہارے ساتھ کئی دفعہ فضول حرکتیں اور بکواس بھی کی ہے، مگر صرف اس وجہ سے کہ تمہارے ابو مجھے برا ہی سمجھتے تھے، اس لیے میں صرف غصے میں آ کر یہ سب کرتا تھا، ورنہ میرا

مقصد تمہیں ہراساں کرنا نہیں تھا''۔ وہ بڑی مستعدی سے آہستہ آہستہ ڈرائیورنگ کر رہا تھا۔ وہ حیرت وانبساط میں جتلا سکتے میں ہی رہ گئی۔

''میں نے کبھی کسی سے یوں اپنی غلطی کا اعتراف نہیں کیا ہے، تم واحد ہو جس سے میں یہ سب باتیں کر رہا ہوں''۔ اس نے فان کلر کی چادر میں لپٹا اس کا چہرہ مرر سے نگاہوں کے حصار میں لیا۔

''اب کیا فائدہ ان سب باتوں کا؟'' اسے اس لمحے شہران ذرا بھی اکھڑ اور سرد مہر نہیں لگ رہا تھا، اس کے لہجے میں شرمندگی اور تھکاوٹ بھی لگ رہی تھی۔

''بے فائدہ، میں اس شادی سے انکار کر دوں گا''۔

''آپ کو انکار کرنے کی ضرورت نہیں ہے، میں خود کر دوں گی''۔ اس نے ونڈو سے باہر اپنی نگاہیں کیں۔

''ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی''۔

''تم جانتے ہو اگر میں انکار کروں گی تو ابو کو کتنا دکھ ہوگا''۔ اس نے مجبوری بتائی۔

''انکل کو میں سمجھا لوں گا''۔ اسے لیل ماہ کو چھوڑتے ہوئے دکھ بھی ہو رہا تھا، دل کے ایوانوں میں وہ تو آ گئی تھی، پہلے غصے کی وجہ سے وہ اس سے ایسی باتیں کرتا تھا جس سے وہ زچ ہو جاتی تھی، مگر اب محبت و پیار کے سوتے پھوٹنے لگے تھے، اس نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا وہ اتنا مغرور اور بد دماغ شخص بھی کسی لڑکی سے محبت کر سکتا ہے، اقرار و محبت و اظہار کرتا بھی تو یہ پر بھری اور غصے میں بھری لڑکی سمجھے گی نہیں، اس لیے اس نے فیصلہ کیا تھا کہ اسے چھوڑ دینا ہی مناسب ہے۔

''پھر ٹھیک ہے میں تمہیں بتا دوں گی، کب میں انکار کروں گی''۔ وہ دھیمے لہجے میں گویا ہوئی۔

''ایک بات میں بھی تم سے بولنا چاہوں گی''۔

''ہوں بولو!'' اس نے سر ہلایا۔

''آئندہ کبھی کوئی لڑکی تمہاری زندگی میں آئے تو اسے پیار و محبت سے جیتنا، کیونکہ لڑکیاں کانچ کی طرح ہوتی ہیں وہ ٹوٹ کے بکھر بھی جاتی ہیں، کچھ لڑکیاں میری طرح کانچ بن کے چبھ بھی جاتی ہیں''۔ ذو معنی لہجے میں اتنی گہرائی سے اس نے کہا۔ شہران نے چونک کر اس کی بات پر غور کیا، کتنا سچ کہہ رہی تھی، ان چند ماہ میں وہ کانچ کی طرح اس کے دل میں چبھ ہی گئی تھی اور وہ چاہ کر بھی یہ کانچ نہیں نکال رہا تھا، کیونکہ اسے یہ کانچ بہت اچھا لگنے لگا تھا۔

''مہربانی کر کے مجھے گھر چھوڑ دیں، ویسے ہی پانچ بج گئے ہیں، گھر والے پریشان ہو رہے ہوں گے''۔ اس نے نرم سی آواز میں کہا۔

''مجھے کب بتاؤ گی؟''

''بہت جلد میں آپ کو اپنے فیصلے سے آگاہ کر دوں گی''۔ رضویہ چورنگی آتے ہی وہ سنبھل گئی تھی، سرسید کالج کے سامنے والی ہی گلی میں ان دونوں کا گھر تھا، لیل ماہ کے دماغ میں پچھلی گزشتہ باتیں گھومنے لگیں، جب وہ راستہ روک کر کھڑا ہوتا تھا اور وہ ہراساں حواس باختہ ہو جاتی تھی۔

(جاری ہے......)

☆............☆............☆

WWW.PAKSOCIETY.COM
نوٹ: ردا کی کوئی ویب سائٹ نہیں ہے، جو بھی ردا کو بلا اجازت کسی بھی ویب سائٹ پر اپ لوڈ کرے گا ادارہ اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی اور ایسے لوگوں کے خلاف کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت ایف۔ آئی۔ آر۔ درج کروانے کا حق محفوظ رکھتا ہے۔
شازیہ مصطفٰے عمران
آخری قسط۔
سلسلے وار ناول
کبھی عشق ہو تو پتہ چلے
www.paksociety.com

''اریشماء میری بچی! یہ تو تم خود پر ظلم کرو گی''۔ فوزیہ روحیل نے تڑپ کے اس کے ہاتھ تھام لیے۔

''ممی! یہ میں نے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے، میں اپنا کورس جو میرا شوق تھا وہ کرلوں گی''۔

''اریشماء گڑیا! یہ تم کیوں کررہی ہو، حمدان کا رشتہ آتو گیا ہے، تمہاری یہی پسند تھی''۔ روحیل سکندر اس کی ضد سے پریشان ہوگئے، اریشماء اتنی حساس تھی وہ ہر بات گہرائی میں جا کے محسوس کرتی تھی۔

''میرے پسند کرنے سے کیا ہوتا ہے، حمدان نے مجھے کبھی پسند کیا ہی نہیں اور میں نہیں سمجھتی کہ میں حمدان کے قابل ہوں''۔

''ایسی بات کیوں کررہی ہو، کیا کمی ہے تم میں؟''

''ڈیڈی! میرے پاس کوئی کمی نہیں ہے، مگر حمدان کے پاس پہلے بہت کمی تھی، آپ نے اسے کبھی اس حوالے سے اہمیت ہی نہیں دی اور تیمور سے میری منگنی کردی، آپ نے اس وقت میری پسند کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی''۔ اسے اپنے ڈیڈی پر بھی افسوس وغصہ تھا، جنہوں نے کبھی اس پر توجہ دی ہی نہیں۔

''اس وقت میں صرف یہ سوچ رہا تھا، تم شادی کرکے میرے پاس رہو گی، تیمور میرا اپنا ہے تمہارے لیے وہ بہتر ہے''۔

''دیکھ لیجئے اس نے کیا کیا اس نے سوائے دھوکہ دینے کے کیا کیا انجانے میں آپ تو میری اس سے شادی کروا دیتے''۔ وہ آج اپنے دل کی ساری بھڑاس نکال رہی تھی، اپنے ڈیڈی سے اسے جو شکایتیں تھیں وہ سب ان سے کررہی تھی، فوزیہ روحیل سر جھکائے کاؤچ پر بیٹھی تھیں وہ اپنی بیٹی کے دکھ وغصے کو سمجھ رہی تھیں۔

''اس وقت بھی مجھے تمہارا خیال تھا''۔ وہ خود کو شرمندگی میں ڈوبا ہوا محسوس کررہے تھے۔

''نہیں، اس وقت آپ کو صرف دولت کا خیال تھا جو حمدان کے پاس نہیں تھی''۔

''اریشماء! ایسی کوئی بات نہیں تھی، میں نے حمدان کو کبھی کمتر نہیں سمجھا، مگر یہ ضرور سوچا تھا کہ تم آسائشوں میں پلی بڑھی ہو، اگر حمدان سے تمہاری شادی ہوگئی تو تم اس کے ساتھ ایڈجسٹ نہیں ہوسکو گی''۔ انہوں نے اس کا افسردہ چہرہ دیکھا۔

''یہ سوچ آپ کی تھی ڈیڈی! آپ نے اور ممی نے میری تربیت ایسی کی ہے کہ کسی کو کمتر نہیں سمجھو، سب برابر ہیں اور رہا سوال کے میں آسائشوں میں پلی بڑھی ہوں میں نے کبھی ان آسائشوں کا محتاج خود کو نہیں بنایا ہے، میں کل بھی سادہ مزاج تھی اور آج بھی سادہ ہوں''۔ اس نے لب کچلے۔

''میری بچی اپنے ڈیڈی کو معاف کردو اور اپنا فیصلہ بدل دو، حمدان بہت اچھا لڑکا ہے میں نے اسے گھر بلایا ہے بات کرنے، صرف اس لیے کہ اس کی پسند پوچھ لوں''۔

''کوئی فائدہ نہیں کیونکہ حمدان نے کبھی مجھے اس نظر سے دیکھا ہی نہیں ہے، وہ ہمیشہ مجھے اور آپ کو باس ہی سمجھتا ہے''۔

''اس کی امی! یہ پرپوزل ایسے ہی تو نہیں لے کے آگئیں''۔

''آپ نے اس دن سنا نہیں، حمدان کی امی کہہ رہی تھیں، ہم پہلے آپ کی حیثیت کے نہیں تھے، اس لیے ہمت نہیں

پڑی''۔ اس نے حمدان کی امی کی بات یاد دلائی۔

''اریشماء! تم چلی جاؤ گی تو میں بکھر جاؤں گی''۔ فوزیہ روحیل رونے لگی تھیں۔

''ممی! میں آپ کو بھی اپنے ساتھ لے کے چلوں گی''۔

''کوئی کہیں نہیں جارہا ہے، سنا تم نے؟'' روحیل سکندر نے تیز لہجے میں قطعیت بھرے انداز میں کہا۔

''حمدان سے میں بات کروں گا''۔

''ڈیڈی! آپ کی بیٹی اتنی گری پڑی نہیں ہے اور مزید مجھے اس کے لیے نہیں گرایئے میں نے جو فیصلہ کرلیا ہے، آپ وہ کریں حمدان کی امی کو انکار کردیں''۔ وہ لب کچلتی ہوئی تیز تیز قدم اٹھاتی ان کے روم سے نکل گئی تھی۔

☆............☆............☆

لیل ماہ کی شادی کی تیاریوں میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، اسد مرزا نے گلشن معمار والے دو پلاٹ بیچ دیئے تھے، جو انہوں نے بیٹیوں کی شادی کے لیے ہی رکھے تھے، سارا خرچہ وہی کررہے تھے، حرما کے لیے بھی انہوں نے نقد رقم وغیرہ دی تھی، جو ذیشان نے بہت منع کیا اور لینے سے انکار بھی کیا، مگر اسد مرزا نے ایک نہیں سنی تھی۔ لیل ماہ کا دل اس دن کے بعد سے شہران کی طرف سے کچھ صاف ہوگیا تھا، مگر اسے یہ بھی فکر لاحق تھی کہ وہ شادی سے انکار بھی نہیں کررہی تھی، شہران کو تعجب بھی ہو اور ہوسکتا ہے منتظر بھی ہو۔ یہ چار چھ مہینے اس نے سوچ سمجھ کے ہی گزارے تھے۔

''میرے ساتھ پتہ نہیں بعد میں کیسا بی ہیو کرے''۔ روزانہ رات کو ہاتھ پیروں کا مساج کرکے وہ سوتی تھی، پھر حرما نے بھی کہا تھا اپنی جلد کا خیال رکھے۔ دعا اس کے ساتھ ہی سوتی تھی، وہ بھی اپنی پھپھو کے جانے سے بہت اداس تھی، کیونکہ وہ اس کے ساتھ ہی لگی رہتی تھی، وہ کب سے جاگ رہی تھی اور لیل ماہ کو سوچوں میں گم دیکھ رہی تھی۔

''پھپھو! کیا سوچ رہی ہیں؟''

''کچھ نہیں''۔ وہ مسکرائی لوشن اٹھا کے دراز میں رکھا اور بیڈ پر آگئی۔

''پھر کیوں چپ چپ سی ہیں؟''

''ارے رات کا ٹائم ہے اور سونے کا ٹائم ہے، میں کیا شور مچاؤں؟'' اس نے بات کو مذاق میں ہی اڑایا۔

''پھپھو! مجھے حرما پھپھو کے جانے کا تو اتنا محسوس نہیں ہوا، مگر آپ کے جانے کا بہت محسوس ہوگا''۔ وہ معصوم سی روتی اور اداس صورت بنا کے گویا ہوئی۔

''مجھے بھی تو ہورہا ہے''۔ اس نے دعا کو اپنے ساتھ لگا لیا، بیٹیاں بھی کیا عجیب چیز ہوتی ہیں، ماں باپ پال پوس کے جوان کرتے ہیں اور پھر صرف دو بول کسی غیر کے ساتھ پڑھائے جانے سے وہ پرائی ہوجاتی ہیں۔ لیل ماہ کی آنکھیں اداس اور رو رہی تھیں۔ اسے شہران کی فکر رات دن سوار تھی، وہ اسے کیسے کلیئر کرے گی؟ وہ تو اپنی کہہ کر صاف ہوگیا تھا، اسے اتنا تو اندازہ ہوگیا تھا، شہران کا مزاج ہمیشہ سے روکھا اور سرد مہر ہے، جب ہی وہ ہر ایک سے ایسے ہی بات کرتا ہے۔

''شہران احمد! تمہارا معرکہ بھی سر کرنا ہے''۔ وہ کروٹ لے کے لیٹ گئی۔

حمیرا بیگم بری شاندار ہی تیار کررہی تھیں، حرما اسے بہت کچھ بتا چکی تھی، اس کی پسند سے لینے کا بھی کہا تھا مگر لیل

ماہ کو جھجک سی آ رہی تھی، اس لیے اس نے جانے سے منع کر دیا تھا۔

''پھپھو! آپ نے اتنا اچھا موقع مس کر دیا، ہر چیز اپنی مرضی سے خرید تیں اور شہران انکل کی جیب ہلکی کرواتیں تو مزہ آتا''۔ زین کئی دفعہ شوخی سے کہہ چکا تھا۔

''جب دل ہی اداس ہو، تو اپنی مرضی بھی کوئی خوشی نہیں دیتی ہے''۔ وہ لیٹی ہوئی خود سے ہی مخاطب تھی۔ وقت نے کیا سے کیا کر دیا، وہ کل تک اس گھرانے سے نفرت کرتے تھے اور آج وہی گھرانا ان سب کے لیے عزت کا باعث تھا، وہ جو پہلے شہران سے محبت کرتی تھی، پھر اس کی حرکتوں کی وجہ سے نفرت کرنے لگی تھی، مگر پھر یکدم ہی اچانک سے سب کچھ ایسا بدلا، پھر شہران کی باتیں اس کا دل و دماغ تک بدل گئی تھیں۔

''شہران! میں نے ہمیشہ تمہاری اکھڑ طبیعت سے ہی محبت کی تھی، تم جو کسی سے سیدھے منہ بات نہیں کرتے تھے مجھے تمہارا یہی انداز تو اچھا لگتا تھا، مگر پھر جب تم ایسے ہی مجھ سے بی ہیو کرنے لگے مجھے تم برے لگنے لگے، مگر اب پھر سے تم مجھے یوں اچانک اچھے لگنے لگے، مجھے پتہ ہے باری میری ہے تمہیں منانے کی''۔ وہ سوچوں میں غلطاں آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔

☆..........☆..........☆

حمدان کو اس دن تو ٹائم نہیں ملا تھا وہ روحیل سکندر سے ملنے نہیں جا سکا تھا، مگر آج اسے موقع ملا تو وہ چلا آیا تھا، ہال کمرے میں بیٹھا تھا، نیوی بلیو شرٹ پر فان کلر کی پینٹ میں وہ ڈیسنٹ لگ رہا تھا، فوزیہ روحیل نے اس کی خاطر مدارت میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی اور وہ سر جھکائے مودب بنا بیٹھا تھا۔

''سر! آپ کو مجھ سے کچھ ضروری باتیں کرنی تھیں؟'' اس نے کپ ساسر پر رکھا اور ٹیبل پر رکھ دیا۔

''ہوں..... سمجھ نہیں آ رہا کہاں سے شروع کروں''۔ وہ خاصے سنجیدہ اور تفکر زدہ بھی لگ رہے تھے، حمدان نے استفہامیہ نگاہوں سے ان کا جائزہ لیا۔ فوزیہ روحیل پہلو بدل کر رہ گئی تھیں، اریشماء کو اس کی آمد کی خبر ہو گئی تھی، اس لیے وہ جان بوجھ کے اپنے روم میں بند ہو گئی۔

''دیکھیے سر! آپ بلا جھجک مجھ سے ساری باتیں کر سکتے ہیں، آپ اتنا پریشان کیوں ہو رہے ہیں؟'' اس نے ان کی گھبراہٹ اور پریشانی کو کم کرنے کے لیے مسکرا کے کہا۔

''سب سے پہلے تو مجھے یہ سر کہنا بند کر دو، کیونکہ میں پھر تکلفات میں پڑ جاتا ہوں اور میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں، اس وقت ہم کوئی بزنس وغیرہ کے امور پر بات نہیں کر رہے ہیں، تمہیں میں نے گھر بلایا ہے اس لیے میں چاہتا ہوں آفس سے باہر مجھے پلیز انکل وغیرہ کہہ لیا کرو''۔ انہوں نے گویا سب سے پہلی الجھن اس کے سامنے رکھ دی۔

''جی کوشش کروں گا''۔ وہ جھینپ کے سر جھکا کر رہ گیا اور مسکرانے بھی لگا، کیونکہ وہ بھی سمجھتا تھا روحیل سکندر رشتہ بدل جانے کی وجہ سے بھی ایسا کہہ رہے تھے۔

''کوشش نہیں تمہیں ابھی سے عمل کرنا ہے''۔ ان کا انداز قطعیت بھرا تھا۔

''آپ بات تو شروع کیجیے پلیز!'' حمدان کو تجسس بھی تھا ایسی کون سی خاص بات ہے جو انہوں نے باقاعدہ گھر بلایا ہے۔

''دیکھو بیٹا! آپ کی امی آپ کا پرپوزل اریشماء کے لیے لے کے آئی تھیں''۔ وہ قدرے توقف کے بعد گویا ہوئے۔

''جی وہ مجھ سے پوچھ کر آگر آتیں تو میں انہیں منع کر دیتا، سر! میں سمجھتا ہوں کہ میں ابھی آپ کے مقابل کا نہیں ہوں''۔ حمدان نے ایک دم ہی بات کو دوسری رخ پر کر دیا جبکہ وہ پرپوزل آنے پر خوش بھی تھا۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے، آپ ایسا کچھ بھی غلط نہیں سوچیئے کیونکہ روپے پیسے کو میں کبھی ترجیح نہیں دیتا، میں صرف شرافت چاہتا ہوں''۔ وہ جھٹ بات کو کلیئر کرنے لگے وہ مبادہ کچھ اور ہی نہیں سمجھ لے۔

''تم میرے لیے اول روز سے قابل توجہ اور قابل عزت ہو، کیونکہ میں خوددار لوگوں کی بہت قدر کرتا ہوں''۔

''پھر سر! آپ کو کیا پریشانی ہے؟'' وہ ان کی باتوں کا مطلب نہیں سمجھ سکا تھا۔

''پلیز سر! کہہ کر بالکل غیر کر دیتے ہو''۔

''سوری''۔ خجل ہو گیا۔

''میں شروع سے چاہتا اور سمجھتا تھا اریشماء تمہیں پسند کرتی ہے، مگر میں اس وقت اپنے بھتیجے کو فوقیت دے رہا تھا، اس لیے نہیں کہ وہ میرا بھتیجا تھا، صرف اس لیے کہ میری بیٹی میرے بھائی کے گھر بیاہ کر جائے گی تو میری نظروں کے سامنے رہے گی، میں اپنی بیٹی سے اپنی جان سے بھی بڑھ کر پیار کرتا ہوں، میں نے اریشماء سے اس وقت کہا جسے وہ پسند کرتی ہے مجھ سے ملواؤ، مگر تم اس میں انٹرسٹڈ نہیں تھے، یاد ہوگا تم سے بھی میں نے ایک دن آفس میں بات کی تھی، تم نے جواب میں یہی کہا تھا کہ میں اپنی ماں کی پسند کو اہمیت دوں گا اور ابھی تم اس قابل نہیں ہو کہ شادی کر سکو، قابل کا مطلب تم اس وقت اپنی جاب پر نئے نئے اپوائنٹ ہوئے تھے، اور تم نے اپنی باتوں سے ذرا بھی مجھے یہ واضح نہیں کیا کہ تم اریشماء کو پسند کرتے ہو''۔ روحیل سکندر آہستہ آہستہ بول رہے تھے اور وہ سر جھکائے حیرانگی سے سن رہا تھا۔

''میں ابھی بھی اپنے آپ کو اریشماء کے قابل نہیں سمجھتا، اگر آپ کو پرپوزل پر اعتراض ہو تو پلیز آپ بلا جھجک انکار کر سکتے ہیں، مجھے کوئی دکھ و افسوس نہیں ہوگا، میری امی بہت سیدھی سادھی ہیں، انہیں سمجھا لوں گا''۔ حمدان نے دھیمے لہجے میں کہا۔

''ارے یار! ایسی کوئی بات نہیں ہے، پرپوزل پر تو مجھے بہت خوشی ہوئی ہے اور میں چاہتا بھی یہی ہوں کہ تم دونوں کی شادی جلد از جلد ہو جائے''۔ انہوں نے اس کی بات کے جواب میں کہا۔

''آپ حمدان کو پوری بات بتایئے اریشماء کے کیا ارادے ہیں؟'' فوزیہ روحیل نے بھی حصہ لیا۔

''حمدان! مسئلہ اریشماء کا ہے، اسے ضد سوار ہو گئی ہے کہ وہ ٹیکسٹائل کا کورس کرنے انگلینڈ جائے گی اور شادی بالکل بھی نہیں کرے گی، وہ کہتی ہے کہ حمدان نے مجھے کبھی پسند کیا ہی نہیں اور میں زبردستی اس پر مسلط نہیں ہو سکتی''۔ حمدان کو حیرانگی کا جھٹکا لگا وہ تو سمجھا تھا اریشماء تو بہت خوش ہوگی، مگر یہاں تو کچھ اور ہی کہانی تھی۔

''بیٹا! میں چاہتا ہوں تم اسے روکو، وہ بہت ضدی ہے، مجھے پتہ ہے اس دفعہ وہ میری بھی نہیں سن رہی ہے، صرف اس لیے کہ میں نے اس وقت اس کی کیوں نہیں سنی اور زبردستی تیمور سے منگنی کیوں کر دی''۔ انہوں نے ساری حقیقت

سے اسے آگاہ کر دیا تھا۔

''جب وہ آپ کی نہیں سن رہی تو میری کیسے سنے گی؟''

''بیٹا! وہ تمہیں پسند کرتی ہے وہ تمہاری ضرور سنے گی، صرف تمہاری محبت و توجہ کی وجہ سے وہ رک سکتی ہے'' روحیل سکندر باپ تھے اور وہ اپنی بیٹی کو یوں ٹوٹتا بکھرتا ہوا نہیں دیکھ سکتے تھے۔

''حمدان پلیز! مجھے معاف کر دینا، تم یہ نہیں سوچنا کہ میں یہاں بھی خود غرض بن گیا ہوں، بیٹی کے لیے اس حد تک جاسکتا ہوں''۔ وہ شرمندگی اور ندامت کی عمیق گہرائیوں میں خود کو گرتا ہوا محسوس کرتے رہتے تھے۔ حمدان نے ان کے ہاتھ تھام لیے، اسے اریشماء کو منانا تھا وہ اس سے سخت خفا تھی، اسی وجہ سے وہ فرار حاصل کر رہی تھی۔

☆............☆............☆

''واؤ.... کیا شاندار مایوں کا جوڑا ہے، حمیرا آنٹی نے بھیجا ہے''۔ بھابی نے یلو غرارہ اس پر گرین شرٹ اور دوپٹہ جس پر گوٹہ دھنک اور ستارے شیشے لگے ہوئے تھے، پورا جوڑا جھلملا رہا تھا۔ شادی کی تیاریاں تو وقت کے آخر تک چلتی رہتی تھیں، تین ماہ کا عرصہ بھی جلدی جلدی تمام ہو گیا تھا، حمیرا بیگم نے اس کا مایوں کا جوڑا پہلے ہی بھیج دیا تھا۔ لیل ماہ کا دل دھک دھک کر رہا تھا، شادی کے دن قریب آ رہے تھے، سانسوں کی رفتار بھی اتھل پتھل تھی، اور لائبہ بھی آئی ہوئی تھی وہ اسے چھیڑے جا رہی تھی۔

''واہ..... کیا ٹھاٹ ہیں''۔ لائبہ نے بھی سراہا تھا۔

''لائبہ! پتہ نہیں کیوں مجھے بہت عجیب سا لگ رہا ہے''۔

''جس لڑکی کی بھی شادی ہوتی ہے عجیب سا ہی لگتا ہے''۔ اس نے معنی خیزی سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

''میں نے انکار نہیں کیا ہے وہ تو تلملا رہا ہوگا''۔

''یہ تمہاری سوچ ہے ایسا کچھ نہیں ہوگا، لڑکے اپنی شادی پر بہت خوش ہوتے ہیں''۔ لائبہ کو جیسے لڑکوں کے بارے میں بہت معلومات تھیں۔

''تمہیں بہت معلومات ہیں''۔ لیل ماہ جیسے چڑ گئی۔

''تو اور کیا ٹھیک کہہ رہی ہوں''۔ وہ مسکرائی۔

''لائبہ! اگر اس نے مجھے کمرے سے باہر نکال دیا، تو کیا کروں گی؟'' اسے پتہ نہیں شہران سے ہر بات کی توقع تھی۔

''اب ایسا بھی وہ نہیں کریں گے''۔ لائبہ نے دیکھا وہ بہت زیادہ گھبراہٹ کا شکار تھی اسے ترس آنے لگا۔

''وہ مجھے شروع سے سڑیل اور بدمزاج ہی لگا ہے، یاد ہے کبھی یونیورسٹی میں آتا تھا تو کیسا اکھڑ انداز ہوتا تھا''۔

''لگتا ہے تُو شہران بھائی پر شروع سے نگاہ رکھے ہوئے تھی''۔ معنی خیزی سے چھیڑا۔

''بکواس نہیں کرو''۔ وہ جھینپ گئی۔

''ہائے، ہائے! آج تو غازوں پر سرخی دوڑ گئی ہے''۔

''زیادہ بک بک نہیں کرو اور یہ ساری پیکنگ کرو، میں نماز پڑھ لوں، عصر کا ٹائم ختم ہونے والا ہے''۔ وہ وضو کرنے اٹھ گئی تھی۔ جتنی دیر میں اس نے نماز پڑھی لائبہ نے پیکنگ کرنی شروع کر دی تھی، بھابی بھی اس کے ساتھ لگ گئی تھیں، آج کل تو وہ بہت اچھی ہو گئی تھیں، لیل ماہ کو کچن کا ایک کام نہیں کرنے دے رہی تھیں۔

''لیل ماہ! تیرا مایوں کا جوڑا اتنا خوبصورت ہے، تو شادی اور ولیمے کا کتنا خوبصورت ہوگا''۔

''تم جا کر دیکھ آتیں، تم تو ان کے گھر جاتی ہو''۔ اس نے پیک کیے کپڑے سائیڈ پر رکھنے شروع کر دیئے۔

''بسمہ بتا رہی تھی ہر چیز خوبصورت ہے''۔

''ان کی ہونے والی بھابی بھی تو بہت خوبصورت ہے''۔ لیل ماہ نے شوخی سے مسکرا کے کہا۔ اس کا دل تو پہلے ہی اداس اور پریشان تھا، وہ شہران سے نفرت نہیں کرتی تھی، اس کی حرکتیں اور دھمکیاں لیل ماہ کا دل خراب کر گئے تھے، مگر اس دن کے بعد سے وہ شہران کے متعلق اچھا اچھا سوچنے لگی تھی، اسے شہران کی آنکھوں سے شروع سے ہی ڈر ہی لگتا تھا کیونکہ ان میں ایسا جادو لگتا تھا اسے ایسا لگتا تھا وہ اپنے سحر میں جکڑ رہا ہے۔

''خیر اس میں شک بھی نہیں''۔ لائبہ اس کی کھلے دل سے تعریف کرتی تھی، دونوں میں دوستی بھی بہت تھی۔

''میری دعا ہے تمہارا بھی جلدی نمبر آ جائے''۔

''آمین!'' لائبہ نے شوخی اور شرارتی لہجے میں ہنس کے کہا۔

''اچھا میں اب چلتی ہوں، مغرب ہونے والی ہے، حنا بھی آج سارے ٹیوشن کے بچوں کو سنبھال رہی ہوگی، وہ سوچ گی میں جم کے ہی بیٹھ گئی، باقی کی پیکنگ وغیرہ کل آ کے کر دوں گی''۔ وہ تیزی سے اٹھی، باتوں میں وقت گزرنے کا احساس تک نہیں ہوا، لیل ماہ نے اپنی پیک کی ہوئی چیزوں کو ترتیب سے رکھنا شروع کر دیا۔

☆............☆............☆

''کیا امی! اتنا کچھ فضول خرافات کرنے کی کیا ضرورت ہے؟'' اس نے اپنے روم کو اتنا سجا ہوا دیکھا تو ٹوکے بنا نہیں رہ سکا۔

''چپ کرو شادی کون سا بار بار ہوتی ہے، پہلے بیٹے کی شادی پر تو میرا ارمان نہیں نکل سکا، تمہاری شادی پر ہی یہ سب ارمان نکال لوں''۔ انہوں نے ڈپٹ کے اس کے بھنانے کو اگنور ہی کیا۔

''ضروری ہے یہ ڈراموں اور فلموں کی طرح ہی کمرہ سجایا جائے''۔ وہ مغرب کی نماز پڑھ کے آیا تھا اور سیدھا اپنے روم میں گیا تو وہاں کمرے کی چھت اور دیواروں کو پھولوں وغیرہ سے سجا دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا تھا۔

''سب ہی ایسے سجاتے ہیں''۔ حمیرا بیگم نے اس کی برہم صورت دیکھی جو ایسی چیزوں کو قطعی پسند نہیں کرتا تھا۔

''سب سجاتے ہیں تو ہم بھی پاگل ہو جائیں؟'' وہ ٹی وی آن کرتے بڑے صوفے پر بیٹھ گیا۔

''اچھا زیادہ بڑبڑ کرنے کی اور منہ بگاڑنے کی ضرورت نہیں ہے''۔

''یار امی! آپ کیوں فضول خرچی کر رہی ہیں؟''

''تم کیوں ہر بات میں بول رہے ہو، امی جو کر رہی ہیں کرنے دو''۔ حرما نے چائے کا کپ اس کے ہاتھ میں دیا، شہران لب بھینچ کے رہ گیا، وہ اس کے سامنے محتاط ہو کر بولنے لگا تھا اس کی بھاوج تھی اور قابل احترام تھی۔

''بھابی! شہران بھائی کو تو ہر بات پر ہی اعتراض ہوتا ہے''۔ بسمہ کو بھی بولنے کا موقع چاہیے تھا۔

''تم چپ کرو''۔ شہران نے اسے گھورا۔ شہران کی جھنجلاہٹ کی وجہ لیل ماہ کی چپ تھی، اس کی طرف جواب نہیں آیا تھا، وہ ایسا رشتہ تو قائم کرنا ہی نہیں چاہتا تھا جو زبردستی نبھانے کے لیے یہاں آئے۔

''امی! شہران بھائی کی کچھ نہیں سنیئے گا''۔ بسمہ ہانک لگاتے بھاگ لی تھی۔ شہران نے ایک نگاہ حرما پر ڈالی کو بڑے سے دوپٹے میں سموئے بہت خوش نظر آ رہی تھی، اس کی بہن جو یہاں رخصت ہو کر آ رہی تھی، شہران کبھی نہیں سوچا تھا کہ جو گھرانہ ان لوگوں کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا وہی آج انہیں عزت دے کر اپنی بیٹیاں دے رہا ہے۔

شہران کو لیل ماہ اچھی لگنے لگی تھی، اس کا غصہ، تلملانا اور جھنجلاہٹ سب اس کو نمایاں کرتا تھا، غصہ اس کا بھی پر دھرا رہتا تھا۔ وہ اسے جان بوجھ کر بھی راستہ روک کر تنگ کرتا تھا اور اب یوں وہ اس کے قریب آنے والی تھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ کیسا ری ایکٹ کرے گا، اگر ان دونوں کی شادی والے دن بھی لڑائی ہو گئی تو گھر میں ہنگامہ ہی ہو جائے گا، شہران نے اس کا بہترین حل یہی سوچا تھا کہ وہ اس سے کوئی بھی تیکھی بات نہیں کرے گا، وہ بھلے سے چاہے کتنے طنز کے تیر برسائے، وہ چپ ہی رہے گا، وہ اب مزید اپنی آنے والی زندگی کو ردِ عمل میں نہیں گزارنا چاہتا تھا۔ اسے یہ بھی تسلی ہو گئی لیل ماہ کو اعتراض ہی نہیں ہوگا جب ہی شاید اس نے انکار کا جواب نہیں دیا تھا، شادی میں ہفتہ دس دن ہی رہ گئے تھے، لیل ماہ کا فرنیچر پہلے ہی آ گیا تھا، جو سیٹ بھی کر دیا گیا حالانکہ شہران نے سختی سے منع کیا تھا، پھر بھی ارباز بھائی نے اس کی ایک نہیں سنی تھی۔

''شہران اپنے کپڑے درزی سے لے آنا، کبھی وقت کے وقت تک وہاں پڑے رہیں''۔ حمیرا بیگم نے اس کی سوچوں کو توڑا۔

''جی ہاں''۔ وہ پہلو بدل کر رہ گیا، چائے پی کر کپ سائیڈ پر رکھا۔

''باقی کے کام ذیشان دیکھ لے گا''۔ وہ سر ہلانے لگا اور ٹی وی کے چینل سرچ کرکے دیکھنے لگا، ہلکی ہلکی بڑھی شیو اسے خاصی بارعب اور سنجیدہ بناتی تھی، وہ اکثر اپنا چہرہ آئینے میں دیکھ کر یہی سوچتا تھا ابھی بھی اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔

☆............☆............☆

حمدان پریشان ہو گیا تھا، اریشماء اس سے اس حد تک بدگمان ہو گئی تھی، اس کی سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا کرے، ٹینشن الگ سوار تھی اور امی کا دباؤ بھی تھا وہ جلد سے جلد منگنی کرنا چاہتی ہیں وہ اس سارے قصے سے ناواقف تھیں۔ اریشماء آفس بھی نہیں آ رہی تھی، وہ اسے مکمل اگنور ہی کر رہی تھی، اسے کال کرنے کی حمدان کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی، کیونکہ کبھی اس نے کسی لڑکی سے ایسی باتیں کیں بھی کب تھیں، اگر وہ ابھی بھی اریشماء کو اپنی محبت کا یقین نہیں دلائے گا تو وہ چلی جائے گی اور وہ اریشماء کو کھونا نہیں چاہتا تھا، سارے حالات اس کے تابع ہی ہو گئے تھے روحیل سکندر کی طرف سے بھی مکمل اجازت تھی کہ وہ اریشماء کو کسی طرح بھی روک لے۔

''کچھ تو کرنا ہے''۔ آفس میں بیٹھا وہ بہت دیر سے اسی پر سوچ رہا تھا۔ اپنا سیل نکالا اور اریشماء کا نمبر ملا دیا، دو تین بیل کے بعد اس نے ریسیو کر ہی لیا۔

''کہاں ہوتی ہیں آج کل؟ ہمیں تو آواز تک سے ترسا دیا ہے''۔ حمدان اپنی عادت اور مزاج کے برخلاف اتنے شوخ لہجے میں گویا ہوا۔

''جی آپ کون؟'' وہ شاید انجان بن رہی تھی، یا پھر حمدان سے اپنے اگنور کیے جانے کا مکمل بدلہ لے رہی تھی، اسے احساس دلانا چاہ رہی تھی اس نے دل توڑ کے بہت برا کیا ہے۔

''اچھا جناب! اب مجھے آپ کون کہہ رہی ہیں؟'' وہ مسکرایا۔

''میں بزی ہوں''۔

''مگر میں بزی نہیں ہوں فوراً آفس پہنچیں''۔ خاصے رعب و دھونس سے مخاطب ہوا۔

''میں نے آفس چھوڑ دیا ہے''۔ حمدان کے یوں دھونس دکھانے پر وہ بھی بھنا کے گویا ہوئی۔

''آفس چھوڑ دیا ہے کیوں؟''

''دیکھیے! میرے پاس یہ کیا، کیوں کا جواب نہیں ہے، مہربانی کرکے آئندہ مجھے کال کرنے کی زحمت نہیں کیجئے''۔ اس نے اجنبیت اور سرد مہری دکھائی۔

''زحمت میں کیوں کروں گا، مجھے جب کام ہوگا میں آپ کو کر سکتا ہوں''۔ وہ مسکرا کے اسے تنگ کیے جا رہا تھا۔

''دیکھیے حمدان صاحب! مجھے آپ سے بات کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے، میں بہت بزی ہوں''۔ وہ تپ گئی۔

''پہلے باتوں میں لگاتی ہیں پھر الجھاتی ہیں، ایسے کہ سارے لوگ آپ میں ہی الجھ جاتے ہیں، پھر محترمہ دامن بچا کے صاف نکل جاتی ہیں، ایسے تو کوئی نہیں چھوڑ سکتا اور خاص طور پر میں تو بالکل بھی نہیں چھوڑ سکتا''۔ وہ شوخ سے لہجے میں بول رہا تھا۔ اریشماء پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، حمدان کا ایسا روپ اور انداز اس کی سماعت یقین نہیں کر رہی تھی۔

''میری امی کو اپنا دیوانہ بنا کے سائیڈ پر ہو رہی ہیں؟''

''مجھ سے فضول باتیں نہیں کریں''۔ وہ جھینپ گئی۔

''مجھے آپ سے بہت سی کام کی باتیں کرنی ہیں، فوراً آفس آیئے ورنہ پھر میں وہاں پہنچ جاؤں گا''۔ وہ وارننگ دینے لگا۔

''وہاں کہاں؟'' وہ جھٹ بولی۔

''گھر پر ہیں نا آپ؟''

''جی نہیں، میں باہر ہوں''۔ اس نے جھوٹ بولا۔

''جھوٹ..... بالکل جھوٹ آپ گھر پر ہی ہیں''۔ وہ ہال کمرے میں کھڑا ہوا تھا۔

''محترمہ! ذرا اپنے گھر کے ہال کمرے میں تو تشریف لایئے''۔ اس نے یہ کہہ کر کال کٹ کر دی۔ اریشماء بھاگتی ہوئی ریلنگ پر آئی پھر سیڑھیاں اتر کر چلی آئی، حمدان کو یوں بلیک پینٹ پر لائٹ پنک شرٹ میں ملبوس مسکراتا ہوا دیکھ کر اچھل ہی گئی۔

''ہاں تو آپ کیا کہہ رہی تھیں، آپ باہر ہیں؟'' وہ اس کا تفصیلی جائزہ لینے لگا، آف وائٹ لمبی سی ڈھیلی شرٹ پر

سنراسٹ میں ریڈ ٹراؤزر اور دوپٹے میں وہ ہرنی کی طرح حواس باختہ حیران پریشان کھڑی تھی۔

''کیا کام ہے؟'' وہ چڑ گئی۔

''مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں، میرے ساتھ باہر آؤٹنگ پر چلیئے''۔

''واٹ....؟'' دوسرا حیرانگی کا جھٹکا لگا۔

''پانچ منٹ میں آپ کے پاس اپنا حلیہ درست کرنا ہو، تو کرلیں ورنہ اس حلیے میں بھی آپ ٹھیک لگ رہی ہیں''۔ وہ ایک اچٹتی نگاہ ڈال کے اٹھا۔

''مجھے آپ سے کوئی باتیں نہیں کرنی ہیں، آپ جاسکتے ہیں''۔ اس نے خفگی دکھانے کی پوری کوشش کی۔

''اریشماء بیٹا! کیا بدتمیزی ہے، کس طرح تم حمدان سے بات کررہی ہو؟'' فوزیہ روحیل عقب میں ہی کھڑی تھیں، انہوں نے سرزنش کی، اریشماء جزبز سی ہوگئی۔

''آنٹی! لگتا ہے انہیں کچھ زیادہ ہی غصہ ہے''۔ حمدان نے اس کے تیکھے تیکھے تیور دیکھ لیے تھے۔

''ممی! ان سے کہہ دیں اب مذاکرات کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے اور کہنے سننے کا وقت گزر گیا ہے، مجھے عقل آ گئی ہے، میں نے جتنی بے وقوفیاں کرنی تھیں کرلی ہیں مزید میں بالکل نہیں کروں گی''۔ دل اس کا اندر سے بہت اداس اور رورہا تھا حمدان کے رویوں نے اسے بہت ہرٹ کیا تھا۔

''آنٹی! یہ بے وقوفیاں تو اب کرنے چلی ہیں''۔

''بھئی! یہ تم دونوں کا معاملہ ہے، خود ہی نمٹاؤ، میں تم لوگوں کے لیے چائے وغیرہ بھیجتی ہوں''۔ فوزیہ روحیل دونوں کو باتیں کرنے کا موقع دے کر چلی گئیں، اریشماء کو ممی پر بھی حیرانگی ہورہی تھی، جو اس سے منع کرنے کے باوجود پھر بھی حمدان کو اس کے پیچھے لگا رہی تھیں، وہ برے برے منہ بناتی ہوئی ہونٹوں پر قفل ڈالے بیٹھی رہی تھی، حمدان نے بھی کوئی بات نہیں کی۔

☆.........☆.........☆

یہ درمیان کا ہفتہ ایسے گزرا کہ پتہ ہی نہیں چلا، لیل ماہ کو مایوں بٹھا دیا گیا تھا، اور وہ گھبرائی ہوئی اور فکرمند ہورہی تھی، حمیرا بیگم نے بری میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی تھی، ہر چیز شاندار اور اعلیٰ بنائی تھی، مریم پھپھو تو انگشت بدنداں رہ گئی تھیں۔

''واہ بھابی! آپ کی تو بیٹیوں کی قسمت کھل گئی، ورنہ جسے بھائی صاحب نے عزت کے قابل نہیں سمجھا، آج اس کو سر پر بٹھالیا ہے''۔ اندر کی جلن اور حسد تو ان کے لب و لہجے میں نمایاں تھی، اسد مرزا نے ان کی یہ بات سن لی تھی۔

''مریم! کوئی بھی بات بولنے سے پہلے سوچ سمجھ لیا کرو، عزت کے قابل وہ لوگ پہلے بھی تھے، یہ ہماری سوچ کا پھیر تھا''۔ انہوں نے مریم پھپھو کو خاصی ناگواری سے جواب دیا تھا کیونکہ ایسے موقعوں پر ان باتوں کی کوئی تک نہیں تھی اور جبکہ یہ سب باتیں ختم کرکے ہی یہ رشتہ استوار کیا گیا تھا۔

''جی آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں''۔ وہ کھسیانی سی ہوگئی تھیں۔

''آئندہ کچھ بھی بولنے سے پہلے سوچ سمجھ لینا اور ہاں حرما اور لیل ماہ کے سسرال والوں کے سامنے کچھ

سیدھی بولنے کی ضرورت بھی نہیں ہے''۔ اسد مرزا نے آج پہلی دفعہ اپنی اکلوتی بہن کو ڈانٹ ہی دیا ورنہ انہوں نے کبھی ان سے تیز لہجے تک میں بات نہیں کی تھی۔ مریم پھپھو لب بھینچ کر رہ گئی تھیں اور امی اسد مرزا کو جاتے ہوئے دیکھنے لگی تھیں۔

''بھائی صاحب کو تو بہت برا لگنے لگا ہے''۔

''پھپھو! آپ بات ہی غلط کرنے لگی ہیں''۔ لیل ماہ مایوں کے زرد جوڑے میں بیٹھی خود سرسوں ہی لگ رہی تھی۔

''اب تو میری ہر بات ہی سب کو بری لگتی ہے''۔ وہ منہ بنانے لگیں، امی نے تاسف سے انہیں دیکھا جو بات کو غلط ہی رخ پر لے جارہی تھیں۔ لیل ماہ کو ان کی یہی جلن حسد بری لگتی تھی، کسی سے کم ہی خوش ہوتی تھیں۔

''لیل ماہ! تم یہ دودھ جلیبی کھالو''۔ امی نے باؤل اس کے آگے رکھا، کب سے وہ کھڑی ہوئی تھیں لیے ہوئے۔

''امی! آپ بھی مجھے کیا کھلائے جارہی ہیں، مجھ سے نہیں کھائی جاتی''۔ وہ منہ بنانے لگی تھی۔ مریم پھپھو روم سے نکل گئی تھیں، ان کی یہاں دال جو نہیں گل رہی تھی، اصل میں انہیں لیل ماہ کی بری اور جہیز دیکھ کر حسد ہورہا تھا، جبکہ اسد مرزا نے ان کی شادی جب کی تھی کسی چیز کی کمی نہیں کی تھی، اور آج وہ بھتیجیوں سے ہی حسد کررہی تھیں۔

''چپ کرکے کھالو تمہاری ساس نے ہی بھیجی ہیں''۔ امی اسے ڈپٹ کے چلی گئی تھیں وہ منہ بنا کے رہ گئی تھی۔

''انہیں بڑی فکر ہورہی ہے میری جو کھانے پینے کی چیزیں بھیج رہی ہیں''۔ وہ باؤل میں چمچ چلا رہی تھی۔

''دیکھا میں آ گئی''۔ بسمہ کی خوشی سے بھرپور آواز نے اسے چونکا دیا۔

''اللہ اتنی پیاری لگ رہی ہیں''۔ لیل ماہ جھینپ کے مسکرانے لگی اور اس کے رخسار پر ہلکی سی چپکی دی۔

''میں یہی دیکھنے آئی تھی آپ مایوں کے جوڑے میں کیسی لگ رہی ہیں؟''

''کل دیکھا تو تھا جب تم سب لوگ آئے تھے بری لے کے''۔

''اتنے رش میں مجھ سے کب دیکھا گیا، اتنا لمبا گھونگھٹ نکال کے بیٹھی ہوئی تھیں''۔ وہ اس کے قریب ہی گھس کے بیٹھ گئی تھی۔

''ہم نے آپ کا روم اتنا پیارا سجوایا ہے، آپ بھی دیکھ کر حیران رہ جائیں گی، شہران بھائی تو غصہ ہونے لگے، کیا ضرورت تھی فلموں کی طرح سجانے کی''۔ وہ لیل ماہ کے کان میں سرگوشی میں بولی۔

''اچھا.....!'' لیل ماہ کو اندازہ ہوگیا شہران کو اس شادی سے خوشی نہیں ہے۔

''امی نے تو خوب ڈانٹا پھر کہیں جا کے چپ ہوئے''۔ دعا بھی آ گئی دونوں وہیں بیٹھ کے باتیں کرنے لگی تھیں، لیل ماہ کا دل تو پہلے ہی اداس تھا، رخصت ہونے کی وجہ سے دوسری بات جو سب سے زیادہ ٹینشن شہران کی طرف سے تھی، لائبہ بھی اس کے پاس آتی رہتی تھی۔

☆.........☆.........☆

حمدان نے تو اس کا پیچھا ہی لے لیا تھا، اور وہ کھسیانے لگی تھی اور جھنجلانے بھی لگی تھی، آفس بھی زبردستی بلالیا تھا، وہ گھنٹوں کمرے میں ایسے ہی بیٹھی رہتی تھی، کسی بھی میٹنگ میں حصہ نہیں لے رہی تھی، روحیل سکندر خود اس کی طرف سے فکرمند تھے۔ اریشماء نے سیل نکالا اور زویا کا نمبر پریس کرلیا۔

''کہاں رہتی ہو، کال کیوں نہیں پک کرتی ہو؟'' وہ اس پر الٹا برسنے لگی۔

''کیا بات ہے بہت غصہ آرہا ہے''۔ زویا اس کے لہجے پر حیران تھی۔

''ہاں بہت غصہ آرہا ہے جب میں چاہتی تھی مجھ پر توجہ دے تو نہیں دیتا تھا، اور اب مجھے چھوڑتا ہی نہیں ہے''

''گڈ! یہ تو بہت اچھی بات ہے مبارک ہو''۔

''شٹ اپ، میں تمہاری فضول بکواس نہیں سن سکتی''۔ وہ غصہ ہی ہونے لگی۔

''سب کچھ تیری مرضی کے مطابق ہو تو رہا ہے تجھے تو خوش ہونا چاہیے''۔

''خوش ہونے کے لیے مجھے یہ سب نہیں چاہیے تھا''۔ اریشماء روہانسے لہجے میں بولی۔

''اریشماء خوشی خوشی تم اس رشتے کو قبول کرلو، حمدان تم سے محبت ہی کرتا ہے جب ہی وہ دیکھو اتنا بدل بھی گیا'' زویا اسے کئی ہفتوں سے سمجھا رہی تھی مگر اریشماء کو جانے کیوں ایسا لگ رہا تھا حمدان نے اپنی ماں کی وجہ سے قبول کیا ہے۔

''جیسے بھی کیا ہے خوش ہوجاؤ''۔

''زویا! میں خود کو اتنا نہیں گراسکتی، پھر ڈیڈی نے بھی کون سا میرے ساتھ اچھا کیا ہے، میں نے فیصلہ کرلیا ساری زندگی شادی نہیں کروں گی''۔ حمدان چوکھٹ پر کھڑا سب سن رہا تھا، اصل بات تو اسے اب پتہ لگی تھی کہ ار... کا رویہ اتنا روڈ کیوں ہے۔

''بے وقوفی نہیں کرو''۔

''میں شادی نہیں کروں گی اور پھر حمدان نے کون سا میرے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے، اول دن سے اگنور کیا اچھا ہے جو اگنور کیا، میں بھی نہیں چاہتی کہ میری اس سے شادی ہو''۔ حمدان اسی وقت آہٹ دے کر اندر آ... گڑبڑا گئی، زویا سے بوکھلاہٹ میں خدا حافظ بھی کہنا بھول گئی۔

''لگتا ہے دکھڑے روئے جارہے تھے، اپنی سہیلی سے''۔ شوخ سے لہجے میں کہتے ہوئے اس کے جھینپے... چہرے کو محظوظ نگاہوں سے دیکھا۔

''میں جواب دینا ضروری نہیں سمجھتی''۔ ناگواری کا پورا اظہار کررہی تھی۔

''آپ چاہے کتنی مجھ سے بے رخی برت لیں، اگنور کرلیں مگر یہ سچ ہے آپ مجھ سے محبت کرتی ہیں''۔ اس... اریشماء کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں، وہ حیرانگی سے اس کی بات پر سن سی ہوگئی، حمدان یوں اچانک سے ان... جائے گا بصارت کو کب یقین تھا۔

''جی کیا سمجھیں؟'' وہ مسکرایا۔

''آپ پر یہ باتیں بالکل سوٹ نہیں کررہی ہیں''۔ وہ اس کا حصار توڑ کے چیئر سے اٹھی۔

''سوٹ تو دیکھئے گا کیا کیا کرتا ہے مجھ پر یہ آپ کو آگے جا کے پتہ چلے گا، ویسے یہ آپ میں اچانک تبدیلی... آگئی یہ فرار کے راستے کیوں ڈھونڈنے لگی ہیں؟''

''ہر انسان کی کوئی عزت و وقعت ہوتی ہے اور جو میں نے حد سے زیادہ آپ کے آگے خود کو گرا کے اپنی وقعت گرا دی ہے مجھے احساس ہوگیا ہے میں شروع سے سراب کے پیچھے بھاگتی رہی ہوں، صرف خوش فہمی اور خام خیالی تھی یہ میری کہ آپ بھی مجھے.....!'' بولتے بولتے رک گئی۔

''کیا آپ بھی مجھے؟'' اس نے بھی سوالیہ انداز میں دہرایا۔

''کچھ نہیں، میرا سر''۔ وہ اپنا بیگ اٹھا کر جانے کی تیاری کرنے لگی، حمدان نے اسے صبح سے روک کر یہاں بٹھایا ہوا تھا اور وہ حمدان کے سامنے رہ کر اپنے ارادوں کو متزلزل کرنا نہیں چاہتی تھی۔

''حمدان! آپ اپنے مزاج کی لڑکی سے شادی کرلیں''۔ وہ رکی نہیں تیزی سے نکل گئی، حمدان مسکرانے لگا۔

☆..........☆..........☆

صبح سے گھر میں ہڑبونگ مچی ہوئی تھی، پانچ بجتے ہی تیاری شروع کی گئی، حمیرا بیگم کے چند میکے کے رشتے دار پہلے سے ہی آئے ہوئے تھے، گھر میں رونق سی لگ گئی تھی، شہران کو ذیشان تیار کررہا تھا، جو وہ مسلسل انکاری تھا۔

''بھائی! کیا کررہے ہیں؟'' شیروانی پر ذیشان نے پھولوں کے ہار پہنا دیئے، وہ ویسے ہی ان فضول رسموں رواجوں سے چڑتا تھا، اتنا ہی اس کے ساتھ گھر والے کررہے تھے۔

''چپ کر کے تیار ہوتے جاؤ''۔ ذیشان خود بھی کلف لگے ایمر ائیڈری والے قمیض شلوار میں نک سک سے تیار ہوکر ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔ ذیشان نے اس کی نہیں سنی، تیار ہوکر وہ نیچے آگیا تھا، حمیرا بیگم نے گلے لگا کے خوب دعائیں دیں، محمد احمد نے بھی اسے آج پہلی بار گلے لگایا تھا، شہران کو یقین نہیں آرہا تھا۔ گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا، بارات جانے کے لیے تیار ہی تھی، حرما نے بھی شاکنگ پنک ساڑھی خوبصورت سے کام کی اس پر میک اپ جیولری میں بہت پیاری لگ رہی تھی، ذیشان نے اسے پہلی دفعہ اس طرح مکمل سجا ہوا دیکھا تھا۔

''آج آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں دل کررہا ہے، آج آپ کو خود میں سمولوں''۔ اس نے حرما کے کان میں بڑے دلفریب اور مخمور لہجے میں سرگوشی کی وہ کانوں کی لوؤں تک سرخ ہوگئی۔

''ذرا تھوڑی دیر کے لیے اندر چلو پلیز''۔

''کیا ہے؟'' اس نے ذیشان کو گھورا، جس پر شوخیاں سوار ہورہی تھیں۔

''بھابی! گاڑی میں ہم بیٹھیں گے نا؟'' ریڈ شرارے میں بسمہ چلی آئی، دونوں ہی گڑبڑا گئے۔

''ہاں، ہاں شیبا کو بھی بولو وہ بھی بیٹھے گی''۔ وہ ساڑھی سنبھالتی ہوئی مہمانوں کو کوسٹر میں بیٹھنے کا بولنے چلی گئی، شہران دلہا بنا شہزادہ ہی لگ رہا تھا، آج تو وہ کلین شیو تھا، مگر مونچھیں اس کی مردانگی کی علامت ہی تھیں، وہ کبھی صاف نہیں کرتا تھا، گلی میں بھی کافی رونق تھی، لگتا تھا اسد مرزا کا پورا گھرانہ میرج گارڈن پہنچ چکا تھا، آٹھ بج رہے تھے حمیرا بیگم نے وقت کا خاص خیال رکھا تھا، پھر جس طرح شہر کے حالات تھے ہر کام جتنی جلدی ہو تو اچھا تھا۔ بارات کا پرجوش استقبال کیا گیا تھا، ارباز بھائی اور زین، شہران کو اپنے بازوؤں کے گھیرے میں لے کر اندر گئے تھے، امی اور بھابی نے ان سب کا ہنستے مسکراتے ہوئے استقبال کیا تھا۔ ادھر لیل ماہ کی دل کی دھڑکنوں کا شور اتنا تھا کہ کانوں میں سنائی دے رہا تھا، بلڈ ریڈ لہنگے اس پر میچنگ جیولری میک اپ میں وہ اپسرا سے کم نہیں لگ رہی تھی، نازک کومل سے ہاتھوں پر مہندی کا رنگ بھی خوب آیا تھا، اور چوڑیوں اور انگوٹھیوں سے خوب سج رہے تھے۔

''شہران بھائی! آج تو غضب ڈھا رہے ہیں ان کی شیو بھی صاف ہے، چل تجھے ڈر بھی نہیں لگے گا''۔ لائبہ اپنی شوخیوں سے باز نہیں آ رہی تھی۔

''فضول ہانکتی رہا کرو''۔ پہلو بدل کے صوفے کی بیک سے ٹیک لگایا۔

اتنے میں نکاح کے لیے کچھ لوگ ارباز بھائی کی ہمراہی میں اندر چلے آئے امی اور بھابی بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئی تھیں۔ وہ گھڑی بھی آ گئی تھی جب ہر لڑکی کو اپنا آپ کسی کے نام کرنا ہوتا ہے اور اس لمحے صرف لمحوں میں فیصلہ کیا جاتا ہے، گھبراہٹ اور بوکھلاہٹ میں اسے پسینے بھی آ رہے تھے۔ کب نکاح کے بول پڑھے گئے کب اس نے ہاں کی اور سائن کیے امی کے گلے لگ کے وہ رو رہی تھی۔

''لیل ماہ! سیدھی ہو کر بیٹھو''۔ حرما جگہ بناتی اندر آ گئی تھی۔

''میرے دیور کے سامنے جانے تک کیا میک اپ خراب کرو گی؟'' لیل ماہ نے جواب میں حرما کو گھورا، جو مسکراتی ہوئی بہت پیاری لگ رہی تھی۔

☆............☆............☆

حمدان کو اس کا دل جیتنے کے لیے کچھ تو کرنا تھا، ورنہ وہ تو ایسے کبھی بھی نہ مانتی، اریشماء نے بالکل ہی رخ دینا چھوڑ دیا تھا اور یہ اس دن سے ہوا تھا جب مصباح کی مہندی والے دن سیڑھیوں پر دونوں کی مڈبھیڑ ہوئی اسی دن سے ہی اریشماء نے آنا چھوڑ دیا تھا۔ حمدان نے کبھی کسی لڑکی سے ایسے اظہار تو کیا نہیں تھا، مگر اسے یہ سب کرنا تھا، کیونکہ اریشماء اس سے کافی حد تک بدگمان ہو گئی تھی، وہ اتنا بے چین اور پریشان ہو گیا تھا، وہ خود اپنی اس حالت پر حیران تھا، کسی لڑکی کے لیے وہ بھی نرم جذبات رکھتا تھا، دل ہی دل میں اس سے محبت کر رہا تھا اور اسے پتہ بھی نہیں چلا کہ یہ محبت عشق میں کیسے بدل گئی، اسے جب پتہ چلا تو خود حیران رہ گیا کہ اس پر یہ رنگ کیسے چڑھ گیا، بیڈ پر لیٹا کئی گھنٹوں سے اریشماء کو ہی سوچے جا رہا تھا، جانے کتنے پہر گزر گئے تھے، اس نے اپنا سیل اٹھا کے ٹائم دیکھا دو بج گئے تھے، آج تو آنکھوں سے نیند دور تھی، اسے کوئی تو قدم اٹھانا ہی تھا۔

''حمدان! میں روحیل بھائی سے آج جواب لینے جا رہی ہوں''۔ صبح ناشتے کی ٹیبل پر انہوں نے کہا۔

''امی! وہ اریشماء منع کر رہی ہے، اس شادی سے''۔ اس نے انہیں صاف بات بتادی۔

''تم نے اسے شروع سے اگنور ہی کیا ہے وہ غصے میں یہی بولے گی''۔ اس بات کا اندازہ انہیں پہلے ہی تھا۔

''آپ بات کر کے دیکھ لیں، اگر مان جائے تو''۔ وہ ناشتے سے فارغ ہوا اور کھڑا ہو گیا۔

''تم بھی میرے ساتھ چلنا، میں خود بات کروں گی''۔ انہیں بھی فکر ہو گئی، وہ سر ہلا کے آفس کے لیے نکلنے لگا، آفس میں پہنچتے ہی اریشماء کو کال کی جو وہ پک نہیں کر رہی تھی۔

''انکل! اریشماء گھر پر نہیں ہیں کیا؟'' اس نے روحیل سکندر سے پوچھا۔

''گھر پر ہی ہے جان بوجھ کے تمہاری کال ریسیو نہیں کرتی ہے''۔

''میں اریشماء سے بات کرنا چاہ رہا تھا، یہ جو پروجیکٹ شروع ہوا ہے ان سے ڈسکس کرنا ضروری ہے''۔ اس نے سادگی سے کہا۔

''تم گھر جا کر دیکھ لو، کیونکہ میں تو کہہ کہہ کر تھک گیا ہوں''۔ روحیل سکندر بھی اداس و مغموم ہو گئے تھے۔

''اریشماء روحیل! تمہیں سدھارنا اب بہت ضروری ہو گیا ہے''۔ وہ پر سوچ تھا کیونکہ اونٹ کسی کروٹ بیٹھ ہی نہیں رہا تھا۔ وہ گیارہ بجے آفس سے نکل گیا تھا فوزیہ روحیل نے سر پر ہاتھ پھیر کے دعا دی۔

''آنٹی! اریشماء ہیں؟'' اس نے قدرے توقف کے بعد جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں ہے، میں ماسی سے کہتی ہوں وہ بلا دے گی، میں ذرا چوکیدار کی بیوی کی خیریت پوچھ آؤں، بیمار پڑی ہے کئی دنوں سے، تم بیٹھو میں آتی ہوں''۔ وہ اسے ساتھ ہی تفصیل بتا کے چلی گئی تھیں۔ حمدان سے رکا نہیں جا رہا تھا، وہ خود ہی ہمت کر کے اریشماء کے روم کی طرف بڑھ گیا حالانکہ اسے کچھ پتہ نہیں تھا، ہمیشہ جب بھی آیا ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر چلا گیا تھا۔

''ماسی نوراں! حمدان صاحب سے کہنا میں سو رہی ہوں''۔ اریشماء کی آواز واش روم سے نکلتے ہوئے آئی، مگر حمدان کو یوں اپنے روم میں دیکھ کر اسے ہزار والٹ کا جھٹکا لگا، وہ باتھ لے کے باتھ گاؤن میں باہر نکلی تھی۔

''آپ....؟'' وہ بوکھلا گئی۔ حمدان بھی کچھ گڑبڑا گیا، نگاہوں کا زاویہ دوسری طرف کر لیا۔

''کس سے پوچھ کر آپ میرے روم میں آئے ہیں؟'' وہ ڈریسنگ روم میں گھس گئی، اس حالت میں حمدان کا سامنا کرنا بڑی شرم آ رہی تھی۔

''آپ چینج کر کے آئیے، مجھے آپ سے بہت ضروری باتیں کرنی ہیں''۔ حمدان اس کے خوبصورت سجے ہوئے روم پر طائرانہ نگاہ ڈالنے لگا، روم اریشماء کے ذوق کا پتہ دے رہا تھا، وہ کتنی نفاست پسند ہے، ہر چیز ترتیب سے رکھی تھی۔

''آپ ڈرائنگ روم میں بیٹھیے میں آ رہی ہوں''۔ اسے حمدان کے سامنے جھجک اور شرم سی آ رہی تھی، وہ چاہے کتنی بولڈ تھی مگر تھی تو لڑکی اور شریف خاندان کی، اسے بھی حیا کے فطری تقاضے پتہ تھے۔

''شادی کے بعد تو مجھے بار بار روم سے نہیں جانے کو کہو گی؟'' وہ دلنشیں لہجے میں آنکھوں میں شرارت لیے اسے مسٹرڈ کاٹن کے پرنٹڈ تھری پیس سوٹ میں پسندیدہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

''آپ تو حد سے زیادہ ہی بے باک ہیں''۔ وہ حیرانگی اور گھبراہٹ میں اپنی نگاہوں کو ادھر ادھر کرنے لگی۔

''اس سے بھی زیادہ بے باک ہوں، وہ تو میں نے خود کو روکا ہوا تھا''۔ اس نے اریشماء کو ہاتھ سے پکڑ کے خود سے قریب کر لیا اور وہ تو جھٹکا کھا کے رہ گئی، حمدان کے تو سارے ہی روپ انوکھے اور نئے تھے۔

''بہت رومینٹک بندہ ہوں، بعد میں تم خود دیکھ لینا''۔

''جسٹ شٹ اپ، مجھے آپ سے کوئی بھی رابطہ نہیں رکھنا، آپ نے شروع سے میری انسلٹ ہی کی ہے''۔ وہ حمدان سے بہت زیادہ بدگمان اور ناراض ہو گئی تھی۔

''اب سب سے زیادہ عزت اور پیار بھی دوں گا، کیونکہ جو چیز جس وقت اچھی لگتی ہے اسے اسی وقت کرنا چاہیے''۔ معنی خیز اور محبت سے گندھا ہوا اس کا لہجہ تھا۔

''میں آپ سے کوئی رشتہ نہیں رکھ سکتی، آپ اپنی پسند اور مرضی کی لڑکی سے شادی کر لیں''۔

''وہی تو کرنے جا رہا ہوں، تم کرنے ہی نہیں دے رہی ہو، آج امی آ رہی ہیں، تمہارے ڈیڈی سے جواب لینے اور تم نے نہ بالکل نہیں کرنا ہے''۔

''زبردستی ہے؟'' وہ برہم ہو گئی۔

''ہاں، زبردستی ہی سمجھ لو، میں یہی کہنے آیا تھا''۔ وہ اس کے چہرے کو چھونے لگا، اریشماء کے جسم میں گدگدیاں سی ہونے لگی تھیں، وہ گھبرا کے ڈریسنگ روم میں گھس گئی۔

☆............☆............☆

پوری رات وہ روم میں نہیں آیا تھا، جانے کہاں چلا گیا تھا، لیل ماہ نے جاگ کر اس کا انتظار بھی کیا تھا، مگر جانے کس پہر اس کی آنکھ لگ گئی، اسے خبر نہیں ہوئی تھی، دس بجے اس کی آنکھ کھلی تو وہ آرام سے صوفے پر لیٹا اخبار پڑھ رہا تھا۔ اس دوران اسے کوئی اٹھانے بھی تو نہیں آیا، جو لیل ماہ کی آنکھ کھلتی، وہ ہڑبڑا کے اٹھی تھی ابھی تک لہنگے اور جیولری میک اپ میں تھی۔ شہران نے آہٹ پر اخبار سامنے سے ہٹا کے بیڈ پر نگاہ ڈالی وہ بیڈ پر بیٹھی نروس سی لگ رہی تھی۔

''کیا بات ہے کپڑے تک چینج نہیں کیے؟'' لیل ماہ نے نگاہ اٹھا کے اسے دیکھا، جو اسی کی طرف متوجہ تھا

''پوری رات آپ کہاں تھے؟'' الٹا اس نے ہی سوال کر ڈالا۔

''میں پوری رات چھت پر تھا''۔ اس نے حیران ہوئے بغیر جواب دیا، لیل ماہ کو اندازہ تو ہو گیا تھا وہ اس سے گریز برت رہا ہے، جو بات اس نے کہی تھی وہ اسی پر قائم تھا وہ اپنا لہنگا دونوں ہاتھوں سے سنبھالتے ہوئی اس کے قریب چلی آئی، شہران نے اخبار ٹیبل پر رکھ دیا، اس کا میک اپ باسی ہو جانے کے باوجود اسی طرح اس کے چہرے کو خوبصورت بنائے ہوئے تھا، اس کے ایک ایک انگ سے خوبصورتی چھلک رہی تھی، ریڈ لہنگا جو خاصا مہنگا بھی تھا، اس پر غضب ڈھا رہا تھا۔

''میں آپ کو اتنی بری لگ رہی تھی کہ پوری رات آپ کمرے میں ہی نہیں آئے؟'' نگاہ جھکائے وہ نرم سے لہجے میں خفگی دکھاتی بہت معصوم لگ رہی تھی، شہران مبہوت زدہ رہ گیا، اس کا ایسا روپ شرمایا لجایا، وہ بھی اپنے لیے کتنا اچھا لگ رہا تھا۔

''بری تو خیر تم مجھے کبھی نہیں لگی ہو''۔ وہ بغور دیکھتے ہوئے اس کے مقابل آ گیا، لیل ماہ جھجک کے پیچھے ہو گئی۔

''جب میں اتنا برا لگتا ہوں تو انکار کیوں نہیں کیا جبکہ فیصلے کا اختیار میں نے تمہیں دے دیا تھا؟'' وہ اس کے جھجکنے پر جز بز سا ہو گیا۔

''مجھے بھی آپ برے کبھی لگے ہی نہیں''۔ رکے رکے لہجے میں بولتی ہوئی، شہران پر شادی مرگ طاری ہو گیا، اس کی سماعتیں کیا سن رہی تھیں۔

کیا مطلب ہے، تم کمپرومائز کے لیے ایسا کہہ رہی ہو؟''

''جی نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے، میں جو محسوس کرتی ہوں وہ سچ بیان کیا ہے، ہاں مجھے آپ کی وہ ڈرانے دھمکانے والی حرکتیں نفرت کرنے پر مجبور کر گئی تھیں''۔

''وہ سب تم جانتی ہو کیوں کر رہا تھا، صرف تمہارے ابو کا غصہ تھا جو میں تم پر نکالتا تھا''۔ اس نے لیل ماہ کے نازوں پر نگاہ ٹکائی ماتھے کی بندیا تو اسی طرح جمی ہوئی تھی البتہ جھومر لڑھک کے بالوں میں اٹکا ہوا تھا۔ وزنی آنچل کو دونوں ہاتھوں سے شانوں پر ٹکا کے اس نے روکا ہوا تھا۔

''جانتی ہوں میں سب''۔ اس نے نگاہ اٹھائی۔

''مجھے یہ نہیں پتہ تھا، بھائی جان کی شادی حرما بھابی سے کن حالات میں ہوگی، مگر تمہیں کلیئر کر دوں حرما بھابی کی منگنی توڑنے میں میرا ہاتھ نہیں تھا، وہ حماد ہی اچھی نیچر کا نہیں تھا''۔

''پچھلی کوئی بات نہیں کریں''۔ اس نے ٹوکا۔

''پھر کون سی بات کروں؟''

''پوری رات کمرے سے باہر رہے اور میری انسلٹ کی آپ نے، خود کو آپ سمجھتے کیا ہیں؟'' وہ ایک دم تیز لہجے میں دھاڑی۔

''آہستہ بولو، اگر آواز باہر چلی گئی تو خواہ مخواہ ہنگامہ ہو جائے گا''۔ اس نے لیل ماہ کے نازک لبوں پر ہاتھ رکھ کر اپنے حصار میں لے لیا وہ تو پسینے پسینے ہو گئی۔

''تم مجھے یہ بتاؤ تم نے مجھے دل سے معاف کیا ہے ناں؟'' وہ بے یقینی کی کیفیت میں تھا۔

''آپ کے پاس آپ کے کمرے میں موجود ہوں اور اس سے بڑی کیا بات ہوگی؟'' اس نے خود کو حصار سے نکالنا چاہا۔

''ہوں.... سوچ لو، غصے کا تیز ہوں، لڑاکا بھی ہوں گزارہ کر لوگی؟''

''میں بھی کم نہیں ہوں، اینٹ کا جواب پتھر سے دیتی ہوں، یہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں''۔ اس نے شہران کی گہری آنکھوں میں جھانکا۔

''میں ایسی نوبت آنے ہی نہیں دوں گا، کیونکہ میری زندگی میں اس لڑکی کی بہت اہمیت ہے جس نے مجھے بدل دیا، مجھ جیسے اکھڑ ضدی شخص کو بدل دیا، جو محبت کے چکر میں نہیں پڑتا تھا، اسے محبت میں جکڑ لیا، دیکھنا میں کتنا پیار دوں گا''۔ اس نے لیل ماہ کا چہرہ ہاتھوں میں لیا اور اپنے پیار کی مہر ثبت کر دی۔

''ایسی ہی دیوانوں کی طرح محبت کروں گا''۔ سرگوشی کی۔ لیل ماہ تو مارے حیا کے چہرہ چھپا کے رخ موڑ کے کھڑی ہو گئی۔

''کیا خیال ہے ویڈنگ نائٹ کو مورننگ میں نہ بدل دیں؟'' اس کی آنکھوں اور لہجے میں شرارت تھی۔ لیل ماہ کا دل دھک دھک کرنے لگا، وہ اپنا لہنگا سنبھال کے جانے لگی۔

''کیا مطلب ادھر آیئے محترمہ!'' اس نے ہاتھ کھینچ لیا، لیل ماہ گرتے گرتے بچی۔ اس کی کلائی تھامی اور اپنے کرتے کی پاکٹ سے بریسلیٹ کی ڈبیا نکال کے پہنا دیا۔

''بہت خوبصورت لگ رہی ہو، چاند کی طرح، کیوں کہ رات کا چاند اسی طرح چمکتا ہے جواب ساری زندگی میری زندگی میں چمکتا رہے گا''۔ اس نے لیل ماہ کے نام کا مفہوم بھی واضح کر دیا۔

''ٹھیک کہا ہے کسی نے ''کبھی عشق ہو تو پتہ چلے'' انسان اچھا خاصا محبت و عشق میں شاعر بن جاتا ہے''۔ اس نے

پھر اس کے صبیح رخسار پر اپنے پیار کا لمس چھوڑا۔

دروازے پر ہلکی سی دستک نے دونوں کو چونکا دیا۔

''ضرور بھابی ہوں گی''۔ شہران مسکرایا۔ لیل ماہ دروازہ کھولنے چلی گئی، اس کا آج سارا ڈر و خوف نکل گیا تھا، شہران اتنا محبت کرنے والا انسان تھا۔

''ارے رکو، بھابی کہیں گی تم ابھی تک رات کے کپڑوں میں ہو، تم باتھ روم میں چلی جاؤ، میں کھولتا ہوں''۔ شہران کو یکدم خیال آیا اور اسے بازو سے پکڑ کے باتھ روم میں بھیج دیا۔

''تم دونوں تیار ہو کر ناشتے کے لیے آ جاؤ، کیونکہ لیل ماہ کو گھر سے لینے بھی آنے والے ہیں''۔

''کیوں؟'' شہران چونکا۔

''رات میں ولیمہ ہے اس سے پہلے وہ آ جائے گی''۔ حرما نے شہران کا کھلتا چہرہ دیکھ لیا تھا۔

''ٹھیک ہے''۔ وہ سر ہلا کے رہ گیا۔

''لیل ماہ سے کہنا اپنی مرضی سے کوئی سا بھی سوٹ پہن لے''۔

''جی کہہ دوں گا''۔ اس نے سعادت مندی سے سر جھکایا۔

''لو جی تمہیں اپنے میکے بھی جانا ہوگا''۔ دروازہ بند کیا اور نگاہ جو گھمائی وہ خواب کی سی کیفیت میں آ گیا، وہ آنچل اتارے زیور اتار رہی تھی، اس کا نرم و نازک سا وجود بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔

''تم تو بہت ہی خوبصورت ہو''۔ وہ اس کے قریب آ گیا۔

''مجھے جلدی جلدی تیار ہونے دیں''۔

''اتنی جلدی تو بالکل نہیں اور پھر ولیمے کے بعد ہی ہم ملیں گے، اور اتنے گھنٹے مجھ سے نہیں رکا جائے گا''۔ اس نے لیل ماہ کا وجود اپنی بانہوں میں بھر لیا۔

''شروع سے ہی آپ بدمعاش ہیں''۔

''اب تو ساری زندگی اس بدمعاش کو برداشت کرنا ہے''۔ وہ اس کے کان میں سرگوشیاں کیے جا رہا تھا اور وہ شرمائی گھبرائی سی دل کی دھڑکنوں کے شور میں اس کی بانہوں میں ڈھیر ہو گئی تھی۔

''مجھے کبھی اگنور نہیں کرنا''۔

''آپ اگنور کرنے والی چیز ہیں بھی نہیں''۔ وہ کھلکھلائی تھی، پورا کمرہ گلاب اور موتیے سے مہک رہا تھا۔

☆............☆............☆

اس نے اپنے جانے کی تیاری پوری کر لی تھی، فوزیہ روحیل بہت اداس تھیں اور روحیل سکندر کتنی بار اسے منا چکے تھے مگر اس کی ایک ہی رٹ تھی جانا ہے۔ حمدان کی امی جواب لینے آئی تھیں اور لگتا تھا خاصی تیاری سے آئی تھیں، مٹھائی کے ٹوکرے، پھل فروٹ اور خوبصورت سی پیکنگ میں جوڑا، اریشماء تو بوکھلاہٹ کا شکار ہو گئی تھی، مصباح اور اس کا شوہر فراز اور عدین بھی ساتھ ہی آئے تھے حمدان البتہ نہیں آیا تھا۔

''روحیل بھائی! آج میں منگنی کی رسم کرنے آئی ہوں''۔ مصباح نے مٹھائی کا ٹوکرا کھولا تھا۔

''آیئے!'' مصباح نے پھر اریشماء کا ہاتھ پکڑا، اس کے ہاتھ میں خوبصورت سا ڈبہ بھی تھا۔

''مصباح! میری بہو کو تیار کر کے لاؤ''۔

''آنٹی!'' اریشماء بولتی رہ گئی وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے سب دیکھتی رہ گئی، خوبصورت سا پنک کامدانی اسٹائلش سوٹ میچنگ جیولری، سینڈل سب ہی کچھ تھا۔

''مصباح! یہ سب تم لوگ کیا کر رہے ہو؟''

''چپ کر کے چینج کر کے آیئے ورنہ میں خود آپ کے کپڑے چینج کر دوں گی''۔ اس نے مسکرا کے وارننگ دی اور وہ کچھ نہ کہہ سکی۔ جیسا مصباح نے کہا وہ کرتی گئی۔

''ماشاء اللہ..... کتنی پیاری لگ رہی ہیں''۔ اریشماء نے جھینپ کے اپنا عکس ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں دیکھا، واقعی وہ پیاری ہی لگ رہی تھی۔

''چلیئے رسم کرنی ہے ہمیں''۔ مصباح اس کی کچھ سن ہی نہیں رہی تھی، اس کا ہاتھ تھامے ہال کمرے میں آ گئی جہاں دو لوگوں کا اور اضافہ ہو چکا تھا، کامران سکندر اور شاہدہ بیگم کا۔ اریشماء کا حلق تک کڑوا ہو گیا، مگر پھر یکدم ہی اس نے ان دونوں کو اگنور ہی کر دیا۔

''امی! دیکھیں اریشماء بھابی کتنی پیاری لگ رہی ہیں''۔ مصباح نے تو خوشی میں بھابی بھی کہنا شروع کر دیا۔

''چلیئے فوٹو سیشن ہو جائے، پھر مٹھائی کھلانے کا سلسلہ کیجیے گا''۔ عدین نے اپنا ڈیجیٹل کیمرہ سنبھال لیا۔

''حمدان کے بغیر تو بالکل بھی مزہ نہیں ہے''۔ روحیل سکندر اپنی اکلوتی بیٹی کو یوں سجا سنورا دیکھ کر بہت خوش ہو رہے تھے، جو دھیمی دھیمی مسکراہٹ لیے شرمائی ہوئی حمدان کی امی کے پہلو میں بیٹھی تھی۔ شاہدہ بیگم تو منہ ہی بنائے ہوئے تھیں، انہیں سونے کی چڑیا اڑ جانے کا ملال ساری زندگی رہنا تھا، وہ آج کافی عرصے بعد خود ہی ملنے آ گئی تھیں کیونکہ روحیل سکندر نے تو تیمور کے ولیمے کے بعد سے وہاں کا رخ ہی نہیں کیا تھا۔

''میں نے حمدان کو کال کر دی ہے، آ رہا ہے وہ بھی''۔ روحیل سکندر نے خوش ہو کر بتایا۔ گھر میں ایسا لگ رہا تھا خوشیاں اتر آئی ہوں، فوزیہ روحیل نے اوپر والے کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا، جو اریشماء نے ذرا بھی حیل و حجت کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔

''کامران! ایسا کرو تیمور اور عائشہ کو بھی بلا لو کال کر کے''۔

''بھائی صاحب! وہ تیمور تو کہیں بزی ہے اور عائشہ کی طبیعت آپ کو پتہ ہی ہے''۔

''ارے یاد آیا، مبارک ہو خیر سے دادا بن گئے، بھئی! میں آتا ضرور وہ بس ایسا پروجیکٹ میں الجھا ہوا ہوں کہ ٹائم ہی نہیں نکال پا رہا ہوں''۔ روحیل سکندر نے ساتھ ہی مبارک باد دی۔ کل ہی تو کامران سکندر کی کال آئی تھی۔

''کوئی بات نہیں''۔ کامران سکندر مسکرا کے رہ گئے۔ اریشماء کو چاچو اور چچی کی موجودگی گراں گزر رہی تھی، اتنے میں حمدان بھی آ گیا تھا، مسٹرڈ پینٹ پر آف وائٹ شرٹ میں ڈیسنٹ لگ رہا تھا اس کی نگاہ اریشماء پر پڑی تو وہ حیرت میں مبتلا رہ گیا وہ راضی کیسے ہو گئی؟

بھائی! بعد میں دیکھ لیجیے گا پہلے کچھ تصویریں ہو جائیں''۔ مصباح اور فراز نے ان کے ساتھ پہلے تصویر

بنوائی۔ اسی طرح عدین فوٹو کھینچتا رہا، کامران سکندر اور شاہدہ بیگم عذر پیش کر کے جان بوجھ کے وہاں سے چلے گئے۔ اریشماء نے سکون کا سانس لیا، باری باری سب نے مٹھائی کھلائی۔

''دیکھا میری بیٹی میرا تو کہا کبھی ٹال ہی نہیں سکتی تھی''۔ امی نے اریشماء کو گلے لگا کے ڈھیروں پیار کیا۔

''تمہاری ناراضی حمدان سے ہے۔ مجھ سے تو نہیں ہے؟'' اریشماء نے نفی میں سر ہلایا، حمدان سر کھجا کے رہ گیا، وہ صوفے پر بیٹھا سب دیکھ اور سن رہا تھا، نگاہوں کا تصادم ہوا اریشماء نے ہنوز خفگی رکھی ہوئی تھی۔

''روحیل بھائی! مجھے اپنی بہو کو جلدی رخصت کرا کے لے جانا ہے''۔ امی کو بہت ہی جلدی تھی۔

''کیوں نہیں، آپ کی ہی امانت ہے''۔ انہوں نے خوش ہو کر تائیدی سر جھکایا۔ عدین اسے چھیڑنے میں لگا ہوا تھا، مصباح بھی معنی خیز لقمے دے رہی تھی۔

''آپ بھائی جان کی اچھی طرح خبر لیجئے گا، آپ کو انہوں نے بہت تنگ کیا ہے نا؟'' مصباح نے کان میں سرگوشی کی، فراز اور حمدان کو روحیل سکندر لوازمات سرو کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ فوزیہ روحیل نے خاطر مدارت میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں ہونے دی تھی۔ اریشماء، حمدان سے ابھی تک خائف تھی، وہ ایسے تو شادی بالکل بھی نہیں کرنا چاہتی تھی حمدان سے، پر وہ زبردستی اس کی امی کی خوشی پر راضی ہوگئی تھی۔ کافی دیر تک خوش گپیاں ہوتی رہی تھیں، وہ ان سب کے درمیان سر جھکائے ہوئے بیٹھی تھی، سب اس کا یہ انداز شرم سمجھ رہے تھے، مگر کسی کو یہ خبر نہیں تھی اس کا ذہن ابھی بھی اپنی بات پر قائم ہے۔

☆..........☆..........☆

صبح وہ بڑے فریش انداز میں اٹھا تھا اور اریشماء کے تصور میں وہ رات بھر سو نہ پا رہا تھا، دو تین بار اریشماء کو کال بھی کرنے کی کوشش کی تھی جو وہ بار بار کاٹے جا رہی تھی، سمجھ گیا تھا اس کی ناراضی ابھی تک برقرار ہے اور اسے ہی یہ ناراضی ختم بھی کرنی تھی، اپنی محبت کا یقین دے کر ورنہ وہ تو ضد میں آ کر اپنا اور اس کا نقصان کرنے چلی تھی، سیل اٹھایا اور نمبر پریس کیا، سنڈے کی وجہ سے وہ دیر سے ہی اٹھا تھا، اسے بھی توقع تھی اریشماء بھی اٹھ چکی ہوگی۔

''جانم! رات سے کال کیوں کٹ کیے جا رہی ہو؟'' حمدان اس کی سریلی آواز سن کے بڑے رومینٹک لہجے میں گویا ہوا۔

''کیا بدتمیزی ہے؟'' دوسری طرف وہ برہم ہو رہی تھی۔

''یار! ابھی بدتمیزی کی کب ہے، وہ تو جب ہوگی جب آپ ہمارے پہلو میں بہت ہی قریب ہوں گی''۔ وہ اپنی عادت کے برعکس ایسی گفتگو کر رہا تھا۔ اریشماء نے گھبرا کے پھر لائن کٹ کر دی، وہ قہقہہ لگا کے ہنسنے لگا۔

''ٹھیک کہا ہے کسی نے، ایک عورت مرد کو اپنی اداؤں کے جال میں پھنسا کے کیا سے کیا بنا سکتی ہے، اریشماء روحیل تم نے بھی مجھ جیسے مضبوط شخص کو اپنی سادگی اور اچھے اخلاق کی وجہ سے اپنا اسیر بنا لیا ہے، اب ایسے تو نہیں چھوڑوں گا، سارے حق دوں گا، جو جو شکایتیں ہیں سب دور کر دوں گا''۔ وہ بیڈ سے اٹھ گیا۔

''واہ! آج تو لوگ بہت خوش اور فریش نظر آ رہے ہیں''۔ عدین نے معنی خیزی سے شرارتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''فضول مت ہانکا کرو''۔ وہ جھینپ گیا اخبار اٹھا کے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ گیا۔

''ویسے بھائی جان! وہ اریشماء باجی آپ سے ابھی تک ناراض ہی ہیں؟''

''تمہیں کیسے پتہ چلا؟''

''منہ دیکھا تھا، آپ کو جب دیکھتی ہیں منہ بنا لیتی ہیں''۔ عدین نے کل دونوں کو نوٹ کیا تھا، حمدان تو مسکرائے جا رہا تھا جبکہ اریشماء منہ بنائے ہوئے تھی۔

''تمہارا وہم ہے، ایسی کوئی بات نہیں ہے، امی! ناشتہ دے دیں مجھے، پھر شوروم بھی جانا ہے''۔ اس نے اخبار پر ہنوز نگاہ جمائے ہوئے کہا۔ وہ ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر نہا کر تیار ہوا اس نے سوچ لیا تھا پہلے اریشماء کی طرف چکر لگائے گا ہو سکتا ہے اس سے بات کرنے کا موقع مل جائے اور بہانہ بھی ٹھیک تھا اسے نئے پروجیکٹ پر بات کرنی تھی۔ ڈرائیو کرتے ہوئے اسے ابو کی یاد آ گئی، آج وہ یہ سب دیکھ کر کتنا خوش ہوتے، سب کچھ ویسے ہی واپس مل گیا تھا، حالات پھر سے سدھر گئے تھے، جتنا بھی شکر ادا کرتا کم ہی تھا، شوروم کے باہر گاڑی روکی، اس نے دو تین ملازم بھی رکھ لیے تھے جو سنڈے کو پورا ٹائم شوروم کھولتے تھے وہ بھی چار پانچ گھنٹے وہاں گزارتا تھا۔ اس نے آفس میں بیٹھ کر پھر اریشماء کو کال ملائی تھی، اب تو وہ اس کے بغیر ایک منٹ نہیں رہ سکتا تھا۔

''دیکھئے! آپ پر یہ سب بالکل سوٹ نہیں کرتا، آپ وہی مغرور اور سرد مہر بنے رہیئے''۔ وہ تنک کے بولی تھی۔

''مغرور اور سرد مہر.... میں حالات کی وجہ سے تھا، اب حالات میرے تابع ہو گئے ہیں تو میں نے وہ سب چھوڑ دیا، کیوں تمہیں بھی تو برا لگتا تھا''۔

''مجھے ابھی بھی برا لگ رہا ہے آپ کا یہ روپ، آپ چاہے خود کو کتنا ہی بدل لیں، میں اپنے فیصلے سے نہیں ہٹوں گی، میں انگلینڈ جا رہی ہوں، تین سال کے لیے''۔ وہ اتنی کٹھور ہو رہی تھی حمدان حیران تھا، اریشماء تو بہت نرم دل کی تھی۔ حمدان کا دل بجھ سا گیا، خواہ مخواہ وہ کل سے خوش فہمیوں میں مبتلا تھا، کہ وہ راضی ہوگئی ہے۔

☆..........☆..........☆

دوسرے دن اس نے سوچ لیا تھا اریشماء سے ساری بات کلیئر کرے گا، آفس سے فارغ ہو کر وہ جانے کی تیاری کر رہا تھا، روحیل سکندر کا انٹرکام پر بلاوا آ گیا۔

''حمدان بیٹا! میں نے تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ میں کامران کی طرف جا رہا ہوں، وہ بلا رہا ہے، تمہاری آنٹی کو بھی جانا ہے، ڈاکٹر سے چیک اپ کروانے، میں باقی کے کام نہیں دیکھ سکتا، بیٹا! تم ذرا سب دیکھ لو اور ہاں! اسٹاف ممبر سے کسی کو بلا لو، تمہاری ہیلپ کر دے گا، یہ اریشماء اگر آ جاتی تو مسئلہ نہیں ہوتا''۔ وہ اس سے ملتجی لہجے میں گویا ہوئے۔

''اوکے سر! آپ پریشان نہیں ہوں، میں دیکھ لوں گا''۔ اس نے سعادت مندی سے سر ہلایا اور وہ خوش بھی ہو گیا اریشماء سے تنہائی میں بات بھی کر لے گا۔ اس نے سات بجے تک کام نمٹا لیا تھا اور وہ اریشماء سے ملنے نکل گیا تھا، ذہن میں الفاظ بھی ترتیب دے رہا تھا اریشماء کی کسی طرح بدگمانی دور ہو جائے۔ اندر وہ جھجکتا ہوا آیا تھا، اتفاق سے وہ ہال کمرے میں ٹی وی دیکھتی ہوئی مل گئی، وہ تو اسے دیکھ کر گھبرا گئی۔

”تھینکس گاڈ! آپ مل گئیں، میں سمجھا آپ بھی گئی ہوں گی“۔ حمدان نے مسکرا کے تشکر بھرا سانس لیا۔

”کیا مطلب ہے؟“ وہ شانوں پر پنک بڑا سا آنچل برابر کرتی ہوئی کھڑی ہوگئی۔

”مطلب ہی تو سمجھانے آیا ہوں محترمہ! یہ کیا فضول کے نخرے لگائے ہوئے ہیں، اچھا خاصا چھ فٹا انسان تو تمہارا دیوانہ ہوگیا ہے“۔ وہ اسے دلچسپ اور مخمور نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، وہ تو اس کے اتنے شوخ ہونے پر گڑبڑا گئی، پہلے تو توجہ تک نہیں دیتا تھا اور اب کیسے اس کے آگے پیچھے ہو رہا تھا۔

”ہاں تو کہاں جا رہی ہیں، تین سال کے لیے، انگلینڈ کورس کرنا ہے؟“

”میں بار بار دہرانے کی عادی نہیں ہوں“۔ وہ ترش روی سے گویا ہوئی۔

”میں بھی بار بار دہرانے کا عادی نہیں ہوں“۔ وہ بھی ترکی بہ ترکی گویا ہوا۔

”ٹھیک ہے آپ جائیے، کتنے بھی سال میں واپس آیئے، میں شادی نہیں کروں گا، آپ کا انتظار کروں گا، اگر آپ ضد کی پکی ہیں میں بھی آپ سے کم نہیں ہوں“۔ وہ سنجیدہ ہوگیا، فان پینٹ پر لائٹ پنک شرٹ کی آستینیں فولڈ کیے وہ نہایت ڈیسنٹ لگ رہا تھا۔

”پہلے آپ میرے پیچھے بھاگتی تھیں، میں آپ کو رسپانس نہیں دیتا تھا، صرف اس وجہ سے میں خود کو آپ کے قابل نہیں سمجھتا تھا اور آپ کے ڈیڈی بھی سوچتے میری آپ پر نگاہ ہے، پھر جب میں نے دیکھا تیمور سے آپ کا رشتہ ہونے والا ہے میں نے آپ کی طرف بالکل ہی توجہ دینی چھوڑ دی، میں اچھی طرح جانتا تھا آپ تیمور کے ساتھ بالکل خوش نہیں ہیں، مگر میں بھی جو ٹھیک سمجھتا تھا وہ کر رہا تھا“۔ وہ قدرے توقف کے لیے رکا۔

”میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا، جب میں زندگی میں مسائل سے اتنا گھبرا گیا تھا اپنی زندگی ختم کرنے چلا تھا اس وقت آپ نے اور آپ کے ڈیڈی نے مجھے سہارا دیا، میرے گھر میں اتنی تنگی پریشانی تھی میری امی جو ٹھاٹ کی زندگی گزارتی تھیں وہ اچار بنانے، بیچنے لگیں، صرف اس لیے کہ گھر کا خرچہ چل جائے، مصباح ٹیوشن پڑھاتی تھی اور عدین بھی یہی کر رہا تھا، فارغ صرف میں ہی تھا، جسے کوئی نوکری نہیں ملتی تھی“۔ وہ اپنی پچھلی زندگی میں گزرے سارے حالات اسے بتا رہا تھا، اریشماء حیرت و انبساط میں مبتلا ایسی سکتے میں تھی کہ اس میں ذرا جنبش نہیں تھی۔

”اپنی حیثیت اور اوقات جانتا تھا اس لیے آپ کی طلب و تمنا کرنے سے بھی گریز کرتا تھا، مگر میں جتنا آپ سے دور ہونے کی کوشش کرتا تھا آپ اتنی ہی میرے حواسوں پر چھائی ہوئی تھیں، آپ کیا سمجھتی ہیں محبت آپ نے ہی کی میں تو آپ سے عشق کرنے لگا ہوں، آپ کی سادگی، معصومیت اور اخلاق کی وجہ سے کیونکہ آپ جانے کیوں اور لڑکیوں سے بالکل مختلف ہیں، کہ میں چاہ کر بھی اگنور نہیں کر سکا، پھر امی کو آپ شروع سے پسند آ گئی تھیں، وہ اپنی خواہش کا اظہار کرتی رہتی تھیں، مگر میں انہیں منع کر دیتا تھا، ہم آپ کے قابل نہیں ہیں“۔

”آپ ایک بار مجھ سے بات تو کرتے“۔ اسے حمدان کی سچائی پر پیار آنے لگا، کیسے وہ آہستہ آہستہ اپنے حالات اور پسند کو واضح کرتا جا رہا تھا۔

”بات تو اس وقت کرتا جب میں آپ کے برابر کا ہوتا اور آج میرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے، تو آپ کی تمنا

بھی کر لی اور آپ مجھ سے صرف میرے رویوں اور اگنور کرنے کا بدلہ لے رہی ہیں، صرف نقصان کر رہی ہیں اپنا بھی اور میرا بھی“۔ وہ خاصا مایوس بھی ہو رہا تھا۔

”آپ نے سوچا ہوگا کہ میں آسائشوں کی عادی ہوں آپ کے گھر میں نہیں ایڈجسٹ ہوں گی“۔

”یہ پہلی بات تھی، اور دوسری آپ کے ڈیڈی کبھی نہیں چاہتے، اور میں بھی ان کی نظر میں اپنی عزت و وقعت نہیں گرانا چاہتا تھا“۔ اس نے اریشماء کا چہرہ دیکھا جو اسے ہی بغور دیکھ رہی تھی اور وہ فاصلے پر سنگل صوفے پر بیٹھا تھا۔

”ہم بھی آپ جیسے ہی تھے وہ تو کچھ لوگوں نے ہمارے ابو کو دھوکہ دیا اور ہمارا سب چھین لیا اور میرے باپ کو بھی چھین لیا، خیر ان کی زندگی ہی اتنی تھی“۔ ساتھ ہی خود کو تسلی بھی دی۔

”آپ نے پیسے کیوں نہیں لیے؟“

”وہ پیسے آپ کے چاچو نے لیے تھے مجھ سے، کیونکہ میں ڈاکٹرز کے منہ پر مار کے چلا گیا تھا“۔

”واٹ.....! چاچو نے؟“ وہ تو حیران رہ گئی، وہ اتنی گھٹیا حرکت بھی کر سکتے ہیں، اسے اور ہی نفرت ہوگئی۔

”خیر یہ سب چھوڑیئے، یہ بتایئے اگر آپ کو اپنا کورس پورا کرنا ہے تو کر لیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، میں انتظار کر سکتا ہوں“۔ وہ اپنی بات پر آ گیا۔ اریشماء لب بھینچ کے اس کا سنجیدہ چہرہ دیکھنے لگی، وہ واقعی چہرے سے بہت بارعب اور ڈیسنٹ لگتا تھا۔

”وہ مم..... میرا اب موڈ نہیں ہے“۔ وہ شرمائے شرمائے لہجے میں منمنائی۔

”نہیں آپ اپنا کورس پورا کریں، جتنے شوق ہیں سارے پورے کریں“۔ لہجے میں طنز تھا خفگی تھی۔

”وہ تو میں آپ پر غصہ تھی اس لیے جا رہی تھی“۔

”ہاں مجھ پر غصہ تھا نقصان کر کے جا رہی تھیں؟“ قریب آتے اریشماء کے بالوں کی لٹ کھینچی۔

”تمہیں رومینٹک مرد پسند ہیں نا؟“ وہ ایک دم ہی آپ سے تم پر اتر کے ترنگ میں آ گیا۔

”کیا بدتمیزی ہے؟“ وہ تو اچھل کے پیچھے ہوگئی۔

”اب ہمارا ٹائم آیا تو محترمہ! بدتمیزی کہہ رہی ہیں، کیوں اپنی چیز کو ہاتھ لگانا بدتمیزی ہے جبکہ ہمیشہ کے لیے چھونے کا سرٹیفکیٹ ملنے والا ہے“۔ اس نے کان میں مخمور لہجے میں معنی خیز سی سرگوشی کی۔ اریشماء کی پیشانی عرق آلود ہوگئی، غازوں پر لالی چھلک پڑی، اتنی پراعتماد لڑکی کسی مرد کے آگے یوں پگھل جائے گی، ایسا تو اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا اور حمدان کی بے باکیاں دیکھ کر تو اس کے پسینے چھوٹنے لگے۔

”اب آپ جایئے“۔ اس کے دل کی دھڑکنوں کا شور کانوں میں سنائی دینے لگا۔

”اتنی جلدی تو بالکل نہیں جاؤں گا، اتنا مجھے پتا ہے اس ٹائم تم گھر میں اکیلی ہو، انکل آنٹی آپ کے چاچو کے گئے ہوئے ہیں“۔

”جب ہی اتنا چہک رہے ہیں“۔ وہ دور ہوئی۔

”وہ تمہارا سو کولڈ کزن.....اس کے دل پر تو آرے چل رہے ہوں گے، میں تمہارا حق دار بن گیا“۔

”اس بے غیرت لالچی انسان کا نام نہیں لیں، نفرت ہے مجھے اس سے“۔ اس کے لہجے تک میں کڑواہٹ گھل

گئی۔

''چلو نہیں کرتے، یہ بتاؤ اپنی فرینڈ زویا سے کیا کیا میرے متعلق بولتی تھیں، میں سرد مہر ہوں، تمہیں نہیں دیکھا، ذرا اثر نہیں ہوگا وغیرہ وغیرہ؟'' اس نے مسکراتے ہوئے اس کی ہرنی جیسی آنکھوں میں پیار سے دیکھا، وہ بوکھلاہٹ کا شکار ہونے لگی۔

''آپ میری باتیں سنتے تھے؟''

''جی محترمہ! ذرا آجاؤ میرے قبضے میں، تمہاری شکایتیں تو میں دور کروں گا''۔ وہ پھر آگے بڑھنے لگا وہ شرما کے گھورنے لگی۔

''آپ اتنے بے شرم ہیں''۔

''میں اس سے بھی زیادہ ہو سکتا ہوں، یہ تو تم نے سنا ہوگا جو گھنے ہوتے ہیں وہی سب سے زیادہ تیز ہوتے ہیں، میری نگاہیں آپ پر ہوتی تھیں اور کان بھی، کب کب عدین سے میرے متعلق باتیں کرتی تھیں چالاک اتنی ہوا سے بھائی بنا کے ہمارے گھر میں آنے لگیں''۔

''کیا ہے، آپ تو جاسوس بھی ہیں''۔ وہ جھینپ گئی۔

''میں بہت کچھ ہوں، یہ تمہیں ساتھ رہ کر اندازہ ہو جائے گا، اور ہاں ساری خرافات دماغ سے نکال دو، مجھے جلدی شادی کرنی ہے، راتوں کو نیند نہیں آتی ہے''۔

''اتنی بے تابی....؟'' وہ ہنسی۔

''کیوں یہی سب تو چاہتی تھیں، وہی سب مل رہا ہے، شکر ادا کرو اور ہاں اپنی سہیلی کو ضرور بتانا، میری ایک ایک بات''۔

''وہ تو بتاؤں گی''۔

''ایک بات پوچھوں؟'' اس نے قدرے توقف کیا۔

''ہوں....!''

''آپ سچ میں مجھے چاہتے تھے زبردستی تو نہیں ہے؟'' بے یقینی سے پوچھا۔

''بالکل سچ ہے، میں دل سے چاہتا ہوں آئی لو یو''۔ حمدان نے اس کے رخسار پر لب رکھ دیئے وہ تو کرنٹ کھا کے رہ گئی۔

''کہتے ہیں سب ہی اور یہ میں نے نظم پڑھی تھی، مگر پوری یاد نہیں، ہاں مجھے اس کا یہ مصرعہ یاد رہا ''کبھی عشق ہو تو پتہ چلے'' اور واقعی مجھے پتہ چل گیا ہے، محبت و عشق نے تو دنیا بدل جاتی ہے، اور میری زندگی میں تم آئیں اور سب بدلتا گیا، جتنا بھی رب کا شکر ادا کروں کم ہے''۔ حمدان اوپر والے کا شکر ادا کرتے نہیں تھکتا تھا۔

''تم اور میں ہمیشہ ساتھ ساتھ رہیں گے اپنے بچوں کے ساتھ''۔ شرارتی لہجے میں کہا۔

اریشماء نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، اسے آخر حمدان کی محبت و توجہ مل ہی گئی تھی۔

☆........☆........☆